[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



سو بنا حسن ان اوراق پریشاں میں نہیں ۷۸۶ ہم نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

مکمل فہرست سفرنامۂ حجاز مقدس

حبیب الحجاج معروف بہ ہدیۂ حرمین حصہ اول و دوم

قیمت حصہ اول مجلد ۸؍ قیمت حصہ دوم مجلد عہ؍ ہر دو جلد کے خریدار کو بجائے ۱۲؍ کے صرف ۱۲؍

ملنے کا پتہ:- حافظ حبیب الرحمن قادری مقام ہزاری باغ (صوبہ بہار)

فہرست حبیب الحجاج حصہ اول

فہرست حبیب الحجاج حصہ دوم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکر بے پایاں ترا اے کارساز ۔۔۔ کارواں اپنا چلا سوئے حجاز
رحمۃ للعالمیں پر ہو سلام ۔۔۔ تیری جانب سے سدا اے بے نیاز
آل و اصحاب نبی پاک پر ۔۔۔ تیری رحمت ہوئے اے بندہ نواز
فضل حق سایہ فگن ہم پر رہے ۔۔۔ نیک اور بد میں کریں ہم امتیاز
کر عطا ہم کو تو توفیق عمل ۔۔۔ تیری شان پاک ہے ذرہ نواز
امر بالمعروف پر عامل ہوں ہم ۔۔۔ نہی سے کرتے رہیں ہم احتراز

یاد سے تیری نہ ہو غافل حبیب
فضل تیرا اس کو کردے سرفراز

تاریخ گیارہ شوال المکرم روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء

روانگی حجاز مقدس کی مبارک تاریخ

تاریخ گیارہ شوال المکرم روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری ہماری زندگی کی تاریخ میں نہایت باسعید و مبارک تاریخ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ بعد نماز مغرب ہزاری باغ کی ہزاری مسجد میں دو رکعت نماز نفل بارادہ سفر حج ادا کی اور حاضرین سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ کر دعائے خیر کی التجا کر کے بغرض ادائے فریضہ حج و زیارت حرمین شریفین آغوش دل میں بے حد و بے حساب تمنائیں لیکر میں ہزاری باغ سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت اکثر مخلص

بزرگان۔ برادران و محبان غریب خانہ پر تشریف لائے ہوئے تھے ہر ایک نے جذبۂ ایمان سے محبت و عقیدت آمیز لہجے میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ گنبد خضرا میں آرام فرمانے والے۔ کالی کملی والے۔ امت عاصی کی کشتی کے پار لگانیوالے اور گنہگاروں کو بخشانے والے حضرت اُمّی رسول فداہ اُمّی و ابی کے حضور سراپا نیاز میں اپنی اپنی طرف سے بعد عجز و نیاز پیش کرنے کو کہتے گئے۔ اور دعا رفی امان اللہ کہکر مجھے رخصت کیا۔ میرے مخلص کرم فرما جناب حاجی عبد الرشید خاں صاحب غزنوی افغانی مقیم ہزاری باغ نے بہت سے دعائیہ جملوں کے ساتھ ساتھ یہ کہکر مجھے رخصت کیا۔ بسفر رفتنت مبارک باد۔ بسلامت روی و باز آئی۔ میں سب لوگوں کو السلام علیکم کہتا ہوا موٹر کار میں بیٹھا اور سب لوگوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ فی امان اللہ کہا۔ ہزاری باغ سے روانہ ہو کر گیارہ بجے رات کو اسٹیشن ہزاری باغ روڈ پہنچا۔ معین الدین ڈرائیور نے میرے ساتھ ہمدردی کی اور ہزاری باغ روڈ میں ریل کی ٹکٹ کٹانے میں آسانی کے باعث ہوئے۔ دو بجے رات کو اکسپریس ٹرین سے میں روانہ ہو کر قریب چار بجے گیا جنکشن میں دوسری گاڑی پر سوار ہونے کو اُتر گیا۔

تاریخ ۱۲ / شوال المکرم روز جمعہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۵ / اپریل ۱۹۲۷ء ع

گیا سے دوسری ٹرین میں بیٹھکر ساڑھے آٹھ بجے صبح کو اسٹیشن شیخپورہ پہنچا۔ چونکہ میری والدہ صاحبہ مدظلہا اور ہمشیرہ موضع مبارک پور علاقہ تھانہ باڑھ ضلع پٹنہ اپنے وطن میں تھیں اسلئے مبارک پور جانا ضروری تھا۔ اسٹیشن شیخپورہ میں حافظ مولوی سید معین الدین حیدر صاحب سب رجسٹرار ساکن چواڑہ ضلع مونگیر سے اتفاقاً ملاقات ہوئی اور باہم بڑی مسرت ہوئی محبت بھرے الفاظ میں دعائیہ کلمات کہتے ہوئے انھوں نے بھی مجھے رخصت کیا۔ نیز وہاں پر خان بہادر مولانا مولوی عبد العزیز صاحب گیلانوی جو کہ صاحبگنج بجرڈیہ سے اپنے وطن گیلانی تشریف لئے جا رہے تھے ملاقات ہوئی۔ تخمیناً بیس بائیس سال کے بعد مجھ سے ان سے دوبارہ ملاقات کا آج کے روز اتفاق ہوا تھا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور مولانا موصوف نے بھی دعائیہ کلمات کے ساتھ خدا حافظ کی مبارک صدا میں مجھے رخصت کیا۔ شیخپورہ سے بسواری موٹر کار قریب گیارہ بجے دن کو بربیگہ اور وہاں سے پانچ بجے شام کو موضع لعلپورہ پہنچا۔ سب لوگوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ شب بھر لعلپورہ میں مقیم رہا۔

تاریخ ۱۳ / شوال المکرم روز شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۶ / اپریل ۱۹۲۷ء ع

آج کے روز لعلپورہ نور پور وغیرہ کے بزرگان و برادران سے رخصت ہو کر شام کے وقت مبارکپور پہنچا اور

والدہ صاحبہ مدظلہا کی قدمبوسی کی سعادت حاصل کی۔

تاریخ ۱۴؍شوال المکرم روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۷؍اپریل ۱۹۲۷ء

بعض ضروری سامانِ سفر کی عدم طیاری کے باعث تاریخ ۲۰؍شوال المکرم روانگی کی تاریخ تنقیح پائی۔ اور ایک خاص مجبوری کے سبب سے اہلیہ کو مکان پر چھوڑنے اور مفارقت کا سنگ گراں اپنے ہاتھوں اپنے سینے پر رکھنے کے سوائے کوئی چارہ کار مجھے نظر نہ آیا۔ ابتدائے تاریخ ۱۴؍شوال المکرم لغایت ۱۹؍شوال المکرم مبارکپور میں میں مقیم رہا۔

اہل خانہ اور وطن کی مفارقت کے خیال میں بے قراری

تاریخ ۱۸؍شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری کی آخری رات وصل کی آخری ساعت اور ہجر کی پہلی رات تھی۔ اگرچہ ایک بڑے فریضہ کی ادائگی اور اشتیاق زیارت بیت اللہ شریف و روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم کا عظیم جذبہ میرے دل میں موجزن تھا۔ اور اس مقصد عظیم کے مقابلہ میں اہل و وطن اور اہل وطن کی مفارقت کا خیال مجھے روک نہیں سکتا تھا مگر بمقتضائے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان یکایک میرا دل بھر آیا بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے۔ میری والدہ صاحبہ مدظلہا بڑی و چھوٹی ہمشیرگان اور تازہ ہجران نصیب اہلیہ نے بھی بہتیرا سمجھایا بوجھایا۔ تسلیاں دیں اور قسمیں دے دے کر مجھے چپ کرنے کی کوشش کی مگر بے سود ثابت ہوئی۔ شعر

دل سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہ تھا لاکھ سمجھائے سمجھتا ہی نہ تھا

میں خوب پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور روتے روتے ہچکیاں آنے لگیں اور سسکیاں بندھ گئیں۔ ۱۹؍شوال المکرم روز جمعہ کی رات اور سارا دن بڑی حسرت قلق اور درد مفارقت کی ناقابل برداشت بے چینی میں بسر ہوئی۔

مبارکپور سے روانگی

۲۰؍شوال المکرم روز شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری کی صبح کو نماز فجر سے فراغت کر کے اپنی غریب اہلیہ کو خداوند کریم پر بھروسہ رکھنے کی تلقین کی اور خدا حافظ کہتے ہوئے چشم پُرآب مع اپنی والدہ ماجدہ مدظلہا اور چھوٹی ہمشیرہ کے میں راہیٔ ملکِ حجاز ہوا۔ شعر

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

روانگی کے وقت باران رحمت

گھر سے روانگی کے وقت کالی کالی گھٹائیں آسمان پر چھائی ہوئی تھیں اور ڈولی کھٹولی میں سوار ہوتے وقت کچھ ترشح بارش بھی شروع ہوئی جس کی نسبت میر

مخلص دوست مولوی نورالحق صاحب عرف حقو میاں نورپوری حال مقامی مبارک پور نے فرمایا کہ سفر کے وقت باران رحمت کا نزول نہایت سعید و مبارک ہے میں نے بھی اسکو تسلیم کیا۔

اپنی غلطی پر تاسف اس موقع پر میں اپنی ایک صریح غلطی اور ناتجربہ کاری کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ روانگی سے قبل اس سفر کی اہمیت اور عورتوں کی معیت میں جو آرام یا تکلیف سفر میں پیش آتے ہیں اسکا اندازہ اور موقع کو غنیمت سمجھنا ان سب باتوں پر میں نے کبھی سرسری نظر بھی نہیں ڈالی اور غور و خوض نہیں کیا اور غلط گمان اور غلط فہمی میں مبتلا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پچیس سال کی رفیق زندگی کو... جس نے میری تکلیف پر اپنے آرام کو قربان کیا اور میری راحت اور آرام کی خاطر اپنی جان کو ہمیشہ جوکھم میں ڈالے رکھا اسکے نازک دل پر یکایک مفارقت کا گراں پتھر رکھنا اور جدائی کا زہر آلود جام اسکے ہاتھوں میں ڈال کر مجھے خدا حافظ کہنا پڑا۔ میری اس بیوفائی کا قیامت خیز منظر اور اسکا تصور نہیں معلوم کب تک دل مجروح پر نمک پاشی کا کام کریگا۔ فی الحقیقت یہ میری صریح غلطی اور ناتجربہ کاری تھی۔ ورنہ مجھے پہلے ہی سوچنا سمجھنا اور زاد سفر اس غریب کے لئے بھی فراہم کر کے اس مبارک سفر میں انکو اپنا حصہ دار بنانا میرا فرض تھا مگر بقول شخصے مشتیکہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ اب پچھتائے ہوت ہے کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

اسٹیشن باڑہ سے ریل پر شہر بمبئی کی روانگی تاریخ ۲۰ شوال المکرم روز شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری کو قریب ساڑھے سات بجے صبح کو ہم سب اسٹیشن باڑہ پہنچے میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ کا لڑکا یعنی میرا بھانجا عزیزی عبدالرشید سلمہٗ اور میرے بھانجی داماد عزیزی مولوی عبدالجبار صاحب سلمہٗ ہیڈ مولوی اسکول چتر پور ضلع ہزاری باغ اپنے مکان موضع شیخپورہ سے اسٹیشن باڑہ میں ہم لوگوں سے ملاقات کے لئے قبل سے آئے ہوئے موجود تھے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ قصبہ باڑہ کے چند معزز مسلمانوں سے اسٹیشن پر ملاقات ہوئی۔ ان سب لوگوں نے مجھے بڑی جوش و محبت کے ساتھ "السلام علیکم اور فی امان اللہ" کی گونجتی ہوئی مبارک صداؤں میں رخصت کیا۔ گیارہ بجے دن کو دہلی اکسپریس سے ہم سب اسٹیشن باڑہ سے روانہ ہوئے۔ عزیزی مولوی عبدالجبار صاحب سلمہٗ بانکی پور تک ساتھ ساتھ تھے۔ وہاں سے اتر کر وہ ہزاری باغ تشریف لیگئے۔ بانکی پور اسٹیشن میں شہسرام ضلع آرہ کے ایک حاجی صاحب جو چند سال قبل سفر حج سے فراغت کر آئے تھے اور سنہ حال میں بھی روانگی کا عزم رکھتے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ اور حجاز مقدس کے متعلق گفتگو ہوتی رہی اور روٹی گوشت سے انھوں نے میری تواضع بھی کی۔ اسٹیشن آرہ پہنچکر شوق اور محبت کے پُردرد

لہجے میں "فی امان اللہ" کہکر مجھے اُنھوں نے بھی رخصت کیا۔ اسٹیشن دلدارنگر پہنچکر ریلوے کے ٹی۔ ٹی۔ آئی نے میرے خانے میں آکر ٹکٹ دیکھے اور میرے اسباب کے متعلق دریافت کیا میں نے کہا کہ عجلت کے باعث اپنے لگیج یعنی اسباب کی میں بلٹی نہیں کرا سکا۔ وزن ہونے پر لبعد مہنائی بحساب فی کس پندرہ سیر کے جسقدر فاضل وزن ہوگا اس کا محصول میں ادا کردونگا جس پر اس نے مجھ سے کہا کہ اب مہنائی نہیں ملسکتی۔ اگر روانگی کے وقت بلٹی کرا لیتے تو مہنائی ملتی۔

بکبی مہیل پر سوار ہونیکے لئے اسٹیشن مغلسرائے میں قیام

مغلسرائے اسٹیشن پر پانچ بجے شام کو ہم سب اُتر گئے۔ ریل سے اُترتے وقت والدہ صاحبہ کی جوتی ایک پاؤں کی پلیٹ فارم کے نیچے ریلوے لائن میں گر پڑی اکسپریس مذکور کھڑی تھی تاہم ایک قُلی نے بڑی چالاکی سے اُتر کر جوتی نکال کر دی۔ ریل یا جہاز میں سفر کرنے والی مستورات کو لازم ہے کہ رسم کی پابندی کو خیرباد کہکر اور موقع کا لحاظ کر کے کلٹری ایڑیوں والی جوتیاں پہن کر سفر کیا کریں تاکہ زحمت اور پیش آنیوالے حادثات سے محفوظ رہ سکیں مغلسرائے اسٹیشن پر میرے اسباب کو ٹی۔ ٹی آئی مذکور نے وزن کیا اور بغیر مہنائی سامان خورد و نوش و بستره (بیڈنگ فوڈنگ) کے مبلغ پانچ روپیہ محصول لگیج مجھ سے وصول کیا اور اس کی رسید مجھے دی۔

مغلسرائے کے زنانہ ویٹنگ روم میں میں نے والدہ صاحبہ وغیرہ کو ٹھیرایا جہاں میرے پہنچنے کے قبل سے چھ عورتیں اندر اور چار مرد برآمدہ میں باہر ٹھیرے ہوئے تھے میں بھی وہیں ٹھیرا۔ بات چیت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب باشندگان مواضعات تگھرا و لکھمنیہ ضلع مونگیر کے ہیں اور حج کرنیکے لئے جا رہے ہیں ویٹنگ روم یہاں کا نہایت اچھا ہے بجلی کی روشنی اور پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ سونے بیٹھنے کے لئے بڑے بڑے چار پلنگ پڑے ہوئے ہیں غسل خانہ اور پاخانہ بھی ہے سب لوگوں کو بڑی عافیت ہوئی اور چین و آرام سے رات بسر ہوئی۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کو میں بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا کہ یکایک میرے ایک ہموطن بھائی منشی نظیر الدین صاحب پولیس کانسٹبل سے ملاقات ہوئی وہ بانکی پور سے مغلسرائے ریلوے کا خزانہ لیکر ڈیوٹی میں آئے ہوئے تھے انکی ملاقات سے ہم سب کو بڑی خوشی ہوئی اور کئی گھنٹے تک وہ میرے ساتھ رہے مغرب کی نماز میں نے اسٹیشن کی متصل والی مسجد میں بجماعت ادا کی مسجد اچھی اور پختہ ہے۔ صحن مسجد کے پورب جانب کنواں۔ حوض اور غسل خانہ و استنجاگاہ سب کچھ والی مسجد میں ہے جس سے نمازیوں کو بڑی

عافیت ہوتی ہے۔ اذان کے لئے مؤذن اور نماز پڑھانیکے لئے پیش امام مقرر ہیں مسجد کے کنواں کا پانی نہایت شیریں اور ٹھنڈا ہے میں نے مسجد کے غسلخانہ میں غسل بھی کیا۔ مسجد مذکور میں ہی ایک بزرگ اسم لامعلوم باشندہ موضع منورہ متصل اسٹیشن پُن پُن جو مغلسرائے ریلوے میں ٹکٹ ماسٹر تھے اور پلیٹ فارم کے اوپر فسٹ سکنڈ اور انٹر کلاس کے ٹکٹ دیا کرتے تھے" ملاقات ہوئی۔ اور دیر تک مجھ سے گفتگو ہوتی رہی آدمی نہایت خلیق اور سادہ دل تھے میرے ساتھ نہایت خلوص و ہمدردی کرکے ایک بجے رات کو تھرڈ کلاس ماسٹر سے بمبئی میل گاڑی کی ٹکٹ بنا دینے کی اُنھوں نے سفارش کی محصول بحساب فی کس بائیس روپیہ گیارہ آنے مغلسرائے سے بمبئی وکٹوریہ ٹرمنیس تک مجھے دینے پڑے اور اسباب کے محصول مبلغ چھ روپے ادا کرنا ہوئے۔ تاریخ ۲۱ شوال المکرم روز یکشنبہ چھ بجے صبح کو ہم لوگ بمبئی میل میں بیٹھکر روانہ ہوئے۔ خداوند کریم بزرگ موصوف کو جزائے خیر عطا کرے اور ہر مسلمان کے اندر حمیت اسلامی۔ اخوت اور ہمدردی کا جذبہ اور خلوص کا مادّہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ میں نے والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو زنانہ خانے میں بٹھلایا۔ جہاں پٹنہ۔ گیا۔ مونگیر کی چند عورتیں حج کو جانیوالی قبل سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور میں خود دوسرے خانہ میں جا بیٹھا۔ محمد نور احمد صاحب ساکن موضع ہسوری ضلع مونگیر مع اپنی والدہ اور ایک دائی کے جارہے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ اور باہم بڑی خوشی ہوئی۔ مغلسرائے اور بمبئی کے درمیان چند اسٹیشنوں پر ہم لوگوں کی ٹکٹیں جانچ کی گئیں اور اسباب کی پڑتال ہوئی جن لوگوں نے اپنا اسباب بک نہیں کرایا تھا اُنکو نقصان اُٹھانا پڑا۔ چنانچہ محمد نور احمد صاحب کو بھی بائیس روپیہ نو آنے محصول اسباب کے ادا کرنے پڑے۔ بستره اور کھانے پینے کی چیزوں کو وزن کرتے وقت ٹی۔ ٹی۔ آئی نے مٹھائی بھی نہیں دی۔ اسی طرح بنارس راج گھاٹ کے باشندہ نبو خلیفہ سے بھی دس روپے دس آنے وصول کئے اور کتنے ہی آدمیوں کو اسی طرح پر نشانہ ستم بننا پڑا۔

تاریخ ۲۲ شوال المکرم روز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۲۷ء

بمبئی پہنچنے میں سہولت راستے میں ہماری ڈاک گاڑی بڑے بڑے اسٹیشنوں میں ٹھہرتی ہوئی دوسرے دن یعنی ۲۲ شوال المکرم روز دوشنبہ کو چار بجے شام کو بمبئی وکٹوریہ ٹرمنیس جسکو بوری بندر بھی کہتے ہیں پہنچی۔ یہاں پر اس بات کو نوٹ کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ درمیان مغلسرائے اور بمبئی لائن کے مشہور اسٹیشن بحیثیت آبادی اور قدامت کے مرزاپور۔ ساگر۔ بھوپال۔ ناسک وغیرہ ہیں۔ مرزاپور سے بمبئی تک

ریلوے لائن کے دونوں طرف بڑے بڑے پہاڑ مسلسل ہیں اور دونوں پہاڑوں کے بیچ جابجا پہاڑوں کو کاٹتے ہوئے سرنگوں میں ہو کر ریلوے لائن گئی ہے بمبئی پہنچنے تک قریب گیارہ بارہ سرنگ پہاڑوں کی عبور کرتی ہوئی ریل گذرتی ہے۔ کلکتہ۔ آسنسول۔ دھنباد۔ رانچی۔ ہزاری باغ۔ مونگیر۔ بھاگلپور۔ پٹنہ وغیرہ کے مسافروں کو بمبئی میل میں سفر کرنے سے بڑی عافیت ہوتی ہے اور وقت کم صرف ہوتا ہے۔ مسافر گاڑی چار روز میں بمبئی پہنچتی ہے اور بمبئی میل کلکتہ سے اڑتالیس ۴۸ گھنٹے میں بمبئی جاتی ہے۔ درمیان میں کہیں اترنا نہیں پڑتا۔ البتہ محصول قریب ڈیوڑھا کے دینا ہوتا ہے۔ علاقہ پٹنہ۔ مونگیر۔ بھاگلپور۔ دانا پور۔ آرہ وغیرہ کے مسافروں کیلئے اس میں سہولت ہے کہ وہ بھی دہلی اکسپریس سے مغلسرائے اسٹیشن تک کے ٹکٹ لیویں اور وہاں سے بائیس روپے گیارہ آنے یا آئندہ کم و بیش جتنا محصول مقرر ہو ادا کرکے بمبئی میل کی ٹکٹ لیکر بمبئی پہنچیں۔

مسافران ریل کے لئے تنبیہ

ہر ایک مسافر خاص کر عازمان حجاز کو چاہیئے کہ جس اسٹیشن سے روانہ ہوں اپنا اسباب وزن کرالیویں۔ بسترہ اور کھانے پینے کی چیزوں کو منہائی کراکر بقیہ پر بحساب پندرہ سیر وضع کراکر محصول ادا کرکے لگیج بلٹی لے لیویں تاکہ مندرجہ بالا احباب کی طرح نشانہ ستم بننا نہ پڑے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسافروں کی ٹکٹیں بمبئی پہنچنے سے قبل درمیانی اسٹیشن کلیان میں لے لیجاتی ہیں۔ چنانچہ ہم لوگوں سے بھی وہاں ٹکٹیں لے لی گئیں بمبئی شہر کے بیچوں بیچ ہو کر ریلوے لائن گئی ہے۔ شہر کے اندر بہت سے اسٹیشن ہیں اور سب سے بڑا اور آخری اسٹیشن وکٹوریہ ٹرمنس ہے۔ ڈاک گاڑی اسی اسٹیشن میں ٹھیرتی ہے۔ حاجی سابو صدیق کا مسافرخانہ۔ مارکیٹ۔ بڑی مسجد۔ جہازوں کا بندرگاہ اور بھیارہ خانہ یہ سب اس اسٹیشن سے قریب پڑتے ہیں۔

بروقت جہاز نہ ملنے کے باعث بمبئی میں قیام

مسافرخانہ میں اسباب کھا نیکے بعد میں نے غسل کیا کپڑے بدلے مغل کمپنی کے اوفس میں گیا اور کمپنی مذکور کے ایجنٹ سے ملا دربارہ روانگی جہاز کے دریافت کرنے پر جہاز دارا کی روانگی اور ٹکٹوں کے فروخت ہو چکنے کا حال ایجنٹ نے مجھ کو سنایا اور دارا میں جگہ نہ رہنے کے باعث آئندہ روز مجھے دوسرے جہاز کے ٹکٹ خریدنے کو بلا

تاریخ ۲۳ شوال المکرم روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۲۷ء

بمبئی کے مساجد کی آرائش اور نمازیوں کا حال

مسلم سیٹھ اور میمن سوداگر خدا پرستوں نے مسجدیں شہر کے اندر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر طیار کرائی ہیں۔ بڑی چھوٹی جتنی مسجدیں ہیں ہر ایک سا

سنگی منقش عمارتیں بجلی کی روشنی بجلی کے پنکھے پانی کا نل اور جھاڑ و فانوس اور دیدہ زیب نقش و نگار اور انواع و اقسام کے پھول پتیوں سے ایسی آراستہ ہیں کہ اپنی ساخت اور آرائش میں ضروری سامان سے بھری ہوئی اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ میں جب جس مسجد میں گیا ہر وقت نمازیوں کو پایا کوئی وضو کر رہا ہے کوئی سنت و نفل پڑھنے میں مشغول ہے کوئی وظیفہ پڑھ رہا ہے کہیں جماعت ہو رہی ہے۔ غرض کہ دیکھنے سے اسلام کی پیروی اور اسلامی باتوں اور احکاموں کی طرف پیروی اور محبت کا میلان اور جوش و ولولہ خواہ مخواہ دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو! حقیقت یہ ہے کہ یمن و برکت اور خدا کی رحمت سے بھرے ہوئے دیار مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ سے اس شہر کو قربت ہے درمیاں میں سمندر حدِ فاصل ہے جو بحساب پیمائش کے از بمبئی تا جدہ شریف انتیس ۲۹ سو میل ہے۔

بمبئی کے مسافر خانے بمبئی شہر میں مسافر خانے بھی بہت ہیں عمارتیں انکی سہ منزلہ چہار منزلہ طرح طرح کے سامانِ راحت سے مزین اور فیاض مسلمانوں کی بہترین یادگاریں ہیں۔ مسافرانِ حجاز کو ان مسافر خانوں کے وجود سے جسقدر آرام حاصل ہوتا ہے بانیانِ مسافر خانہ اسی قدر خدا وند تعالیٰ کی رحمت سے ہم قرین اور دعا خیر اور ثواب کثیر کے مستحق ہوتے ہیں جملہ مسافر خانوں میں حاجی صابو صدیق کا مسافر خانہ نہایت ممتاز ہے۔ مسافرین حجاز کے آرام و راحت کے لئے نہایت مستحکم اور خوشنما پنج منزلہ سنگی عمارت ہے جسکے اندر بہت سے کمرے برآمدہ اور وسیع صحن ہیں صحن کے بیچ میں ایک بڑا سا پانی کا حوض بنا ہوا ہے اور اسکے جنوبی اور مشرقی حصہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ ہر منزل میں کافی تعداد میں پائخانے غسل خانے بنے ہوئے ہیں اور پانی کے نل لگے ہوئے ہیں۔ کھانے پکانے کیلئے باورچی خانے بھی ہیں۔ صدر دروازے کے اوپر ایک بڑا سا مینار گنبددار ہے۔ اسپر چڑھنے سے بمبئی شہر کی ساری آبادی اور شہر و اطراف کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے سمندر اور سمندر میں جہاز اور کشتیوں کی آمد و رفت سب کچھ اس مینار پر بیٹھے بیٹھے دیکھنے کا لطف ملتا ہے۔ جہازوں کے متفرق تین اوفس بھی اس مسافر خانہ سے متصل ہیں یعنی کمپنی جو ٹرنر موریسن کمپنی کے نام سے اور شوستری اور نمازی کمپنی کرکے مشہور ہیں اس مسافر خانہ کے شمالی اور جنوبی سڑک پر متصل واقع ہیں بڑا مارکیٹ اسٹیشن بوری بندر اور جہازوں کا بندر اور بھیارہ خانہ بھی یہاں سے قریب ہی پولیس کمشنر کا اوفس بھی متصل ہے۔ مسافروں کے دیکھ بھال کے لئے ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر مقرر ہیں۔ اور حجاج کو ٹیکہ چیچک کا مسافر خانہ میں ہی دیا جاتا ہے دوسری جگہ

جانے اور ناجائز اخراجات کی زیرباری کی زحمت اُٹھانی نہیں پڑتی ہے۔ حاجیوں کے لئے سفر حج کا ضروری سامان پانی رکھنے کا مشک کانویس یعنی کپڑے کا بنا ہوا اور کانویس کی جوتیاں جو کہ خاص حرم شریف میں تپتے ہوئے پتھر پر پہننے کے مصرف کی ہوتی ہیں۔ اور پیشابدانی ٹین کا بنا ہوا جو کہ اونٹ کی سواری پر سفر میں آرام دہ ہوتا ہے اور ٹین کی سیلابچی اور جہاز پر و دیگر مقامات میں پانی رکھنے کیلئے ٹین کا پیپا اور بچھانے کیلئے ٹاٹ اور احرام باندھنے کے لئے کپڑے اور عورتوں کے مصرف کا برقع اور نقاب چٹائی کا بنا ہوا فیتہ لگا ہوا سر میں باندھ کر منہ پر لٹکانے کیلئے تاکہ منہ پر کپڑا نہ لگے۔ یہ سب چیزیں اسی مسافرخانہ کے باہر دروازے پر ملتی ہیں۔ میں نے بھی یہ سب اشیاء خرید کیں۔ اور ان میں کی بعض چیزیں زکریا مسجد کے پاس کی دوکان اور بھنڈی بازار کی دو کانوں میں خرید کیں۔ واضح رہے کہ سفر حج کی ضروری اشیاء مذکورہ بالا کی بمبئی میں تل بازار۔ زکریا مسجد کے پاس اور بھنڈی بازار میں دوکانیں ہیں اور بکفایت ملتی ہیں۔

عازمانِ حجاز کو بمبئی میں قلت جہاز کے باعث پریشانی

تدارک کرنے سے مجھے معلوم ہوا کہ امسال جسقدر عازمانِ حجاز بمبئی میں آئے ہوئے ہیں جنکی مجموعی تعداد موجودہ قریب بتیس ہزار کے ہے اسمیں قریب نصف کے بنگالی بھائی ہیں۔ بحمداللہ بنگالیوں میں حج وزیارت کا ولولہ اور دربار خداوندی اور بارگاہ محبوبی کی حضوری کا شوق ومحبت بہت زیادہ ہے اور متوسط درجے کے مسلمان زیادہ تر ہیں مگر افسوس ہوکہ انمیں اکثر بوڑھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہو کہ شاید حج کے لئے ایسے ہی لوگ آتے ہیں جو کہ اپنے گھر کے کام کے لائق نہیں رہتے جوانی اور طاقت رہتے ہوئے اس سفر میں قدم رکھنا لازم ہے۔ شعر

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

بنگالیوں کے بعد نمبر باشندگان چین۔ برہما۔ بلخ۔ بخارا۔ کابل وخراسان کا ہے۔ بقیہ ہندوستان کے مختلف صوبوں پنجاب۔ پشاور۔ اودھ۔ یوپی۔ بہار۔ مدراس۔ گجرات۔ سندھ۔ حیدرآباد دکن وصوبہ متوسط کا نمبر ہے جہازراں کمپنیوں میں اتفاق ہوجانیکے باعث امسال حاجیوں کو بڑی پریشانی اور حصول ٹکٹ میں زیرباری ہورہی ہے اور دقتیں پیش آرہی ہیں۔ مساکین جو رعایت اور کمی محصول کی امیدیں کمپنیوں سے امیدواری کررہے ہیں انکی آرزوئیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی ہیں۔ ایک روز میری موجودگی میں پولیس

کمشنر صاحب بمبئی بغرض معائنہ مسافران حجاز و استفسار حال اس مسافر خانہ میں تشریف لائے تو بہت سے لوگ مرد و عورتوں نے درخواست کی کہ جہاز کی ٹکٹ ان کو دلا دی جائے۔ صاحب موصوف نے جواب میں کہا کہ حاجیوں کی بڑی کثرت ہے اور جہاز کم ہیں۔ ایکسو بچانوے روپے جن لوگوں کے پاس ہیں ان کو ٹکٹ ملیگی لیکن اگر ایکسو بچانوے روپے سے کچھ بھی کم ہیں تو انکے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا ہے اور میں کمپنی پر دباؤ نہیں ڈال سکتا" اس جواب کو سنکر اکثر لوگوں کے غنچہ دل کمھلانے لگ گئے ہیں دیکھئے خداوند قدوس کو کیا منظور ہے کس کس کی آرزوئیں پوری ہوتی ہیں اور کس کس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ میری دلی آرزو اور خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ خداوند پاک بطفیل حبیب پاک صاحب لولاک حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کے سارے عازمانِ حجاز اور ہم کو حرمین شریفین پہنچا دے اور حج و زیارت کے فیوض و برکات سے مستفیض اور ممتاز فرما وے اور مقبول و مبرور کرے مصرع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

ہمایوں جہاز کے ٹکٹ کی خریداری

مندرجہ بالا کشمکش اور پریشانی کی حالت پر غور کرنیکے بعد میں نے ہمایوں جہاز کی ٹکٹ ٹرنر مورسین کمپنی میں بحساب ایکسو بچانوے روپے آمد و رفت کرایہ فی کس کے ڈک یعنی تیسرے درجہ کی ٹکٹ کے لئے پانچسو بچاسی روپے داخل کئے اور تین ٹکٹوں کی رسید کمپنی سے لے لی اور اپنا نام و پتہ پورا پورا درج کرا دیا۔ بعدہٗ مسافر خانہ میں اپنے قیام گاہ پر واپس آکر خطوط دوبارہ پہنچنے بمبئی اور احوال مندرجہ بالا قلت جہاز اور کثرت حجاج وغیرہ کے ہزاری باغ۔ لعل پورہ۔ شیخپورہ۔ و مبارکپور لکھکر بھیجے۔ بہت سے عازمانِ حجاز بخاری و چینی آج بھی مسافر خانہ میں آکر مقیم ہوئے۔

تاریخ ۲۴ شوال المکرم روز چہار شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۲۶ء

بمبئی کی سیر اور ایک بزرگ کے مزار کی زیارت

آج کے روز نماز فجر اور تلاوت قرآن پاک کے بعد ناشتہ کیا اور سیر و تفریح طبع کے لئے نکلا۔ مختلف سڑکوں اور بازاروں میں گھومتا ہوا ایک گھنٹے کے بعد قیام گاہ پر واپس چلا آیا پھر بعد نماز مغرب کے میں بوری بندر اسٹیشن کی طرف ہوا خوری کے لئے گیا۔ راستے میں ایک عمارت بصورت مسجد میناروں سے مزین نظر آئی جس کے دروازہ پر اور اندرونی حصہ میں بجلی کی روشنی اور آدمیوں کا ہجوم نظر آیا میں نے سمجھا

کہ مسجد ہے دروازہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ فی الحقیقت مسجد ہے اور مسجد کے صحن سے ملحق مشرقی حصہ میں ایک سنگی خوشنما عمارت کے اندر ایک بزرگ کا مزار ہے مزار کے اوپر کارچوبی کی نہایت خوشنما چاندنی پڑی ہوئی ہے۔ چاروں کونے پر چار ستون ہیں جسکے نیچے کا حصہ سنگ مرمر کا اور بالائی حصہ طلائی ہے مزار پر نہایت قیمتی غلاف چڑھا ہوا ہے اور اسکے اوپر سے پھولوں کی چادر اور گجرے ہیں جسکی خوشبو دماغ کو معطر اور دل و جگر کو فرحت و سرور بخش رہی ہے۔ میں نے فاتحہ پڑھا اور باہر آکر ایک صاحب سے جو کبیر سن اور وجیہ صورت تھے صاحب مزار کا نام دریافت کیا اُنھوں نے فرمایا کہ بابا پیدر وشاہ کے نام سے مشہور ہیں اور اصل نام بابا عبد اللہ شاہ ہے آپ باشندہ کاٹھیاواڑ کے تھے اور قریب چالیس برس ہوئے کہ آپنے بمبئی میں وصال فرمایا اور یہاں آرام فرما ہیں میں نے پھر پوچھا کہ لوگوں کا یہ ہجوم اور اس قدر اہتمام کا سبب آج کے روز کیا ہے؟ اُنھوں نے جواب میں کہا کہ یہاں تو ہر روز ایسا ہی چہل پہل رہتا ہے" مزار کے پورب جانب ایک سائبان ہے اس میں قوالی ہوا کرتی ہے اور ادھر جانب اندرونی حصہ میں ایک ہوٹل ہے چند لوگوں کو مزار کے احاطہ میں قرآن پاک تلاوت کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ اللہ پاک کے پیارے بندے جہاں آرام فرماتے ہیں خلق اللہ ان کو اپنے مقصد برآری کا وسیلہ سمجھکر اپنے مالوں کو اپنر تصدق کرتی ہے۔ کیوں نہ ہو" جو خدا کا ہو جاتا ہے تو ساری خدائی اسکی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔ واپس آکر نماز عشا پڑھی۔ کھانا کھایا اور سو رہا۔

تاریخ ۲۵ر شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۸ر اپریل ۱۹۲۷ع

حاجیوں کی پریشانی کا حال اخبار میں

آج بعد فراغت نماز فجر و تلاوت قران پاک کے مسافرخانہ کے داروغہ صاحب اور چند عازمان حجاز سے ملاقات اور گفتگو کا موقع ملا۔ لوگ نہایت متفکر اور پریشان حال نظر آتے ہیں اکثر کو یہ اندیشہ ہے کہ بباعث نہ ملنے ٹکٹ جہاز کے بہتوں کو واپس جانا پڑیگا۔ میں نے ایک مضمون بعنوان "بمبئی میں حاجیوں کی کثرت" لکھا ایک نقل تو ایڈیٹر صاحب اخبار مدینہ بجنور کو بذریعہ ڈاک بھیجا اور دوسری نقل بنام ایڈیٹر صاحب اخبار خلافت بمبئی لکھکر دفتر خلافت میں خود جاکر بغرض اشاعت دیا۔ آخر الذکر ایڈیٹر صاحب نے تو مضمون مذکور اپنے اخبار میں شاید شائع نہیں کیا لیکن ایڈیٹر صاحب اخبار مدینہ مستحق شکریہ ہیں کہ اُنھوں نے اخبار مدینہ نمبر ۳۴ جلد ۱۶ مورخہ ۵ مئی ۱۹۲۷ء میں تنقید کے ساتھ شائع فرماکر پبلک کو آگاہی کا موقع بخشا۔ بجنسہ نقل اخبار مذکور ذیل میں

درج کرتا ہوں۔

بمبئی میں عازمان حج کی کثرت

مولوی حبیب الرحمن صاحب قادری نے حجاج مقیم بمبئی کے مصائب کا جو دردانگیز تذکرہ کیا ہے وہ ملت غافل کے لئے سرمایہ عبرت ہے بمبئی کی انجمنوں اور کمیٹیوں کے اراکین نامدار کو اپنے مہمانوں کی تکالیف کے ارتفاع کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسکے ساتھ ہی یہ کہدینا بھی غالباً بے موقع نہ ہوگا کہ انجمنیں اور کمیٹیاں اپنے فرائض کیسے سرانجام دے سکتی ہیں جبکہ کام کرنے کے لئے انکے پاس سرمایہ بھی موجود نہ ہو۔ مذکورہ بالا شکایات کے داغوں سے حکومت کا دامن معصوم بھی پاک نہیں رہ سکتا۔ حجاج کی بے کسی و پریشانی حکومت انگریزی کی لائق نفرین غفلت وسہل انکاری اور بے تدبیری پر دلالت کرتی ہے۔ (ایڈیٹر)

میں بغرض ادائے فریضہ حج وزیارت حرمین شریفین ہزاری باغ سے بمبئی آیا ہوا ہوں اور مسافرخانہ میں مقیم ہوں۔ میرے ہمراہ میری والدہ اور چھوٹی ہمشیرہ ہیں۔ اسکے علاوہ علاقہ بہار پٹنہ و مونگیر وغیرہ کے لوگ میرے ہمراہ ہیں مشتاقان زیارت حرمین شریفین بڑی کثرت کے ساتھ جس کا تخمینہ بیس ہزار کیا جاتا ہے۔ بمبئی میں مختلف صوبجات ہندوستان اور دیگر ممالک مثلاً بلاد افغانستان ترکستان جاوا۔ بخارا۔ چین سے آئے ہوئے ہیں اور مسافرخانوں میں جگہ نہ ہونیکے سبب بہت سے آدمی دوسرے مقامات میں مقیم ہیں۔ جہازوں کی قلت اور حاجیوں کی کثرت نے بڑی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کردیا ہے۔ بہت سے آدمی دس دس بیس بیس دن سے مقیم ہیں۔ نہ تو جہاز میں جگہ ملتی ہے اور نہ جہاز کے ٹکٹ صبح و شام اِدھر سے اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں کوئی پرسان حال نہیں اور کسی کو انکی تکالیف کا احساس وخیال نہیں۔ خدا جانے ہماری قومی انجمنیں اور کمیٹیاں کس دن کا انتظار کررہی ہیں اور کب کام آئینگی

پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

سُنا کرتے تھے کہ میدان عرفات میں نفسی نفسی کا معاملہ ہوتا ہے کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوتا ہر ایک اپنے اپنے فکر و اغراض میں مبتلا رہتا ہے مگر امسال تو بمبئی میں ہی عرفات کا نقشہ نظر آرہا ہے۔ بہتیرے متوسط الحال حجاج و کم بضاعت اشخاص جو منا سب اخراجات سفر کے لئے روپیہ کا انتظام کرکے گھر سے نکلے تھے انکا سرمایہ بجائے جہاز میں صرف ہونیکے ہندوستان کے بڑے شہر بمبئی میں صرف ہورہا ہے اور خدا جانے کب تک ہوتا رہیگا اور ایسے لوگوں کا کیا حشر ہوگا جبکہ جہاز پہنچ کر انکے پاس ضروری اخراجات کیلئے ناکافی روپیہ بچا ہوگا

جدہ کی جانب روانگی کے لئے نامزد شدہ جہازات شجاع، سلطانیہ، جہانگیر، ہمایوں، بنگستان، خسرو وغیرہ کی تاریخ روانگی ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۷ مئی مقرر ہو چکی ہیں۔ اور اگرچہ مذکورہ بالا جہازات بمبئی کی بندرگاہ میں موجود نہیں ہیں تاہم ہر ایک کے ٹکٹ سنا جاتا ہے کہ فروخت ہو چکے ہیں اور قریب الختم ہیں۔ حجاج مذکور کی تکالیف کو دفع کرنیکے اسباب پیدا کرنے کرانے کی تحریک و تجویز کرنا یا کرانا بمبئی کی مسلم انجمنوں و کمیٹیوں کا فرض ہے۔ مگر اس وقت تک حجاج کی تکالیف دور کرنے کی کسی کمیٹی نے کوئی عملی صورت اختیار کی ہو یہ نہ دیکھنے میں آیا نہ سننے میں۔ مندرجہ بالا مضمون کے لکھنے سے میری غرض یہ ہے کہ بمبئی کی انجمنیں اور کمیٹیاں حجاج مقیم بمبئی کو موجودہ تکلیف سے نجات دلانے اور جلد از جلد انکی روانگی کا سامان کرنے کرانے میں عملی صورت و تدابیر اختیار کرکے عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہونے کا استحقاق حاصل کرینگی اور اس ناچیز کو بھی شکریہ کا موقع عطا کرینگی۔ (الملتجی حبیب الرحمن قادری پیش امام جمعہ مسجد شراری باغ مقیم بمبئی عازم حجاز)۔

تاریخ ۲۶ شوال المکرم روز جمعہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء

جمعہ کی نماز جامع مسجد میں

آج کے روز زکام کی شکایت نے مجھے کچھ سست کر دیا ہے ناک سے پانی رقیق آرہا ہے گلے میں کھسکھساہٹ معلوم ہوتی ہے رات کو نیند بھی کم آئی احتیاطاً غسل جمعہ بھی نہیں کیا کھانا کھانیکے بعد نماز پڑھنے کو بڑی مسجد یعنی جامع مسجد گیا۔ نمازیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ مسجد دو منزلہ نہایت وسیع اور خوشنما ہے۔ جھاڑ فانوس اور بجلی کی روشنی اور بجلی کے متعدد پنکھوں سے آراستہ ہے۔ صحن مسجد میں پانی سے بھرا ہوا نہایت وسیع حوض ہے اور مشرق کی جانب ایک مدرسہ ہے۔ حضرموتی پیش امام صاحب نے خطبہ پڑھا اور دوگانہ جمعہ پڑھایا۔ کثرت کا لحاظ کرکے میں بارہ بجے سے قبل گیا تھا اس لئے اندر کے حصہ میں دوسری صف میں مجھے جگہ ملی۔ بعد نماز کے مجھے معلوم ہوا کہ نمازی باہر دروازہ تک صف بچھا کر شریک جماعت ہوتے گئے۔

ایک درویش صورت کی مکاری

نماز جمعہ کے بعد ہی ایک صاحب درویش صورت جن کے کانوں میں بالے اور سر میں کاکل نما بال تھے اور پنجابی معلوم ہوتے تھے۔ زور سے للکار لوگوں سے کہنے لگے کہ بائیو (بھائیو) میں تم سے کچھ نہیں چاہتا تم سب ہمارا واسطے دعا کرو کہ خدا ہم کو مدینہ شریف پہنچا دے۔ اسکے بعد اپنا جبہ اور سر سے صافہ اُتار کر بڑے جوش میں آکر کہنے لگا۔ بائیو (بھائیو) سنو! میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ اگر

تم کو یقین نہ ہو تو دیکھ لو میرے پاس اسقدر روپے موجود ہیں۔ صرف تم سے دعا کا طالب ہوں۔ اتنا کہکر ثبوت میں اپنی کمر کھول کر روپے لوگوں کو دکھلانے لگے۔ فطرتاً لوگ ایسے موقع پر تماشا بین ہو جاتے ہیں بہت سے نمازیوں نے پیر خود نما کو گھیر لیا جس میں عازمان حجاز بھی بہت سے ایسے تھے جن کی کمر میں روپے وغیرہ تھے مسلم سیٹھ و میمن فوراً تاڑ گئے اور بڑی چالاکی سے پکار کر کہا "کہ حاجیو بھاگو۔ اپنی اپنی کمر سنبھالو" میں بھی وہاں سے کنارہ ہو گیا۔ اور لوگ منتشر ہونا شروع ہوئے۔ اگر لوگوں کو ہوشیار نہ کیا جاتا تو درویش صاحب کے ہمراہی اپنا کام کر لیتے۔ اور تماشہ بینوں کی جیب اور کمر سے روپے یقیناً نکل جاتے۔ بمبئی عجیب شہر ہے کتنے لوگ ہیں کہ فقیرانہ لباس میں لوگوں کی جیب ٹٹولتے ہیں اور فریب و مکاری کا جادو چلانے میں ایسی مشاقی رکھتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ مصرعہ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ ہر نو وارد بمبئی کے لئے لازم ہے کہ ایسے لوگوں کے دام میں نہ آوے اور ہر طرح ان سے بچنے کی کوشش کرے۔

تاریخ ۲۷ شوال المکرم روز شنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء

خاقان کے قاضی صاحب سے ملاقات آج کے روز مسافر خانہ میں ہی مقیم رہا۔ زکام کے باعث کہیں نہیں گیا رات کے وقت خاقان کے باشندہ ایک بزرگ عالم سے ملاقات ہوئی اور فارسی میں مجھ سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آپ کا نام قاضی عبدالواحد صاحب ہے۔ آپ عالم اور قاضی شہر خاقان کے ہیں۔ مقدمات کا فیصلہ آپ اپنے شہر میں مطابق قرآن و حدیث کے کرتے ہیں۔ آپنے مجھ سے فرمایا کہ "گرچہ خاقان میں حکومت غیر مسلم کی ہے مگر مسلمانوں کے معاملات میں حکومت دست اندازی نہیں کرتی ہے اور بہر صورت آزادی ہے۔" آپکے ساتھ دو صاحبزادے اور بقیہ چوبیس خادم و معتقدین ہیں۔ چار ماہ سے بسواری ریل و خچر وغیرہ کے کاشغر سے چترال ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لائے ہیں اور حج و زیارت کے لئے ہمایوں جہاز پر جانے کا عزم رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک ایسے بزرگ اور متقی کی معیت مجھے نصیب ہوئی۔ مجھ سے یہ معلوم کرنے پر کہ میں بھی ہمایوں جہاز پر جاؤنگا قاضی صاحب ممدوح نے اظہار خوشی کی اور فرمایا کہ تمھارے سوا مجھے کوئی شخص ایسا یہاں نہیں ملا جو میری باتوں کو سمجھے اور میں اسکی گفتگو کو سمجھوں۔

تاریخ ۲۸ شوال المکرم روز یکشنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق یکم مئی سنہ ۱۹۲۷ء

آج کے روز بعد نماز فجر ٹہلنے کو نکلا۔ مختلف سڑکوں اور بازاروں کی سیر کرتا ہوا ساڑھے آٹھ بجے واپس آکر

غسل کیا اور کھانا کھاکر سو رہا۔ پھر اُٹھ کر چند خطوط احباب کو لکھے۔

تاریخ ۲۹ شوال المکرم روز دوشنبہ ۱۳۴۵ہجری مطابق ۲ مئی ۱۹۲۷ء

دلّال اور معلّم کے ذریعہ ٹکٹ کی خریداری

آج نور احمد صاحب نے اپنی گلبی دایہ کی علالت کے باعث ظاہر کیا کہ اس کو مکان واپس بھیجدونگا۔ اسکی ٹکٹ ڈاکٹر زاہد حسین صاحب کی والدہ کے ہاتھ فروخت کرا دیجئے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ صدیق خاں صاحب سے میں نے کہدیا۔ شام کو رائے بدل گئی۔ اور دائی مکان جانے پر آمادہ نہ ہوئی۔ لہذا مجھے دوبارہ دوڑ دھوپ کرنا پڑا اور ایک معلّم کے ذریعہ ایک دلّال سے ہمایوں جہاز کی ٹکٹ دلا دینے کی ٹھیری۔ ایکسو بچانوے روپے قیمت ٹکٹ کے اور پانچ روپے محنتانہ کے اُنکے حوالے صدیق خاں نے بمقابلہ میرے کر دیئے اور اطمینان ہو گیا۔ معلّم اور دلّالوں کے ذریعہ ٹکٹ لینے کی صورت میں مقررہ کرایہ کے علاوہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

تاریخ یکم ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ہجری مطابق ۳ مئی ۱۹۲۷ء

قرضہ کے بہانے سے روپے وصول کرنے کے لئے معلّم کی عیّاری

آج کے روز بعد نماز فجر میں بمبئی فورٹ کی طرف گیا اور ٹہلنے کے بعد واپس آکر غسل کیا اور کھانا کھا کر بازار سے بعض ضروری چیزیں خرید کر لائیں۔ نماز مغرب کے بعد ایک معلّم مطوف صاحب پہنچے اور مجھے اپنے ہمراہ لیکر اپنے قیام گاہ کے قریب لیگئے اپنی موٹر کار پر بیٹھے اور مجھے بھی بٹھلایا اور اپنے ملازم سے فرمایا کہ دو طشتری کریم یعنی بالائی اور دو بوتل لیمونٹ ہوٹل سے لاؤ۔ میں نے منع بھی کیا مگر مطوف صاحب نے نہیں مانا اور ملازم نے لا موجود کیا۔ میں نے صرف لیمونٹ پیا۔ اسکے بعد معلّم صاحب نے فرمایا کہ میں نہایت تردد میں ہوں ایک موٹر ادر خرید کیا ہے جسکو مکہ شریف لیجانا چاہتا ہوں۔ جہاز راں کمپنی سے نو سو روپیہ کرایہ کے طے پائے ہیں۔ تین سو روپے گھٹتے ہیں تم تین سو روپے دو اور رقعہ تحریر کرالو جدہ پہنچ کر اور مکہ میں جب جس وقت چاہو گے میں فوراً دیدونگا۔ تواضع اور خاطر مدارات کرنے کے بعد معلّم صاحب کا مندرجہ بالا غرض پیش کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی مجھے بہت پیچ و تاب میں پڑنا ہوا اور تازہ تازہ زیر بار احسان لیمونٹ واثر ہو چکنے کی وجہ سے خفک جواب دینے میں نہایت تامل ہوا اور آئندہ مجھ کو جواب دینا ملتوی رکھا اور اپنے قیام گاہ پر واپس چلا آیا۔ ہم سفر احباب سے مشورت کرنیکے بعد راقم ہوئی

کہ معلّم صاحب کو روپے دینا دردِ سر خریدنا اور پریشانی مول لینا ہے چنانچہ دوسرے دن ان سے میں نے کہدیا کہ "معاف فرمائیے مجھ سے ہو نہیں سکتا ہے" بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ انکا بیان "ایک اور موٹر خرید کیا ہے" سراسر لغو تھا۔ ہزاری باغ میں بھی مجھ سے سفر کردہ بزرگوں نے تاکید کردی تھی کہ معلموں کے ہاتھ میں روپے پیسے نہ دینا۔ اس سے بھی میں چوکتا تھا۔ آخر وہی بات پیش آئی اور مجھے صاف گوئی سے کام لینا پڑا۔ ہر شخص کو جو سفر حجاز کا قصد رکھتے ہوں اس بات کو یاد رکھنی چاہئے کہ اپنی گانٹھ کا روپیہ پیسہ ہرگز ہرگز معلموں کے ہاتھ میں نہ دیویں۔ چاہے وہ امانت رکھنے کو مانگیں یا دست گرداں طلب کریں۔ ورنہ زر دادن و دردِ سر خریدن کا مضمون ہوگا۔ اس طرح سے یہ حضرات حاجیوں سے روپے چھٹنے کے عادی ہوتے ہیں"۔ تاریخ ۲ ذیقعدہ روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۴ مئی ۱۹۲۷ء مسافرخانہ میں ہی مقیم رہا باہر نہیں گیا۔

تاریخ ۳ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۵ مئی ۱۹۲۷ء آج کے روز باعث رہنے گرانی طبیعت کے کہیں باہر نہ جا سکا قیام گاہ میں ہی مقیم رہا۔

تاریخ ۴ ذیقعدہ روز جمعہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۶ مئی ۱۹۲۷ء

بمبئی میں ریل اور ٹرامویے

آج کے روز نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کی۔ اور مختلف جگہوں میں سیر و تفریح کی غرض سے گشت لگایا۔ بمبئی شہر اسقدر آباد اور پُر رونق ہے کہ جہاں جس سڑک اور بازار کی طرف نکل جائیے بڑی بڑی عمارتیں انواع و اقسام کے سامانوں سے آراستہ پائینگے۔ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کا بوری بندر اسٹیشن اور بی بی سی آئی ریلوے کا قلابہ اسٹیشن بھی یہاں کا قابل دید ہے جو شہر کے پورب اور پچھم جانب علٰحدہ علٰحدہ ہیں۔ دونوں لائنوں میں گاڑیاں پانچ پانچ دس دس منٹ پر مسافروں کو لاتی اور لیجاتی ہیں شہر کے اندرونی حصہ میں بڑی بڑی سڑکوں پر برقی ٹرامویے دن رات بکثرت چلتی رہتی ہیں جہاں جی میں آئے ٹرامویے پر بیٹھئے اور گشت لگائیے۔ شہر میں گشت کرنیکے لئے ٹرامویے اچھی سواری ہے۔ گھوڑے گاڑیاں اور موٹریں بھی کثرت سے ہیں مگر ان سب میں کم خرچ سواری ٹرامویے ہے۔

تاریخ ۵ ذیقعدہ روز شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۷ مئی ۱۹۲۷ء عیسوی

پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری کی تصدیق کرانا

آج کے روز مغل کمپنی کے ایک ملازم کے ساتھ پاسپورٹ تصدیق کرانے کو گیا۔ پولیس کمشنر کے آفس میں پاسپورٹ تصدیق کی جاتی ہے اور اسکے لئے صرف مردوں کو جانا ہوتا ہے پولیس کمشنر کے آفس کے باہر حاجیوں کا اپنی

اپنی پاسپورٹ تصدیق کرانے کو بڑا ہجوم تھا۔ آفیسر تصدیق کنندہ پاسپورٹ اپنے سامنے رکھے ہوئے تھا۔ نام و پتہ وولدیت و سکونت پوچھ کر پھر ایک سرسری نظر میلان حلیہ کیلئے ڈال کر پاسپورٹ کی فہرست میں ایک نشان جائزہ دیکر فہرست اور جہاز کی ٹکٹ کے واسطے جو روپیہ داخل کرنے پر رسید ملی تھی وہ رسید افسر مذکور نے مجھے واپس دیدی۔ اسی طرح سے دوسروں سے بھی دریافت کرکے جائزہ دیتا گیا اور فہرست واپس کرتا گیا اسی جگہ پر منشی شجاعت حسین صاحب مختار اور منشی تبارک حسین صاحب جمعدار باشندگان موضع قاضی فتوچک ضلع مونگیر جو میرے مکان سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ملاقات ہوئی۔ مختار صاحب موصوف نے اظہار مسرت کی اور دیر تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ مختار صاحب موصوف کے پاسپورٹ کی تصدیق میں بڑی تاخیر ہوئی۔ اس لئے کہ ان کا پاسپورٹ جہازی کمپنی کے آفس سے پولیس کمشنر کے آفس میں بھیجا نہیں گیا مگر ان سے کہدیا گیا کہ جا چکا۔ اسکی تلاش میں انکو کئی دفعہ چکر لگانا پڑا۔ بارے پھر پاسپورٹ مع فہرست اور ٹکٹ کے مل گئی اور تصدیق ہو گئی۔

تاریخ ۱۶ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۲۷ء

پیش امام صاحب جامع مسجد بمبئی سے ملاقات

آج چار بجے شام کو شجاع جہاز حاجیوں کو لیکر جدہ روانہ ہوا۔ بعد روانگی جہاز کے میں جامع مسجد میں بغرض ادائے نماز مغرب کے گیا۔ اور بعد نماز مغرب کے پیش امام صاحب سے ملا۔ پیش امام صاحب موصوف باشندہ حضرموت کے مقلد شافعی المذہب ہیں۔ نہایت محتاط اور خلیق بزرگ ہیں۔ مجھ سے نام اور پتہ وطن کا پوچھنے پر اور یہ معلوم کرکے کہ میں باشندہ صوبہ بہار کا ہوں۔ بہت خوش ہوئے۔ اور ہمارے حضرت مولانا مولوی الحاج سید شاہ محمد محی الدین صاحب قادری سجادہ نشین پھلواری شریف اور امیر شریعت دوم صوبہ بہار و اڑیسہ کی تعریف بیان فرمانے لگے کہ گذشتہ سال ممدوح الصدر بمبئی تشریف لائے تھے۔ میں نے پیش امام صاحب موصوف سے دربارۂ نعلین بحالت احرام کا مسئلہ دریافت کیا کہ نعلین کیسا پہننا چاہئے آپ نے نہایت وضاحت کے ساتھ مسئلہ بیان فرمایا اور کہا کہ "چپل جو کہ مدراس سے بنا ہوا آتا ہے اور بمبئی میں بھی طیار ہوتا ہے اسی طرز کا نعلین حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے پہنا ہے"۔ چپل پہننا مسنون ہے حالت احرام میں کعب یعنی وسط پاؤں کو مکشوف رکھنا ضروری ہے۔ اسکے بعد صاحب موصوف نے فرمایا کہ جامع مسجد کی دوسری منزل پر ایک نئی بات دیکھنی ہو تو آپ جاکر دیکھیں چنانچہ میں اوپر گیا دوسری

منزل کی چھت سنگی نہایت خوشنما اور انواع و اقسام کے بیل بوٹے اور نقش و نگار سے مزین ہے اس میں شیشہ آلات جھاڑ و فانوس آویزاں ہیں اور ہر ایک میں بجلی کی بتیاں ہیں اور چھت کے سارے نقش و نگار بیل و بوٹوں میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ بجلی کی بتیاں لگائی گئی ہیں جو کہ کبھی کبھی رات کو اور رمضان المبارک میں روزمرہ ساری بتیاں روشن کیجاتی ہیں۔ اس وقت بھی چھت کے نقش و نگار میں چھپائی ہوئی بجلی کی بتیوں کو روشن کر دیا گیا تھا۔ اس وقت کا خوشنما منظر دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ کلکتہ وغیرہ کی مسجدوں میں بھی روشنی کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے مگر یہ خوبی نہیں۔ یہ ایک نئی چیز نئے طرز پر بنائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک اہل خیر مسلمان نے اس طرز کی روشنی کا سامان اپنی طرف سے کیا ہے۔ نماز عشا بجماعت ادا کرنیکے بعد وہاں سے میں واپس آیا۔

تاریخ ۷ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۹ مئی ۱۹۲۷ء

پلاؤ کے لالچ میں پونجی غائب

آج کے روز مسافر خانہ میں ایک واقعہ چوری کا اس طور پر واقع ہوا کہ ایک صاحب نے ہمت مساکین حجاج کے واسطے پلاؤ پکوا کر تقسیم کیلئے مسافر خانہ میں بھیجا تھا۔ ایک بنگالی بھائی مسکینوں کے ساتھ ساتھ مجمع میں کھانا لینے کو جا گھسے۔ پلاؤ تو نصیب نہیں ہوا مگر کمر میں تین سو روپے اور جہاز کے ٹکٹ کی رسید بندھی تھی کسی گرہ کٹ پاکٹ مارنے چپکے سے کاٹ لیا اور چلتا ہوا۔ بیچارے بنگالی نے جب اپنی کمر ٹٹولی تو پونجی غائب پا کر شور مچانے لگا اور رو پیٹ کر رہ گیا۔ خود تو مسکین نہ تھا مگر پلاؤ کی خوشبو کی کشش اور لالچ نے اسکو کہیں کا نہ رکھا۔ بقول شخصے "نہ گھر کا رہا نہ گھاٹ کا" جہاز کی ٹکٹ کی رسید بھی غائب اور سرمایہ بھی۔ "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"۔ بیچارہ بہت مشکل میں پڑ گیا۔ معلوم ہوا کہ شہر بمبئی میں اس قسم کے واقعات بہت ہوتے رہتے ہیں۔ خدا محفوظ رکھے۔ ہر شخص بمبئی آنیوالے کو عموماً اور حجاج عازمان حجاز کو خصوصاً چاہئے کہ اپنے روپے پیسے سے بہت ہوشیار رہیں۔ اکثر لوگوں نے بیان کیا کہ بازار سے آرہے تھے ادھر اُدھر دیکھتے ہی دیکھتے روپے پیسے غائب ہو گئے۔ پاکٹ ماروں نے اس پھرتی سے ہاتھ مارا کہ خبر بھی نہ ہوئی۔

تاریخ ۸ ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء

سلطانیہ جہاز کی روانگی

آج سلطانیہ جہاز حاجیوں کو لیکر جدہ روانہ ہوا۔ جہاز کی روانگی کے وقت میرے دل پر صدمہ اور اپنی کم نصیبی پر افسوس ہوا کہ قسمت والے آگے آگے جا رہے ہیں اور ہم منہ تاکتے

رہے جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ جلد وہ دن لاوے کہ ہم سبھوں کا بھی غنچۂ آرزو شگفتہ ہو۔ بقول حضرت جامی علیہ الرحمۃ شعر

کے بود یارب کہ رُو در یثرب و بطحا کنم ۔ گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

تاریخ ۹ ذیقعدہ روز چہار شنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۱ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

جہاز کے ٹکٹ دلانے کے بہانے سے روپے ٹھگ لئے

قریب شام کے دو عورتیں باشندہ علاقہ اسٹیشن موہنی ضلع دربھنگہ کی مسافر خانہ میں لوگوں سے رو رو کر کہہ رہی تھیں کہ ایکسو باون ۱۵۲ روپے مسمی عبد الرحمٰن ساکن ضلع چھپرہ ایک معلم کے ملازم نے ان لوگوں سے ۸ ذیقعدہ شجاع جہاز کی روانگی کے روز یہ کہکر لیا کہ کمی محصول میں جہاز کی ٹکٹ خرید کرا دیگا۔ اور یہ کہکر ان سبھوں کو ہمراہ اپنے لیکر جہاز کی گودی تک شخص مذکور گیا اور انکی نظروں سے غائب ہوگیا۔ ڈھونڈھ کر اس دن وہ سب واپس آئیں اور کسی سے یہ معلوم ہونے پر کہ شخص مذکور شجاع جہاز پر سوار ہوکر روانہ ہوگیا۔ دونوں عورتوں نے تھانہ میں جاکر وقوعہ مذکور کی اطلاع کردی اور شاید اسکا حلیہ بھی کرایا معلم انکار کر رہے تھے کہ وہ میرا نوکر نہیں ہے مگر چند شخصوں نے بتلایا اور خود معلم صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ عبد الرحمٰن مذکور میرے پاس ملازم تھا مگر کئی روز قبل اسکو علیحدہ کردیا تھا۔ بہرحال نتیجہ جو کچھ بھی ہو ان عورتوں نے وقوعہ کی اطلاع کردی ہے۔ پولیس کا کام ہے کہ ایسے مفسد کو گرفتار کرکے سزا دلاوے۔ مسافروں خصوصًا حجاج کے لئے اپنی پونجی کھونیکے بعد مقدمہ کرنا اور ثبوت پہنچانا بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔ شام کے وقت مولوی نظام الدین صاحب ساکن لعلپورہ تشریف لائے۔ آپ مولوی سید شاہ مجتبیٰ حسن صاحب سجادہ نشین خانقاہ دائرہ بہار کے قافلہ میں شامل ہیں اور علوی جہاز سے جانے والے ہیں۔ میں بھی اسی قافلہ کے ساتھ جانے والا تھا۔ اور شاہ صاحب موصوف سے مجھ سے خط و کتابت بھی اس بارے میں ہوچکی تھی مگر خدا کو منظور نہ تھا ساتھ نہ ہوا اگرچہ جلدی کرکے میں پہلے پہلے روانہ ہوا مگر رہ گیا۔ اپنی تدبیر پر بھروسہ کرنا نہ چاہئے۔ خداوند کریم پر بھروسہ رکھنا بہرحال لازم ہے۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔

تاریخ ۱۰ ذیقعدہ روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۲ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

حضرت مخدوم فقیہ و شیخ علی قطب ماہمی کے مزار کی زیارت

آج بعد نماز فجر و تلاوت قرآن شریف کے بیٹھا ہوا تھا کہ مولوی نظام الدین صاحب ساکن لعلپورہ آئے اور مجھ سے کہا کہ بازار چل کر احرام متعلق

ضروری اشیاء خرید کرا دو۔ میں انکے ہمراہ گیا اور کتاب زاد السبیل جسمیں مناسک حج بالتفصیل درج ہیں خرید کرا دی اور اسکے علاوہ کانوس کی جوتی اور پانی کا مشک اور چند چیزیں انکو خرید کرا کر میں نے معافی چاہی اور ان سے رخصت ہو کر بسواری ٹریم کار اسٹیشن دادر گیا اور وہاں سے ماہم شریف کا جو ماہم شریف کے نام سے مشہور ہے۔ ریل کی ٹکٹ لیکر ریل گاڑی میں سوار ہو گیا۔ عجب اتفاق کہ گاڑی ماہم اسٹیشن میں نہیں ٹھیری مجھے تردد ہوا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگلے اسٹیشن میں گاڑی ٹھیریگی۔ چنانچہ اسٹیشن آیا اور گاڑی ٹھیری میں اُتر گیا۔ بی۔ بی۔ سی ریلوے۔ اور جی۔ آئی۔ پی ریلوے دونوں لائنوں میں یہاں ریل گاڑیاں پانچ پانچ دس دس منٹ پر آمدرفت کرتی رہتی ہیں اسلئے مسافروں کو تکلیف نہیں ہوتی ہے مجھے بھی انتظار کی زحمت اُٹھانی نہیں پڑی۔ دوسری ٹرین آئی اور میں اس پر سوار ہو کر ماہم اسٹیشن میں اُتر گیا۔ ماہم شریف بمبئی سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ آبادی یہاں کی اچھی ہے۔ نئی نئی عالیشان سنگی عمارتیں روز بروز طیار ہوتی جاتی ہیں اور سڑکیں وسیع بنائی جارہی ہیں۔ بجلی کی روشنی اور پانی کا نل یہاں بھی تمام سڑکوں اور مکانات میں لگائے ہوئے ہیں اسٹیشن کے پاس آبادی بستی کے ہر چہار طرف گنجان باغات ناریل کے درختوں کے ہیں جو دیکھنے میں نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ بستی کے بیچ میں اسٹیشن سے نصف میل کے فاصلہ پر حضرت مخدوم فقیہ و شیخ علی قطب ماہمی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف ایک قبّے کے اندر ہے۔ میں نے مزار شریف کے پاس حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا فاتحہ پڑھتے وقت مجھپر بڑی کیفیت طاری ہوئی اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو چلنے لگے۔ مجھے یاد ہے کہ اس قسم کی کیفیت فاتحہ خوانی کے وقت عرس ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۲۲ ہجری میں مجھے ہوئی تھی جبکہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک پر بمقام پھلواری شریف بعد وصال پانیکے میں حاضر ہوا تھا۔ میں فاتحہ پڑھنے سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ ایک خادم مزار شریف نے چند پتیاں گلاب کے پھول کی اور ایک پوریہ میں خاک تبرکاً میری طرف بڑھایا۔ میں نے لے لیا اور بعد فراغت فاتحہ خوانی کے کچھ نقد انکی نذر کی۔ دریافت کرنے پر خادم نے مجھے کتابہ مزار پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کے مزار کے بغل میں پورب جانب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ قدس سرہا کا مزار ہے۔ دونوں مزار سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور چار ستون سنگ مرمر کے چاروں کونے پر نہایت خوشنما اور منقش بنے ہوئے ہیں۔ چھت اور چھت کے ملحق دیواروں پر موٹے موٹے زریں خط میں کلمات طیبات اور تاریخ ولادت اور وصال درج ہیں۔ اوپر میں نہایت خوشنما گنبد بنا ہوا ہے جو کہ سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں طیار کیا گیا ہے۔ مزار کے پچھم اور پورب دونوں طرف آمدرفت کے دروازے ہیں چھوٹ

اور کواڑ چاندی کے ہیں۔ اور اس پر نہایت خوشنما پھول پتے بنے ہوئے ہیں اور تاریخ طیاری و دربنوانے والے کا نام درج ہے۔ تاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۱ ہجری میں حاجی عمر ابن حاجی شمار گٹھکا کی چاندی والا ساکن بمبئی نے چاندی کا دروازہ طیار کرایا ہے۔ مزار شریف پر روزمرہ خصوصاً پنجشنبہ کے روز پھولوں کی چادر اور ہار چڑھائے جاتے ہیں اور زائرین مرد عورتیں بکثرت آتی رہتی ہیں مزار بقعۂ نور بنا رہتا ہے میں جبتک مزار پاک پر رہا دل کو نہایت فرحت اور روح کو انبساط و مسرت ہوتی رہی۔ مزار شریف کے اوتر جانب بہت بڑی نہایت خوشنما مسجد ہے اور شیشہ آلات جھاڑ و فانوس سے آراستہ ہے۔ ایک عربی صاحب پیش امام ہیں۔ میں نے ظہر کی نماز بجماعت پڑھی۔ مسجد کے اوتر جانب ایک مسافر خانہ ہے اور اسکے پورب پانی کا بڑا سا حوض ہے اس میں فوارہ لگا ہوا ہے۔ اور فوارہ سے پانی ہر وقت گرتا رہتا ہے اور سرخ سرخ مچھلیاں پانی میں تیرتی رہتی ہیں۔ مسجد کے مشرقی حصہ میں ایک مدرسہ ہے اس میں اردو فارسی اور عربی کی تعلیم دیجاتی ہے۔ خادم سے معلوم ہوا کہ مزار شریف کے متعلق اور مکانات ہیں جنکے کرایہ وغیرہ کی آمدنی سالانہ قریب سات آٹھ ہزار روپیہ کی ہے۔ آپکا وصال تاریخ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۰ ہجری میں ہوا ؎

مردان خدا خدا نباشد لیکن زخدا جدا نباشد

بمبئی تشریف لانے والے مسلمانوں خصوصاً برادران طریقت و صوفی مشرب صاحبان کیلئے یہاں کی حاضری باعث سعادت و حصول برکات ہے۔ اگر اتفاق دو چار روز کے قیام کا بمبئی میں ہو تو آنا چاہیئے۔ اس سعادت سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ آمد و رفت میں زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے صرف ہوتے ہیں اور آٹھ دس آنے پیسے کرایہ ریل ٹریموے اور ناشتہ میں خرچ ہوتے ہیں۔ ماہم شریف سے تین بجے دن کو میں بمبئی واپس پہنچا۔ شام کو علوی جہاز حاجیوں کو لیکر جدّہ روانہ ہوا۔ شاہ مجتبیٰ حسن صاحب وغیرہ اسی جہاز میں تشریف لے گئے۔

تاریخ ۱۱ ذیقعدہ روز جمعہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۳ مئی ۱۹۲۷ع

ہمایوں جہاز کی روانگی کا اعلان

آج کے روز نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کی اور بعد نماز کے پیش امام صاحب سے رخصت ہوا۔ آپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی ''کہ خداوند قدوس سلامتی کے ساتھ اس مبارک سفر کو طے کرا دے اور حج و زیارت مقبول و مبرور فرما دے''۔ میں واپس آکر قیام گاہ میں لیتے سو رہا تھا کہ مغل کمپنی کے ایک ملازم نے مسافر خانہ میں کہ

گھنٹی دی کہ تاریخ ۱۴ر مئی روز شنبہ کو حاجی لوگ اپنا اپنا اسباب باندھ کر جہاز میں بھیجدیں اور ۱۵ر مئی کو ایک بجے دن کے وقت بھپارہ خانہ پر حاضر ہوں اور چار بجے شام کو ہمایوں جہاز حاجیوں کو لیکر جدہ شریف کو روانہ ہوجائیگا "گھنٹی کی آواز سنتے ہی میں اُٹھا اور مندرجہ بالا اعلان سُنکر مجھے اور سب لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک جہاز کی روانگی کے قبل ہر ایک مسافر خانہ میں حاجیوں کو ہوشیار اور طیار ہوجانے کو مندرجہ بالا اعلان بذریعہ گھنٹی کمپنی کی طرف سے کیا جاتا معمول ہے۔

تاریخ ۱۲ر ذیقعدہ روز شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۴ر مئی ۱۹۲۷ء

تبدیل تاریخ روانگی جہاز ہمایوں کا اعلان

آج پھر گھنٹی ہوئی کہ "ہمایوں جہاز بجائے ۱۵ر مئی کے ۱۶ر مئی کو روانہ ہوگا" حاجی لوگ اپنا اسباب ۱۵ر مئی کو سات بجے صبح کو جہاز پر بار کریں اور ۱۶ر مئی کو نہا دھو کر صاف کپڑے پہنکر بھپارہ خانہ پر حاضر ہوں۔ چار بجے شام کو جہاز ہمایوں حاجیوں کو لیکر جدہ شریف روانہ ہوگا۔

جہاز پر اسباب بھیجنے کا طریقہ ہم لوگوں نے اپنے اپنے اسباب بورے اور بکس وغیرہ میں مضبوطی کے ساتھ بند کرکے ہر ایک پر نام اور پتہ وطن کا لکھ کر لگیج لیبل ساٹ دیا۔ میری جماعت میں نو آدمی تھے۔ ہم لوگوں نے ایک پنجابی قلی سے بات طے کی فی کس سوا روپیہ مزدوری اور ایک روپیہ انعام جہاز پر اچھی جگہ پر بستره بچھانے کا صلہ مقرر کیا۔ قلی نے ہمارے اسباب پر اپنا مارکہ نشان پہچان کے لئے لگایا اور صبح سویرے آنیکا وعدہ کرگیا۔

تاریخ ۱۳ر ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۵ر مئی ۱۹۲۷ء

جہاز پر اسباب چڑھانے اور بستره بچھانے کا ہنگامہ خیز منظر اور جہاز کے ڈک یعنی گودی اور جہاز کا نقشہ

آج صبح نماز سے فارغ ہوئے تھے کہ قلی لوگ بیل گاڑی لیکر آگئے اور ہم سبھوں کے اسباب کو گاڑیوں پر لادنا شروع کیا۔ اس وقت تمام مسافر خانے میں دوا دوش ہورہی ہے اور ہر شخص اپنے اپنے اسباب کے بھیجنے میں معروف ہے۔ ہم لوگ اپنے اسباب کی گاڑی کے ساتھ جہاز کے بندرگاہ جسکو گودی اور ڈک کہتے ہیں پہنچے۔ ہمایوں جہاز کے پاس حاجی لوگ اپنے اپنے اسباب لئے ہوئے کھڑے تھے۔ پولیس کے لوگ دونوں سیڑھیوں کے پاس جو جہاز کو پر جانے آنے کے لئے لگے ہوئے تھے تعینات تھے اور اوپر جانے

ہر کسی کو روکے ہوئے تھے۔ میں بھی وہاں جاکر رُک گیا۔ سیٹی ہوئی اور لوگ دوڑنا شروع کئے اور دھینگا مشتی شروع ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ کئی آدمی سیڑھی پر گر گئے اور آگے والے پیچھے اور پیچھے والے اپنی طاقت اور ہمت کے بل آگے بڑھ گئے۔ خیریت ہوئی کہ کوئی سیڑھی سے باہر سمندر میں نہیں گرا۔ ہمارے قلی نے تبلائے ہوئے جگہ میں بستر بچھا دیا۔ اتنا اچھا ہے کہ بستر بچھا دینے کے بعد دوسرا شخص اسکو اُٹھا نہیں سکتا۔ بستر بچھانیکے بعد قلی نے ہم لوگوں کے اسباب جہاز پر چڑھا دیئے۔ تب ہم لوگوں نے جملہ اسباب کو اپنے دیکھ بھال اور شمار کرلیا۔ اور قلی کو اسکی اُجرت اور انعام دیدیا۔ اسکے بعد پولیس والے حفاظت کے لئے تعینات ہوگئے اور سب لوگ جہاز سے اُتر گئے۔

بمبئی کے محافظ حجاج صاحب سے ملاقات

بمبئی کے محافظ حجاج صاحب سے ملنے کا میں خواہشمند تھا۔ جہاز سے اُترتے ہوئے ڈک پر موصوف سے ملاقات ہوئی اور دیر تک ان سے مجھ سے گفتگو ہوتی رہی رفع تکالیف حجاج اور پیش آنے والے مشکلات و حوادث کا بھی تذکرہ ہوا۔ اور موصوف نے جو کچھ جواب میں فرمایا وہ یہ تھا "کہ بقدر امکان رفاہ اور حل مشکلات کی تدابیر پر ضرور عمل کیجاتی ہے" ایک گھنٹہ کامل گفتگو کے بعد موصوف کا شکریہ کرتے ہوئے میں رخصت ہوا اور اپنے قیام گاہ پر واپس پہنچا۔

مسافرخانہ کے وزیٹرس بک پر ضروری ریمارک

مولوی حضرت اللہ صاحب داروغہ مسافرخانہ نے مجھ سے فرمایا کہ اس مسافرخانہ کے وزیٹرس بک یعنی ملاحظہ بہی پر بعض بعض لوگوں سے ریمارک لکھا لیا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی جو مناسب سمجھیں اس پر لکھدیں تو میں نے قبول کیا۔ اور مسافرخانہ مذکور میں عازمان حجاز کو جسقدر راحت اور عافیت ملتی ہے اسکا اظہار اور بانیان مسافرخانہ کے حق میں دعائے خیر۔ اور ناظمان مسافرخانہ کی خوش نظمی اور حسن سلوک کا اعتراف کرتے ہوئے میں نے دو ضروری باتوں کی طرف ٹرسٹیان مسافرخانہ کی توجہ کیلئے تحریک درج کی۔ اول یہ کہ مسافرخانہ میں مردوں اور عورتوں کے لئے پائخانہ علیحدہ علیحدہ نہ رہنا عورتوں کی بے پردگی اور تکلیف کا باعث ہے۔ ہر ایک درجہ میں ایک دو پائخانے عورتوں کے لئے مخصوص کردیئے جائیں۔ دویم یہ کہ بعض درجہ میں پیشاب گاہ نہ رہنے کے باعث مسافر لوگ پیشاب نالیوں پر قبلہ رُخ بیٹھ کر کرتے ہیں اور گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ دوسری طرف پیشاب گاہ ہوا کر ارتکاب گناہ سے لوگوں کو بچایا جائے۔ مندرجہ بالا امورات کو وضاحت کے ساتھ لکھ کر میں نے ملاحظہ بہی داروغہ صاحب موصوف کے حوالہ کردیا۔ ریمارک

پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہاں دونوں ریمارک آپکے درست ہیں۔ ریمارک نمبر ایک کی نسبت اور لوگوں نے بھی مجھ سے زبانی کہا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا ضرور خیال کیا جائیگا۔

تاریخ ۱۴ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۶ مئی ۱۹۲۷ء

جہاز پر سوار ہونے سے قبل بھپارہ خانہ پہنچنا

آج ہمایوں جہاز پر جانے والے حجاج نہانے دھونے اور کپڑے صاف کرنے میں مصروف ہیں۔ اور خسرو جہاز جوکہ ۱۷ مئی کو کھلنے والا ہے۔ اسکے مسافر اپنے سامان بھیجنے کی فکر میں ہیں اور خوب دوادوش کر رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے بھی غسل کیا کپڑے بدلے اور کھانا کھا کر کچھ دیر آرام لینے کے بعد دو فیٹن گھوڑا گاڑی کرایہ کئے اور جملہ ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہو کر پونے تین بجے دن کو جہاز کی گودی کے قریب بھپارہ خانہ پہنچے اور دیکھا کہ بھپارہ خانہ کے باہر حاجیوں کا اژدحام ہے۔ مرد ایک طرف ہیں اور عورتیں دوسری طرف۔ جہاں عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اپنے ہمراہی عورتوں کو بٹھلا دیا۔

بھپارہ خانہ میں اول داخل ہونے کی بے سود کوشش

تھوڑی دیر کے بعد سیٹی بجی اور دروازہ کھول دیا گیا۔ عورتوں کو زنانہ بھپارہ خانہ میں داخل کرکے ہم لوگ مردانہ بھپارہ خانہ میں داخل ہوئے۔ داخلہ کے وقت یہاں بھی طوفان بے تمیزی کا سامنا ہوتا ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ ہم پہلے داخل ہوں۔ حالانکہ پہلے داخل ہونے والے پچھلی صف میں اور پیچھے داخل ہونے والے اگلی صف میں بٹھلائے جاتے ہیں۔ اگلی صف والوں کا معائنہ پہلے ہو جاتا ہے وہ پہلے فرصت پاتے ہیں۔ اور پہلے داخل ہونے والے پیچھے رہ جاتے ہیں ایسی حالت میں دھکا مکا کھا کر پہلے داخل ہونے کی کوشش کرنا محض بے سود ہے۔

ایک انگریز کا قابل نفرین سلوک

بھپارہ خانہ کے داخلہ کے اژدحام کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک انگریز افیسر دروازہ سے نوجوان حاجیوں کو دھکا دے دے کر باہر نکال دیتا تھا اور بوڑھوں کو ہاتھ پکڑ پکڑ کر اندر داخل کرتا تھا۔ قابل رحم بوڑھے ضعیف لوگوں پر اسکی شفقت قابل تعریف تھی مگر ساتھ ہی ساتھ نوجوانوں کے ساتھ مندرجہ بالا سلوک اس کا بہت نازیبا اور قابل نفرین تھا۔

ڈاکٹری معائنہ کا تفصیلی حال

ہم سب جب بھپارہ خانہ کے اندر داخل ہوئے تو پانچ چھ صفوں میں

سب کو قطار در قطار بٹھلایا گیا اور پولیس اور سول سرجن و اسسٹنٹ سرجن وغیرہ گشت لگا کر کہہ رہے تھے کہ اپنی ٹکٹ اپنے ہاتھوں میں کھول کر رکھو! سبنے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد ہر صف میں ایک ایک افیسر نے سب لوگوں کی ٹکٹوں کو معائنہ کر کے سب کی تعداد معلوم کر لی اور کہتا گیا کہ سب لوگ کھڑے ہو جاؤ اور اپنے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھالو سب کھڑے ہو گئے اور اپنا پیٹ کھولے رہے۔ پھر ہر صف میں اسسٹنٹ سرجن اور سول سرجن ہر ایک کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر دیکھ بھال کرتا ہوا گھوم گیا۔ اسکے بعد ہر ایک کی ٹکٹ پر ایک مُہر لگادی اور ایک ایک سارٹیفکٹ ڈاکٹری معائنہ میں پاس ہونے کی سب کو دیدی۔ بعدہٗ ایک افیسر آیا اور اس نے سب لوگوں کی ٹکٹوں کو پنچ کیا یعنی کاٹ دیا۔ اسکے بعد سبنے کہا کہ اپنی اپنی ٹکٹ پاسپورٹ اور ٹیکہ لگانے کی سارٹیفکٹ اور ڈاکٹری معائنہ کی سارٹیفکٹ سب کو بحفاظت اپنے پاس رکھو تاکہ ضائع نہ ہو۔ اسکے بعد اگلی صف والوں کو جانیکا حکم ہوا۔ اسکے بعد دوسری تیسری صف کے لوگ باہر باری باری جانے لگے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس اژدحام کثیر میں چور اور گرہ کٹ پاکٹ مار لوگ بھی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ آج سے قبل ہر ایک جہاز کے کھلنے کے دن ایک دو واقعہ ٹکٹ جہاز اور روپے پاکٹ اور کمر سے چوری ہو جانیکا وقوع میں آ نا گیا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آج کے روز سب لوگ محفوظ رہے۔ حاجیوں کو اس موقع پر خوب ہوشیار رہنا چاہیئے۔

انجمن خدام النبی بمبئی کی خدمت کا اعتراف

بھپارہ خانہ کے باہر انجمن خدام النبیؐ کے ممبران شربت برف سے ٹھنڈا کیا ہوا حاجیوں کی نذر کر رہے تھے اور حجاج کی پیاس بجھا کر دعائے خیر کا ذخیرہ جمع کر رہے تھے۔ انجمن مذکور کی یہ خدمت قابل تعریف اور مستحق شکریہ ہے میری دعا ہے کہ خداوند قدوس انجمن مذکور کی خدمات کو قبول فرمادے اور اہل انجمن کے خلوص کو بڑھادے اور اجر عظیم عطا کرے امین ثم امین۔

بمبئی کی قومی کمیٹیوں اور مسلم انجمنوں کی حجاج سے لاپرواہی

بمبئی کی قومی کمیٹیوں اور مسلم انجمنوں کی خدمات اور رضاکاران کی مستعدی اور جذبات ہمدردی کا فسانہ تو اخبارات کے اندر مجھے دیکھنے پڑھنے اور سننے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر ایام قیام بمبئی میں اپنے جسکی مدت اکیس ۲۱ بائیس ۲۲ دن سے کم نہیں ہے اور میری موجودگی کے ایام میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے مسلمان اور دیگر ممالک چین و خاقان۔ بلخ۔ بخارا۔ اور افغانستان کے مسلم برادران تخمیناً

جنہیں ہزار بغرض روانگی مجاز بمبئی میں آئے ہوئے جہازوں کی انتظاری کی مصیبت کم وبیش ایک ماہ تک جھیلتے رہے بھولے سے بھی کسی کمیٹی یا انجمن نے کسی قسم کی ہمدردی اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ مثلاً جائے قیام کی رہنمائی کرنے حصول ٹکٹ جہاز اور پاسپورٹ پروانہ راہداری میں سہولت پہنچانے۔ مریضوں کی خبرگیری کرنے حجاج اور انکے اسباب کو جہاز تک پہنچانے کا بندوبست کرنے میں کیا ہو۔ میں نے نہیں دیکھا اور نہ سنا صرف بہار مسلم ایسوسی ایشن کے دو ایک رضاکاروں کو اپنے بہاری بھائیوں کے ساتھ کچھ کرتے ہوئے دیکھا جسکے لئے وہ مستحق شکریہ ہیں۔ اسلئے مجبوراً مجھے نوٹ کرنا پڑا کہ اطراف عالم کے مسلمانان کے ایسے اہم مجمع کے موقع پر مسلم انجمنوں اور قومی کمیٹیوں کی لاپرواہی سرد مہری اور عدم توجہی قابل صد افسوس ہے اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

ایسے اہم موقع پر قومی کمیٹیوں اور انجمنوں کے جملہ ارکان ورضاکاران کو اپنی ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے احساس اور جذبات ہمدردی کو کام میں لاکر ہندوستان و دیگر ممالک کے حجاج سے خراج تحسین حاصل کرنی چاہیئے۔ خاموشی اور لاپرواہی کسی طرح زیبا نہیں ہے۔

بھپارہ کے بعد جہاز پر سوار ہونا

پلیٹ فارم کے زنانے دروازے سے ہم لوگوں نے عورتوں کو آگے روانہ کیا اور سمجھا دیا کہ دوسرے دروازے سے داخل ہوکر جہاز کی سیڑھی پر جا ملینگے۔ اسکے بعد ہم سب بھی مردانہ دروازے سے داخل ہوئے۔ ہم لوگوں کی ٹکٹ ایک انگریز پولیس افسر نے ملاحظہ کرکے ڈاکٹری معائنہ کی ٹکٹ رکھ لی اور بقیہ ٹکٹ دیا پاسپورٹ واپس دیدی۔ ہم سب پلیٹ فارم پر جہاز کے پاس پہنچ گئے۔ دستور کے مطابق لوگ جہاز پر سوار ہو رہے تھے۔ میری جماعت کی عورتیں جب جہاز پر جا چکیں تو ہم سب بھی جہاز پر چڑھتے وقت کی دعا پڑھتے ہوئے جہاز پر سوار ہوئے۔ سوار ہوتے وقت جہاز کے ملازم نے جہاز کی ٹکٹ کی روانگی کا حصہ پھاڑ کر لے لیا اور واپسی کی ٹکٹ کا دوسرا حصہ ہر ایک مسافر کے حوالے کر دیا۔ جہاز پر جاکر لوگ اپنے ہمراہی عورتوں کو سیڑھی کے پاس سے لیتے بستر کے پاس لے آتے ہیں۔ ہم لوگوں نے بھی سیڑھی کے پاس سے عورتوں کو لایا اور اپنے بستر پر بٹھلا دیا۔

گودی میں پانی کم رہنے کے باعث روانگی جہاز کا التوا

ہمارے قیام بمبئی کے ایام تک چار پانچ جہاز روانہ ہوئے تھے اور ہر ایک چار پانچ بجے شام کے اندر کھلتا گیا۔ مگر ہمارا یوں جہاز

ساڑھے آٹھ بجے رات سے پہلے نہ کھل سکا۔ اسکی وجہ یہ بتائی گئی کہ سمندر میں مد و جزر ہوتا ہے جسکو جوار بھاٹا کہتے ہیں۔ جوار بھاٹا کے باعث سمندر کا پانی گھٹتا بڑھتا ہے۔ روانگی جہاز کا التوا اگرچہ مجبوراً تھا مگر ہم لوگوں پر بہت شاق گذرا۔

ہمایوں جہاز کے حاجیوں کی تعداد

ہمایوں جہاز میں کل تعداد حاجیوں کی نوسو اڑتیس ۹۳۸ ہے جس میں سات سو بہتر ۷۷۲ مرد اور ایکسو اڑتالیس ۱۴۸ عورتیں اور اٹھارہ لڑکے تھے۔ منجملہ نوسو اڑتیس کے تین آدمی اثنائے راہ میں اس عالم فانی سے ملک جاودانی کو رحلت کر گئے اور ابدی حج کا ثواب پانیکے مستحق ہوئے بقیہ نوسو پینتیس ۹۳۵ جدہ شریف پہنچے۔

شہریار دکن کی فیاضی

حیدر آبادی قافلہ بھی اسی جہاز پر ہے۔ سالار قافلہ احمد محی الدین صاحب حیدر آبادی ہیں۔ انہوں نے اسوقت حاجیوں کو کھجور کے دستی پنکھے تقسیم کئے۔ قافلہ مذکور کے ساتھ سرکار نظام کی طرف سے ایک طبیب مسمی حکیم بشیر محمد صاحب حیدر آبادی بھی علاج معالجہ کیلئے تعینات ہیں اور دواخانہ بھی ساتھ ہے۔ عالیجناب حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی فیاضی اور امور خیر میں دلچسپی مسلمانان ہندوستان کے لئے باعث صد فخر و قابل تقلید ہے اور مستحق آفرین و دعائے خیر۔

جہاز پر سوار ہونے کی اطلاع احباب کو

جہاز پر بیٹھے بیٹھے میں نے چار پوسٹ کارڈ جہاز پر روانہ ہونے کی اطلاع لکھکر ایک اپنی سسرال موضع لعلپورہ اور دوسرا مولوی نور الحق صاحب کو موضع مبارکپور اور تیسرا حافظ عبد الواحد صاحب کو نہرار ہی باغ اور چوتھا مولوی عبد الجبار صاحب کو موضع شیخپورہ بھیجا۔

خدا کی یاد اور جہاز کی روانگی کا پر لطف منظر

نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ خداوند کریم کے مہمان حجاج اسکی یاد میں مصروف ہیں کوئی نہایت خوش گلوئی کے ساتھ اور کوئی سادگی سے اذان پکار رہا ہے کوئی اکیلا جا نماز بچھا کر نماز پڑھ رہا ہے۔ کہیں پر دو چار آدمی مل کر پڑھ رہے ہیں۔ میں نے بھی تین چار آدمیوں کے ساتھ باجماعت نماز مغرب ادا کی۔ اسکے بعد اپنے بستر پر آکر روٹیاں کھائیں۔ ساڑھے آٹھ کا گھنٹہ بجا اور جہاز نے لنگر اٹھایا اور سیٹی دیا۔ اسوقت کا منظر قابل دید تھا جہاز کے کٹہرے کے کنارے پر چاروں طرف حجاج کھڑے ہوئے نہایت خلوص اور الحاح و زاری کے ساتھ

اپنے مالک حقیقی خدائے قدوس کو یاد کر رہے تھے۔ کوئی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر رہا تھا کوئی بسم اللہ مجریھا وَمُرسٰھا اِنَّ رَبِّی لَغَفُورٌ رَّحِیمٌ پڑھ پڑھ کر اپنی پیاری جان مالک کو سونپ رہا تھا۔ کوئی درود شریف کی مزاولت میں مشغول تھا۔ غرضکہ اپنی مقدور کے موافق اپنی اپنی زبان میں ہر کوئی نہایت منت وزاری کے ساتھ خدائے واحد سے التجا صحیح وسلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچنے اور بعد فراغت حج وزیارت اپنے وطن مراجعت کرنے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ خشوع خضوع خلوص اور توکل کا پُراثر منظر قابل دید تھا۔ ساحل سمندر پر بجلی کی روشنی کی قطار در قطار جگمگاہٹ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کر رہی تھی۔ جب ہمارا جہاز کاٹھ کے پُل کے پاس پہنچا تو اس نے سلامی کی سیٹی دی۔ پُل کھولدیا گیا اور آہستہ آہستہ جہاز سمندر کی گہرائی میں اُترنا شروع ہوا۔ اللہ پاک کے نیک بندوں کی ایک جماعت کاٹھ کے پل کے کنارے پر کھڑی تھی اور بلند نعرہ کے ساتھ خدا حافظ خدا حافظ پکار رہی تھی خدا حافظ خدا حافظ کا پُراثر نعرہ میرے کانوں میں پہنچا تو میں نے خیال کیا کہ مندرجہ بالا جماعت کی طرف سے ہوا میں آواز بلند میں نے السلام علیکم کہا۔ اور میرے قریب کے بہت سے لوگوں نے بر ایک آواز السلام علیکم کہا جماعت مذکورہ والے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہکر خدا حافظ خدا حافظ کہتے رہے۔ اب ہمارا جہاز سمندر کے عمیق پانی میں پہنچگیا اور پوری رفتار کے ساتھ چلنے لگا۔ شعر

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا ‏ ‏ ‏ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

قریب گیارہ بجے رات تک ہم لوگ ساحل بمبئی کو تکتے تکتے بہت دُور نکل گئے۔ کئی میل تک روشنی کی جگمگاہٹ ساحل کا پتہ دیتی رہی سمندر میں کئی کئی میل کے فاصلے پر ایک روشنی نظر آیا کی۔ یہ روشنی پیپوں کے اوپر لگائی گئی ہے جو کہ راتوں کو جہازوں کی رہنمائی کرتی اور خطرے کے مقامات سے خبردار کیا کرتی ہے۔ روشنی میں بعض مقامات میں حرکت ہونے اور چکر کھا کر ایک ایک منٹ پر روشنی کا رُخ آگے ہو جاتے ہوئے دیکھنے میں آیا۔ گیارہ بجے کے بعد میں اپنے بستر پر سو رہا۔ اور بفضلہ تعالیٰ رات خیریت سے گذری نیند خوب آئی۔ کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔

تاریخ ۵ ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

جہاز پر متلی اور چکر آنا اور اسکی تدبیر

آج صبح سویرے ہی سے میری طبیعت مالش کر رہی ہے۔ والدہ صاحبہ ہمشیرہ اور جملہ ہمراہیان ہمارے خیریت سے ہیں۔ سات بجے صبح کو میں پاخانہ گیا

پاخانہ ہوا اور بڑے زور سے ہول آیا اور قے ہوا۔ فراغت پانیکے بعد پاخانہ سے باہر آکر بڑی مشکل سے لڑکھڑاتا
اپنے بستر پر پہنچا۔ لیموں کاغذی کیونلہ۔ نارنگی اور انگور بمبئی سے ساتھ لے آیا تھا۔ ہمشیرہ نے لیموں تراش
کر کے دیا دیر تک عرق لیموں چوستا رہا مگر افاقہ نظر نہیں آیا۔ سر چکرانے لگا بیٹھنا مشکل ہوگیا۔ بستر پر
پڑ رہا کچھ دیر کے لئے نیند آگئی۔ جاگنے پر حالت بدستور سابق پایا۔ ابھی تین بجے تھے نماز ظہر پڑھنے کیلئے جانماز
بیٹھا تھا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت شروع کی تھی کہ بڑے زور سے ہول آیا اور طبیعت
بے اختیار ہوگئی۔ تحریمہ توڑ کر قے کیا۔ قے کرنے سے طبیعت اندر سے ہلکی معلوم ہوئی مگر دوران سر میں کمی نہیں
ہوئی۔ جہاز میں آس پاس کے لوگ بھی غُو غُو کر رہے تھے دوسروں کے قے کرنے کی آواز سنکر بھی خواہ مخواہ
طبیعت بگڑتی ہے۔ جہاز کا ایک ملازم سامنے آیا میں نے اس سے سوڈا واٹر کا بوتل طلب کیا وہ دوڑا ہوا
گیا اور ایک بوتل سوڈا لایا۔ میں نے آدھا بوتل سوڈا واٹر کا اس غرض سے پیا کہ خوب قے ہو مگر پھر قے
نہ ہوا۔ حالانکہ صحت کی حالت میں بمقام ہزاری باغ میں نے جب جب سوڈا واٹر کا استعمال کیا ہے تو فوراً
قے ہوجاتا گیا ہے لیکن یہاں حال برعکس ہے۔ اب رات کے آٹھ بجگئے ہیں بستر پر لیٹا ہوا تھا لوگوں کا
اصرار ہوا کہ کچھ غذا کھاؤ بلا غذا کے بھی طبیعت مالش کرتی ہے۔ سب کے کہنے کے مطابق ہوٹل سے پکا ہوا چاول
بونٹ کی دال آلو کی ترکاری نور احمد صاحب کی معرفت منگوا کر کھایا مگر پندرہ منٹ کے بعد طبیعت پھر بگڑی
اور بالکل کھایا پیا قے ہوگیا بڑی سخت تکلیف ہوئی اور اضمحلال بڑھ گیا۔ اس وقت ہوا بڑی تیزی کے ساتھ
آرہی تھی ہمشیرہ نے بکس کھول کر لحاف نکالا اور مجھے اُڑھایا۔ والدہ صاحبہ فرطِ محبت مادری سے دیر تک
پاؤں ٹیپتی رہیں۔ قسمت کی بات ہے لازم تو یہ تھا کہ میں انکی خدمت کر کے سرمایۂ سعادت حاصل کرتا پر وہی
میری خدمت کر رہی ہیں اور میری صحت و سلامتی کے لئے خداوند کریم سے دعا مانگ رہی ہیں۔ کچھ دیر کے بعد
مجھے نیند آگئی اور رات بھر خوب سویا۔

تاریخ ۱۶ ذیقعدہ روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۸ مئی ۱۹۲۷ء

جنگ بخارا کے ایک غازی اور ایک پشاوری کی ہمدردی

فجر کی نماز تیمم کر کے ادا کی گرچہ اسوقت بھی متلی موجود تھی کاغذی لیموں
کاٹ کر چوس رہا تھا تاہم ہمراہیوں اور آس پاس والوں کے کہنے کے
مطابق بسکٹ کھایا اور چائے پی۔ اس لئے کہ چائے کا استعمال دفع
متلی اور چکر کے لئے از روئے تجربہ مفید پایا گیا ہے۔ بیٹھے بیٹھے دوران سر بڑھ رہا تھا اسلئے اپنے بستر پر

لیٹ گیا۔ میرے قریب ہی میں ایک پشاوری پٹھان مسمّٰی محمد امیر خاں صاحب ساکن عثمان زئی ڈاکخانہ عثمان زئی ضلع پشاور مع اپنی والدہ صاحبہ کے اور ایک نوجوان غازی مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن یارقندمن مضافات کاشغر بخارا اپنے بستر لگائے ہوئے ہیں۔ دونوں بلکہ تینوں آدمی بہت ہی نیک نرم دل اور خلیق ہیں۔ خاں صاحب اور غازی موصوف دونوں صاحبوں نے بعد نماز کے ہماری صحت و سلامتی کیلئے خداوند تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ خاں صاحب نے سبز چائے طیار کی اور اصرار کرکے مجھے پلایا۔ اور کہا کہ "دفع مالش اور دوران سر کیلئے یہ چائے بہت مفید ہے" انکے خلوص اور ہمدردی کا لحاظ کرکے میں نے دو ایک پی لی اور انکا شکریہ ادا کیا۔ آخر الذکر مولوی صاحب جوان صالح غازی ہیں آپ نے اپنا حال بیان کیا کہ گذشتہ جنگ بخارا جو بالشویکوں سے ہوئی جسمیں بخارا کے امیر صاحب کو شکست دیکر بالشویکوں نے بخارا پر قبضہ کرلیا۔ اس لڑائی میں بحیثیت وفادار رعایا ہونیکے مولوی صاحب امیر صاحب کی طرف سے بالشویکوں سے لڑے اور باوجود گولیوں کی کاری زخم لگنے کے بھی اپنی بہادری اور ہمت کام میں لاتے رہے۔ بالآخر بالشویکوں کا تسلط علاقہ بخارا پر ہوگیا تو آپ وہاں سے ہندوستان چلے آئے اور زخم اچھا ہوگیا تب آپ دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم عربی میں مشغول ہوئے کتابیں قریب اختتام کے تھیں کہ آپ کو شوق حج وزیارت حرمین شریفین نے ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ گولیوں کے زخم کا نہایت گہرا نشان آپکے داہنے ہاتھ کے مونڈھے پر میں نے بچشم خود دیکھا۔ نوجوان غازی صاحب موصوف کی ہمت۔ بہادری اور جذبات ہمدردی کی میں نے تعریف کی اور ایسے باہمت دلیر اور پاک طینت شخص کی معیت اور ہمسائگی پر اظہار مسرت کی۔ آج مجھے دن بھر چکر کی شکایت رہی۔ جہاز کے ایک بوڑھے ملازم نے بتلایا کہ پیاز خام سونگھنا متلی اور چکر کے لئے مفید ہے۔ لہذا پیاز بھی سونگھا۔ پر سودمند نہ ہوا۔ پھر لیموں کا اچار استعمال کیا تو کسی قدر مفید معلوم ہوا۔ شام کو ہوٹل سے کھانا منگوا کر کھایا اور رات کو سو رہا۔

تاریخ ۱۷ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ہجری مطابق ۱۹ مئی ۱۹۲۷ء

اناطولیہ کے ایک بزرگ سے ملاقات

آج صبح سویرے اٹھکر پاخانہ گیا۔ پھر وضو کرکے نماز فجر ادا کی۔ اور بسکٹ کھا کر ایک قلفی چاء پی۔ پھر ہوا خوری کے لئے فسٹ کلاس کے ڈک پر گیا۔ وہاں حیدرآبادی حکیم صاحب اور دیگر لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ایک بزرگ کو

اسٹیجر پر بیٹھے ہوئے کچھ لکھتے دیکھا۔ قریب جا کر میں نے انکو سلام کیا۔ جواب سلام دیکر مرحبا کہتے ہوئے میری طرف مخاطب ہوئے اور زبان عربی میں مجھ سے میرا نام و پتہ دریافت فرمایا۔ پھر عربی میں ہی مجھ سے آپ نے سوال کیا کہ "عربی جانتے ہو؟ میں نے عربی میں جواب دیا کہ جی ہاں! جناب! قلیل جانتا ہوں۔ میرے جواب سے آپ بہت خوش ہوئے اور عربی کی ایک کتاب موسومہ مناجات الٓیہ جسمیں کہ تفسیر سورۂ فاتحہ ہے اور آپ کی تصنیفات میں سے ہے آپ نے مجھے دی اور فرمایا کہ اسکو پڑھو! میں وہاں بیٹھا ہوا دیر تک کتاب مذکور کا مطالعہ کرتا رہا۔ آپنے سنترا لیموں اور بسکٹ سے میری تواضع بھی کی۔ میں نے ممنونیت کے ساتھ قبول کیا۔ پھر میں نے بزرگ موصوف کا نام اور وطن وغیرہ دریافت کیا۔ آپنے اپنا نام وطن اور جائے قیام کا حال بالتفصیل مجھے تبلایا۔ آپکا اسم شریف محمد ابی الفضل المامون ہے۔ وطن اصلی آپ کا اناطولیہ ہے۔ آپنے مدینہ منورہ میں عرصہ تیس سال تک قیام کیا ہے۔ فی الحال حیدرآباد دکن میں تشریف رکھتے تھے۔ اور اب حج کیلئے تشریف لئے جارہے ہیں آپ کو حیدرآبادی قافلے والے "شامی صاحب" کہتے ہیں۔ اور اسی نام سے آپ مشہور ہیں۔ آپکی علمی قابلیت عربی اور ترکی میں اعلےٰ درجہ کی ہے۔ آپ فرانسیسی انگریزی اور اُردو زبان بھی بہت اچھی جانتے ہیں اور بولتے ہیں۔ دیر تک گفتگو کرنیکے بعد رخصت ہو کر میں اپنے بستر سے پر واپس آیا۔

جہاز پر پانی اور لکڑی کی تقسیم

چونکہ سمندر کا پانی بہت شور ہے زبان پر رکھتے ہی منہ کا مزہ بگڑ جاتا ہے اور طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ پینے کے لائق نہیں اس لئے جہاز جب بمبئی۔ کراچی وغیرہ بندرگاہوں سے روانہ ہوتا ہے تو جتنے مسافروں کی جگہ اس جہاز میں ہوتی ہے انکے اعتبار سے تخمیناً ایک ماہ تک کافی ہونیکے لائق پانی میٹھا بھر لیا جاتا ہے اور روانگی کے بعد ہر روز صبح کے وقت تقسیم کیا جاتا ہے۔ کھانا پکانیکے لئے لکڑی کا وافر طور پر جہاز پر کمپنی کی طرف سے ذخیرہ رہتا ہے اور مفت ہر روز تقسیم کیجاتی ہے۔ مفت تو کہنے کی بات ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ٹکٹ جہاز کے محصول میں پانی اور لکڑی کی قیمت بھی شامل ہو۔ مندرجہ بالا دستور کے مطابق روانگی جہاز کے دوسرے دن کی صبح سے تقسیم پانی اور لکڑی اس جہاز میں بھی شروع ہو گئی ہے مگر باعث شکایت متلی اور چکر کے تقسیم کا طریقہ آج کے قبل دیکھنے کا اتفاق مجھے نہیں ہو سکا۔ سات بجے صبح کو سارے جہاز میں گھوم گھوم کر گھنٹی بجائی گئی اور اعلان کیا گیا کہ پانی اور لکڑی سب لوگ جا کر لے لیتے جائیں۔ جہاز کے ایک دو کلرک پانی کے حوض کے پاس کھڑے رہتے ہیں

اور ہر ایک کی ٹکٹ دیکھکر المنیم دھات کا بنا ہوا مربع یا مدور ٹکٹ ہر ایک کے حوالے کرکے فی کس ایک گیلن پانی جسمیں پانچ چھ سیر پانی آتا ہوگا دیا کرتے ہیں۔ اتنا پانی کھانا پکانے اور پینے کے لئے البتہ کافی ہوتا ہی مگر شستہ ہاتھ دھونے وضو اور پاخانہ جانیکے لئے نہیں۔ اسلئے ان کاموں کے لئے مجبورًا لوگ سمندر کے پانی کو استعمال میں لاتے ہیں جسکے نتیجہ میں خارش کی تکلیف بھگتنی لازمی ہے۔ فی آدمی ایک گیلن کے حساب سے ہم لوگوں کو بھی پانی ملنا چاہتا تھا لیکن تقسیم کنندہ مہربانی کرکے اتنا پانی دیدیا کرتا تھا کہ سارے کاموں میں ہم سب میٹھا پانی استعمال کرتے رہے۔

جہاز پر ہوٹل کا کھانا عازمانِ حجاز جہاز پر عمومًا کھانا خود سے پکاتے ہیں۔ عمدہ لذیذ اور حسب خواہش کھانا بغیر خود سے پکائے یا پکوائے حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ بنگالی اور پنجابی۔ سرحدی و کابلی و بخاری برادران کو خود سے پکانے میں بہت مستعد پایا۔ ہر جہاز پر دو ہوٹل ہوا کرتے ہیں۔ ایک بڑا دوسرا چھوٹا بڑے ہوٹل میں کپتان اور دیگر انگریز و کرسچن ملازمین کے مذاق کے موافق انکے آرام اور خورد و نوش کا سامان طیار رہتا ہے۔ کھانے ناشتہ کے مقررہ اوقات میں مندرجہ بالا جہاز والے ایک ٹیبل پر کھانے کے کمرے میں بیک وقت کھاتے پیتے ہیں۔ مسافروں میں سے وہ لوگ جنکی طبیعت میں انگریزی مذاق ہے باوجود فریضہ حج کی ادائگی کا اہم مقصد پیش نظر رہتے ہوئے بھی ہوٹل مذکور کی پکی ہوئی چیزوں سے بادائے قیمت مقررہ لذت آشنا ہوتے رہتے ہیں مجتنب رہنا بہتر ہے۔ چھوٹا ہوٹل وہ ہے جسمیں جہاز کے خلاصی اور ادنے درجے کے ملازمین کا کھانا پکتا ہے اسمیں پکانے والے اکثر مسلمان ہی ہوتے ہیں جہاز کے مسافر عمومًا کھانا اور چائے بادائے قیمت مقررہ اسی ہوٹل سے کھاتے پیتے ہیں۔ اس ہوٹل میں کھانا چاول دال اور آلو کی ترکاری کیلئے فی وقت چار آنے سے چھ آنے تک اور گوشت یا مچھلی ہونے کی صورت میں چھ آنے سے آٹھ آنے تک قیمت ادا کرنی ہوتی ہے۔ چائے کی قیمت فی قلفی ایک آنہ اور روٹی چپاتی کی قیمت فی روٹی ایک آنہ کے حساب سے دینی پڑتی ہے۔ جو لوگ خود سے نہیں پکا سکتے ہیں انکے لئے ہوٹل مذکور کھانے پینے کی چیزیں نرخ بالا سے دیا کرتا ہے۔ ہم لوگوں نے بمبئی سے چاول۔ دال۔ آلو۔ آٹا۔ چینی۔ چائے وغیرہ شامل جہاز پر کھانے پینے کے لئے لے لئے تھے مگر خود سے پکانے یا پکوانے کا اہتمام نہ کرسکے اور چھوٹے ہوٹل سے ہی کھانا چائے وغیرہ کھاتے پیتے رہے۔

جہاز پر اسپتال اور ڈاکٹر ہر جہاز میں مسافروں کیلئے اسپتال رہتا ہے جس میں ایک ڈاکٹر

کمپونڈر نرس اور چند ملازمین رہتے ہیں۔ زنانہ اور مردانہ دو کمرے علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں اور مریضوں کو اس میں رکھا جاتا ہے ڈسپنسری دواخانہ بھی رہتا ہے۔ ہر روز ڈاکٹر کپتان جہاز سارے جہاز میں دس بجے دن کے وقت گشت لگاتے ہیں اور مسافروں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ایام قیام جہاز تک جو لوگ بیمار ہوتے ہیں ڈاکٹر کے پاس اسکے کمرے میں جاکر یا جب وہ گشت میں آتا ہے تو اپنی شکایت اور تکلیف بیان کرتے ہیں وہ نسخہ لکھکر دیتا ہے اور کمپونڈر سے دوا مفت ملتی ہے۔ اسپتال میں وہی مریض داخل ہوتے ہیں یا داخل کئے جاتے ہیں جو متعدی امراض میں مبتلا ہوں یا چوٹ اور زخم شدید کے شکار ہوئے ہوں۔ یا ایسا شخص جو خود سے پیشاب یا پاخانہ اور آمد و رفت کی طاقت نہ رکھتا ہو اور کس مپرسی کی حالت میں ہو۔

سمندر کے پانی پر بستی

سمندر میں آج بہت سکون ہے تموج نہیں ہے پانی اور آسمان کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ کوّے چیل چھوٹے بڑے کسی قسم کے پرندے نظر نہیں آتے ہیں۔ سمندر کے بیچ میں ہمارا جہاز جارہا ہے اسکے سوا کوئی دوسرا جہاز وغیرہ آگے یا پیچھے کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ جہاز کیا ہے گویا سمندر کے پانی پر ایک ہزار آدمیوں کی بستی بسی ہوئی ہے جسمیں آدمی بھی ہیں اور مرغ خصّی بکرے دُنبے وغیرہ بھی۔ مرغ وغیرہ یا تو کمپنی کے ہیں یا مسافروں نے جہاز پر کھانیکے لیئے ہمراہ لے لئے ہیں۔ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نہایت پُر لطف اور پُر اثر سماں بندھ جاتا ہے۔ ہر ایک درجہ میں دو دو جگہوں پر اذان پکاری جاتی ہے۔ اور جماعتیں تو بیشمار ہوتی ہیں۔ رات کے وقت اکثر لوگ نعتیہ اشعار پڑھتے رہتے ہیں۔ اکثر خداوند تعالیٰ کے نیک بندے درود و وظائف اور نوافل میں رات بسر کرتے ہیں کہ "اصل مقصود زندگی یہی ہے"

تاریخ ۱۸ ذیقعدہ روز جمعہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

جہاز پر متلی یا چکر میں کمزور ہی مبتلا نہیں ہوتے

آج صبح سویرے اُٹھ کر نماز فجر اور تلاوت قرآن پاک سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا اور جہاز کے نیچے والے درجہ میں گشت لگا کر بعض بعض آدمیوں سے مزاج پُرسی کی چند چینی اور کابلی بھائیوں کو بھی مبتلائے متلی اور چکر پایا۔ میرا خیال تھا کہ کمزور دماغ والے اور نحیف الجثہ لوگوں کو جہاز کی حرکت برداشت نہیں ہوتی ہوگی اور ایسے ہی لوگ اپنی کمزوری کے باعث دوران سر اور متلی کے شکار ہوتے ہونگے۔ مگر قوی الجثہ اور طاقتور لوگوں کو دیکھ کر اپنا خیال غلط ثابت ہوا۔ نیچے کے درجہ میں اکثر حجاج بیمار ہیں اور جو لوگ اچھے ہیں وہ بھی نہایت پریشان نظر آتے ہیں۔ رفع حاجت۔ کھانا پکانے اور پینے کا پانی لانیکے لیئے سیڑھیو پر چڑھ کر جانے آنے کی مصیبت سہنی پڑتی

ایک چینی کی شدید علالت پر افسوس

بمبئی میں سابو صدیق کے مسافرخانہ میں ہم سب جس کمرے میں ٹھیرے تھے اسکے نصف حصہ میں پانچ چینی مسلمان مقیم تھے جنکا نام ابراہیم۔ حاسن الدین یحیے۔ صالح اور سلیمان تھا۔ یہ سب باشندگان دیگنان سیس تشنگلی توچین کے تھے۔ اور حج وزیارت حرمین شریفین کے علاوہ بیت المقدس کی زیارت کیلئے بھی پروانہ راہداری حکومت چین کا دیا ہوا انکے پاس تھا ایام قیام بمبئی میں مجھ سے اور ان سب سے محبت ہوگئی تھی اور زبان عربی میں ان سے باتیں ہوا کرتی تھیں ان سب میں سلیمان کی علمی قابلیت بڑھی ہوئی تھی۔ یہ سب کے سب نماز کے بہت پابند تھے۔ اور تلاوت قرآن شریف ان کا وظیفہ تھا۔ سلیمان کے سر میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ باوجود بمبئی میں ایک ماہ تک مقیم رہنے کے بھی ڈاکٹروں کو سلیمان نے نہیں دکھلایا اور اسکے مندمل ہوجانے کی دوا اپنی تجویز سے لگاتے اسوقت مجھے انکے ہمراہیوں سے معلوم ہوا کہ جہاز پر سوار ہونے کے بعد اس زخم کی شدید تکلیف سے وہ ذی فراش ہورہے ہیں اور جہاز کے اسپتال میں ڈاکٹر کے زیر علاج ہیں۔ انکی تکلیف اور صعوبت کا حال سنکر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ خداوند تقدس و تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے چینی دوست سلیمان کو صحت کلی عطا فرمادے اور حج وزیارت کی آرزو ان کی پوری ہو آمین ثم آمین۔

ایک بنگالی کی موت

آج ایک سن رسیدہ بنگالی بھائی کی لاش پائی گئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بیچارہ دو تین روز سے بخار میں مبتلا ہوگیا تھا اور کس مپرسی کی حالت میں اسنے اپنی جان عزیز حق تبارک و تعالیٰ کو سونپ دی۔ دستور کے مطابق تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے بعد لاش تختے پر (جو تخمیناً دو فٹ چوڑا اور چھ فٹ لانبا بنا ہوا اس مصرف کیلئے جہاز میں طیار رہتا ہے) رکھ کر سپرد سمندر کردیگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خود خادم وخود مخدوم کی مثال

جہاز میں فسٹ اور سکنڈ کلاس والے مسافروں کے سوا بقیہ سب لوگوں کی حالت خود خادم و خود مخدوم کی ہے۔ شاذونادر ایسے ہیں جنکے ساتھ خدمتگار یا ملازم ہو صبح کو سات کا گھنٹہ بجتا ہے اور ہر کوئی پانی رکھنے کا ٹین کا پیپہ یا مشک لیکر پانی کی تقسیم ہونے کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے اور گذشتہ روز والی ٹکٹ واپس دیکر دوسری ٹکٹ حاصل کرکے پانی لیکر اپنے مقام پر پہنچاتا ہے اور ہر کوئی اپنا کام آپ سے کرتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے وطن میں خود سے گلاس میں پانی ڈھال کر پینا بھی ناگوارا اور معیوب سمجھتے تھے وہ یہاں پر مستعدی کے ساتھ ہر کام کو خود سے

کرتے ہیں۔ دوسرے مالدار۔ بوڑھے ضعیف لحیتہ لوگوں کو سارے کاموں میں مستعد دیکھ کر میری بھی ہمت بڑھ گئی ہے۔ میں بھی ایک پیپہ پانی تقسیمگاہ سے لے آیا کرتا ہوں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ صرف پانی خود سے لانا ہوتا ہی بلکہ لکڑی بھی لاتے ہیں چولھا پھونکتے ہیں اور باورچی کا کام خود کرتے ہیں خادم بنکر اتنے خدمات انجام دینے کے بعد مخدوم بنتے اور کھانا نوش جاں کرتے ہیں۔ حج کے مبارک سفر میں روحانی منافع کے علاوہ جسمانی فائدہ یہ ہوتا ہی کہ سستی اور کاہلی کافور ہو جاتی ہے۔ انسان محنتی مستعد جفاکش اور بلند ہمت بن جاتا ہے۔ حج و زیارت بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم کے اشتیاق و تمنا میں پیش آنے والی سختیوں اور صعوبتوں کو میرے ایسا کمزور دل و دماغ والا آدمی بھی برداشت کئے جا رہا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ برداشت کرتا جائیگا۔ سفر کی صعوبتوں کے تصور میں اسوقت میں نے ایک نظم موضوع کیا اور جہاز کے ہم سفر احباب کو سُنایا وہو ہذا غزل

ای ہمدمو! ہی منزل جاناں کی کٹھن راہ | گھبراؤ نہ محبوب کی ہے تم کو اگر چاہ
ہی ہجر مصیبت ہی کے تہ میں دُرِ مقصد | گھڑیاں صعوبت کی نہ کر دلمیں تو پرواہ
گر طالبِ وصلت ہے تو پرواز صفت بن | کر شمعۂ مقصد پہ فدا جان کو بند
دشواریاں پیش آتی ہیں اس راہ میں صدہا | پُر لذت و پُر لطف ہر اک ہوتی ہے اللہ
گر خارِ مصیبت کی خلش یار و سہو گے | گلدستۂ مقصود تمہیں بخشیگا اللہ
خوش بختی سے حاصل ہے حبیبؔ آج یہ لذت | امید ہے کل ہوگی زیارت شہ ذی جاہ

آج عصر کے وقت تھوڑی بارش ہوئی۔ اوپر کے درجے میں ترپال کے نیچے جو لوگ تھے پریشانی میں پڑ گئے مگر خیریت یہ ہوئی کہ بارش موقوف ہو گئی۔

تاریخ ۱۹ ذیقعدہ روز شنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

زکام اور نزلہ کی تحریک رات سے مجھے زکام اور نزلہ کی تحریک سے بڑی پریشانی ہے نیند بھی کم آئی۔ سر میں گرانی معلوم ہوتی ہے اور پانچ پانچ منٹ پر کھانسی ہو رہی ہے سینہ میں درد معلوم ہوتا ہی اور تھوڑی حرارت بھی۔ حیدرآبادی حکیم صاحب سے اپنی ساری حالت بیان کی حکیم صاحب موصوف نے چند گولیاں دیں اور فرمایا کہ صبح دوپہر شام اور رات کو سوتے وقت ایک ایک دو دو گولیاں استعمال کرو۔ انکے ارشاد کے مطابق گولیوں کا استعمال کیا۔ تیسرے پہر دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے

دن کو غذا کچھ نہیں کی۔ رات کے وقت ایک روٹی اور دال کھا کر سو رہا۔

تاریخ ۲۰ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۲ مئی ۱۹۲۷ء

حجاج متوالے معلوم ہوتے ہیں

رات کو نیند خوب آئی۔ اور آج طبیعت میری بفضلہ تعالیٰ اچھی معلوم ہوتی ہے سمندر میں آج تلاطم بہت ہی ہوا تو کم ہے مگر سمندر کا پانی بہت پھول رہا ہے اور جہاز میں حرکت شدت کے ساتھ ہو رہی ہے جسکے باعث جہاز کے بہت سے حجاج اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے ہیں اور کمتر لوگ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں چلنے پھرنے والے اور بیٹھے ہوئے حجاج نیم متوالے مست معلوم ہوتے ہیں۔ چار بجے دن سے مجھے پھر چکر دوران سر ہونے لگا۔ بڑے ضبط مشکل کے ساتھ رفع حاجت کیلئے گیا۔ اور اپنے بستر پر واپس آیا۔ آج جیسی شدید حرکت جہاز میں اور کسی دن نہیں ہوئی تھی۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھا کر لیٹ رہا۔

تاریخ ۲۱ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۳ مئی ۱۹۲۷ء

جہاز کے پائخانے میں کواڑ نہ رہنے کے باعث بے پردگی

صبح سویرے اُٹھکر پائخانہ گیا۔ سب سے زیادہ تکلیف ہم لوگوں کو جہاز میں پائخانہ کی ہے تیسرے درجہ کے مسافروں کے لئے اس جہاز میں اور ہر ایک جہاز پر چار پائخانے ہیں اور ہوا کرتے ہیں اسی کے بغل میں غسل خانہ بھی ہے اور رہتا ہے۔ دو پائخانے عورتوں کے لئے اور دو مردوں کے لئے مخصوص ہیں ہر ایک کے دروازے پر انگریزی میں مردانہ پائخانہ اور زنانہ پائخانہ لکھا ہوا ہے۔ ہر ایک پائخانہ میں ہم پولیس ساخت کا سات آٹھ آدمیوں کے بیٹھنے کے لائق خانہ بنا ہوا ہے۔ مگر ہر ایک خانہ بلا کواڑ کا ہے۔ دروازہ آمد و رفت کا ایک ہی ہے۔ پائخانہ جانے کے وقت بلا تکلف لوگ چلے جاتے ہیں اور بے شرمی کا جامہ پہنکر ایکدوسرے کو بے ستر دیکھتے ہیں۔ ایک آدمی پائخانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا اسکے سامنے لوٹا بدھنا میں پانی لئے ہوئے کھڑا انتظار کی گھڑی کاٹتا ہے۔ پائخانہ میں کپڑوں اور بدن کے نجس ہو جانے کا احتمال زیادہ رہتا ہے۔ اور اکثر لوگوں کے کپڑے اور بدن ناطاہر ہو جاتے ہیں۔ پائخانہ میں اگر کواڑ لگا ہوا رہتا تو لوگ بے آبروئی سے بچتے اور کھلی بے حیائی اختیار کرنیکے شکار نہ ہوتے۔ اور سب کے کپڑے اور بدن پاک وصاف رہتے۔ پر افسوس ہے کہ اسکی طرف نہ تو کمپنی کو کوئی توجہ ہے اور نہ محافظ حجاج یا قومی انجمنوں کے اراکین کو اسکا احساس ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر کمپنی خود اسپر توجہ کرتی یا محافظ حجاج

اسپر توجہ کرکے اپنے بھائیوں کو اس مصیبت عظیم سے نجات دلواتے۔ پائخانے سے فراغت پاکر میں باہر آیا اور وضو کرکے صبح کی نماز پڑھی اور تلاوت معمولہ سے فرصت کرکے پینے کا پانی تقسیم گاہ سے لایا بمبئی چھوٹے ہوئے آج سات روز ہوئے۔ سمندر کا پانی نہایت شور اور ناقابل برداشت ہے زبان پر رکھا نہیں جاتا۔ اکثر لوگ تو بلا تکلف منہ ہاتھ دھوتے اور غسل بھی اسی پانی سے کرتے ہیں۔ مگر ہم لوگوں نے بخیال نقصان ابھی تک استعمال نہیں کیا ہے۔ ایک پیپہ میٹھا پانی غسل خانہ میں لیجا کر رکھدیا۔ والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ نے غسل کیا اسکے بعد میں نے اطمینان کے ساتھ غسل کیا۔ غسل کرنے سے طبیعت کو فرحت معلوم ہورہی ہے۔ جہاز والے کہہ رہے ہیں کہ آج چار بجے شام کو عدن کے قریب ہوکر ہمارا جہاز گذریگا اور عدن میں ٹھیر کر کل کے دن کسی وقت کامران پہنچیگا اور وہاں چوبیس گھنٹہ تک ٹھیریگا۔ سات بج گئے مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا پر عدن ہنوز دور ہے۔ جہاز ہمایوں پچھم رخ جارہا ہے۔ داہنی طرف میں بہت دور بڑے بڑے پہاڑ نظر آئے اور اندھیرے کے باعث آنکھوں سے اوجھل گئے۔

جہاز پر وعظ کی مجلس نماز عشا کے بعد حیدرآبادی قافلہ میں مجلس وعظ ترتیب دیگئی۔ اہل قافلہ نہایت خلیق ملنسار ہیں۔ انکے اطوار اور گفتگو سے محبت اور حسن عقیدت کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے اول مولانا مولوی سید محمد بادشاہ صاحب قادری واعظ مکہ مسجد حیدرآباد اپنے مریدین و معتقدین کے ساتھ حلقۂ ذکر میں بیٹھے۔ بعد فراغت ذکر کے ہمارے صوبہ بہار موضع لکھمینیہ ضلع مونگیر کے باشندہ مولانا مولوی وصی الدین صاحب نے مسائل اور فضائل حج و زیارت حرمین شریفین کو پرجوش عنوان سے بیان فرمایا۔ بعدہٗ حیدرآبادی مولانا نے ایک مختصر مگر پُر معنے تقریر کی اور دعا مانگنے کے بعد مجلس برخاست ہوگئی

تاریخ ۲۲ ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۴ مئی ۱۹۲۷ء

مچھلیوں کے تیرنے اور اڑنے کا منظر آج بعد فراغت نماز فجر اور تلاوت معمولہ کے تقسیمگاہ سے پانی لاکر میں نے پھر غسل کیا بفضلہ تعالیٰ میری طبیعت بشاش معلوم ہوتی ہے۔ دوپہر دن سے عدن کے پہاڑوں کے سلسلے نظر آنے لگے اور ایک جہاز بھی آیا اور ہمارے جہاز سے آگے نکل گیا۔ عدن کی طرف سے دس گیارہ جہاز چھوٹے بڑے یکے بعد دیگرے بمبئی کی طرف جاتے ہوئے دکھلائی دیئے۔ عصر کی نماز کے بعد ہم لوگ جہاز کے اگلے حصہ پر جا بیٹھے۔ سمندر میں بڑی بڑی مچھلیوں کو پانی میں تیرتے اور اڑتے ہوئے دیکھا۔ سمندر کا پانی اسقدر صاف شفاف ہے کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں تیرتی ہوئی

نظر آتی ہیں۔ ہمارا جہاز باب المندب سے گذر چکا بحر احمر سے گذر رہا ہے۔ بحر احمر بہت عمیق دریا ہے اور اس کا پانی بہت پھولتا ہے۔ تلاطم اور تموج زیادہ رہتا ہے۔ جہاز کی رفتار آج کچھ بڑھ گئی ہے۔ ایک اور جہاز بمبئی کی طرف جاتا ہوا نظر آیا جو کہ ہمارے جہاز کے داہنے جانب سے نصف میل کے فاصلے سے گذر گیا۔ کپتان نے جھنڈیوں کے ذریعہ سے اشاروں میں کچھ گفتگو گذرنے والے جہاز سے کی۔ ہم لوگوں نے جھنڈیوں کو حرکت کرتے صرف دیکھا۔

تاریخ ۲۳ ہر ذیقعدہ روز چہار شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۵ مئی ۱۹۲۷ء

جزیرۂ پیرم اور کامران کے ساحل کا منظر

آج صبح سویرے سے بلکہ کچھ رات باقی رہتے ہوئے سے جہاز ہمارا شمال کی طرف جا رہا ہے اور خبر ہے کہ چار بجے شام کو کامران پہنچا دیگا۔ جزیرۂ پیرم کا ساحل اور پہاڑ بھی نظر آیا۔ بارہ بجے دن سے لوگوں نے حسب ہدایت کپتان جہاز کے اپنے اپنے اسباب باندھنے شروع کئے۔ روپے پیسے اور دو وقت کے کھانے کا سامان اور بستر اپنے ہمراہ کامران لیجانے کی ہدایت کر دیگئی تھی۔ سب لوگوں نے اسی کے مطابق طیاری کر رکھی۔ دو بجے کے قریب جزیرۂ کامران کے ساحل سے نصف میل کے فاصلے پر ہمارا جہاز لنگر انداز ہو گیا۔ سارے مسافران جہاز کو بڑی خوشی ہوئی۔ جہاز کے کٹہرے کے پاس جا جا کر ہم لوگوں نے کامران قرنطینہ کے مکانات اور ساحل کے دلفریب منظر کو جو نو روز کے طویل سفر کے بعد دیکھنا نصیب ہوا تھا دیکھنا شروع کیا۔

سمندر سے دوانی چوانی اور پیسے نکال لینے کا حیرت انگیز منظر

ہماری آنکھوں نے آج وہ منظر دیکھا جو نہ ہماری آنکھوں نے کبھی دیکھا تھا اور نہ کانوں نے سنا تھا۔ چند کشتیاں چھوٹی چھوٹی بطور ڈونگی کے جہاز کی طرف آتی ہوئی دکھائی دیں ہر ایک پر دو دو تین تین آدمی سوار تھے اور خود سے کشتی کھیتے ہوئے آرہے تھے۔ جہاز کے قریب پہنچ کر ایک آدمی تو کشتی میں رہا اور بقیہ لوگ پانی پر اتر کر تیرنا شروع کئے اور جہاز والوں کی طرف سر اٹھا کر یا حاج خیرات یا حاج خیرات! کہکر چلانا شروع کئے۔ واقف کار لوگوں نے کہا کہ دوانی چوانی اور روپے پیسے پانی میں گرا دینے سے یہ لوگ اٹھا لیتے ہیں پانی میں ڈوبنے نہیں دیتے۔ یہ سنکر مجھے بڑی حیرت معلوم ہوئی اور آزمانے کے لئے میں نے پیسے پھینکے۔ ہمارے پھینکے ہوئے پیسے جیسے ہی پانی پر گرے ان لوگوں نے غوطہ مارا اور سمندر کے پانی کی صفائی میں گرائے ہوئے پیسے کو نکال لیا اور پانی کے اوپر آکر دکھلا دیا کہ دیکھو! تمھارے

گرائے ہوئے پیسے نکال لئے اور بدستور بالاچلانا سوال کرنا شروع کئے۔ لوگ پیسے دوانی چونی جو کچھ اوپر سے پھینکتے گئے ان سبھوں نے غوطہ لگا کر نکال لیا ڈوبنے نہیں دیا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب عرب تھے۔ یہ غریب لوگ اسی طرح سے جب کوئی جہاز آتا ہے تو جہاز کے قریب آ کر سوال کرتے ہیں اور اس طرح پر کچھ پیسے کھانے پینے کے واسطے حجاج سے حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ ایک پیسے کیلئے اپنی عزیز جان کو عمیق سمندر کے خطرناک آغوش میں ڈال دیتے ہیں۔ افسوس! چند ال پیٹ کی خاطر انسان کیا کیا نہیں کرتا ہے غریب اور نادار لوگ کس کس مشقت سے جان جوکھم میں ڈال کر اپنی روٹی حاصل کرتے ہیں اُن ہی انسانوں میں ہمارے جیسے کتنے لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا بلا مشقت و محنت کے ملنے پر بھی اپنے مالک و رازق کا شکر نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ہر روز اور ہر وقت اچھے اچھے نفیس کھانے پینے کی چیز کی سے لذت آشنا ہونے کی فکر میں سرگردان رہتے ہیں اور اپنے اوقات عزیز کو کھیل تماشے اور ہنسی مذاق میں گذارتے ہیں۔ کاش اگر ہم اپنے سے غریب اور مفلس لوگوں کے حال پر نظر ڈالیں اور غور کریں تو خداوند تعالیٰ و تقدس کے شکر گزار بندے بن جائیں فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

حکم حاکم مرگ مفاجات جہاز نے چند بار سیٹی بجایا آخر بڑے انتظار کے بعد کامران قرنطینہ کا ڈاکٹر جہاز پر آیا اور ہمایوں کے کپتان سے ملنے اور حجاج کی خیریت دریافت کرنیکے بعد اس نے اپنی رائے ظاہر کی کہ کل صبح کو اس جہاز کے حاجیوں کو کامران جانا ہوگا۔ آج نہیں اتر سکتے ہیں۔ بارہ بجے دن سے حجاج اپنے اسباب کو حسب ہدایت کپتان کے باندھ کر کامران میں اُترنیکے لئے تیار بیٹھے تھے۔ شام کے وقت اترنا ملتوی رہنے کا حکم سُنکر بستره کھولنے اور کھانے پینے کا سامان جہاز پر کرنے کی پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ بارہ گھنٹے رات تک بلا ضرورت جہاز پر حجاج کو رُکنے پر مجبور کیا گیا۔ اسکو حجاج سوائے برداشت کرنیکے کر ہی کیا سکتے تھے۔ بقول شخصے حکم حاکم مرگ مفاجات رات کو سب لوگ کھانے پکانے میں مصروف ہو گئے اور کھا پیکر نماز عشا سے فراغت کر کے سو رہے۔

تاریخ ۲۴ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء

کامران کا قرنطینہ اور واپسی آج چھ بجے صبح کو دو آگ بوٹ ساحل کامران سے آئے۔ جہاز کے سارے مسافروں کو حکم ہوا کہ جہاز سے اُتر کر آگ بوٹ پر سوار ہوتے جائیں۔ ہم لوگوں نے بستره اور پانی رکھنے کے لئے پیلپیہ اور لوٹا (بدھنا) رکابی اور ایک ساجوڑا کپڑا

پہننے کا اپنے ساتھ لے لیا اور جہاز سے آگ بوٹ پر بذریعہ سیڑھی کے اُتر آئے۔ جہاز سے کشتی پر اُترنے چڑھنے کے لئے سیڑھی باندھ دیجاتی ہے اُترتے وقت بہت سنبھل کر رسّی کو تھامے ہوئے اُترنا ہوتا ہے۔ اگر داہنے جانب قدم چھوٹا پڑ جائے تو انسان سمندر کی نذر ہو جائے۔ عورتوں اور بوڑھے مردوں کے لئے سیڑھی مذکور پر چڑھنا اُترنا بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ ہر ایک آگبوٹ میں تخمیناً دوسو آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ سات بجے یہ آگبوٹ ہم لوگوں کو لیکر کامران کے کنارے پر پہنچا اور وہاں سب کو اُتار کر دوسرے حاجیوں کو دوبارہ جہاز پر سے لانے کو گیا۔ سمندر کے کنارے سے تخمیناً دوسو گز کے فاصلے پر بھپارہ خانہ ہے ہم لوگ پہلے باہر کے برامدہ میں جہاں کرسی ٹیبل لگائے ہوئے ڈاکٹر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے ٹھیرائے گئے برآمدہ مذکور میں چند بینچ بھی بیٹھنے کے لئے رکھے ہوئے تھے اسپر قریب ایکسو آدمی بیٹھے اور بقیہ لوگ فرش زمین پر بیٹھ گئے۔ بھپارہ خانہ کے اندر داخل ہونیکے لئے علٰیحدہ علٰیحدہ دروازے بنے ہوئے ہیں۔ ایک دروازہ سے مردوں کا داخلہ ہوتا ہے اور دوسرے سے عورتوں کا۔ زنانہ دروازہ کے سامنے بائیں طرف ایک برقع پوش خاتون کی تصویر آویزاں ہے جو کہ اپنے داہنے ہاتھ سے دروازہ میں داخل ہونیکا اشارہ کر رہی ہے۔ قرنطینہ کے اسٹاف میں نیچے درجے کے ملازمین عرب لوگ ہیں۔ چند عورتیں عربی آئیں اور ہمارے ہمراہی و نیز دیگر عورتوں کو مکان مذکور کے اندر لیگئیں جہاں انکو ایک ایک تہبند اور ایک ایک چادر پہننے کے لئے دیئے گئے اور لیڈی ڈاکٹر نے سب کی نبض دیکھنے کے بعد انکو زنانہ غسل خانہ میں حسب دستور غسل کرنیکے لئے جانے کو کہا۔ اور اسی طرح ہم مردوں کو مردانہ دروازہ سے مکان مذکور کے اندر داخل کیا گیا اور ہر ایک کے سارے کپڑے بدن سے اُتروالئے گئے اور ہر ایک کو ایک ایک تہبند پہننے کے لئے ملا۔ دو دو تین تین منٹ کے بعد ایک انگریز ٹہل ٹہل کر سیٹی بجاتا تھا تاکہ لوگ جلدی کپڑے اُتار کر بھپارہ سے فراغت حاصل کریں۔ سب لوگوں کے اُتارے ہوئے کپڑوں اور بستروں کو اُٹھا کر عرب ملازمین نے بھاپ والے انجن کے اندر ڈال دیا اور انجن کا منہ بند کر دیا۔ کپڑے اُتارتے وقت سب لوگوں سے ہدایت کر دیگئی کہ روپے پیسے اپنے پاس رکھتے جاویں۔ چنانچہ ہم لوگوں نے بھی روپے وغیرہ ایک رومال میں باندھ کر اپنے ہاتھ میں رکھ لئے۔ اسکے بعد ایک دوسرے کمرہ میں سب کو قطار در قطار کھڑا کیا گیا اور قرنطینہ کا ڈاکٹر آیا اور ہر ایک کی نبض پر ہاتھ رکھ کر سرسری طور پر دیکھتا چلا گیا تب تیسرے کمرہ کا دروازہ کھلا۔ یہ تیسرا کمرہ غسل خانہ ہے۔ اسکی چھت میں تقریباً بیس نل سوراخ دار چار یا پانچ فٹ کے فاصلہ پر لگے ہوئے ہیں۔ ہر ایک میں باہر کے انجن سے

پانی آنیکا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ اس طرح کے چند کمرے زنانے اور مردانے غسل خانہ کے ہیں جہاں بیک وقت
پچاس ساٹھ آدمی غسل دلائے جاتے ہیں۔ غسل خانہ میں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد میں مندرجہ بالا نلوں سے
پانی فوارہ کی طرح سے گرنے لگا۔ اور ایک ملازم نے ہر ایک کی پیٹھ اور سینہ پر سفید پوڈر از قسم دوا کے لگا دیا
اور سب سے کہتا گیا کہ خوب مل مل کر نہاؤ۔ قریب دس منٹ تک پانی گرتا رہا اور غسل لوگ باطمینان کرتے رہے
غسل کرتے وقت اچھا معلوم ہوتا تھا تیز گرم پانی تھا میل بھی خوب چھوٹتا تھا مگر چونکہ سمندر کا پانی تھا
منہ میں پانی جانے سے زبان کا ذائقہ بگڑ جاتا تھا۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہم کے شکار ہونیکے باعث
خوب اچھی طرح سے بدن کو دھو مل کر نہانے سے احتراز کر رہے تھے اور نمائشی طور پر بدن کے بعض بعض
حصے پر انھوں نے پانی پہنچایا اور بعض حصے کو بچاتے رکھا اور یہ انکی غلط فہمی تھی۔ قرنطینہ مذکور کا غسل بدن
کی کثافت کو دور کرنے اور بیماری کے جراثیم کو مارنیکے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے حکمتاً یہ ترکیب بہتر اور مناسب ہے
غسل کرنیکے بعد چوتھے کمرہ میں داخل کیا گیا جہاں انجن کے اندر سب لوگوں کے کپڑے دھوبیوں کی بھٹی
چڑھانیکے طور پر بھاپ دیئے جا رہے تھے پانچ منٹ کے بعد انجن کا دروازہ کھلا اور بالکل کپڑے اور بستر
وغیرہ نکال کر عرب ملازمین نے انبار لگا دیا اور خُذُوا ثِيَابَكُمْ خُذُوا ثِيَابَكُمْ کا شور مچانے لگے۔ یعنی
اپنے کپڑے لیتے جاؤ۔ اپنے کپڑے لیتے جاؤ۔ اپنے اپنے کپڑے اور بستر پہچان پہچان کر لوگ لینے لگے۔ سب کسی کے کپڑے
اور بستر ایک ساتھ ڈال دیئے جاتے ہیں اور کسی پہ کوئی امتیازی نشانی لگایا نہیں جاتا ہے اس لئے کپڑوں
اور بستر کے پہچان کرنے میں بڑی دیر لگتی ہے اور طوفان بے تمیزی کا سامنا اس جگہ پر بھی ہوتا ہے کیا اچھا
اگر حجاج کے کپڑے اتارتے وقت اور انجن میں ڈالنے سے پہلے ہی ہر ایک پر کوئی امتیازی نشان لگا دیا جایا کرتا
انجن سے نکالے ہوئے کپڑے گرم گرم پہننے کے قابل نہیں ہوتے ہیں۔ مگر مجبوراً ویسے ہی گرم گرم کپڑے لوگ
پہن لیتے ہیں۔ مجھے اسکی نسبت پہلے سے ہی معلوم تھا اس لئے اپنے اور اپنی جماعت کے سب لوگوں کے ہمراہ
ایک ایک جوڑے کپڑے اس موقع پر بدلنے کیلئے جہاز سے لائے ہوئے تھے وہی کپڑے ہم سب بدل لئے گئے
اور بھاپ والے گرم گرم کپڑے بدلنے کی زحمت سے بچے۔ جہاز سے اترتے وقت اگر لوگ آئندہ اپنے ہمراہ
ایک جوڑا کپڑا بعد از غسل بدلنے کیلئے لیجایا کرینگے تو اچھا ہوگا۔ بہر حال ہم سب لوگ اور دیگر لوگ بھی
اپنے اپنے کپڑے اور بستر پہچان پہچان کر لیتے گئے اور باہر برآمدہ میں آئے جہاں ہمارے چھتریوں جوتوں
پنکھوں اور چھڑیوں کو بھی غسل دیکر ڈھیر کر دیا گیا تھا پہچان پہچان کر اپنی اپنی چیزیں یہاں بھی لیتے گئے

میری جماعت کی عورتیں بھی یہاں پر پہلے سے آئی ہوئی موجود تھیں۔ اب سب لوگ قرنطینہ کیمپ کیطرف روانہ ہوئے۔ قرنطینہ کیمپ میں مکانات بنے ہوئے ہیں جن کی تعداد بیس ہے۔ ہر ایک مکان میں ایک بڑا سا ہول ہے اور اسکے دونوں طرف برامدے یعنی سائبان ہیں۔ ہر ایک مکان میں دو سو آدمیوں کے رہنے کی گنجائش ہے۔ یہ سارے مکانات لکڑی اور کھجور کی چٹائیوں کے بنے ہوئے ہیں۔

فسٹ اور سکنڈ کلاس کے مسافروں کیواسطے ایک پختہ مکان بنا ہوا ہے۔ اسی پختہ عمارت میں کیمپ کے ڈاکٹر رہتے ہیں۔ کیمپ کے اندر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ اور پاخانے زنانے اور مردانے علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ کیمپ کے اندر دکانیں چائے۔ شربت۔ روٹی۔ کھجور۔ گوشت۔ مرغی۔ انڈے۔ بکرے۔ دنبے۔ چاول۔ تربوز اور مسقط کے حلوے وغیرہ کی ہیں۔ اور کیمپ کے اندر جتنی چیزیں فروخت ہونیکے لئے آتی ہیں کیمپ کے ڈاکٹر جانچ کر لیتے ہیں۔ اور ناقص خراب اشیاء کو باہر کرا دیتے ہیں۔ کیمپ کے چاروں طرف خاردار تار گھرے ہوئے ہیں۔ اس احاطہ سے باہر حجاج کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ عرب پہرہ دار تعینات رہتے ہیں۔

مندرجہ بالا مکانات میں لوگ پہنچکر اپنے بستر ے جارہے تھے ہم لوگوں نے بھی ایک مکان میں پہنچکر اپنے بستر ے لگا دیئے اور روٹیاں اور کھجور۔ تربوز وغیرہ لاکر کھانا پینا شروع کئے۔ بہت سے لوگوں نے خود سے کھانا پکا پکا کر کھایا پیا۔ یہاں پر لکڑی اور پانی سرکاری طور پر مفت حجاج کو ملنے کا دستور ہے اور ملتا ہے۔ کامران میں کنواں نہیں ہے سمندر کے پانی کو مشین کے ذریعہ سے میٹھا طیار کر کے پینے کے مصرف میں لایا جاتا ہے۔

باشندگان کامران کا حال گذشتہ شب کو ایک عرب سپاہی مسمی عبد اللہ باشندہ جزیرۂ کامران سے (جو کہ جہاز ہمایوں پر تعینات ہوا تھا) مینے جزیرۂ کامران کے متعلق معلومات حاصل کئے۔ اور اسکے بیان سے مجھے معلوم ہوا کہ جزیرۂ کامران کی اصلی بستی ساحل سمندر سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ بالکل آبادی عرب مسلمانوں کی ہے۔ سمالی اور یمنی بھی آباد ہیں۔ اور سب کی مجموعی تعداد قریب دو ہزار سے کم ہے۔ مسجدیں بھی چار ہیں جنمیں ایک جامع مسجد ہے۔ یہاں کے باشندے زراعت نہیں کرتے اور بہت غریب ہیں۔ مزدوری اور معمولی تجارت مچھلیاں۔ بکرے۔ دنبے۔ مرغ۔ مرغیاں وغیرہ اور سمندر کی بڑی بڑی کوڑیاں اور سیپ کی اشیاء اور کھجور کے پتیوں سے بنائی ہوئی چٹائی اور ٹوکریاں زنبیل وغیرہ کی کر کے اوقات گذاری اپنی کرتے ہیں۔ حج کے ایام میں مندرجہ بالا اشیاء کی تجارت اور دیگر ایام میں مکانات کی تعمیر اور مرمت جہاز کے کاموں میں رہکر اپنی روٹی حاصل کرتے ہیں۔ قرنطینہ کے اسٹاف میں بھی عرب مرد اور عورتیں ملازم ہیں۔

اور تقریباً سب کے سب جاہل ہیں تعلیم و تربیت کا انکے کوئی سامان نہیں ہے اپنے مسلم برادران کی مندرجہ بالا حالت سنکر اور دیکھ کر مجھے نہایت افسوس ہوا۔ اور ہے۔ کاش حکومت اُن کی تعلیم و تربیت کا نظم قائم کرتی تو ان کی معاشرتی حالت بدتر سے بہتر ہو جاتی۔

قرنطینہ کیمپ کے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات

بمبئی سے روانگی کے وقت مولوی حضرت اللہ صاحب داروغہ مسافر خانہ نے مجھے ایک خط ڈاکٹر غوری صاحب (ڈاکٹر قرنطینہ کیمپ کامران) کے نام کا دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف سے مل کر خط اُن کو دیا۔ آپکا نام ڈاکٹر اختر یار خان ہے۔ آپ باشندہ احمد آباد کے ہیں بڑے خلیق نوجوان ہیں۔ میرے ساتھ قیام گاہ پر میرے تشریف لائے اور فرمایا کہ "اگر آپ دوسرا امکان علیحدہ چاہیں تو میں اسکا سامان کر دوں اور جو کچھ آپ چاہتے ہوں میں مدد کروں"۔ میں نے سوا پانی پینے کے اور کسی چیز کی ضرورت نہ بتلائی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے میرا ٹین کا پینے کا پانی رکھنے کا ایک عرب ملازم کے حوالے کر کے اسکو حکم دیا کہ پانی پہنچا دو۔ اور جتنا پانی درکار ہو پہنچا دینا۔ پھر مجھ سے یہ فرما کر اپنی ڈیوٹی پر گئے کہ "اگر اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے آپ فرمائینگے"۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی ہمدردی قابل صد آفرین ہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر میں ڈاکٹر صاحب کے قیامگاہ پر انکا شکریہ ادا کرنے کو گیا۔ بڑی خاطر سے پیش آئے اور دیر تک مجھ سے ان سے باتیں ہوتی رہیں عندالاستفسار آپنے بتلایا کہ آج تک پچانوے جہاز سنہ حال میں کلکتہ۔ بمبئی۔ رنگون۔ کراچی۔ سنگھاپور وغیرہ سے آتے گئے۔ گذشتہ بیس سال کی مدت میں اتنے جہاز نہیں آئے تھے۔ کامران کے نام کا وجہ تسمیہ آپنے بیان فرمایا کہ اصل نام قمران ہے خلیفہ ہارون رشید کے عہد سلطنت میں اس جزیرہ کا پتہ لگا تھا لہذا اسکا نام خلیفہ ممدوح نے اپنے بیٹے قمران کے نام پر موسوم کیا۔ کثرت استعمال کے باعث قمران سے کامران مشہور ہو گیا یہاں کی آبادی اور باشندگان کے ذریعہ معاش کے متعلق پوچھنے پر آپنے بھی وہی باتیں بیان کیں جن کو میں اوپر درج کر چکا ہوں۔ اسکے بعد میں ان سے رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر چلا آیا۔

کامران کے عرب ملازمین کی سچائی

کامران قرنطینہ کیمپ کے عرب ملازمین کی سچائی اور ایمانداری بھی قابل نوٹ ہے باوجود کثرت اژدحام حجاج کے ملازمین مذکور حجاج کے اسباب کو گول مال خورد برد نہیں کرتے ہیں۔ حجاج کے سارے سامانوں کو ایک ایک کر کے باہر لا کر رکھتے ہیں تاکہ پہچان پہچان کر اپنی اپنی چیز لوگ لے لیویں۔ میری جماعت کے ایک آدمی مسمی نبو خلیفہ ساکن راجگھاٹ بنارس نے

اپنا ایک بکس جسمیں دو سو روپے تھے اور جہاز کی ٹکٹ تھی۔ ڈاکٹری معائنہ والے کمرے کے باہر رہ آدمے میں چھوڑ دیا تھا بکس جوں کا توں مل گیا جس عرب نے میرے واسطے ایک ٹین پانی ڈاکٹر صاحب کے حکم کے مطابق لایا تھا اُسکو میں ایک آنہ پیسہ دینے لگا تو وہ بول اُٹھا کہ اگر فی سبیل اللہ مجھے صدقہ دیتے ہو تو میں لیتا ہوں ورنہ میں تو ملازم ہوں نہیں لے سکتا ہوں۔ میں نے کہا تمہیں خدا کے واسطے دیتا ہوں تب اس نے لیا اور دعا دیتا ہوا چلا گیا۔

قرنطینہ سے واپسی دو بجے دن کو ملازمان قرنطینہ کیمپ نے غل مچانا شروع کیا کہ آگبوٹ آگیا۔ حاجیو چلو! حاجیو چلو! لوگوں نے اپنا اپنا اسباب سنبھال کر روانہ ہونا شروع کر دیا۔ دھوپ کی شدت کے باعث میں نے تہیہ کر لیا کہ پیچھے جاؤنگا آخر چار بجے دن کو والدہ صاحبہ و ہمشیرہ اور دیگر ہمراہیوں کو اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوا اور ساحل سمندر پر آگبوٹ میں سوار ہو کر ہمایوں جہاز پر چلے آئے۔ سارے حجاج قرنطینہ کیمپ سے جہاز مذکور پر چھ بجے شام تک پہنچ گئے۔

قرنطینہ سے واپس آنے پر بھی جہاز نہیں کھلا سات بج چکے اور نماز مغرب سے بھی ہم لوگ فارغ ہو گئے ہیں گرمی سخت ہے باوجود شدت گرمی اور حجاج کی پریشانی کے بھی کپتان بہت بے پرواہی اور بے اعتنائی برت رہا ہے۔ جہاز کی روانگی کو اس نے بلا ضرورت اور بلا وجہ روک رکھا ہے کہتا ہے کہ کل صبح کو کھلیگا۔ **شعر**

شب تاریک بیم موج و گردابے چنیں حائل		چہ دانند حال ما سبکساران ساحلہا	

کپتان جہاز کے سب سے اوپر کے درجہ میں رہتا ہے اور وہاں سارے سامان راحت موجود ہیں اسکو گرمی کی شدت اور جگہ کی قلت کی مصیبتوں میں مبتلا اور بے چین لوگوں کی کیا خبر اور کیسی پرواہ۔ قہر درویش برجان درویش۔ حجاج ساری تکالیف اور مصیبتوں کو جس طرح بھی ہو انشاء اللہ تعالیٰ برداشت ہی کرینگے۔ غریب حجاج سوا برداشت اور صبر کرنیکے اور کر ہی کیا سکتے ہیں **شعر**

جتنا جی چاہے ستالے ستم ایجاد مجھے		آشکل تصویر ہوں آتی نہیں فریاد مجھے	

تاریخ ۲۵ ذیقعدہ روز جمعہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۷ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

کامران سے جہاز کی روانگی ساری رات حجاج نے بڑی تکلیف کے ساتھ خدا خدا کر کے گذاری صبح کی نماز پڑھ کر میں جہاز کے پیچھے کی طرف جسکو سکان کہتے ہیں اوپر کے درجہ میں جا کر بیٹھا۔ اور صبح کا ۱۱

سہانا منظر دیکھنے لگا۔ سورج طلوع ہوتے وقت اسکی کرنوں کا پانی پر پڑنا اور پانی کی موجوں کا سانپ کی طرح لہرانا قابل دید پُر لطف منظر تھا۔ میں وہاں بیٹھا ہوا قرآن پاک تلاوت کر رہا تھا کہ ساڑھے چھ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا اور جزیرہ کامران کے پورب جانب سے دکھن جانب جہاز روانہ ہوا۔ اور جزیرہ کامران ساحل کے علاوہ اسکے دوسرے جانب بھی دوسرا ساحل نظر آیا۔ دونوں ساحلوں کے درمیان میں ہوکر جہاز کا گذرنا بڑا ہی دلچسپ اور دلفریب منظر پیش کر رہا تھا۔ مندرجہ بالا دونوں ساحل کے درمیان میں سمندر کا پاٹ نہایت چھوٹا ہے اور اسکے دونوں طرف پانی پر روشنی والا پیپہ تیرتا رہتا ہے جو دن کو اپنے وجوہ سے اور رات کو اپنی روشنی کے ذریعہ سے جہازوں کی رہنمائی کیا کرتا ہے۔ اس قسم کے پیپے دور تک دکھائی دیتے اسکے بعد ہمارے جہاز نے اپنا رُخ پچھم جانب کیا۔ اب یہاں سے سمندر کا پاٹ بہت بڑا نظر آتا ہے اور حدِ نظر تک سوائے پانی اور آسمان کے دوسری چیز نظر نہیں آتی۔

میقات یلملم کامران سے چھتیس ۳۶ گھنٹے پر

کہتے ہیں کہ کامران سے جدہ اڑتالیس ۴۸ گھنٹے پر جہاز کا راستہ ہے اور میقات یلملم یعنی یلملم پہاڑ کا سیدھ جہاں سے حاجیوں کو احرام حج باندھنا ضروری ہو جاتا ہے کامران سے چھتیس ۳۶ گھنٹے پر جہاز وہاں پہنچتا ہے۔ آج جہاز پر بعضے لوگ احرام باندھ رہے ہیں۔ مناسک حج کی کتابوں میں لکھا ہے "کہ میقات پر پہنچنے سے قبل احرام باندھنا افضل ہے بشرطیکہ محظورات سے بچ سکتا ہو"۔ اسوقت کیک جہاز آتے اور جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ مغرب کے قریب سے ہوا بہت تیز ہو گئی ہے۔ مسافروں کو تو عافیت اور بڑی فرحت معلوم ہو رہی ہے مگر جہاز کی رفتار سست پڑتی جاتی ہے

تاریخ ۲۶ ذیقعدہ روز شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۸ مئی ۱۹۲۷ء

احرام باندھنے کی طیاری اور میقات یلملم پہاڑ دیکھنے کا شوق

اکثر حجاج رات شب بیداری میں بسر کئے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ صبح سویرے اُٹھ کر میں نے وضو کیا اور تلاوت قرآن پاک کی کر کے نماز فجر ادا کی۔ اور جہاز کے سکان پر بیٹھ کر سمندر میں مظاہر قدرت کا نظارہ گھنٹوں کرتا رہا۔ کیک ولایتی جہاز جاتے ہوئے دکھلائی دیئے۔ احرام باندھنے کے جذبات میرے دل میں موجزن تھے اُسی تصور اور ولولے میں حسب ذیل نظم موزوں کر کے لکھا اور رفیقان جہاز کو اپنے پڑھکر سُنایا۔

وھو ھذا

للہ الحمد قریب آگیا میقاتِ حرم	بادِ رحمت چلی۔ آتا ہے چلا ابرِ کرم
ہمدمو خوش ہو کہ ہم سب کا نصیبا جاگا	کلفتِ راہ کا باقی نہ رہیگا کچھ غم
فصلِ گل آگیا گلشن سے خزاں جاتی رہی	نعمہ زن بلبلیں آزادی سے ہوئیں باہم
دیارِ طیبہ میں حبیب اپنا گذر ہونیکو ہے	جہاں پیدا ہوئے محبوب خدائے عالم
احترام حرمِ پاک کی خاطر یارو	لو وضو کرکے کفن پوش بنو تم یکدم
کر دوگانے سے فراغت کرو نیت حج کی	حجِ افراد کی گر رکھتے ہو خواہش یکدم
نیتِ عمرہ کرو گر ہے تمتع کا خیال	حج کے اقسام میں ہے یارو یہ آسان یکدم
نیتِ عمرہ و حج کی کرو یکساتھ اگر	حجِ قِران کی سختی کا نہیں ہے تمہیں غم
جو ہے کرنا وہ خدا کے لئے جلدی کرلو	حق کے انعام و عنایت کو نہ بھولو یکدم
حج کے ارکانوں میں احرام ہے رکن اوّل	باندھو ہمت کی کمر جیسے رہو تازہ دم
صدق دل سے پڑھو لبیک غلاموں کی طرح	مولی کو خوش کرو تا زیادہ کرے فضل و کرم
حمدِ خالق کرو اور نعتِ شہِ کون و مکاں	تاکہ راضی ہو خدا اور رسولِ اکرم
کس زباں سے ہو ادا تیری ثنا ای خالق	اپنے بندوں پہ ہیں بے حد ترے الطاف و کرم
حج کے ارکان خدایا ہیں بڑے یا چھوٹے	بے مدد تیرے ادا کرنے سے قاصر ہیں ہم
صدقۂ احمد مختار عطا کر توفیق	سختیاں کیسی بھی ہوں ہاریں نہ ہمت کو ہم
حج و اعمال کو ہم سب کے خدایا مقبول	کیجیو از پئے محبوبِ خدائے عالم

ہے دعائے دلِ پُر درد حبیب غمگیں
تا ابد ہم پہ خدا تیرا رہے فضل و کرم

اس وقت جہاز ہمایوں میں عید کی سی خوشی ہے اور احرام باندھنے کی تیاری میں ہر ایک بڑے چھوٹے مرد عورتیں سب ہی مصروف ہیں۔ کوئی غسل کر رہا ہے کوئی احرام کے کپڑے زیب تن کرکے دوگانہ ادا کر رہا ہے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مالک حقیقی کے سامنے صدائے لبیک لبیک پکار رہا ہے ہمنے بھی دس بجے دن کو غسل کیا اور وضو کرکے احرام کے دو کپڑے تہبند اور ایک چادر اوڑھ کر دوگانہ نماز نفل ادا کی اور نیت احرام حج قران کی اس طور پر کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ

وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھِمَا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ اسکے بعد باواز بلند تلبیہ کہا یعنی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ ایکبار تلبیہ کہنا ضروری ہے اور تین بار مسنون۔ اس لئے تین بار کہا۔ پھر والدہ صاحبہ مدظلہا کو بغرض حج تمتع عمرہ کی نیت بتلا کر دوگانہ نماز نفل پڑھا کر احرام بند ھوایا دنیز ہمشیرہ و دیگر ہمراہی عورتوں کو بھی حج تمتع کا احرام بندھوایا۔ سارے جہاز میں صدائے لبیک گونج رہی ہے اور دلوں پر عجیب اثر پیدا کر رہی ہے۔ خدائے واحد کے سارے بندے۔ امیر فقیر۔ عالم و جاہل ادنے و اعلے پرہیزگار و خطاکار مختلف ممالک کے باشندے چینی۔ جاوی۔ بخاری۔ بلخی۔ خراسانی۔ افغانی۔ ترکی۔ عربی۔ اور ہندوستانی سب کے سب ایک طرح کے لباس تہبند اور چادر زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ اور بالفاظ دیگر اختیاری کفن پہنے ہوئے نظر آرہے ہیں اور ہر ایک کے چہرہ سے خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو بچھڑے ہوئے غلاموں کو اپنے مولی کی بارگاہ عالم پناہ میں شرف حاضری اور دل کی اُمنگوں اور ساری تمناؤں کے پوری ہونے کی امید اپنی جھلک کھلا کر سرشار اور مست کئے ہوئے ہے۔

ایک اور بنگالی کی موت

دنیا میں جہاں عیش و راحت اور خوشی و مسرت کے سامان بے شمار ہیں وہاں دل خراش اور مایوس کن لامعلوم حوادثات بھی اپنی مہیب صورت دکھلائے بغیر نہیں رہتے۔ حضرت ملک الموت اپنے کام میں ہمہ دم اور ہر جگہ مستعد ہیں۔ دور و نزدیک خشکی اور دریا۔ امیر و فقیر۔ مقیم و مسافر انکے نزدیک سب برابر ہیں۔ آج ہمارے جہاز کے ایک اور بنگالی بھائی باشندہ ضلع میمن سنگھ جو کہ بیمار تھے اور پیمانہ عمر انکا لبریز ہو چکا تھا لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ پکارتے ہوئے مولائے حقیقی کے حضور میں انکی روح حاضر ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حسب دستور غسل و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور انکی نعش کو سپرد سمندر کر دیا گیا اور دائمی حج کا ثواب پانیکے وہ مستحق ہو گئے اور جوار رحمت میں حضرت جل و علا کے جا بسے۔ جہاں سب کسی کو ایک دن جانا ہے۔ شعر

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید	ز جام مرگ مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

احرام باندھنے کی سیٹی پر جہازیوں کو خطرہ پیش آنیکا گمان

بارہ بجے دن سے آج سمندر میں طغیانی بہت ہے اور ہوا بھی تند ہے سامان طوفان کا معلوم ہوتا ہے۔ جہاز آگے اور پیچھے کی طرف سے دو دو چار چار منٹ پر اوپر اُٹھتا اور نیچے بیٹھتا ہے اللہ پاک رحم فرما وے مجھے پھر بھی چکر دوران سر اور متلی شروع ہو گئی ہے۔ بیٹھنا اور کھڑا ہونا سخت دشوار ہو گیا ہے اپنے بستر سے پر

لیٹا ہوا آنکھیں بند کئے ہوئے خداوند کریم سے بخیرو عافیت پہنچنے کی دعا کر رہا ہوں اور بہت سے لوگ جہاز کے اندر دوران سر اور متلی کی شکایت میں مبتلا ہو کر تصویر حیرت بنے ہوئے خدائے تعالیٰ سے رحم کے طلبگار ہیں۔ کامران سے جہاز کو روانہ ہوئے پینتیس ۳۵ گھنٹے گذر چکے یلملم پہاڑ ہنوز نظر نہیں آیا تھا کہ یکایک جہاز کی سیٹی انجن نے دی لوگ اپنے اپنے بستر سے اٹھکر یلملم دیکھنے کے مشتاق باہر نکل آئے مگر جہاز کے خلاصیوں کو دھوکھا ہو گیا کہ شاید جہاز پر کوئی مصیبت دریائی آئی بے تحاشہ لائف بورڈ کو اپنے اپنے گلے میں ڈال کر جہاز کی چھتری پر چڑھ گئے پیچھے انکو بتلایا گیا کہ کوئی خطرہ اور اندیشہ نہیں ہے۔ کپتان نے دُوربین سے یلملم پہاڑ کو دیکھ کر حجاج کو ہوشیار ہو جانے اور احرام باندھنے کے لئے سیٹی دی تھی۔ اب مغرب کا وقت ہو گیا یلملم پہاڑ ہم لوگوں کو ابھی تک دکھلائی نہیں دیا۔ نماز مغرب کے بعد ایک گھنٹہ انتظار کر کے میں نے نماز عشا پڑھی۔ چکر کے باعث بیٹھ نہیں سکتا تھا اسلئے بستر پر لیٹ گیا۔

تاریخ ۲۷ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۹ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

بحر احمر کی طغیانی رات بھر صورت مست ہاتھی کے جہاز چلتا رہا ہوا کی تیزی کم نہ ہوئی بلکہ ترقی پر ہے۔ آج ہمارا جہاز بحر احمر سے گذر رہا ہے۔ جہاز کے اگلے اور پچھلے حصے پر جانا آنا کھڑا ہونا مشکل ہو رہا ہے طغیانی اور تموج دل دہلاتا اور قوی دلوں کو پانی بنا رہا ہے۔ عام طور پر لوگوں کی طبیعتیں پریشان اور مضمحل ہو رہی ہیں۔ آج آٹھ بجے صبح کو جہاز جدہ شریف پہنچنے والا تھا اسی امید پر میٹھا پانی کے ٹکٹ حاجیوں سے کل کے ہی دن واپس لے لئے گئے تھے اور سب لوگوں نے اپنے اسباب کو اترنے کے لئے باندھ چھاند کر طیار کر رکھا تھا مگر آج سات بجے صبح کو کپتان نے پانی تقسیم کرنیکے لئے حکم دیدیا ہے اور کہدیا ہے کہ لوگ کھانا پینا کرتے جاویں۔ طغیانی کے باعث مقررہ وقت پر جہاز اپنی مسافت طے کرنے سے قاصر رہا امید ہے کہ بارہ بجے یا ایک بجے دن تک آج جہاز جدہ پہنچیگا۔

جہاز راستہ بھول گیا خدا تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ دن کا وقت ہے کپتان جہاز کا اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا دُوربین سے سمت دریائی راستہ کا دیکھ کر جہاز کو لئے جا رہا ہے مگر عجب اتفاق کہ جدہ کا راستہ بھول گیا اور دوسری طرف یعنی جدہ سے پچھم اور دکھن تو بیس بیس پچیس میل کے نکل گیا تب پیچھے کی طرف سے ایک دوسرا جہاز آیا اور راستہ بتلا کر واپس چلا گیا۔ ہمارا یوں جہاز جب جدہ ساحل کے قریب میں پہنچا تو اسکی رہنمائی کرنے کو کشتی پر عرب ملاح آئے اور اسکی رہنمائی پر آہستہ آہستہ جہاز چلتے چلتے الحمد للہ

کہ دو بجے دن کو ساحل جدہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر لنگر انداز ہوا۔ جدہ میں سمندر کے اندر پانی میں پہاڑ ہیں۔ اور پہاڑ کا سلسلہ دُور تک چلا گیا ہے اس وجہ سے پانی کم رہتا ہے اور جہاز اور کشتیوں کے لئے بڑے خطرہ کا مقام ہے۔ دو پہاڑوں کے سلسلے کے بیچ میں گہرائی ہے اور اسکے دونوں طرف پختہ ستون بنا دیئے گئے ہیں اور نشان لگا دیئے گئے ہیں۔ ان ستونوں کے باہر پہاڑ ہیں۔ کشتیاں اسی کے اندر اندر آمدورفت کرتی ہیں اور سمندر کے عمیق پانی میں جہاں جہاز لنگر انداز ہوتا ہے وہاں سے آدمی اور مال و اسباب اُتار کر انھیں کشتیوں میں جدہ کے ساحل پر پہنچائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر جدہ سے پانی کی شکایت

جہاز نے لنگر انداز ہو کر چند بار سیٹیاں دیں۔ آدھ گھنٹے کے بعد لنچ یعنی ٹیر ولیم والی کشتی پر ڈاکٹر وغیرہ آئے اور ہمایوں کے حجاج سے دریافت کیا کہ جہاز میں پانی وغیرہ کی تکلیف تو نہ ہوئی۔ قاعدہ ہے کہ تحقیقات کے وقت میں سفید پوش لوگ کنی کتاتے اور حقیقت کے رُخ پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے اظہار حقیقت نہیں کی پر چند غریب حجاج نے شکایت کی کہ جہاز میں ہم لوگوں کو پانی کی سخت تکلیف ہوئی۔

جہاز سے اُتر کر کشتی پر جدّہ جانا

اس وقت جہاز پر سارے لوگوں کو بیحد خوشی تھی۔ سبھی لوگ اسباب اُتروانے اور جلدی حجاز کی مقدس سرزمین پر قدم رکھنے کے لئے مضطرب تھے۔ جدّہ کی عالی شان عمارتیں نظر آرہی تھیں اور سارے حجاج کے دلوں میں آتش اشتیاق تیز ہو رہی تھی اور جہاز پر ایک ساعت ٹھیرنا نہایت شاق گذر رہا تھا سچ ہے شعر

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک	آتش شوق تیز تر گردد

ساحل جدہ سے کشتیاں جن کو ہوڑی کہتے ہیں آئیں اور جہاز کے دونوں بازوؤں میں دو سیڑھیاں حجاج کے اُترنے کے لئے حسب دستور لگائی گئیں کشتیوں کے عرب ملاح جہاز کے اوپر آتے گئے۔ گو یہ ساری کشتیاں حکومت کی طرف سے ہوتی ہیں اور ملاحوں کو اجرت لینے کی سخت ممانعت ہے۔ حکومت جدہ میں کشتی سے اُترنے کے ساتھ ہی فی کس سوا روپیہ کرایہ ہوڑی وصول کر لیتی ہے تاہم یہ لوگ مسافروں سے اپنی من مانی اجرت طے کر کے اپنی کشتی پر حجاج کے مال و اسباب کو اور حجاج کو سوار کرتے ہیں۔ غیر اسکے پاس پھٹکنے نہیں دیتے حجاج کو بھی جلدی بازی کے باعث اجرت دینا قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔ از روئے تجربہ ملاحوں کو اجرت دیکر کشتی پر سوار ہونے میں آسانی اور عافیت بھی ہوتی ہے اور ایک ہی کشتی میں ساتھ ساتھ اسباب بھی

چلا جاتا ہے۔ ورنہ خود ایک کشتی پر ہیں اور اسباب کسی دوسری پر۔ اور ایسا ہونے کی صورت میں اسباب کے نقصان ہونے کا احتمال زیادہ ہے۔ حیدرآبادی قافلہ والوں نے اپنے معلم بدرالدین صاحب کے ذریعہ سے عرب ملاحوں سے بات طے کرکے اپنے اسباب اُتروالئے اور روانہ ہونا شروع ہوئے۔ اور اسی طرح سے جو واقف کار اور تجربہ کار تھے وہ ملاحوں سے بات چیت طے کرکے اپنے اسباب اُتروا رہے تھے اور روانہ ہوتے جاتے تھے۔ ہم لوگوں نے بھی دیکھا دیکھی اسکی کوشش کی اور ایک بوڑھے ملاح سے فی کس آٹھ آنے کے حساب سے بایں شرط اجرت طے کی کہ سوا روپیہ سرکاری کرایہ کشتی وہاں پہنچکر فی کس ادا کرنا پڑیگا۔ اور ملاحوں کو کیا دیا ہے اسکا نام نہیں لینا ہوگا۔ ملاح مذکور اور اس کے ہمراہیوں نے ہمارے اسباب کو جہاز سے اُٹھا کر رسّے میں باندھا اور کشتی میں لٹکا کر اُتار دیتے گئے۔ لالٹین صراحی لوٹا۔ اس قسم کی چیزوں کو ٹوٹنے کے خیال سے ہم لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور سیڑھی کے ذریعہ اتر کر کشتی مذکور جس پر ہمارے اسباب تھے سوار ہو گئے۔ بوڑھے ملاح مذکور نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے کہا کہ "تم نے جو روپے دئیے ہیں اس کا نام مت لینا۔ اس کو سمجھ لو کہ صدقہ دیا ہے" مندرجہ بالا باتیں اس نے اپنی زبان عربی میں کہی تھیں۔ اسکے جواب میں میں نے اس سے کہدیا کہ اچھا نہیں کہونگا۔

عورتوں اور کمزوروں کیلئے خطرناک موقع

جہاز کی سیڑھی سے جدّہ میں کشتی میں سوار ہونیکا موقع عورتوں اور کمزوروں کے لئے خطرناک ہے۔ سمندر کے موج کشتیوں کو تہ وبالا کرتے رہتے ہیں کشتیاں اُٹھتی بگڑتی رہتی ہیں۔ اُترتے وقت ملاح لوگ مسافروں کو ہاتھ پکڑ کر سیڑھی سے کشتی پر کھینچ لیتے ہیں اور بیٹھلا دیتے ہیں۔ اگر ہاتھ نہ پکڑیں تو آدمی سمندر کے آغوش میں جاتا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ ایسے ہی مواقع کے لئے عورتوں کے ساتھ محرم کا رہنا ضروری ہے جو عورتیں بغیر محرم کے اس مبارک سفر میں قدم رکھتی ہیں اس قسم کے موقعوں پر غیر محرم کے ہاتھ میں انکو اپنا ہاتھ دینا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ بہرحال ہم لوگ بخیر کشتی پر سوار ہوکر جدّہ روانہ ہوئے۔ سمندر میں بہت سے جہاز مصری۔ ترکی۔ جاوی۔ ہندوستانی لنگر انداز تھے۔ اور متعدد کشتیاں آمد و رفت کر رہی تھیں۔ اور ایک کشتی موٹر نما پٹرول سے چلنے والی ساحل کے پاس اِدھر اُدھر گشت کر رہی تھی اور اسمیں افیسر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ چار بجے ہم لوگ ساحلِ جدّہ میں قرنطینہ پلیٹ فارم پر اُترتے گئے۔ حجاز کی مقدس سرزمین پر ننگے پاؤں چلنا بہتر سمجھکر ہم نے جوتے اُتار لیے۔

جدّہ کا قرنطینہ اور چنگی خانہ

حجاج کو کشتی سے اُتر کر اوّل جس مکان اور دروازہ میں قدم رکھنا

پڑتا ہے وہ باب القسطنطنیہ ہے۔ یہاں داخلہ اور واپسی دونوں وقت میں ڈاکٹری معائنہ سرسری طور پر ہوتا ہے اور کشتی کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے اور وکیل معلم اسی مکان میں استفسار حال کرتے ہیں۔ کشتی سے اُترتے وقت ہم لوگوں سے دریافت کیا گیا کہ ملاحوں کو کرایہ تو نہیں دیا ہے" میں خاموش رہگیا اور لوگوں نے کہدیا کہ کچھ نہیں دیا ہے۔ اسکے بعد ہمارے اسباب کو کشتی پر لئے ہوئے چنگی خانہ کے دروازہ کے سامنے ملاح لوگ چلے گئے اور کشتی کنارہ پر لگائے ہوئے ہم لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ قسطنطنیہ کے دروازے پر جب ہم لوگ پہنچے تو وہاں چند عرب بیٹھے ہوئے تھے بحساب فی کس سوا روپیہ کے کشتی (ہوڑی) کا کرایہ طلب کئے ہم سبھوں نے حساب کر کے دیدیا۔ جب دروازہ مذکور سے باہر ہوئے تو ایک صحن میں داخل ہوئے۔ وہاں بہت سے وکیل معلم موجود تھے۔ وہ سب ہر ایک سے سوال کرتے تھے کہ کس ضلع میں مکان ہے اور معلم کون ہے ہر کوئی اپنے اپنے ضلع اور معلم کا نام بتلاتے جاتے تھے اور اپنے اپنے معلم کے حاجیوں سے وکیل معلم پاسپورٹ لے لیتے تھے اور باہر جانے کو کہتے تھے۔ چونکہ معلموں کی بدسلوکی اور عدم توجہی کا راز کھل گیا ہے اس لئے اس موقع پر دوسرے ضلع میں وطن رہنا اور دوسرے دیگر معلموں کا نام بعض آدمی بتلا دیا کرتے ہیں۔ انہیں ان کو اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ جب کسی نئے معلم کے پاس جاتے ہیں تو انکے آرام کا لحاظ نئے معلم کسی قدر کرتے ہیں۔ مجھے بھی اسی بنا پر اکثر لوگوں نے صلاح دی تھی کہ "نام بدل دینا۔ مگر میں نے ایسا نہیں کیا اور تن بتقدیر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے معلم علاقہ صوبہ بہار کا نام بتلا دیا۔ وکیل معلم نے ہم لوگوں سے پاسپورٹ لے لیا اور اسپر معلم کا نام نوٹ کر دیا اور ہم لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے اسباب کو کشتی پر سے اُتروا لو۔ یہاں پر کشتی سے اسباب اُتارنے اور قیامگاہ تک پہنچانے کے لئے سرکاری حمال (یعنی قلی) اور خچر گاڑیاں مقرر ہیں۔ حمالوں اور گاڑیوں کی اُجرت وکیل معلم حاجیوں سے وصول کر لیتے ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنے اسباب حمالوں کے ذریعہ کشتی سے اُتروا یا۔ اور سب چیزوں کو اپنے شمار کر لیا۔ کشتی سے اسباب اُترواتے وقت بہت ہوشیاری اور نگہبانی کرنی پڑتی ہے نہیں تو حمال لوگ دوسروں کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ غلطی سے اپنے اسباب کے ساتھ دوسروں کا اسباب جلد بازی میں اُٹھوا لیجاتے ہیں۔ غفلت کرنے سے زحمتاً اٹھانی پڑتی ہے۔ یہاں پر دوسرا مکان چنگی خانہ ہے جسکو انگریزی میں کسٹم ہوس اور عربی میں دار الرسوم کہتے ہیں۔ یہاں حجاج کے اسباب کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔ اشیاء ممنوعہ روک لئے جاتے ہیں اور تجارتی اشیاء پر محصول وصول کیا جاتا ہے۔ لکڑی۔ لوہے ٹین اور چمڑے کے بکس عموماً کھول کر دیکھے جاتے ہیں۔ اور اوراد و دیات اور جن

مالوں پر شبہ کسی طور کا ہوتا ہے رکھ لئے جاتے ہیں اور بعد تحقیقات اور تشفی ہونیکے دیئے جاتے ہیں حمالوں نے ہمارے اسباب کو اول جنگی خانہ میں پہنچایا۔ ہمارے بکس جتنے تھے روک لئے گئے اور بقیہ اسباب بستر وغیرہ باہر لیجانے دیئے گئے۔ مجھ سے کہا گیا کہ بکس کے قفل کھول کر اندر بکس کے کیا کیا چیزیں ہیں دکھلاؤ۔ قفل کھول کر میں نے معائنہ کنندہ سے دیکھنے کو کہا ضروری اشیاء کے سوا ممنوعہ یا تجارتی چیزیں کچھ نہیں تھیں۔ دیکھ بھال کر کے مجھے اجازت جانے کی مل گئی۔ حمالوں نے ہمارے اور ہمارے ہمراہیوں کے سارے اسباب کو جنگی خانہ کے باہر احاطے میں جو ایک وسیع میدان ہے اسمیں لاکر ایک جگہ پر رکھدیا حمال یہاں کے بڑے سیدھے سادے ہوتے ہیں عقل سے کام کم لیتے ہیں اسباب کے ٹوٹنے پھوٹنے اور نقصان ہونے کی پرواہ بھی انکو نہیں ہوتی ہے انکو صرف پہنچا دینے سے کام ہے۔ ہمارے اسباب ایک جگہ پر رکھے ہوئے تھے۔ ایک حمال دو تین من کا وزنی بورا اپنی پیٹھ پر لایا اور ہمارے بکس پر پٹک دیا حالانکہ بورا کسی اور کا تھا ہمارا بکس دب گیا اور نقصان ہو گیا۔

شربت پلا کر جھگڑا کرنا

جدہ میں دستور ہے کہ جہاز سے جب حجاج اُتر کر باب القرنطینہ وجنگی خانہ کے باہر صحن میں آتے ہیں تو شربت بیچنے والے ہر ایک کے پاس شربت کا گلاس پیش کرتے ہیں اور اصرار کر کے پلاتے ہیں۔ اخلاقاً انکار کرنا بھی نامناسب معلوم ہوتا ہے پر افسوس ہے کہ پینے والے لوگ ایک گلاس شربت کی مناسب قیمت بھی پیش کرتے ہیں تو وہ حضرت پلانے والے راضی نہیں ہوتے اور اپنی من مانی قیمت بجائے دو پیسے کے دو آنے طلب کرنے لگتے ہیں اور پینے سے قبل جتنی نرمی اور خُلق سے اصرار کر کے پلاتے ہیں اسی کے برعکس سختی اور بد اخلاقی کا برتاؤ شروع کر دیتے ہیں اس لئے ایسے موقع پر ہر شخص کو چاہیئے کہ شربت پینے سے قبل مندرجہ بالا تلخی سے بچنے کے لئے پیش کردہ شربت کی قیمت طے کر کے نوش کریں اور طے شدہ قیمت ادا کر دیویں۔ اس لئے کہ عرب کی مقدس زمین پر قدم رکھتے ہی ہوتے جھگڑا کرنا سخت نازیبا و نا درست ہے۔ ہم لوگوں کے پاس بھی شربت والے آئے اور شربت کا گلاس پیش کئے۔ جب میں نے ان سے عربی زبان میں قیمت دریافت کی تو کہا کہ "تمھاری خوشی جو چاہو دوگے" میں نے دو آنے دیئے۔ دوسرے لوگوں سے بھی اسی طور سے پہلے گفتگو ہوئی۔ مگر پینے کے بعد کوئی دو حلالے اور کوئی ایک قرش حجازی جو ہندوستان کے دو پیسے اور ایک آنہ کے برابر ہے پیش کرتے گئے تو لینے سے انکار کیا اور دو آنے سے کم نہیں لیا۔ اور جبتک دو آنے نہیں دیئے گئے

سخت کلامی کرتے رہے شیریں کلامی کے بعد ترش روئی بہت بُری معلوم ہوتی ہے۔

جدہ میں حجاج کے قیامگاہ ساحل سمندر پر جدہ شہر آباد ہے۔ دو میل مربع اسکی آبادی ہے۔ شہر پناہ کی دیوار نہایت عالی شان و مستحکم ہے۔ اور شہر پناہ کی دیواروں کے اندر ساری آبادی محیط ہے۔ باشندگان جدہ کے مکانات دو منزلہ سے لیکر پانچ منزلہ تک اسی کے اندر ہیں اور ساری عمارتیں لکڑی اور پتھر کی ہیں۔ اشیاء خوردنی اور پوشیدنی و دیگر ضروری سامانوں سے سجی ہوئی دوکانیں بازار ہوٹل۔ قہوہ خانے تھانہ۔ ڈاک خانہ۔ اسپتال۔ ترکی قلعہ۔ دار الحکومت اور قونصل خانے سب کے سب شہر پناہ کے اندر ہیں۔

شہر پناہ میں دروازے ہر چہار طرف چند ہیں مگر دو دروازے بڑے بڑے ہیں اور عام طور پر داخلہ اور واپسی انھیں دونوں دروازوں سے ہوتی ہے۔ صحن قونصلیٹ کے سامنے ہی داخلہ شہر کا صدر دروازہ بہت ہی عالی شان ہے جسکی محراب میں اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ درج ہے۔ اس دروازہ کے بغل میں داہنے جانب پوسٹ یعنی ڈاک خانہ ہے اور اسکے بغل میں تھانہ ہے اور دروازہ مذکور کے اوپر لاسلکی اور تار برقی کا آفس ہے اور حکومت کا سبز جھنڈا اسلامی لہراتا رہتا ہے اور حکومت حجاز کے سپاہی اور محاسب اس دروازہ کے پاس تعینات رہتے ہیں۔ نام اس دروازہ کا باب البابور ہے۔ جہاز سے اُترنے والوں کا داخلہ جدہ میں اسی دروازہ سے ہوتا ہے اسی لئے باب البابور کہتے ہیں۔ باب البابور سے سیدھے پورب جانب کشادہ سڑک کے طور پر راستہ گیا ہے۔ گاڑیاں اور موٹریں اونٹ وغیرہ سب ہی آتے جاتے ہیں اور دونوں بازؤوں میں دکانیں۔ قہوہ خانے۔ جامع مسجد اور دیگر مساجد ہیں ایک میل سے کچھ کم فاصلہ دوسرا صدر پھاٹک ہے اور اس کا نام باب ملکہ ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جدہ سے جانے والوں کو اسی دروازہ سے جانا ہوتا ہے اور واپسی بھی اسی دروازہ سے ہوتی ہے۔ اس دروازہ کے پاس بھی حکومت کے سپاہی اور محاسب تعینات رہتے ہیں۔ رات کے وقت شہر پناہ کے دروازے سب بند کر دیئے جاتے ہیں۔ سخی اور باہمت مالدار مسلمانوں کے تیار کرائے ہوئے مسافر خانے جسکو رباط کہتے ہیں۔ ہیں۔ اس میں حجاج ٹھیرتے ہیں۔ علاوہ اسکے باشندگان جدہ اپنے مکانات میں حجاج کو ٹھہراتے ہیں جس کا کرایہ فی شب کیواسطے سرکاری طور پر فی کس بارہ آنے کے حساب سے مقرر ہے۔ جاتے وقت تو حجاج کو عموماً تین شب سے زیادہ ٹھیرنے کی نوبت کم آتی ہے مگر واپسی کے وقت زیادہ ٹھیرنا ہوتا ہے اور جبتک جہاز نہیں ملتا جدہ میں مقیم رہنا پڑتا ہے۔ سرکار کی طرف سے مقرر کردہ کرایہ تین شب کے بعد فی شب بحساب دو آنے ہے مگر مکان والے

اسکی پابندی نہیں رکھتے ہیں اپنی خواہش اور رہنے والے کی رضامندی سے زیادہ کرایہ وصول کرتے ہیں اور بغیر اسکے اپنے مکان میں رہنے نہیں دیتے۔ اکثر کفایت پسند لوگ اور کم پونجی والے کرایہ مکان سے بچنے کے لئے قرنطینہ کے صحن والے میدان اور گلی کوچوں اور سمندر کے کنارے میدانوں میں گذر کرلیتے ہیں۔ حجاج کو ٹھیرانے اور مکانات کا کرایہ طے کرنے اور سواری کا بندوبست کرنیکا کام وکیل معلم کرتے ہیں۔ پانچ بجے شام کے قریب خچر گاڑی پر ہمارے اسباب ایک حمال نے چڑھائے اور باب لبا بور کے دکھن جانب ترکی قلعہ سے اوتر بڑے قہوہ خانے کے پاس احمد مکی کے مکان میں سہ منزلہ پر ہم لوگ ٹھیرائے گئے۔ مکان تو بڑے بہار پر ہے سمندر اور سمندر میں جہاز اور کشتیوں کی آمد و رفت کا پر لطف منظر اس مکان میں رہنے والوں کو نظر آتا ہے اور ہوا دار خوب ہے۔ مگر صفائی نہیں گندگی سے دماغ پریشان ہونا شروع ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہی کہ ہر ایک مکان میں ہر درجہ میں پائخانہ سنڈاس کے طور پر ہیں۔ زمانہ دراز کے بعد جب پائخانے بھر جاتے ہیں تو صفائی ہوتی ہی اور مکانات میں قیام کرنے والے حجاج نہایت لاپرواہی سے پائخانے پیشاب کی مقررہ جگہوں پر رفع حاجت نہ کرکے آمد و رفت کی سیڑھیوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور سیڑھیوں کو بھی نجس کر دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ دو تین روز کے قیام کے بعد جب قافلہ چلا جاتا ہی تو چاہیئے تھا کہ مکان والے کوڑے اور میلے کچیلے کو صاف کرادیا کرتے۔ مگر نہیں۔ اسی طرح سے اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں اور نیا قافلہ جب جہاز سے اُتر کر آتا ہے تو ان مکانوں میں پہنچنے کے بعد اور دریائی طویل سفر طے ہونے پر خشکی پر اپنا قیام غنیمت سمجھ کر ویسے ہی میلی کچیلی جگہ میں اپنے بستر لگا دیتا ہی اور جوں توں کرکے دو تین دن کاٹ لیتا ہے چنگی خانہ کے پاس سے گاڑی والے نے ہمارے اسباب کو مکان مذکور کے پاس اُتار دیئے اور اجرت کا مطالبہ نہیں کئے واپس چلے گئے۔ ایک حمال کو بلاکر ہم لوگوں نے اپنے اسباب کو سہ منزلہ قیام گاہ پر اپنے رکھوائے اور اسکو پانچ آنے اُجرت کے دیئے۔

جدہ میں پانی مول لینا پڑتا ہے

اوپر میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ سمندر کا پانی بہت شور اور پینے کے قابل نہیں ہے۔ جدہ میں سمندر کے علاوہ کنوئیں بہت ہیں مگر پانی تمام کا شور ہے اس لئے جدہ پہنچکر حجاج کو اول اول جو دقت پیش آتی ہے وہ خلاف معمول تر دریائی کے خریداری کا برداشت کرنا ہی۔ ہندوستان میں دریا۔ ندی۔ تالاب کوئیں اور چشمے بے شمار ہیں آب شیریں کی کثرت ہی۔ خداوند تعالیٰ کی اس بے بہا نعمت پانی کو جس پر زندگی کا دارومدار ہے ہم ہندوستانی لوگ

نہایت بے قدری اور بیباکی کے ساتھ صرف بیجا کرنیکے عادی ہوتے ہیں۔ سرزمین عرب جہاں ریگستان اور پہاڑوں کی کثرت اور پانی کی شدید قلت ہے اور باوجود اس عظیم مصیبت کے باشندگان عرب نہیں گھبراتے اور صبر و شکر کے ساتھ اس مبارک زمین میں اپنی مبارک عمر گذار دیتے ہیں۔ آفرین ہے انکی ہمت اور پردا ہت اور افسوس ہے ہم ہندوستانیوں کی بے صبری اور پست ہمتی پر کہ چند روزہ عارضی طور پر پانی کی قلت اور اسکی خریداری کی زحمت پیش آنے پر ہم گھبرا جاتے ہیں اور اظہار بے صبری کرنے لگتے ہیں۔ جدہ میں میٹھا پانی تیار کیا جاتا ہے۔ شہر پناہ کے باہر اسی کا کارخانہ ہے۔ جدہ کے باشندے اور بدوی عرب لوگ اونٹ بچہ۔ گدھے اور گاڑیوں پر اور ٹین کے پیپے میں سر پر رکھ کر اور مشک میں صبح کے وقت اور ظہر کے بعد فروخت کرنے کو لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ ایک ٹین پانی کی قیمت کم سے کم دو آنے اور زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ لیتے ہیں۔ جو لوگ کارخانہ سے جا کر خود سے پانی لاتے ہیں انکو فی ٹین ایک آنہ کے حساب سے پانی ملتا ہے۔ یہ کارخانہ پانی کا باب المکہ سے باہر دکھن اور پورب جانب حضرت حوا علیہا السلام مزار شریف کے قریب ہے۔

جدہ میں چار قسم کا پانی جدہ میں پانی چار قسم کا فروخت ہوتا ہے اس لئے لازم ہے کہ پانی چکھ کر کے خرید کیا کریں۔ ایک تو سمندر یا کوئیں کا پانی۔ یہ سوائے نہانے دھونے کے پینے کے مصرف کا نہیں ہوتا دوسرا جھیل کا پانی یہ بھی کھاری ہوتا ہے۔ تیسرا بارش کا پانی۔ بارش کا پانی مکانوں میں حوض میں جمع کر کے رکھتے ہیں اور پینے کے کام میں لاتے ہیں۔ یہ پانی میٹھا تو ہوتا ہے مگر زیادہ دن کا ہونیکے باعث پینے میں ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ بارش کے پانی کو سہرتج کہتے ہیں۔ چوتھا مشین کا میٹھا طیار کیا ہوا پانی اسکو موئیہ کیندا کہتے ہیں۔ قسم چہارم خوش مزہ اور خوشگوار کھانے پینے نہانے دھونے سارے مصرف کے لائق ہوتا ہے اور اسکی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ گشت کر کے بیچنے والوں کے علاوہ مسجد کے قریب اور قہوہ خانوں میں کھاری پانی اور میٹھا ٹین اور ابریق اور صراحیوں میں فروخت ہوتا ہے۔ ایک ابریق یا ایک صراحی کھاری پانی دو ہلالے (حجازی دو پیسہ) کو اور میٹھا پانی ایک قرش (حجازی ایک آنہ) کو ملتا ہے۔ میں نے ایک ٹین پانی میٹھا پانچ آنے کو خرید کیا اور حمال کے ذریعہ قیام گاہ پر پہنچایا اور وضو کر کے عصر کی نماز پڑھنے گئے اسکے بعد باہر نکلے اور جامع مسجد میں جو کہ باب البالو سے پورب ایکسو گز کے فاصلہ پر لب سڑک واقع ہے گئے اور نماز مغرب باجماعت ادا کئے۔

جدہ کے مساجد جدہ میں مسجدیں بہت سی ہیں۔ سب سے بڑی دو مسجدیں لب سڑک باب لبابور اور باب ملکہ کے درمیان میں ہیں۔ باب البابور سے قریب والی بڑی مسجد جامع مسجد ہے اور بہت ہی وسیع ہے اسکے مغربی اور جنوبی کونے پر ایک بڑا سا منارہ ہے اُسی پر مؤذن پانچوں وقت اذان دیتے ہیں۔ پنجوقتی نماز باجماعت ہوتی ہے پیش امام اور مؤذن مقرر ہیں۔ صحن مسجد میں ایک کنواں بھی ہے نماز جمعہ میں یہاں بڑی کثرت ہوتی ہے نمازیوں سے مسجد بھر جاتی ہے۔ ہر وقت یہاں نمازی نماز و وظائف میں پائے گئے ایک نابینا غریب عرب کو پنجوقتی نماز جماعت کے بعد قرآن مجید کی تلاوت باآواز بلند کرتے ہوئے پایا اسکی غربت کا لحاظ کرتے ہوئے نمازی ایک ھلالہ دو ھلالہ خیرات دیدیا کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو دینے کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ میں بھی کبھی کبھی کچھ اسکو دیدیا کرتا تھا۔ دوسری مسجد جامع مسجد سے دو سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اسکی عمارت دو منزلہ ہے۔ اسکے نیچے کی منزل میں پانی کا بہت بڑا حوض ہے۔ جو کہ پانی سے بھرا رہتا ہے عام طور پر نمازیوں کو بغیر پیسے خرچ کئے ہوئے نہانے دھونے اور وضو کرنے کی بڑی عافیت ہوتی ہے۔ پیش امام اور مؤذن یہاں بھی مقرر ہیں اور ایک بلند مینار بنا ہوا ہے اسپر اذان ہوتی ہے۔ مغرب کے وقت یہاں بھی بہت نمازی ہوتے ہیں۔

جدہ کے قہوہ خانے جدہ میں قہوہ خانے بکثرت ہیں۔ اور بہت ہی قریب قریب فاصلے پر واقع ہیں۔ ان قہوہ خانوں میں چائے اور قہوہ یعنی کافی ہر وقت تیار رہتے ہیں بیٹھنے کیواسطے اونچے اونچے پائے لگے ہوئے بینچ نما چارپائیاں رسیوں کی بناوٹ کی بہت سی قطار در قطار بچھائی ہوئی رہتی ہیں۔ علاوہ اسکے لوہے کی کرسیاں بھی رہتی ہیں۔ الماریوں اور تخت پوشوں پر اباریق اور صراحیوں میں ٹھنڈا پانی لیمونیٹ اور سوڈا واٹر کے بوتل رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ناریل نما بیتل کے حقے جن میں بہت لانبے لانبے نیچے اور ڈبل چلم ہوتی ہیں۔ نرالے انداز کے ساتھ رکھے ہوئے رہتے ہیں۔ حقہ کو یہاں شیشہ اور تمباکو کو گوڑاکو اور سگرٹ کو دُخان کہتے ہیں۔ عرب کے لوگ شہری اور دیہاتی ہر ایک کو قہوہ خانوں سے خاص محبت اور دلچسپی ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے معاملات میں صلاح و مشورت انھیں قہوہ خانوں میں بیٹھکر اہل عرب کرتے ہیں۔ دل بہلانے اور غپ شپ کرنیکے لئے قہوہ خانے گویا عربوں کے کلب ہیں قہوہ خانوں میں دستور ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں کے بینچ یا کرسی پر بیٹھ گیا تو ایک طشت میں چائدانی کے اندر چائے بھری ہوئی اور فنجان یعنی چائے پینے کی شیشے کی پیالی یا قہوہ۔ ایک پیالی قہوہ خانہ کے ملازم فوراً

پیش کرتے ہیں۔ اگر انکار کرتے ہیں تو اُٹھا دیتے ہیں بیٹھنے نہیں دیتے اور بعض قہوہ خانوں میں ملازم دریافت کرتے ہیں کہ چائے۔ قہوہ۔ حقہ۔ سگریٹ۔ پانی کیا چیز چاہتے ہو۔ جو چیز طلب کی جاتی ہے حاضر لاتا ہے کفایت شعار اور ایسے لوگ جو پیسے خرچ کرنے سے دریغ کرتے ہیں انکو قہوہ خانوں میں جانا اور بینچ یا کرسی پر بیٹھنا نہیں چاہیئے ورنہ رسوائی اُٹھانی پڑیگی۔

جدہ کے بازار جامع مسجد کے آگے چوک بازار ہے۔ اس چوراہے کے پورب پچھم اُتر دکھن سڑکیں وسیع ہیں۔ اور کھانے پینے کی چیزیں گوشت۔ روٹی۔ کباب۔ حلوے۔ مٹھائیاں۔ انار۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی خربوزے۔ تربوز اور ہر قسم کے میوہ جات اور سبزیاں۔ جانمازیں تسبیح کھجور۔ سرمے۔ پہننے اوڑھنے کے کپڑے اور ضروریات زندگی کی ساری چیزوں پختہ اور خام اجناس سے بھری اور آراستہ بڑی بڑی دکانیں ہیں۔ صبح کے وقت اور ظہر کے بعد دکانوں میں بڑی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے اور خریداروں کی کثرت رہتی ہے دکاندار اور جملہ کاروباری عرب۔ مصری۔ ترکی۔ شامی اور یمنی ہیں اور سب عربی میں باتیں کرتے ہیں۔ ہندوستانی بھی ہیں اور انکا بھی لباس اور زبان عربی ہے۔ ہندوستانیوں سے ہندی زبان میں بات چیت کر لیتے ہیں۔ صرافی کا کام کرنے والے بہت لوگ ہیں اور روپے گینیاں مجیدیاں۔ ریال۔ نوٹ انگریزی فرجادی اور قروش اور ہلالے کے تبادلے کثیر التعداد در قوم کی بروقت کرتے ہیں۔ تول والی چیزیں رطل اور اوقیہ اور پیمانہ جسکو عربی میں کیل کہتے ہیں فروخت ہونے کا دستور ہے۔ ایک رطل اٹھائیس تولے کا اور ایک اوقیہ جسکو عرب لوگ اوگہ کہتے ہیں ایکسو دس تولے کا ہوتا ہے۔ میں نے کھانیکے لئے روٹیاں گوشت حلوے اور پنیر خریدے اور قیام گاہ پر لاکر سب کو کھلایا اور خود کھایا۔ اسکے بعد نماز عشاء پڑھنے کے لئے جامع مسجد جارہا تھا کہ راستے میں ایک عرب کو بڑھی کا کام کرتے ہوئے دیکھا۔ اس سے عربی میں پوچھا کہ حضرت حوا علیہا السلام کا مزار شریف کہاں پر کس طرف اور یہاں سے کتنی دور ہے اس نے عربی میں جواب دیا کہ پندرہ منٹ کا راستہ ہے اور یہاں سے پورب جانب ہے۔ علی الصباح وہاں جانا قبولیت دعا کے لئے عربوں کے معمولات میں سے ہے۔ صبح کے وقت وہاں جاؤ۔ عرب مذکور کے کہنے کے مطابق صبح کے وقت جانیکے لئے پختہ ارادہ کر لیا۔ جامع مسجد پہنچکر چونکہ نماز عشاء کی جماعت ڈیڑھ گھنٹہ رات گذرنے پر ہوتی ہے اور ہو چکی تھی۔ میں نے نماز عشاء پڑھی اور بیٹھکر وظیفہ میں مشغول تھا کہ بمبئی مسافر خانہ کے ایک ملاقاتی مسمّی اصغر علی صاحب ساکن موضع لکھناری ڈاکخانہ امور ضلع پورنیہ (صوبہ بہار) سے ملاقات ہوئی

انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ شام کو حضرت حوّا علیہا السلام کے مزار پاک کی زیارت کو گئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ صبح کو ساتھ چلنا چاہئے۔ انھوں نے قبول کیا۔ بعدہٗ میں مسجد سے واپس آکر اپنے قیام گاہ میں سو رہا۔

تاریخ ۲۸ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ہجری مطابق ۳۰ مئی ۱۹۲۷ء

ام جمیع حضرت حوّا علیہا السلام کے مزار مبارک کی زیارت

گذشتہ شب حجاز مقدس کی سرزمین پر بسر کرنے کی پہلی شب تھی گرچہ میں تھکا ماندہ تھا تاہم مجھے نیند کم آئی اور رات باقی رہتے ہوئے میں اپنے بستر سے اُٹھا اور حوائج ضروری سے فراغت کر کے وضو کیا اور اشتیاق زیارت مزار پاک ام جمیع حضرت حوّا علیہا السلام میں قیام گاہ سے اپنے باہر نکلا اور اصغر علی صاحب کو اُٹھایا اور روانہ ہوئے۔ جب ہم لوگ باب المکہ کے پاس پہنچے تو دروازہ مقفل پایا۔ وہاں پر ایک کرسی اور ایک بینچ نما چارپائی رکھی ہوئی تھی اور گیس کی روشنی جل رہی تھی ہم سب وہاں پر بیٹھ گئے۔ میں نے بیکار چپ چاپ بیٹھنا نامناسب سمجھا۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگا۔ کرسی پر بیٹھا ہوا میں تلاوت کر رہی رہا تھا کہ ایک گھنٹہ کے بعد دو نجدی پولیس بندوق لئے ہوئے گشتی پہرہ سے واپس آئے اور میرے قریب آکر مجھے قرآن پاک پڑھتا ہوا دیکھ کر واپس چلے گئے۔ میں تلاوت کرتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد ایک سن رسیدہ عرب صاحب تشریف لائے غالباً یہ باب المکہ کے کلید بردار تھے۔ میں نے انکو سلام کیا۔ جواب سلام دیکر انھوں نے ایک شخص کو محاسب خانہ میں آواز دی اندر سے ایک نوجوان آیا اور اس نے کنجی عرب صاحب کو دی۔ اور عرب صاحب نے پھاٹک کھول دیا۔ جس طرح سے ہم لوگ اندر منتظر دروازہ کھلنے کے بیٹھے تھے۔ معلوم ہوا کہ اسی طرح سے باہر بھی بدوی لوگ اندر آنیکے لئے منتظر تھے جیسے ہی دروازہ کھلا گروہ کے گروہ باہر سے لوگ اندر داخل ہوئے اور ہم سب باہر روانہ ہوئے۔ باب المکہ سے باہر بھی دکانات اور قہوہ خانے اور ہاٹ بازار ہیں اور یہ سب کے سب داہنے بازو میں ملتے ہیں۔ آگے چل کر داہنے ہی طرف جدّہ کا عیدگاہ ہے جسکا احاطہ پختہ چار دیواری سے گھرا ہوا ہے بلا۔ جدّہ شہر سے پندرہ منٹ کے راستہ پر مزار شریف ہے مزار شریف ایک بڑے احاطہ میں ہے۔ پتھروں کی پختہ چہار دیواریاں ہیں اور اسمیں تین دروازے ہیں صدر دروازہ پچھم جانب ہے اور دوسرا بڑا دروازہ دکھن جانب اور ایک چھوٹا اُتر جانب ہے۔ آخرالذکر دونوں دروازوں سے قریب بیس پچیس قدم کے فاصلہ پر سے مزار پاک حضرت حوّا عہ کا

شروع ہوتا ہے۔ مزار شریف بہت طویل ہے اور تین حصے میں منقسم ہے۔ مزار شریف کے طول میں دونوں طرف تین ہاتھ اونچی دو دیواریں ہیں۔ سرہانے کی دیواریں بہت بلند ہیں۔ سرہانے مزار پر دو تین ستون سنگ رخام کے بہت قیمتی تھے اور ان پر کلمات طیبات منقش تھے جن کو ٹوٹا ہوا پایا۔ مجھ سے کہا گیا کہ نجدیوں نے توڑا ہے۔ سرہانے مزار کی دیوار کے اوپر ایک پتھر کندہ چسپاں پایا۔ اسمیں بخط عربی لکھا ہوا ہے هٰذا مزار حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور اسکے نیچے ایک طرف نام غازی عبدالحمید خاں اور دوسری طرف سنہ لکھا ہوا ہے جو کہ صاف پڑھا نہیں گیا۔ ناف مزار پر قبہ بنا ہوا تھا اور یہاں بھی سنگ رخام کے قیمتی ستون منقش نصب تھے قبہ اور ستون مذکور کو ٹوٹا ہوا پایا۔ مگر قبہ کی دیواریں صحیح وسالم اپنی حالت پر چھوڑ دی گئی ہیں۔ نجدیوں کی اس مہربانی کا معمہ سمجھ میں نہیں آیا دریافت کرنے پر ایک واقف کار شخص نے مجھے بتلایا کہ مندرجہ بالا شکست وریخت بماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۳ ہجری نجدیوں نے عمل میں لایا۔ ناف مزار کے مقابل میں جانب مغرب چند پختہ مزارات ہیں۔ غالباً یہ مزارات بھی بعد کے بزرگان اسلام یا امرائے حکومت حجاز کے ہیں۔ مزار شریف کے پائتانے میں بھی دیواریں اونچی ہیں مگر متذکرہ بالا دو مقامات سے کم۔ ناف مزار سے سرہانے تک میں نے اپنے ہاتھ سے ناپ کیا تو ایکسو اسّی ہاتھ طول پایا اور عرض مزار کا قریب ساڑھے آٹھ ہاتھ ہے اس حساب سے پورے مزار شریف کا طول ایکسو ۱۸۰ اسّی گز اور عرض قریب ساڑھے آٹھ ہاتھ ہوتا ہے۔ سرہانے پائتانے اور ناف مزار کے سوا بقیہ مزار خام ہے۔ صرف دو دیواریں ایک پچھم اور دوسری پورب طرف پختہ ہیں۔ ناف مزار کے پاس قبہ والی دیوار جو قبلہ کی طرف ہے اس میں ایک محراب بنا ہوا ہے۔ اس محراب میں لوگ نماز دوگانہ ادا کرتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ میں نے ناف مزار شریف کے قریب کھڑے ہو کر سلام اور فاتحہ پڑھا اور اپنے اور سارے بزرگان برادران ومحبان اور جملہ متعلقین اور کل مومنین ومومنات کے لئے دعا سلامتی ایمان وکامیابی دارین کی دعا کی۔ ایک خادم آیا میں نے سلام کیا جواب سلام دیکر اس نے عربی میں کہا کہ حکومت نے سب کو منہدم کر دیا۔ فجر کی نماز میں نے اسی جگہ پر پڑھنا چاہا خادم نے کہا کہ الصلوٰۃ لایجوز ھٰذا۔ یعنی یہاں پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ تب میں احاطہ مزار کے باہر چلا گیا اور ریگستان میں نماز فجر ادا کی اور پھر اندر احاطہ مزار کے داخل ہوا اور پائین مزار میں کھڑا ہو کر میں فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ بہت سے لوگ جماعت کی جماعت مرد اور عورتیں آئیں۔ عورتیں برقع پوش تھیں مگر منہ کھلے ہوئے تھے

ان کے زنخدان یعنی ٹھوڈی اور ہاتھوں پر گودنے کا نشان تھا سب کے سب یا اُمّ حوّا یا اُمّ حوّا کا غل مچانے لگے۔ میں اپنے مقام سے بڑھا اور انکے حرکات پر نظر ڈالنی شروع کی۔ بہتوں کو دیکھا کہ ان لوگوں نے زمین سے پتھروں کے ٹکڑے روڑے اُٹھا اُٹھا کر تعظیم کے ساتھ مزار مبارک کی دیوار پر رکھنا شروع کیا۔ جب میں دوسری طرف گیا تو قریب ایکسو آدمیوں کی جماعت پہنچی اسمیں بھی مرد عورتیں اسی صورت اور وضع کے تھے ان سب نے مزار شریف کے باہر بالو ریت کو مٹھیوں میں لے لیکر بطور کودی کے تین تین چار چار جگہوں پہ ڈھیر کئے اور اپنی زبان میں کچھ پڑھنے لگے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ مصری اور مغربی تھے۔ اسکے بعد خاقانی اور بخاری حاجیوں کا ایک گروہ آیا جس میں ہمارے ملاقاتی بزرگ قاضی عبدالواحد صاحب خاقانی اور غازی مولوی عبدالرحمٰن صاحب بخاری بھی تھے ان سب لوگوں نے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھا جس احاطہ میں مزار شریف ہے اس میں بہت سی پختہ قبریں ہیں اور ان پر کتابے پتھر کے چسپاں ہیں۔ انمیں سے کی بہت سی قبریں توڑ دیگئی ہیں۔ احاطہ مزار میں اور مزار شریف کے جنوبی دروازہ پر اور دروازہ کے باہر بہت سے غریب مسکین مرد عورتیں زائرین سے سوال کرکے کچھ خیرات حاصل کر رہے تھے۔ میں نے بھی بعض بعض کو کچھ خیرات دیئے اور اپنے قیام گاہ پر واپس چلا آیا۔ ناشتہ کرکے وکیل معلم صاحب کے پاس گیا۔

وکیل معلم کا سلوک حجاج کے ساتھ

مکہ معظمہ میں جتنے معلّم اور مطوّف ہیں ان کی طرف سے حاجیوں کو جدہ میں ٹھیرانے اور سواری اونٹ وغیرہ کا انتظام کرکے مکہ معظمہ بھیجنے اور اسکی اطلاع معلّم کو دینے کے لئے جو لوگ مقرر ہیں انکو وکیل معلّم کہتے ہیں۔ حجاج کی روانگی اور واپسی دونوں اوقات میں وکیل معلّم سے حجاج کو سابقہ پڑتا ہے اور سروکار ہوتا ہے۔ قیام و سواری کا اہتمام وکیل معلّم ہی کرتے ہیں حتیٰ کہ حکومت حجاز بھی اپنی فیس و محصول وغیرہ وکیل معلم کے ہی توسط سے حجاج سے وصول کرتی ہے۔ اپنے وکیل معلّم صاحب سے میں نے کہا کہ ہم لوگوں کے واسطے اونٹ اور شغدف کا سامان کر دیویں جواب ملا کہ ابھی پاسپورٹ پر حکومت حجاز کی مُہر نہیں ہوئی ہے۔ آج رات کے وقت آؤ تب پاسپورٹ ملجائیگا اور کل ہی کے روز روانگی ہوگی۔ رات کے وقت حسب وعدہ میں انکے پاس گیا تو بولے کہ اسوقت نہیں کل ملیگا۔ میں نے کہا کہ اگر یہی بات تھی تو آپنے اس وقت کیوں بُلایا تھا۔ ناحق تکلیف دینے اور پریشان کرنیکا کیا فائدہ ہے۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ جن لوگوں پر انکے وکیل معلم نے توجہ کی وہ لوگ آج کے ہی روز مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر کل صبح کو مجھے پاسپورٹ واپس نہیں ملا تو

میں انگریزی کونسل سے جا کر شکایت کرونگا۔ اس پر وکیل صاحب کو غصہ آگیا اور کہنے لگے کہ دیکھو تمھارا پاسپورٹ سب رکھا ہوا ہے رجسٹر پر چڑھایا نہیں گیا ہے کل صبح کو مل جائیگا۔ میں نے کہا کہ یہی بات پہلے کہدینا لازم تھا۔ میرے اس روکھے پن کا کسی قدر اثر ہوا وہ نرمی اور ملاوٹ کی باتیں مجھسے کرنے لگے۔ مگر مجھے بڑا اندیشہ ہونے لگا اسلئے کہ عرب لوگ بڑے سخت ہوتے ہیں۔ بالآخر میں اپنے قیامگاہ پر واپس چلا آیا اور نماز عشا سے فراغت کرکے سو رہا۔

تاریخ ۲۹ ذیقعدہ روز شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۳۱ مئی ۱۹۲۷ء

شغدف اور شبری کی تشریح آج صبح کے وقت معلم موصوف سے ملاقات ہوئی انکے دریافت کرنے پر میں نے کہا کہ مجھے دو اونٹ سواری کے مع شغدف کے چاہئے۔ یہ سنکر فرمائے کہ شغدف نہیں ہیں شبری ملینگی۔ شغدف ڈولی میانہ کی شکل کا چھتری دیا ہوا رسی کی بناوٹ کا ہوتا ہے اونٹ کی پیٹھ پر دونوں طرف لٹکا کر باندھ دیا جاتا ہے ایک ایک آدمی دونوں طرف بیٹھتے ہیں۔ اسکی چھتری پر دھوپ سے بچنے کیلئے ٹاٹ۔ دری۔ کمل۔ کپڑے ڈالتے ہیں اور پردے کیلئے کپڑے سے گھیر دیتے ہیں شبری کھٹولہ یعنی چھوٹی چارپائی کی شکل کا ہوتا ہے۔ اونٹ کی پیٹھ پر رکھکر باندھ دیا جاتا ہے اور اسپر بھی دو آدمی بیٹھتے ہیں۔ شغدف اور شبری میں اتنا فرق ہے کہ شغدف پر سوتے بیٹھتے جاتے ہیں۔ اور شبری پر سوائے بیٹھنے کے سونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے دھوپ سے بچنے اور پردہ کرنیکا کوئی سامان اسمیں نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ شبری میں بڑی ذقت اور تکلیف ہوگی بخصوصًا عورتیں شبری پر نہیں جا سکتیں۔ ہمارے اسباب دو اونٹ پر جائینگے اور ہم سب موٹر کار پر۔ موٹر اور اونٹ کے کرائے مجھسے آپ لے لیویں اور ہم لوگوں کی پاسپورٹ واپس دیدیویں اور اسباب اپنے ذمہ لے لیویں۔ اس پر انھوں نے مجھسے کہا کہ کرایہ موٹر فی کس ساڑھے سترہ روپے اور کرایہ اونٹ باربرداری کے بحساب فی اونٹ ساڑھے سترہ روپے لگینگے اور ساڑھے چار روپے فی کس کو بابت فیس سرکاری اور کرایہ مکان اور فیس وکیل معلم کے ادا کرنے پڑینگے۔ مطابق کہنے انکے دو اونٹ کے کرائے اور سرکاری فیس وغیرہ بشرح مندرجہ بالا وکیل معلم کے حوالے کئے اور موصوف نے اپنے رجسٹر پر میرا نام لکھکر وصول شدہ رقوم کو درج کرلیا اور ہم لوگوں کو پاسپورٹ واپس دیدیا۔

قیام حجاز کیلئے پاسپورٹ پر حکومت حجاز کی مُہر حجاز مقدس میں غیر ممالک کے لوگوں کو

داخل ہونے یا قیام کرنیکے لئے حکومت حجاز کی طرف سے کوئی پاسپورٹ علیحدٰہ نہیں دیا جاتا ہے۔ بلکہ غیر ممالک والے اپنی حکومت سے جو پاسپورٹ حاصل کرکے پہنچتے ہیں اُسی پاسپورٹ پر حکومت حجاز اپنی مہر ثبت کردیتی ہے اور واپس دیدیتی ہے۔

وکیل معلم کا اسباب ذمہ لیکر رسید دینے سے گریز

وکیل معلم صاحب موصوف صبح کے وقت مجھ سے و دیگر لوگوں سے کرائے اونٹ اور فیس وغیرہ وصول کرچکے اور ہم سبھوں کے اسباب صبح سے ظہر کے وقت تک مکان کے باہر مطابق ہدایت انکے اونٹوں پر لادنیکے لئے رکھے رہے۔ اونٹ ہزاروں کی تعداد میں آئے اور چلے گئے مگر ہم لوگوں کے اسباب لادے نہیں گئے اور بار بار تقاضا کرنے پر جواب یہ ملا کہ دو اونٹ پر تمہارے اسباب نہیں جا سکتے ہیں تین اونٹ کرنے ہونگے ناچار قہر درویش برجان درویش" ایک اونٹ کا کرایہ اور انکے حوالے کیا اور کہا کہ ہمارے اسباب کو لدوا دیجئے۔ بولے کہ اسباب چھوڑ کر چلے جاؤ ہم ذمہ دار ہیں۔ نقصان ہونے سے ہم تاوان دینگے۔ میں نے کہا کہ آپنے ہمارے اسباب کو شمار بھی نہیں کیا ہے اور نہ کچھ نوٹ کئے ہیں پھر بغیر دیکھے بھالے آپ کس بات کی ذمہ داری اپنے سر پر لیتے ہیں۔ ہمارے اسباب شمار کرکے ہمیں ایک رسید آپ دیویں یا شمار کرکے تعداد اسباب جسٹر میں اپنے درج کریں اور جن اونٹوں پر روانہ کرینگے انکے جمّال (اونٹبان) کا نام ہمیں نوٹ کرادیویں۔ وکیل صاحب موصوف نے رسید دینے۔ درج رجسٹر کرنے۔ نام جمّال بتلانے ساری باتوں سے انکار کیا ہم سب بہت کشمکش میں پڑگئے۔ پڑھے لکھے ہوئے لوگوں کے ساتھ تو وکیل معلم صاحب کا یہ برتاؤ ہے بیچارے اَن پڑھ جاہل اور سیدھے سادے حجاج کے ساتھ اور خصوصًا بنگالیوں کو یہ حضرت سلامت کس کس طرح سے نہ چھلتے اور ستاتے ہونگے۔ مجھے زیادہ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ اس مبارک سفر کے بعض تجربہ یافتہ لوگ جو وکیل معلم پر بھروسہ کرنے اور انکے ذریعہ سے سارا سامان سفر بہم ہونے کا وثوق دلاتے ہیں حقیقت حال کے بالکل برعکس ہے۔ اس سے انکار نہیں ہے کہ گذشتہ قدیم ایام میں جو وکیل معلم تھے وہ اچھے تھے اور حقوق خدمت حجاج کو پورے طور سے نیک نیتی کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے مگر اب تو زمانہ نے کروٹ بدل دیا ہے سچائی نے اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا ہے اور جھوٹ و افترا کی تاریکی طالبان زر کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ حقیقت آشکارا کرکے آئندہ عازمان حجاز کو تاریکی مذکور کے خطرات سے بچایا جائے ہر عازم حجاز کو لازم ہے کہ ہوش گوش اور مستعدی کے ساتھ یہاں قدم رکھے

اطمینان اور بھروسہ ہر کسی پر کرنیکا زمانہ نہیں ہے وکیل معلم صاحبان سے بھی میری التجا ہے کہ آپ حضرات اپنے حقوق و انعام حجاج سے لیویں لیکن اپنے حجاج کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا برتاؤ کرنے کی پوری سعی کریں تاکہ بجائے شاکی ہونے کے زندگی بھر حجاج آپ کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہیں۔

مصری عورتوں کی ایک عجیب رسم

آج مصری جہاز پر مصر کے بہت سے حجاج مرد و عورتیں جدہ پہنچیں اور حسب دستور چنگی خانہ میں اسباب کی دیکھ بھال سے فرصت پانیکے بعد وہ سب اپنے قیام گاہ میں روانہ ہورہے تھے، مرد پیدل جارہے تھے اور عورتیں خچر گاڑیوں میں سوار تھیں اور اسی پر انکے اسباب بھی تھے۔ سب عورتیں برقع پوش تھیں اور ساری عورتیں مصری زبان میں خوشی کے کلمات گیت کے طور پر گاتی جاتی تھیں، ان میں بڑی عمر والی ضعیفہ اپنے منہ پر سیٹی بجانے کے طور پر ہاتھ رکھ کر منہ بجاتی تھی اور ساری عورتیں اسکی تقلید کرتی تھیں اور یکبارگی سب کے منہ بجانے کی سُریلی آواز گونج اُٹھتی تھی۔ اس نئی اور انوکھی رسم کو اُنکے دیکھنے کیلئے راہ چلتوں اور در و بام و دکانوں میں رہنے والوں کی آنکھیں بے ساختہ اُٹھتی تھیں۔ افسوس ہے کہ ایام جاہلیت کے رسومات کا اظہار مقامات مقدسہ میں پہنچ کر بھی لوگ نہیں چھوڑتے ہیں۔ اور حج کے مبارک مقصد کو بھی رسم و بدعت کی آلودگی سے نہیں بچاتے۔ علماء کرام اور مصلحین قوم و ملت کو ایسے موقع پر خاص توجہ مبذول کرنے اور مُہر سکوت و خاموشی اپنے لبوں سے کھولنے کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ بقول سعدی علیہ الرحمہ ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است		اگر خاموش بنشینی گناہ است	

جدہ میں ترکی قلعہ کے شکست و ریخت کا نظارہ

باب البابور سے دکھن جانب شہر پناہ کی مغربی دیوار اور قرنطینہ کے میدان سے ملتا ہوا زمانہ قدیم کا بنا ہوا ترکی قلعہ ہے جسکی عمارت کا کثیر حصہ گرچکا ہے شعر

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ		آثار پدید ست صنادید عجم را	

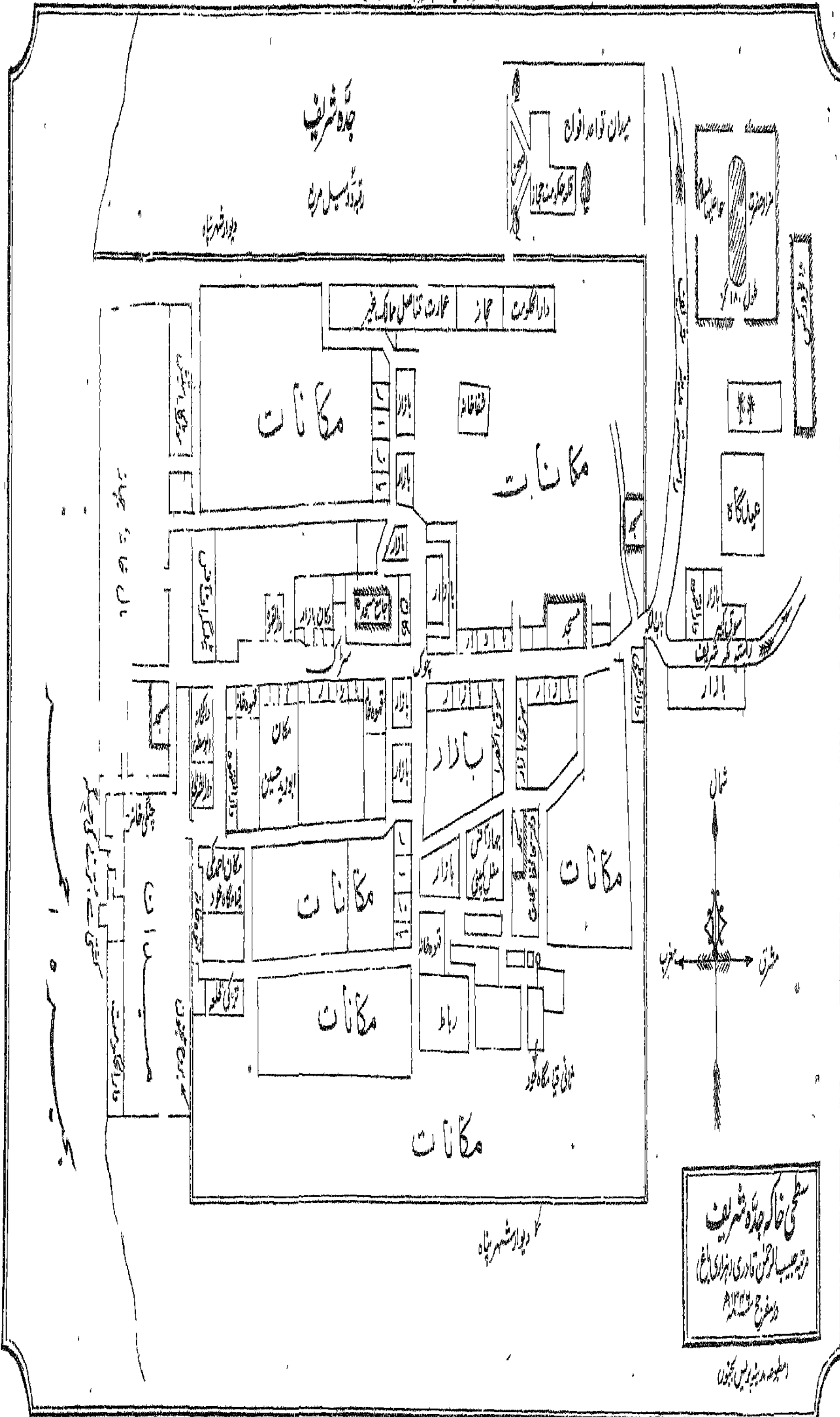
بقیہ قلیل حصہ بطور یادگار باقی ہے اس میں مزدوروں کو کام کرتے دیکھا۔ تہ خانے کھودے جارہے تھے اور اُس سے بڑے بڑے گولے نکل رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ گولوں کا کثیر ذخیرہ تہ خانوں میں تھا۔ اس قدیم قلعہ کے شکست و ریخت کا نظارہ نہایت افسوسناک اور عبرت انگیز تھا۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ انقلاب زمانہ کے ساتھ ساتھ نظام کا بدلنا بھی لوازمات میں سے ہے شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ؛ رفت منزل بدیگرے پرداخت

دنیا میں جتنے انقلاب ظہور میں آتے ہیں آنکھ والوں کے لئے اُس میں بیداری کے سبق اور عبرت کے راز مضمر ہوتے ہیں۔

جدہ میں لیلیٰ مجنوں کی قبر ہو بہ مشہور عاشق ومعشوق مجنوں لیلیٰ کی قبر بھی جدہ میں ہے، یہاں کے باشندوں اور آمدورفت کئے ہوئے لوگوں سے پوچھ تاچھ کرنے پر آخر شیخ ظ ابن احمد باشندہ جدہ جو ایک باخبر اور صاحب علم شخص ہیں ان سے اور نیز ایک بوڑھے عرب سے مجھے تحقیق طور پر معلوم ہوا کہ لیلیٰ ومجنوں کی قبر ترکی قلعہ سے قریب شہر پناہ کے مغربی اور جنوبی گوشہ میں جہاں پر صحن قرنطینہ کی جنوبی دیوار کا مشرقی گوشہ شہر پناہ کی دیوار میں جاکر ملا ہے اسی جگہ رکن دیوار میں ہے اور اوپر میں اسکے ایک بُرجی کی شکل بنی ہوئی ہے اور وہ بُرج مجنوں کے نام سے مشہور ہے مندرجہ بالا بتلائے ہوئے مقام پر میں گیا اور اس کے مطابق پایا۔

جدہ میں حکومت حجاز کا قلعہ دارالحکومت اور قونصل خانے جدہ شہر پناہ کے شمالی حصہ میں شہر پناہ کے اندر دکھن طرف حکومت حجاز کا دارالحکومت ہے اور دارالحکومت کے پچھم طرف متصل اسکے حکومت برطانیہ ودیگر حکومتوں کے قونصل خانے ہیں۔ دارالحکومت اور سارے قونصل خانوں کی عمارتیں بڑی خوبصورت اور عالیشان بنی ہوئی ہیں اور ہر ایک پر امتیازی پھریرے اسلامی اور صلیبی لہراتے رہتے ہیں۔ اور بہت دور سے خشکی اور سمندر میں نظر آتے ہیں۔ شہر پناہ کی دیوار کے باہر تخمیناً دو سو گز کے فاصلے پر حکومت حجاز کا قلعہ ہے۔ رخ قلعہ کا سمندر کے جانب ہے۔ قلعہ مذکور میں داخل ہونیکے راستے پر دو رویہ درخت لگائے ہوئے اور روش پر دونوں طرف گولے توپ کے بچھائے ہوئے ہیں جو دیکھنے میں بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اس قلعہ کے پچھم جانب سمندر ہے اور پورب مدینہ شریف جانیکا راستہ ہے۔ اور راستہ مذکور کے پورب حضرت حوا علیہا السلام کا مزار شریف ہے۔

جدہ میں ہاٹ بازار جدہ میں باب المکہ کے باہر اور متصل ہی روزمرہ ہاٹ بازار لگتا ہے۔ بازار کو یہاں سوق کہتے ہیں۔ طائف شریف کے میوہ جات انار۔ انگور انجیر۔ خربوزے۔ تربوز۔ لیموں ودیگر سبزیاں اور مویشی دنبے۔ بکرے۔ اونٹ۔ مرغ۔ مرغیاں گھی۔ شہد۔ لکڑیاں ودیگر اجناس خوردونوش کے اطراف وجوانب مکہ معظمہ مدینہ طیبہ ویمن وغیرہ کے فروخت کے لئے یہاں آتے ہیں اور تھوک فروشی



جدہ شریف
دیوار شہر پناہ
میدان قواعد افواج
دار الحکومت
حجاز
مکانات
بازار
مسجد
جامع مسجد
عید گاہ
مشرق
مغرب
شمال
رباط
سطحی خاکہ جدہ شریف

بذریعہ ڈاک عام نیلام کے ہوتی ہے۔ دوکانداروں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی خریدار بنکر ڈاک بولتے ہیں اور خرید کرتے ہیں۔ مگر دوکاندار اکثر ہوتے ہیں ہاٹ کی فروخت شدہ اشیاء اندرون شہر جدہ کے بازاروں میں گراں قیمت میں فروخت کی جاتی ہر روز صبح سے تین گھنٹے دن اُٹھے تک یہ ہاٹ رہتا ہے۔ اور اسکے اندر آئے ہوئے مال فروخت کر دیئے جاتے ہیں۔

جدہ میں محافظ حجاج کا دفتر حجاج کی خبرگیری اور عافیت رسانی اور جہازوں سے اُترنے اور جہازوں پر بسہولت سوار کرانیکے لئے تدابیر اختیار کرنے اور حجاج کی شکایات اور پیش آئے ہوئے حوادثات کے رفاہ کی تدابیر کرنے کے لئے اور حجاج کے اعداد و شمار وغیرہ کا جائزہ لینے کیلئے حکومت برطانیہ کی طرف سے ایک افسر جدہ میں رہتے ہیں عہدہ انکا پلگریم افیسر کا ہے اور عوام انکو محافظ حجاج کہتے ہیں۔ انکا دفتر جامع مسجد جدہ سے پورب سوق الخضرا جہاں سبزیاں اور گوشت کی دکانیں ہیں اس سے دکھن جانب ہے۔ دفتر مذکور کے بغل میں ایک مسجد بھی ہے۔ یہ دفتر بہت کارآمد ہے۔ واپسی کے وقت میں جہازوں پر حجاج کو سوار کرانیکے لئے محافظ حجاج مجاز ہیں۔ گم شدہ ٹکٹ جہاز کی نسبت انکے پاس درخواست کرنے اور اطلاع دینے سے جہازراں کمپنی سے خط وکتابت کرکے اس کا پتہ لگا دیا جاتا ہے۔ اور وفات یافتہ حجاج کے واپسی کی ٹکٹ کے روپے محافظ حجاج موصوف کی تصدیق کرا لینے سے جہازراں کمپنی سے جہاں سے ٹکٹ جاری کیا ہو وہاں سے ملجاتے ہیں۔ جہازوں پر حجاج محافظ حجاج کی اطلاع بغیر سوار ہونے نہیں پاتے ہیں۔ جہازراں کمپنیوں کے آفس اور محافظ حجاج کے دفتر سے تعلقات باضابطہ ہیں۔ دفتر مذکور میں ٹیلیفون بھی ہے جسکے ذریعہ سے جہازوں کے آفس قونصل خانوں دارالحکومت اور جدہ میں ہر ایک ایسے آفس اور مکان والوں سے بیٹھے بیٹھے گفتگو کر لیتے ہیں۔ جہاں ٹیلیفون لگے ہوئے ہیں۔ جدہ کے موجودہ محافظ حجاج منشی احسان اللہ صاحب ہیں جو کہ ایک قابل انگریزی داں ہونے کے علاوہ ہوشیار خلیق اور محنتی آدمی ہیں۔

جدہ میں شفاخانہ جدہ میں حکومت کی طرف سے ایک شفاخانہ (اسپتال) بھی ہے۔ ڈاکٹر شفاخانہ میں مریضوں اور زخمیوں کا علاج اور مرہم پٹی کرتے ہیں۔ دوائیں اور مریضوں کے رہنے سہنے کا سامان بھی ہے۔ شفاخانہ مذکور میں کمپونڈر و دیگر ملازمین بھی ہیں۔ ڈاکٹر چونکہ عربی یا شامی ہیں عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہندوستانی زبان نہیں جانتے۔ اس لئے ہندوستانی مریض از خود شفاخانہ میں

نہیں جاتے ہیں بلکہ ہندوستانی دوائیں ناواقفکار ہم سفر حجاج سے پوچھ پاچھ کرکے استعمال کرلیا کرتے ہیں اگر شفاخانہ میں علاج کرانے کی غرض سے کوئی جاتا ہے تو ہندوستانی اور عربی زبانوں کا واقف کار مترجم کو لیجاتا ہے۔

جدہ میں یونانی دواؤں کی دُکان

جدہ میں ہندوستانی تاجر بھی ہیں۔ جامع مسجد کے شمالی دروازہ کے باہر کئی دکانیں ہیں جن میں یونانی دوائیں فروخت ہوتی ہیں دکاندار ہندوستانی ہیں اس لئے خریداروں سے گفتگو ہندوستانی زبان میں کرتے اور مطلوبہ ادویات کے نام سمجھتے اور فروخت کرتے ہیں میں نے اپنے ایام قیام جدہ میں دیکھا کہ ناواقفیت کے باعث تمام بازاروں میں لوگ چکر لگاتے ہیں اور مایوس ہوکر اپنے احباب سے کہتے ہیں کہ ہندوستانی یونانی دوائیں یہاں نہیں ملتی ہیں۔ میں نے بعض آدمیوں کو پتہ دکان مذکورہ بالا کا لادیا تو وہ کامیاب ہوگئے۔

جدہ میں ڈاکخانہ اور ٹیلیگراف

باب البابور کے دکھن والی عمارت میں ڈاک خانہ ہے اور اس میں ٹیلیگراف دفتر بھی ہے۔ یہاں ڈاک خانہ کو بوسطہ کہتے ہیں خطوط یہاں لیٹر بکس میں ڈالنے کا دستور نہیں ہے بلکہ ڈاک منشی کے ہاتھ میں دینا ہوتا ہے وزن خطوط کا جانچ کرکے ڈاک ٹکٹ کی قیمت ڈھائی تولہ وزن تک بحساب تین آنے (تین قروش حجازی) کے وصول کرکے مقابل میز خطوط پر ٹکٹ چسپاں کر دیتا اور رکھ لیتا ہے خطوط کی رجسٹری اگر کرانی ہوتی ہے تو اسکے لئے چھ آنے یعنی چھ قروش حجازی ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ڈاک منشی ایسے خطوط پر ٹکٹ لگاکر واپس کر دیتا ہے اور دوسرے ڈاک منشی کے پاس لیجانے کی ہدایت کرتا ہے۔ دوسرا منشی رجسٹری کرکے ایک رسید حوالے کرتا ہے جس میں پانے والے اور بھیجنے والے کا نام اور پتہ درج کیا ہوا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ ہندوستان سے پوسٹ کارڈ لفافے اور ٹکٹ اپنے شامل لیجاتے ہیں میں بھی اپنے شامل لیگیا تھا بے فائدہ ڈھونا پڑا۔ وہاں یہ سب بیکار ثابت ہوئے اور ہوتے ہیں۔ حجاز سے خطوط بغیر ٹکٹ حجازی لگائے ہوئے روانہ نہیں ہوتے اور ڈاک خانہ میں قبول نہیں کئے جاتے ہیں تقسیم خطوط کیلئے ڈاک پیون بھی عربی ہوتے ہیں اور گھر گھر تقسیم کئے پھرتے ہیں عربی کے سوا ہندوستانی زبان سے ناواقف ہونیکے باعث خطوط ڈاک خانہ میں ایک الماری پر رکھدیتے ہیں۔ اپنے خطوط کی تلاش میں جو لوگ ڈاک خانہ میں پہنچ جاتے ہیں وہ دیکھ بھال کر پہچان کرلے لیتے ہیں ایام قیام جدہ میں مجھے بھی ایسا اتفاق ہوا۔ اپنے نام کا تو کوئی خط نہیں ملا۔ اس لئے کہ کہیں سے کسی نے

میرے نام سے خط حجاز میں بھیجا ہی نہیں لیکن بعض ایسے لوگوں کے خطوط مجھے ملے جن کو میں جانتا تھا اور انکی بہی خواہی سوچ کر میں نے لے لیا اور مکتوب الیہ کے پاس پہنچا دیا۔ مجھے وہاں ڈاک خانہ مذکور کی الماری میں بہت سے ایسے خطوط ملے جو جدّہ کے علاوہ مدینہ شریف اور مکہ شریف کے پتے پر ہندوستان سے بھیجے گئے تھے مگر عملگان ڈاک خانہ کی اُردو زبان کی عدم واقفیت یا عدم توجہی کے باعث پڑے سڑ رہے تھے۔ حجاز مقدس میں پہنچکر اپنے خطوط کا انتظار ہو تو صاحب مکان وکیل معلم یا مطوف کے ذریعہ سے خطوط ملجانیکے بھروسہ پر نہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ دو قدم تکلیف کر کے ڈاک خانہ میں جا کر مندرجہ بالا طور پر رکھے ہوئے خطوط میں اپنے نام کے خطوط تلاش کرنی چاہیئے۔ جدّہ سے مکہ معظمہ تک ٹیلیگراف ہے بقیہ خصص حجاز میں لاسلکی یعنی بے تار کی برقی پیغام رسانی کے آلے ڈاکخانوں میں ہیں۔ حجاز سے ہندوستان یا دیگر ممالک میں تار بھیجنے کا محصول فی لفظ دو روپئے چار آنے مقرر ہیں۔

جدّہ سے مکۃ المکرمہ کی روانگی

جب ہم لوگوں نے دیکھا کہ وکیل معلم صاحب رسید اسباب فی میلنے کی نہیں دیتے ہیں۔ انکے زبانی اقرار پر اطمینان کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو اپنے اسباب کو اسی حال پر چھوڑ کر اور اِن سے یہ کہکر کہ ہمارے اسباب آپ جلدی بھیجدینگے ہم سب موٹر کمپنی ہمراہ ملازم وکیل معلم کے روانہ ہوئے۔ چلتے وقت وکیل صاحب سے میں نے کہا "دو مجھے معاف کرینگے" جسکے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ "مولوی صاحب تم معاف کرو" موٹر کمپنی پہنچکر بحساب فی کس ساڑھے سترہ روپئے کرایہ موٹر ہم لوگوں نے ادا کئے۔ عربی ٹائم سے آٹھ بجے اور ہندوستانی سے تین بجے دن کو ہم سب موٹر کار میں بیٹھکر جدّہ سے روانہ ہوئے اور تلبیہ اور درود شریف کی تلاوت کرتے جاتے تھے تلبیہ یعنی لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ الخ سواری پر چڑھتے بلندی اور پستی میں گذرتے کسی سے ملاقات ہوتے وقتوں میں پڑھنا مستحب ہے۔ شہر پناہ کے دروازہ پر جیسے ہی موٹر پہنچی ایک نجدی سپاہی پہرہ دار نے روک دیا اور موٹر کا چالان طلب کیا۔ چالان کے کاغذ پر مع ڈرائیور کے پندرہ آدمی لکھا ہوا تھا مگر سوار سولہ آدمی تھے بالآخر موٹر کے ملازمین میں سے ایک آدمی اُتر گیا تب موٹر کو باہر جانے کی اجازت ملی اور موٹر روانہ ہوئی۔ راستے میں بہت سے اونٹ جاتے ہوئے ملے۔ راستہ ناہموار اور پتھریلا رہنے کے باعث موٹر میں حرکت اٹھا پٹک ہوتی جاتی تھی تخمیناً چار پانچ میل جدّہ سے نکل جانیکے بعد دو پہاڑوں کے بیچ میں ہو کر موٹر جانا شروع ہوا۔ پہاڑوں پر پتھروں کے سوا درختوں کا

نام نہیں۔ زمین پر کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی گھاس کے پودے نظر آتے گئے۔ اور چھوٹے چھوٹے ببول کے درخت بھی کہیں کہیں ملتے گئے۔ اونٹ۔ بکریاں۔ دنبے چرتے ہوئے دیکھنے میں آئے۔ بالو ریت میں کہیں کہیں پر موٹر کے پہئے بیٹھ جاتے تھے اور رفتار موٹر کی دھیمی پڑ جاتی تھی۔ دونوں جانب پہاڑوں کے بیچ میں نشیب و فراز طے کرتی ہوئی موٹر گذرتی تھی۔ خشک پہاڑوں پر نظر دوڑانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند قدوس کی یاد میں پہاڑ و پتھر سب کے سب دم بخود ہیں۔ بدویوں کے کہیں کہیں خیمہ والے مکانات بھی دیکھنے میں آئے اور بدوی عورتیں منہ پر نقاب ڈالے ہوئے بکریاں چراتی ہوئی نظر آئیں۔

بحیرہ منزل اونٹ پر جانے والے جدہ سے مکۃ المکرمہ دو روز میں پہنچتے ہیں۔ درمیان میں ایک مقام بحیرہ ہے۔ وہاں منزل پڑتا ہے۔ بحیرہ منزل میں ہم لوگوں کی موٹر پانچ بجے شام کو پہنچی جہاں گذشتہ شب کے چلے ہوئے قافلے کے حجاج ٹھہرے ہوئے تھے۔ بحیرہ میں موٹر ٹھہر گئی۔ ہم لوگوں نے عصر کی نماز ادا کی اس منزل میں کھانے پینے کے سامان چاول۔ دال۔ آٹا۔ چائے۔ چینی۔ تیل۔ گھی۔ گوشت۔ لکڑی۔ پانی سب ہی چیزیں ملتی ہیں۔ چائے۔ قہوہ۔ ٹھنڈا پانی اور شربت ہر وقت طیار رہتے ہیں۔ نجدی سپاہی کو اس مقام تعینات پایا۔ پانی بیچنے والے سے میں نے پانی لیکر نماز کے لئے وضو کیا۔ اور حسب الطلب اس کے دلانے کے لئے ایک چونی اسکو موٹر کار میں بیٹھتے وقت اس غرض سے دیا کہ بقیہ دو آنے واپس کریگا۔ مگر اس نے واپس نہیں کیا اور موٹر روانہ ہوگئی۔ منزل بحیرہ سے آگے بڑھ کر ایک مقام اوتر جانب ملا۔ اس کو حُدّہ کہتے ہیں۔ حُدّہ میں خس پوش مکانات کے علاوہ پختہ مکانات بھی مجھے نظر آئے اور قریب چار پانچ بیگہ زمین کے رقبہ میں کھجور کے درخت سرسبز نظر آئے۔ سرزمین حجاز میں پہنچکر کھجور کے باغ دیکھنے کا یہ پہلا موقع حاصل ہوا۔ راستے میں جابجا کنویں بھی ملتے گئے۔ اور بدوی عربوں کو کہیں کہیں پانی بھرتے ہوئے بھی دیکھا۔ پیدل چلنے والے حجاج بھی ملتے گئے۔ تپتی ہوئی ریت پر زیارت بیت اللہ کے شوق میں انکا چلنا اور تکلیف کی پرواہ نہ کرنی قابلِ صد آفرین ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر مجھے رشک ہوتا تھا۔ کاش ہمیں بھی راہِ خدا میں سختیاں سہنے کی توفیق ہوتی تو خوب ہوتا۔

مقام شمیسی مغرب کے وقت ہماری موٹر شمیسی میں پہنچی۔ یہاں پر چند بدویوں کے مکانات ہیں۔ شربت اور ٹھنڈا پانی۔ چائے اور قہوہ یہاں بدوی لوگ فروخت کرتے ہیں۔ ہم لوگوں نے پانی خرید کر یہاں بھی وضو کئے اور نماز مغرب بجماعت ادا کی۔ شمیسی سے مکہ معظمہ موٹر کار میں ایک گھنٹے کا راستہ ہے۔ نو میل کا

مسافت ہی۔ ۶ھ ہجری میں واقعہ بیعت الرضوان اور صلح حدیبیہ اسی مقام میں ہوا تھا۔ مقام حدیبیہ اب شمیسی کے نام سے مشہور ہی۔ بایں لحاظ اس مقام کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔" نماز مغرب کے بعد موٹر روانہ ہوا اور ہم لوگ تلبیہ پکارتے ہوئے اور درود شریف اور تسبیح پڑھتے جاتے تھے۔ آگے چل کر بہت سے اونٹوں کے قطار مکہ معظمہ سے واپس آتے ہوئے ملے۔ موٹر کی آواز سے اونٹ بھڑکتے نہ تھے بلکہ مانوس معلوم ہوتے تھے۔ ایک مقام پر راستہ کے اوتر جانب پختہ ستون بہت اونچے اونچے نظر آئے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ستون حد حرم کے ہیں۔ یہاں سے اونٹوں کے قطار ہزاروں کی تعداد میں واپس آتے ہوئے ملتے جارہے تھے۔

موٹر سے اُتر کر گھوڑا گاڑی پر جانا

مکہ معظمہ کے باہر قریب ایک یا ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر جرول میں موٹر ہماری کھڑی ہوگئی۔ یہاں بہت سے آدمیوں کا ہجوم تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں اُترنا ہوگا۔ اس مقام سے آگے موٹر لیجانے کی ممانعت حکومت کی طرف سے۔ ہم لوگ موٹر سے اُتر گئے۔ چند معلموں نے قریب آکر پوچھنا شروع کیا کہ معلم کون ہے اور کس ضلع میں مکان ہی۔ ہم لوگوں نے صوبہ بہار میں مکان رہنا بتلایا۔ صوبہ بہار کے معلم صاحب آئے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں سے اِن سے بمبئی میں ملاقات ہوچکی تھی انھوں نے ہم لوگوں کو پہچانا اور کہا کہ جدہ سے وکیل نے میرے پاس تار بھیجا تھا کہ آدمی موٹر سے جارہے ہیں اس لئے تم لوگوں کو لینے کیلئے آیا ہوں اسکے بعد اُنھوں نے دو عربیہ پر ہم سب لوگوں کو سوار ہونیکے لئے کہا۔ عربیہ الہ آبادی یکہ کی شکل کا چھتری دار گاڑی کا نام ہی جس میں گھوڑا یا خچر جوتا جاتا ہے۔ میں نے اپنی والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ اور ڈاکٹر زاہد حسین صاحب کی والدہ کو سوار کیا۔ اور لالٹین، بدھنا اور صراحی مختصر اور ضروری سامان جو جدہ سے لیکر روانہ ہوئے تھے عربیہ پر رکھدیا اور خود پیدل مکہ معظمہ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ معلم صاحب موصوف نے فرمایا کہ رات کا وقت ہی اور مکہ یہاں سے دور ہی تم بھی گاڑی پر بیٹھ جاؤ۔ ناچار میں بھی بیٹھ گیا اور دوسری گاڑی پر نور احمد صاحب مع اپنی والدہ وغیرہ کے بیٹھے اور دونوں گاڑیاں روانہ ہوئیں ہم سب تلبیہ اور تسبیح پڑھتے جاتے تھے اور ہم سبھوں کے دلوں میں خوشی کا دریا موجزن تھا۔ مکۃ المکرمہ کے مکانات ملنے شروع ہوئے۔

مکہ میں باب المعلٰے سے داخلہ

مناسک حج کی کتابوں میں لکھا ہی کہ مکہ میں باب المعلٰے سے

داخل ہونا مستحب ہے، اس لئے میں نے معلم صاحب موصوف سے کہا کہ باب المعلیٰ سے ہم لوگ جائینگے۔ انھوں نے جواب میں فرمایا کہ باب المعلیٰ بہت دور ہے نہیں جاسکتے ہو۔ سواری پر ہوتے ہوئے دور رہنے کا عذر بیجا تھا مگر ہم لوگ مجبور تھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جدّہ سے مکہ معظمہ پہنچنے پر جرول کے پاس سے دو راستے گئے ہیں ایک راستہ تو دکھن جانب محلہ حارۃ الباب ہوتا ہوا شوبکیہ سے بیت اللہ شریف کو گیا ہے اور دوسرا راستہ اُتر جانب ہوکر بیر ذی طوٰی اور شریف صاحب کے نخلستان کے پاس ہوکر جانوروں کے مذبح کے پاس سے جنت المعلیٰ کے پہاڑ کے بیچ سے ہوکر بطحائے مکہ کی طرف سے بازار صفا مروہ ہوتا ہوا بیت اللہ شریف کو گیا ہے۔ آخر الذکر راستہ گرچہ پیچ کھا کر جاتا ہے اور دور ہے مگر مسنون اسی راہ سے داخل ہونا ہے معلم صاحب کی مرضی کے مطابق مجبوراً ہم لوگ اوّل الذکر راستہ سے محلہ حارۃ الباب میں پہنچے اور اپنے مکان کے قریب ایک مکان میں جہاں منشی مولائی صاحب ساکن موضع ہنسوری ضلع مونگیر قبل سے ٹھیرے ہوئے تھے ہم لوگوں کو معلم صاحب نے ٹھیرایا اور دونوں عربیہ کے کرائے بحساب فی عربیہ چار روپئے ہم لوگوں سے دلوائے اور ان کے کہنے کے مطابق ہم لوگوں نے دیدیئے۔

معلم کی طرف سے دعوت کا دستور

مکہ معظمہ میں دستور ہے کہ اول روز جب حجاج پہنچتے ہیں تو دستور قدیم کے مطابق معلم اپنے حاجیوں کی دعوت کرتے ہیں۔ ایک وقت کھانا اور ناشتہ کھلاکر حق مہمان نوازی کا ادا کرتے ہیں۔ امیر حاجی ہو یا غریب کسی کو اپنا کھانے نہیں دیتے۔ مندرجہ بالا دستور ایک مبارک دستور قابل تقلید ہے اور حصول برکت کا اچھا ذریعہ ہے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مہمانوں کے ساتھ خدا کی رحمت آتی ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حاجیوں خدائے تعالیٰ کے مہمانوں کی مہمان داری کا فخر حاصل کرتے ہیں معلم صاحب نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ اس وقت تم سب کا کھانا ہمارے گھر سے آویگا۔ میں نے کہا کہ یہ آپکی عنایت ہے۔ لیکن ہم لوگوں کو آپ لوگوں کی خدمت کرنی لازم ہے۔ نہ کہ آپ سے خدمت لینی۔ لہٰذا مہربانی فرماکر معاف فرمائیں ہم لوگ بازار سے کھانا لاکر کھائینگے۔ اسکے جواب میں اُنھوں نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ برابر سے ایسا ہی دستور ہے ہمارے یہاں کا کھانا ضرور کھانا پڑیگا۔ اگر دن کے وقت پہنچتے تو ناشتہ پہلے کھلاتے تب کھانا۔ اب کہ رات کا وقت ہے اور کھانا طیار ہے کھانا کھانا ہوگا۔ اس پر میں خاموش ہوگیا اور دعوت رد کرنی خلاف سنت سمجھکر قبول کرلی اور کہا کہ آپ کھانا بعد میں بھیجینگے۔ اول ہم لوگوں کو طواف بیت اللہ شریف اور سعی

صفا مروہ کرانیکا بندوبست کیجئے۔ واپس آکر کھانا کھائینگے۔ تب معلم صاحب نے کہا کہ اس وقت تم لوگ تھکے ماندے ہو کھانا کھا پی کر سو رہو صبح کے وقت حرم شریف جاکر طواف اور سعی کرائینگے۔ میں نے کہا کہ میرے ہمراہی مرد اور عورتوں کو اختیار ہے چاہے وہ جائیں یا نہ جائیں مگر میں اسی وقت جاؤنگا۔ ہمارے ہمراہیوں نے معلم صاحب کی تائید کی مگر میرے دل نے بلا حصول زیارت بیت اللہ کے آرام کی نیند سونا ناپسند کیا۔

باب السلام سے بیت اللہ کا داخلہ زیارت بیت اللہ شریف کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اس لئے میں نے ایک ٹین پانی مول لیکر غسل کیا۔ اسی درمیان میں معلم صاحب کے یہاں سے ہم لوگوں کا کھانا آگیا سب کے ساتھ میں نے بھی کھانا کھایا اور زیارت بیت اللہ شریف و طواف و سعی عمرہ کرنے کی غرض سے ایک حافظ صاحب باشندہ دربھنگہ کی رہنمائی میں تلبیہ کہتا ہوا روانہ ہوا محلہ شوبیکہ کی طرف سے بیت اللہ شریف کے دروازے باب ابراہیمؑ کے پاس پہنچا۔ حافظ صاحب موصوف سے میں نے کہا کہ باب السلام سے داخل ہونا مستحب ہے وہ بیچارے بھی نئے تھے مجھ سے چندروز پہلے پہنچے تھے چنداں واقفیت انکو بھی نہ ہوئی تھی۔ آخر ہم لوگ آمدورفت کرنے والوں سے پوچھتے ہوئے باب السلام کے پاس پہنچے اور نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ مسجد الحرام میں باب السلام سے تلبیہ کہتے ہوئے داخل ہوئے اور داخل ہوتے وقت داہنا پاؤں رکھا اور دعا اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ عَلَيْنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ اور درود شریف پڑھا بیت اللہ شریف پر جب نظر پڑی تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین مرتبہ پڑھا اور درود شریف و دعاء ماثورہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّزِدْ مَنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّتَعْظِيْمًا وَّبِرًّا۔ پڑھتا ہوا آگے بڑھا مسجد الحرام میں باب السلام کے پاس سے راستہ بیت اللہ شریف کے پاس جانیکا کمانی دروازہ کے پاس گیا ہے۔ یہ کمانی دروازہ بیت اللہ کی مشرقی دیوار سے پورب چالیس ہاتھ کے فاصلے پر بنا ہوا ہے۔ قدیم باب السلام یہی کمانی دروازہ ہے زیارت بیت اللہ اور طواف کے لئے اسی دروازہ سے داخل ہونا ہوتا ہے۔ یہ خاکسار گنہگار بھی اسی دروازہ سے رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ پڑھتا ہوا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے

مطاف میں کھڑا ہوا۔ دروازہ شریف کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو دروازہ کھلا ہوا پایا۔ اندر سونے کے فانوس روشن تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھئے کہ بیت اللہ کی داخلی ہو رہی تھی سنہ حال ایام حج میں دروازہ بیت اللہ کے کھلنے اور داخلی ہونیکا آج پہلا موقع تھا۔ یہ گنہگار اندرون بیت اللہ کو ٹکٹکی لگائے ہوئے دیکھ رہا تھا اس وقت اس ناچیز کے دل و جگر میں کیسی مسرت و راحت تھی اسکا بیان احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ دو نجدی سپاہیوں کو دیکھا کہ بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے داخل ہونے والوں کو بید کی چھڑی سے تنبیہ کر رہے تھے۔ مگر زائرین چھوٹے بڑے جوان اور بوڑھے سب ہی شوق داخلی میں دھکے ٹکے اور بید کی مار سہتے جاتے تھے مگر باز نہیں آتے تھے۔ روئے زمین کے سب سے اعلیٰ اور افضل مقام ادب و احترام میں ایسی ڈھیٹھائی کے ساتھ داخلی کی جرأت کرنا اس ناچیز نے خلاف ادب سمجھا اور باز رہا۔

بیت اللہ شریف کی عمارت خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ میں درج ہو کہ اول بیت اللہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بنایا۔ موجودہ دیواریں بیت اللہ کی بلندی میں سوا ستائیس گز ہیں۔ چوبیس انگل کے گز سے اور مغربی دیوار رکن یمانی سے رکن عراقی تک طول میں پچیس گز اور کچھ زیادہ ہے اور دیوار شرقی حجر اسود سے رکن شامی تک چھبیس گز اور ایک بالشت اور دیوار جنوبی حجر اسود سے رکن یمانی تک اکیس گز اور کچھ زیادہ ہے اور دیوار شمالی رکن عراقی سے رکن شامی تک بیس گز ایک بالشت ہے اور عرض دیواروں کا دو گز ہے دیواروں کے تین جانب سنگ مرمر لگے ہیں جسکو شاذروان کہتے ہیں انتہیٰ۔ اس ناچیز نے بھی ایام قیام حرم شریف میں ایک دن ناپ کیا دیوار بیت اللہ شریف کو رکن یمانی سے رکن عراقی تک اور رکن عراقی سے رکن شامی تک اپنے ہاتھ سے۔ اور مندرجہ بالا پیمائش کے مطابق پایا بیت اللہ شریف کے مشرقی دیوار کے دکھن جانب بیت اللہ میں ایک دروازہ زمین سے چار گز کی بلندی پر ہے جسکو باب کہتے ہیں۔ طول باب کا چھ گز دس انگل اور عرض چار گز تین انگل ہے۔ باب بیت اللہ کی چوکھٹ اور کواڑ اور کواڑوں میں چاندی کے پتر جڑے ہوئے ہیں۔ دروازہ بیت اللہ کا ہفتے روز مقفل رہتا ہے۔ مگر ایام حج میں اور بعد حج کے واسطے زیارت داخلی بیت اللہ کے کبھی کبھی چند گھنٹوں کے لئے کھولا جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کی کنجی (مفتاح) جنکے پاس رہتی ہے انکو شیبی صاحب کہتے ہیں۔ موجودہ شیبی صاحب بہت بوڑھے کبیر سن ہیں شیبی صاحب کے خاندان میں کلید برداری کی خدمت حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے چلی آتی ہے۔ صاحب تاریخ حبیب الٰہ

محمد رسول اللہ صؐ نے لکھا ہے کہ ایام رونق افروزی مکہ معظمہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کعبۃ معظمہ کے اندر داخل ہونیکا قصد کیا۔ عثمان ابن طلحہؓ سے کنجی طلب کی وہ لے آئے آپ کعبہ میں داخل ہوئے حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ سقایہ حاجیوں کا مجھ سے متعلق ہے کنجی بھی عنایت ہو حضرت علیؓ نے بھی کنجی کی درخواست کی۔ خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا۔ خدا تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ ادا کرو امانتیں امانت والوں کو آپ نے کنجی عثمانؓ کو دیدی اور فرمایا "لو ہمیشہ کے لئے نہ کوئی تم سے لیگا مگر ظالم" مطابق اس پیشینگوئی کے کنجی خانہ کعبہ کی خاندان عثمان بن طلحہؓ میں اب تک چلی آتی ہے۔ عثمانؓ کے اولاد نہ تھی انھوں نے کنجی اپنے بھائی شیبہ کو بوقت وفات دی شیبہ کی اولاد میں وہ کنجی رہی۔ لہذا صاحب مفتاح شیبی کہلاتا ہے۔ انتہی۔ بیت اللہ شریف پر سیاہ رنگ اطلس کا غلاف چڑھایا ہوا سنہ ۱۳۴۲ ہجری کا محمل مصری کا تھا غلاف شریف کی بناوٹ میں کلمہ طیبہ منقش تھے اور غلاف شریف کے بالائی حصہ میں کمر بند زر کا کام کیا ہوا نہایت خوبصورت تاباں و درخشاں آیات قرآنی زرکاری میں درج تھے۔ غلاف کعبہ شریف کا ہر سال بعد حج کے بدلا جاتا ہے اور اُتارے ہوئے غلاف کے ٹکڑوں کو کلید بردار شیبی صاحب حجاج کے ہاتھوں میں ایام حج میں ہدیہ کرتے ہیں۔ بیت اللہ ہی کو بیت اللہ، بیت العتیق، قبلہ، کعبہ اور مسجد الحرام کہتے ہیں حضرت سید الانبیاء سند الاصفیاء شفیع المذنبین و خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ وسلم و تمام امتیان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کو آیت فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ نازل ہوئی وہ یہی بیت اللہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَتَهٗ کُلَّ یَوْمٍ وَّلَیْلٍ۔

فضائل بیت اللہ شریف

خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ میں جو الگی سفیادی وغیرہ کے مرقوم ہے کہ طیور ہنگام پرواز مقابلہ بیت اللہ کے ہمیشہ سے منحرف ہو جاتے تھے۔ اور ضرر پہنچانے والے درندے آہو وغیرہ سے ملے رہتے تھے۔ بیچ حرم کے اُن سے مزاحمت نہیں کرتے تھے۔ اور جو جبر کرنے والا کہ قصد کیا اس نے ساتھ برائی کے وہ ہلاک ہوا یا نکالا گیا۔ اور جو نبی کہ جھٹلایا ان کو ان کی قوم نے وہ نکلے طرف مکہ کے اور عبادت کی اللہ پاک کی نزدیک کعبہ معظمہ کے دوام حیات تک اور تحقیق گرد کعبہ کے قبریں تین سو نبیوں علیہم السلام کی ہیں اور مابین دونوں رکنوں کے قبریں ستر

نبیوں کی ہیں۔ ان سب کو قتل کیا بھوک اور قمل یعنی جوؤں نے۔ اور قبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور انکی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بیچ حطیم کے ہی نیچے میزاب رحمت کے۔ اور قبریں حضرت نوح اور صالح علیہما السلام کی مابین زمزم اور مقام ابراہیم کے ہیں۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیچ مسجد میری کے یہ برابر ہزار نماز کے ہی بیچ غیر اسکے کے مساجد سے مگر مسجد الحرام تحقیق نماز بیچ مسجد الحرام کے برابر لاکھ کے ہی بیچ غیر اسکے کے۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہی کہ اگر نماز اس میں جماعت کے ساتھ پڑھے پس وہ دو کروڑ اور پانچ لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور روایت کی گئی ہے کہ اترتی ہیں ہر روز نزدیک اللہ جل شانہ کے سے ایک سو بیس[۱۲۰] رحمتیں۔ ساٹھ طواف کرنے والوں کے واسطے ہیں اور چالیس[۴۰] نماز پڑھنے والوں کے واسطے اور بیس[۲۰] کعبہ کی طرف نظر کرنیوالوں کیواسطے ایضاً کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت سے ہی۔ ایضاً فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نظر کی طرف بیت اللہ کے از روئے ایمان و تصدیق اور ساتھ نیک جاننے اس نظر کے بخشے گئے واسطے اسکے جو اول ہوئے گناہوں سے اور جو آخر ہوئے اور اٹھایا جائیگا روز قیامت کے آمنین میں۔ اور جس شخص نے نظر کی بیت اللہ کی طرف اور تھیں اوپر اسکے خطائیں کف دریا کے مثل بخشیگا واسطے اسکے اللہ کل خطائیں۔ اور نظر کرنی زمزم کی طرف عبادت ہی اور نفاق سے امان ہے۔ روایت کی گئی ہے ہر آئنہ کعبہ کے واسطے آٹھ دروازے جنت کے ہیں سب کھلے ہوئے ہیں طرف اسکے روز قیامت تک۔ پس ایک دروازہ ان سے واسطے کعبہ کے ہی اور ایک دروازہ نیچے میزاب کے اور ایک دروازہ نزدیک رکن یمانی کے اور ایک دروازہ اس سے پیچھے مقام کے اور ایک دروازہ اس سے نزدیک زمزم کے اور ایک دروازہ اس سے اوپر صفا کے۔ اور روایت کی گئی ہے نہیں داخل ہوتا کوئی کعبہ میں مگر داخل ہوتا ہی بیچ رحمت اللہ کے۔ اور نہیں باہر جاتا ہی اس سے مگر ساتھ مغفرت اللہ تعالیٰ کے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص داخل ہوا کعبہ میں داخل ہوا بیچ رحمت اللہ کے اور بیچ شکار گاہ اللہ کے اور بیچ امن اللہ کے اور جو نکلا اس سے نکلا بخشش نہ کیا گیا۔ شکار گاہ مراد اس سے ہے جسکو منا کہتے ہیں۔ بہجت النفوس میں لکھا ہی کہ حضرت خضر علیہ السلام تین گھنٹے پھرتے ہیں اطراف دنیا اور دریاؤں کے اور حاضر ہوتے ہیں بیت اللہ میں پنجوقتی نماز کے لئے۔ اور روایت ہی کہ جمیع اولیاء روئے زمین کے مجتمع ہوتے ہیں دن میں ایکبار

ہمیشہ مکہ معظمہ میں واسطے زیارت بیت اللہ کے۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے گرد بیت اللہ کے بہت سے فرشتوں کو اور اولیاء اللہ اور نیک بندوں کو کہ زیادہ تر آتے ہیں شب جمعہ کو اور پیر کی رات کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے صاحبزادے بیٹھتے ہیں نزدیک دروازہ بیت اللہ کے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور انکی جماعت حطیم میں نزدیک قبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اور جماعت کثیر فرشتوں کی نزدیک حجر اسود کے۔ اور ہمارے پیغمبر تاج الاصفیاء خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین وشفیع المذنبین سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور انکے اصحاب کبار اور اولیاء اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نزدیک رکن یمانی کے تشریف فرما ہوتے ہیں ہر روز۔

حطیم خانہ کعبہ سے ہے کعبہ شریف کے شمال میں مُدوّر احاطہ کیا ہوا ہے آدھا دائرہ اس کو حطیم کہتے ہیں۔ دائرہ حطیم کا اندر کی جانب اوپر سے اٹھائیس گز ہے اور باہر کی طرف سوا چالیس گز۔ حطیم میں دو دروازے ہیں۔ ایک رکن عراقی کے پاس اور دوسرا رکن شامی کے نزدیک حطیم میں میزاب رحمت یعنی ناودان کعبہ شریف کے حطیم میں قبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہے اور جانب پچھم قبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قبر حضرت ہاجرہ علیہا السلام والدۂ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہے حطیم میں فرش سنگ رخام سفید وسنگ سیاہ وسرخ وزرد وسبز سے کیا ہوا ہے۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہوا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے نماز پڑھی حطیم میں دو رکعت جانب رکن شامی کے پس گویا زندہ رکھا اس نے ستر ہزار رات کو یعنی شب بیداری کی اور ہوئے واسطے اسکے مثل عبادت کل مومن اور مومنہ اور گویا حج کئے اس نے چالیس حج نیک ومقبول۔ روایت ہے کہ قریش نے جب خانہ کعبہ بنایا تو ان کو اسقدر مال حلال نہ ملا کہ خانہ کعبہ اسقدر بڑا بناتے کہ حطیم بھی اس میں داخل کر لیتے لہذا یہ جگہ خانہ کعبہ سے باہر رہی اور اسی واسطے اس جگہ کو حطیم کہتے ہیں یعنی ٹوٹا ہوا۔ روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نذر مانی تھی کہ اگر مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے فتح ہوگا تو میں حطیم میں دو رکعت نماز پڑھونگی جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور انکو حطیم میں کر دیا اور فرمایا کہ پڑھو اس جگہ کہ حطیم خانہ کعبہ سے ہے۔ اور تیری قوم نے جب نہ ملا خرچ تو اسکو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا اگر

قریب نہ ہوتا زمانہ جاہلیت کا تو البتہ میں توڑتا خانہ کعبہ کو اور ازسر نو بناتا اسکو بالکل اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور حطیم کو اس میں داخل کرتا اور اس میں دو دروازے بناتا ایک سامنے کے رخ اور دوسرا پیچھے۔ اور اگر میں زندہ رہا سال آئندہ تک ایسا کرونگا۔ یہ بیان ابوداؤد ترمذی اور مسلم میں پایا جاتا ہے۔ غرض کہ زندہ نہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال آئندہ اسی واسطے خانہ کعبہ اسی طریق پر رہا۔ اور خلفاء راشدین کو بھی فرصت نہ ملی کہ اسکی تعمیر کی طرف توجہ کرتے۔ ہاں جب حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا تو انھوں نے اس پر عمل کیا اور خانہ کعبہ کو توڑ کر حطیم کو اس میں ملا دیا۔ اسکے بعد حجاج ظالم نے خانہ کعبہ کو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریق پر رکھنا اچھا خیال نہ کیا اور توڑ تاڑ کر اسی پہلے طریق پر کر دیا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا اسی وجہ سے حطیم خانہ کعبہ کا حصہ خیال کیا جاتا ہے اور طواف کرنے میں اسکو بیچ میں لے لیتے ہیں اور اسکو چھوڑ کر طواف کرنا درست نہیں۔ مگر یاد رہے کہ اگرچہ حطیم خانہ کعبہ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف حطیم کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے تو جائز نہیں ہوگی کیونکہ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔

میزاب رحمت خانہ کعبہ کی چھت کا پرنالہ سونے کا ہے اسکا پانی حطیم میں گرتا ہے اسی پرنالہ کا نام میزاب رحمت ہے۔ میزاب رحمت شمالی دیوار کعبہ شریف کے آدھے آدھ پر ہے۔ میزاب رحمت کے نیچے حطیم میں قبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہے۔ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم نے جس نے نماز پڑھی نیچے میزاب رحمت کے دو رکعت نکلا گناہوں سے اپنے مثل اس روز کے کہ جنا اس کو ماں اسکی نے۔ اس مقام میں بہت ہجوم رہتا ہے اور نماز دوگانہ ادا کرنیکے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے اس وجہ سے کہ جو کوئی نماز پڑھنے کو زیر میزاب کھڑا ہوتا ہے بجائے دو رکعت کے چار رکعت اور چھ رکعت ادا کرنے لگتا ہے یا دوگانہ پڑھکر دعا مانگنے میں دیر لگاتا ہے۔

حجر اسود ہاتھ اللہ تعالٰی کا ہے بیت اللہ شریف کے شرقی جنوبی رکن میں زمین سے قریب تین ہاتھ بلندی پر بیت اللہ کی دیوار میں قریب ایک بالشت کا پتھر ہے اسکو حجر اسود کہتے ہیں اسکے اوپر میں چاندی کا حلقہ چڑھایا ہوا ہے۔ روایت ہے کہ حجر اسود بہشت سے حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے سفید اور صاف تھا اور چمکتا تھا نور اسکا۔ گناہوں کو جذب کر لینا اسکی خاصیت ہے بنی آدم کے

نجاسات جاہلیہ اور خطاؤں نے اسکو سیاہ کیا وقت کرنے طواف بیت اللہ کے حجر اسود کا بوسہ لیتے ہیں
تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ہر آئینہ حجر اسود دست راست ہے
اللہ تعالیٰ کا بیچ زمین کے مصافحہ کرتا ہے خدا ساتھ اسکے بندوں اپنے سے جس طرح سے مصافحہ کرتا ہے
ایک شخص تم میں سے بھائی اپنے سے۔ اور جس نے نہ پائی بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر مسح کیا
حجر اسود کا پس تحقیق بیعت کی اس نے اللہ اور اسکے رسولؐ سے۔ اور اگر نہ لگتیں اسکو نجاستیں مشرکین کی
نہ مس کرتا اسکو کوئی صاحب آفت تا شفا طلب کرے ساتھ اسکے مگر صحت پاتا۔ اور حجر اسود ہاتھ
اللہ کا ہے بیچ زمین اسکی کے مصافحہ کرتا ہے ساتھ اسکے جس سے چاہتا ہے بندوں اپنے سے۔

رکن یمانی بیت اللہ کے مغربی جنوبی گوشے کا نام رکن یمانی ہے۔ طواف میں رکن یمانی کا استیلام
مسنون ہے۔ رکن یمانی مقام قبولیت دعا کا ہے۔ روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مابین
رکن یمانی اور حجر اسود کے ایک روضہ ہے ریاض جنت سے۔ اور فرمایا نہیں ہے کوئی شخص کہ دعا کرتا ہے
نزدیک رکن الاسود کے مگر قبول کی جاتی ہے واسطے اسکے اور اسی طرح نزدیک رکن یمانی کے۔

ملتزم شریف بیت اللہ شریف کے دروازہ اور حجر اسود کے درمیان قریب چار ہاتھ کے جو
جگہ ہے اس کو ملتزم شریف کہتے ہیں یہ مقام قبولیت دعا کا ہے۔ طواف کے بعد اس مقام پر کھڑے
ہو کر غلاف کعبہ پکڑ کر روتے گڑگڑاتے توبہ استغفار کرتے اور دعا مانگتے ہیں۔

باب کعبہ شریف باب کعبہ شریف کے مقابل میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں فرمایا رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے نماز پڑھی مقابل باب کعبہ شریف کے چار رکعت پس گویا کہ عبادت کی
اس نے اللہ کی ساتھ عبادت جمیع خلق اسکی کے اور درود بھیجتے ہیں اوپر اسکے ستر ہزار ملائکہ طواف کے
بعد مقام ابراہیم میں اژدحام رہنے اور جگہ نہ پانے کے باعث اکثر لوگ نماز دوگانہ طواف مقابل
باب کعبہ اور ملتزم میں پڑھتے ہیں۔

مقام ابراہیم بیت اللہ شریف کے شرقی دیوار سے پورب جانب قریب ۲۱ گز کے فاصلہ پر
مقام ابراہیم ایک مکان گنبد دار کے اندر مقفل ہے۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ نقل ہے شیخ عزالدین سے
کہ ۸۵۳ ہجری میں وہ مجاور کعبہ تھے اس وقت انھوں نے مقام ابراہیم کی پیمائش کی اور معلوم کیا
بلندی اسکی زمین سے ثلث گز اور آٹھواں حصہ گز کا ہے اور اوپر سے وہ سنگ مربع ہے چاروں طرف سے

۱۷۷

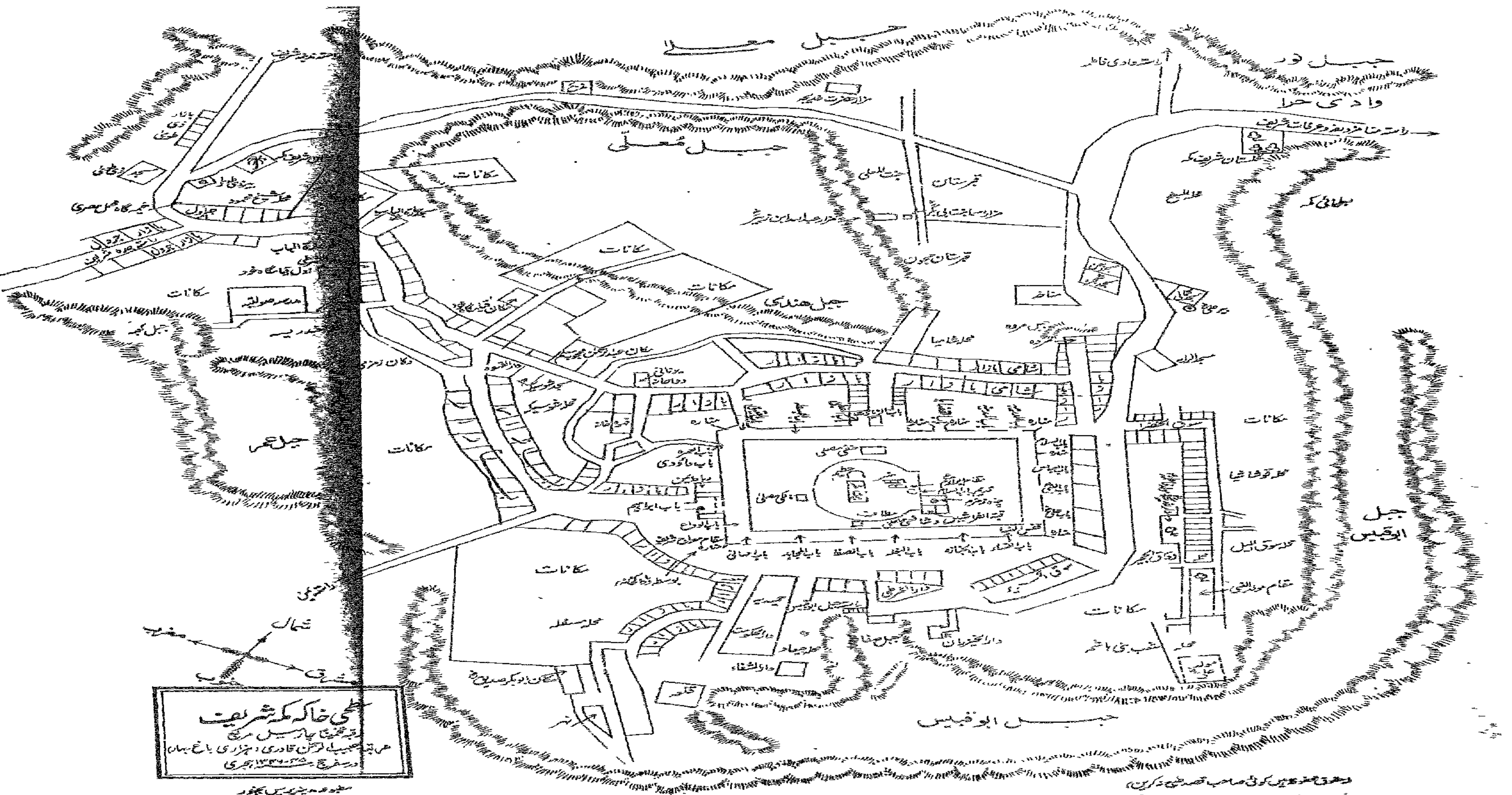
پاؤ گز ہے اور اس پر نشان دونوں قدموں کا ہے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا) اور گرد جگہ قدموں کے چاندی کے پتر لگے ہیں اور چاروں طرف اس موضع کے ایک صندوق مضبوط زمین میں کیا ہے اور اس صندوق کے اوپر غلاف اطلس سیاہ زربفت کا ڈالا ہے اور اسکے اوپر ایک گنبد چھوٹا سا لکڑی کا چار ستون پر کھڑا ہے اور اسکے اندر سونے اور لاجورد وغیرہ سے تمام منقش کیا ہے اور بہت زیب و زینت سے سنوارا ہے اور اوپر گنبد کے شیشے کے تختوں کو باہم ملا کر پیچ زرد کیا ہے اور ہر چہار طرف صندوق کے چار ٹٹیاں جالی دار ہفت دھات کے ان چار ستونوں سے جو کہ مذکور ہوئے وصل کی ہیں (جالیوں میں نظر دوڑانے سے دکھلائی دیتا ہے) مقام ابراہیم مقفل کا دروازہ پورب کی طرف ہے اور اسکے اوپر کا گنبد سبز رنگ کا ہے۔ باب مقفل کے پیچھے یعنی پورب متصل مقام نماز پڑھنے نفل بعد طواف کا ہے۔ طول اور عرض اس مصلے کا پانچ گز ہے۔ نام اس مقام کا آبوانہ خلف ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے نماز پڑھی دو رکعت خلف مقام کے بیچ بخشے گئے واسطے اسکے جو اول تھے گناہوں سے اور جو آخر تھے۔ اور دیا جاتا ہے حسنات سے برابر اس شخص کے کہ نماز پڑھی اس نے خلف بیچ مقام کے کئی چند اور امن دیگا اسکو اللہ تعالی دن قیامت فزع اکبر یعنی خوف بزرگ سے اور حکم کرتا ہے اللہ تعالی جبرئیل و میکائیل و جمیع ملائکہ مقربین کو کہ استغفار کریں واسطے اسکے روز قیامت تک۔ اسی مقام کی نسبت اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے فِيهِ ايٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے جنت کی چیزوں میں سے دو چیزیں دنیا میں رکھی گئیں۔ ایک حجر اسود اور دوسرا مقام ابراہیم ہے

زمزم شریف چاہ زمزم کی گہرائی ساٹھ ۶۰ گز ہے اور عرض اسکے منہ کا چار گز ہے۔ اور دیوار بیت اللہ شریف سے چاہ زمزم پورب کی طرف سینتیس گز کے فاصلے پر ہے اور مقام ابراہیم سے چاہ زمزم دکھن جانب اکیس ۲۱ گز کے فاصلے پر ہے۔ چاہ زمزم محفوظ ہے اندر ایک مکان کے دروازہ مکان مذکور مشرق کی طرف ہے اور دو کھڑکیاں مکان مذکور میں پچھم جانب ہیں اور بیت اللہ ان کھڑکیوں سے نظر آتا ہے مکان مذکور میں سنگ مرمر کا فرش ہے اور مونڈیرا یعنی کرسی چاہ زمزم کی زمین سے تین ہاتھ اونچی ہے اور سنگ مرمر کی ہے۔ مکان مذکور کی چھت میں چھ عدد گھرنیاں پانی کھینچنے کو لگی ہوئی ہیں۔ سقہ لوگ ان گھرنیوں کے ذریعے ڈول سے آب زمزم کھینچتے رہتے ہیں۔ چاہ زمزم کے

مکان کے باہر پورب جانب اور قبۃ الفراشین کے دکھن جانب حوض بنے ہوئے ہیں اور اس میں آبنوسی کے پیالے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں چاہ کے اوپر دکھن جانب مذکورہ بالا حوضوں میں پانی جانیکے لئے نالی (راستہ) بنا ہوا ہے۔ چاہ زمزم کے پاس اور باہر حوض کے پاس زمزم پینے والوںکا بڑا ہجوم رہتا ہے۔ آب زمزم شدت کی گرمی کے وقت میں بھی بہت ٹھنڈا رہتا ہے۔ ذائقہ زمزم کا تیز ہے قدرے شوریت کے ساتھ مگر شوریت اسکی خوشگوار ہے۔ اور بے انتہا ہیں فضائل آب زمزم کے بیچ مسلم کے ہر آئینہ وہ طعام ہے کھانے کا اور شفا ہے بیماروں کا اور بیچ بخاری شریف کے ہے کہا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نہ تھا طعام مگر آب زمزم پس فربہ ہوا میں یہاں تک کہ سخت ہوگئیں شکنیں پیٹ میرے کی اور نہ پاتا تھا میں سستی بھوک کی اور ذکر کیا اس نے ہر آئینہ کفایت کی پانی نے تیس۳۰ دن رات یعنی ایک ماہ دن رات سوائے پانی زمزم کے کچھ ہم نہ پہنچا اور میں نے اسی کو پی کر گذران کیا۔ اور فرمایا رسول علیہ السلام نے کہ پانی زمزم کا واسطے اسکے ہے کہ پیا جاوے واسطے اسکے یعنی جو نیت کہ ہو وے پس اگر پیا تو نے اسکو واسطے سیر ہونیکے سیر کرے اللہ تعالیٰ تجھ کو ساتھ اسکے اور اگر پیا تو نے اسکو واسطے دور ہونے تشنگی کے دور کرے اسکو۔ اور وہ ضرب جبرئیل علیہ السلام کی ہے سیراب کرنا اللہ کا ہے اسمٰعیل علیہ السلام کو اور چاہ زمزم قبولیت دعا کا مقام ہے اصلیت اور حقیقت زمزم کی ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

زمزم شریف کی اصلیت تاریخ مکہ میں ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود سے نجات دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے نکلے اور نکاح کیا اپنے چچا کی بیٹی سارہؑ سے پھر پہنچے مصر میں حضرت سارہؑ کو ہمراہ لیکر حضرت سارہؑ بہترین عورتوں کی تھیں حُسن میں۔ پس آیا ابلیس فرعون مصر کے پاس اور خبر دی اسکو حضرت سارہؑ کے حُسن کی تو فرعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس قاصد بھیجا اور حضرت سارہؑ کا حال دریافت کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خیال سے کہ فرعون قتل کرے ان کو اور نکاح میں لاوے حضرت سارہؑ کو جواب میں فرمایا کہ وہ (یعنی حضرت سارہؑ) میری بہن ہے۔ پھر فرعون نے طلب کیا حضرت سارہ علیہا السلام کو اور فرعون نے انکے حسن کو دیکھا بے اختیار ہوگیا اور اپنے نفس کو روک نہ سکا اور دراز کیا اس مردود نے ہاتھ اپنا طرف سینہ حضرت سارہ علیہا السلام کے پس خشک ہوگیا

ہاتھ اسکا اور وہ ڈرا ان سے اور اللہ تعالیٰ نے اُٹھا لیا حجاب جب غائب ہوئیں حضرت سارہ علیہا السلام نظروں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے تسکین خاطر اور رفع بدگمانی ان کے کے اور آرزو کی فرعون نے حضرت سارہ علیہا السلام سے تاکہ وہ دعا کریں اپنے رب سے واسطے درست ہو جانے ہاتھ فرعون کے بطور سابق کے اور عہد کیا اس نے کہ آئندہ انکو ایذا نہ دیگا پس کہا حضرت سارہ علیہا السلام نے الٰہی اگر فرعون سچا ہے تو چھوڑ دے تو ہاتھ اسکا پس درست ہو گیا ہاتھ اسکا اور دیا اس نے ہاجرہؑ کو انکی خدمت کیواسطے حضرت سارہ علیہا السلام ہاجرہؑ کو لیکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے حال پوچھا حضرت سارہ علیہا السلام نے فرمایا کفایت کیا اللہ پاک نے مجھکو کید فاسق و فاجر فرعون سے اور دی فرعون نے ہاجرہ مجھکو میری خدمت کیلئے۔ لکھا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام بانجھ تھیں اولاد نہ ہوتی تھی حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ دی میں نے ہاجرہ تجھکو شاید اللہ پاک تجھکو اس سے فرزند عطا فرما دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صحبت کی حضرت ہاجرہؑ سے پس حاملہ ہوئیں وہ اور پیدا ہوئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور قیام کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیچ زمین کے اور جو کوئی آپکے پاس آتا تھا اسکی ضیافت کرتے تھے پھر جب بھیجا اللہ جل شانہ نے ملائکہ کو واسطے ہلاک کرنے قوم لوط کے حکم کیا انکو کہ ابتدا کریں ساتھ ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور بشارت دیویں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ علیہا السلام کو ساتھ اسحٰقؑ کے پس جب پہنچے ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تو مہمانی کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکی اور حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھیں ملائکہ نے بشارت دی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ اسحٰق اور بعد انکے حضرت یعقوب علیہما السلام کی حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر اس وقت نوے برس کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایکسو بیس ۱۲۰ برس کے تھے بسبب بوڑھاپے تعجب کی راہ سے حضرت سارہ ہنسیں پھر حاملہ ہوئیں حضرت سارہ علیہا السلام اور پیدا ہوئے حضرت اسحٰق علیہ السلام پھر سن شباب کو پہنچے حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام اور جیسا کہ عادت اطفال کی ہوتی ہے مار پیٹ کی حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام نے آپس میں پس غصہ ہوئیں حضرت سارہ علیہا السلام اوپر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اور قسم کھائی کہ ایک جا سکونت انکے ساتھ نہ کریں ایک شہر میں اور حکم کیا


سطحی خاکہ مکہ شریف
رقبہ تخمینا چار میل مربع
مرتبہ حبیب الرحمٰن قادری ہزاری باغ بہار
جبل معلی
جبل نور
وادی حرا
جبل معلی
جبل ہندی
جبل عمر
جبل ابو قبیس
جبل ابو قبیس
قبرستان
مکانات
شمال
مشرق
مغرب
جنوب

انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہ لیجائیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو دوسری جگہ یہاں تک کہ
لائے وحی آلہی سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو مکے میں اور مکہ ان دنوں میں
محل عصاۃ وسلم تھا یعنی جھاڑیوں کا محل اور موضع بیت کا ایک ٹیلہ سُرخ تھا۔ پس قصد کیا ساتھ
اسکے طرف موضع حطیم کے اور اُتارا انکو بیچ اسکے اور حکم کیا کہ کریں سائبان پس حضرت ہاجرہ علیہا
السلام انکے پیچھے ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکو منع کیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے
کہا کیا خدا نے حکم کیا تجھ کو ساتھ اسکے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں! تب حضرت ہاجرہ
علیہا السلام نے کہا اب ضائع نہیں کریگا وہ ہم کو اور پھریں وہ پیچھے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ ایک مشک پانی تھا یہاں تک کہ تمام ہوا پانی اور پیاسی ہوئیں
حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پس نظر کی حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے طرف
پہاڑ کے اور نہ دیکھا کوئی پکارنے والا اور نہ کوئی جواب دینے والا پھر چڑھیں اوپر صفا کے اور نہ دیکھا
کسی کو پھر اُتریں اور آنکھیں انکی طرف اپنے لڑکے یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کے تھیں یعنی دیکھتی تھیں تا کہ
کوئی درندہ کھا نہ جاوے۔ یہاں تک کہ اُتریں بطنِ وادی میں پس غائب ہوئے حضرت اسمٰعیل
علیہ السلام انکی نظروں سے پس دوڑیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوسری طرف اور گذر گئیں اور
چڑھیں مروہ پر نہ دیکھا کسی کو آمدرفت کی انھوں نے اسی طرح سے سات بار پھر پھریں طرف حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام کے اور تحقیق نازل ہوئے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور مارا انھوں نے موضع
زمزم کو بازو اپنا پھر نکلا پانی اور جلدی کی حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اسکی طرف اور بند
کیا اسکو بہنے سے تا کہ ضائع نہ ہووے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اگر نہ ہوتی یہ بات کہ حضرت ہاجرہ
علیہا السلام جلدی کرتیں البتہ ہوجاتا وہ چشمہ جاری۔ پس پیا حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے
اور پلایا اپنا دودھ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ
علیہا السلام کو کہا کہ نہ ڈر تو ہلاکی سے تحقیق اس جگہ بیت ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے بناویگا
اسکو یہ لڑکا اور باپ اس کا۔

مطاف یا صحن مسجد الحرام کعبہ شریف کے چاروں طرف طواف کعبہ کرنیکے لئے دائرہ نما جگہ ہے اسکو
مطاف کہتے ہیں۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح منسک متوسط میں

لکھا ہے کہ مراد مطاف سے وہ جگہ ہے کہ مقرر کی گئی ہے واسطے طواف کے اور اسی قدر تھی مسجد الحرام زمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ گرد کعبہ شریف کے سارے مطاف میں سنگ صفوان سے فرش کیا ہوا اور تیار ہوا تھا دائرہ مطاف کا ۹۶۱ھ ہجری میں سلطان سلیمان خان رومی کے حکم سے اور دائرہ مطاف کا سب طرف سے برابر نہیں ہے عرض و طول مطاف کا حسب بیان صاحب خیرۃ الدارین کے حسب ذیل ہے۔ شمالی کعبہ شریف سے اور حطیم کے باہر سے پچیس گز اور ایک بالشت و دو انگل اور جنوب کی طرف کعبہ معظم سے اکیس گز اور آٹھ انگل اور مغرب کعبہ شریف سے چوبیس گز دو انگل کم اور مشرق کی طرف کعبہ معظمہ سے باب السلام قدیم تک چوالیس گز ہے۔ مطاف میں بیت اللہ کا طواف کرنے والے ہر وقت رہتے ہیں کسی وقت خالی نہیں رہتا ہے۔ فتویٰ عثمانی میں لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف کے آس پاس یعنی مطاف میں ایک کم چار سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔

صفا و مروہ بیت اللہ شریف سے جنوب کی طرف باب الصفا سے تخمیناً ساٹھ گز کے فاصلے پر کوہ صفا دامن جبل ابو قبیس میں اور بیت اللہ سے مشرق کی طرف کوہ مروہ ہے۔ اور درمیان کوہ صفا اور مروہ کے فاصلہ نو سو دس گز شرعی ہے۔ صفا و مروہ وہی پہاڑیاں ہیں جن پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام پیاسی پانی کی تلاش میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پیاسا بیت اللہ کے پاس چھوڑ کر سات بار چڑھی اور اُتری تھیں اور بطن وادی میں ایکسو دس گز دوڑ کر ہر ایک بار گزری تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر چڑھنا اُترنا اور بطن وادی میں دوڑ کر جانا آنا سات بار کچھ ایسا پسند آگیا کہ حج کرنے والوں پر صفا اور مروہ پر اسی طرح سے سات بار چکر لگانا اور بطن وادی میں دوڑنا واجب کر دیا اور ارکان حج کے واجبات میں داخل کر دیا۔ اب تو صفا و مروہ کی پہاڑی کی صورت باقی نہیں رہی۔ دونوں پر سیڑھیاں چڑھنے کیلئے پختہ بنا دیگئی ہیں اور پختہ محراب بنے ہوئے ہیں راتوں کو محرابوں میں گیس کی روشنی ہوتی ہے اور درمیان صفا اور مروہ کے عمارتیں بنگئی ہیں اور دُکانیں و بازار ہیں۔ حج و عمرہ کرنے والے کو صفا اور مروہ پر چڑھنا سات بار اور بطن وادی میں بطریق مقررہ دوڑ کر چلنا اسی کا نام سعی کرنا ہے۔ بطن وادی کے راستے کے دونوں طرف دو دو میل سبز رنگ کے گڑے ہوئے ہیں انکو میلین اخضرین کہتے ہیں رات کو ان میں گیس کی روشنی ہوتی ہے میلین اخضرین دوڑنے کے مقام پر بطور علامت ہیں

گڑے ہوئے ہیں۔ پہلا میل صفا سے ایکسو نوے گز کے فاصلے پر ہے اور دوسرا میل پہلے سے ایکسو دس گز پر اور دوسرے میل سے مروہ چھ سو دس گز پر ہے۔ بروایت ابن منذر اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے مانند ثواب آزاد کرنے ستر غلاموں کے ہے اور جو کہ دوڑا درمیان صفا اور مروہ کے ثابت قدم کریگا اللہ تعالیٰ اسکو اوپر پل صراط کے اس روز کہ لرزیگا قدم لوگوں کا اور نہ چلا جائیگا اس پر کسی سے

مسجد الحرام میں پہلی نماز عربی ٹائم سے چار اور ہندوستانی ٹائم سے رات کے گیارہ بج چکے تھے نماز عشاء کی جماعت بہت دیر پہلے ہو چکی تھی۔ اول میں نے نماز عشاء مسجد الحرام میں بیت اللہ شریف کے سامنے ادا کرنے کا شرف حاصل کیا اس لئے یہ لکھنا بیجا نہ ہوگا کہ مسجد الحرام میں سب سے پہلے جس نماز کے پڑھنے کا فخر مجھے حاصل ہوا وہ نماز عشاء تھی۔

طواف بیت اللہ اور استیلام حجر اسود اگرچہ میرے پاس مناسک حج کی کتابیں تھیں ادائے طواف کی دعائیں مجھے معلوم تھیں تاہم لغرض احتیاط اور صحت کے میں نے ایک عرب مطوف سے کہا کہ آپ مجھے طواف اور سعی صفا و مروہ کی کرادیویں۔ میں آپکی خدمت کرونگا وہ راضی ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مطاف میں حجر اسود کے مقابل میں مجھے کھڑا کیا اور احرام کی چادر کو داہنے ہاتھ کے بغل سے دبا کر بائیں کندھے پر ڈال کر اوڑھایا۔ مذکورہ بالا طرح پر چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں اور جس طواف کے بعد سعی کرنا ہوتا ہے اسمیں اضطباع کرنا سنت ہے اور اضطباع سوائے طواف اور کہیں سنت نہیں ہے۔ اور نیت طواف کی پڑھایا میں نے انکے بتلانیکے مطابق حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح پر کہ داہنا مونڈھا میرا حجر اسود کے بائیں کنارے کے سامنے تھا اور حجر اسود سارا میرے داہنے طرف پڑ رہا تھا پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر پڑھا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پھر ہاتھ چھوڑ کر دونوں کف دست اپنا حجر اسود پر رکھ کر منہ اپنا دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھ کر حجر اسود کو بوسہ دیا اس طریقہ سے بوسہ دینے کا نام استیلام ہے۔ اور استیلام حجر اسود سنت ہے اسکے بعد دعا طواف شروع اول مطوف صاحب جیسے پڑھتے جاتے تھے میں بھی پڑھتا جاتا تھا اور رمل کرتا جاتا تھا۔ رمل کہتے ہیں طواف میں سینہ نکال کر

زور سے جھپٹ کر چلنے کو چھوٹے چھوٹے قدم نکال کر اور مونڈھا ہلا کر۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ رمل اسی طواف میں کرتے ہیں جسکے بعد سعی کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح پر بیت اللہ شریف کے مشرق شمال اور مغرب میں طواف کرتے ہوئے دعا پڑھتے ہوئے رکن یمانی کے پاس پہنچے یہاں پر بہت سے طواف کرنیوالوں کو رکن یمانی کا بوسہ لیتے ہوئے اور نجدی سپاہی متعینہ رکن یمانی کو ھٰذَا الْاَعْجُوْز۔ ھٰذَا الْاَعْجُوْزُ کہہ کہہ کر بید چمکاتے ہوئے دیکھا۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی میں نے بھی رکن یمانی کو بوسہ دینا چاہا مگر مطوف صاحب نے مجھے منع کیا اور کہا کہ رکن یمانی کا استیلام اس پر فقط دونوں ہاتھوں کا لگانا یا داہنا ہاتھ لگانا ہے۔ بایاں ہاتھ اسپر لگانا یا بوسہ دینا یا سجدہ کرنا نہ چاہیئے۔ مناسک کی کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے مطابق اسکے میں نے رکن یمانی پر اپنا دونوں ہاتھ لگایا اسکے بعد وہاں پر یہ دعا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ حجر اسود تک پڑھا۔ مندرجہ بالا طریق پر دعا پڑھتے ہوئے حجر اسود کے پاس سے شروع کر کے بیت اللہ شریف کے چاروں طرف چکر لگاتے ہوئے حجر اسود تک پہنچنے کا نام طواف ہے اور یہ ایک طواف ہوا۔ اسکو اصطلاح عرب میں ایک شوط کہتے ہیں اور طواف میں سات شوط ہیں۔ ہر ایک شوط کے بعد حجر اسود کو بوسہ بطریق بالا دینا ہوتا ہے پھر بوسہ دیا اور ہاتھ اٹھا کر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الخ کہتے ہوئے دوسرے شوط کی دوسری دعا اور تیسرے شوط میں تیسری دعا اور چوتھے میں چوتھی دعا اور پانچویں میں پانچویں دعا اور چھٹے میں چھٹی دعا اور ساتویں میں ساتویں دعا پڑھا۔ ہر شوط کی دعا علیحدہ علیحدہ رسالہ ہدیۂ حرمین حصہ اول میں خاکسار نے درج کیا ہے۔ یہاں پر بخیال طوالت چھوڑ دیا گیا درج نہیں کیا۔ ہر شوط کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیا اسکے بعد مقام ابراہیم کے پاس مطوف صاحب نے مجھے ہاتھ پکڑے ہوئے لایا مگر چونکہ مقام ابراہیم کے پیچھے ابوانہ حلف میں ہجوم تھا جگہ خالی نہ تھی اس لیئے باب کعبہ شریف کے مقابل میں مقام سے جنوب کی طرف دوگانہ طواف ادا کرنے کو کہا۔ میں نے نماز دوگانہ طواف کی نیت کی اور بعد ثنا اور تسمیہ پڑھنے کے سورہ فاتحہ پڑھکر قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھا اور رکوع اور سجدہ کر کے دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا اور رکوع سجدہ کر کے تشہد درود اور دعاء ماثورہ پڑھکر سلام پھیرا اور دعا مانگ کر ہمراہ مطوف صاحب کے مقام

زمزم شریف میں پہنچا یہاں پر زمزم پینے والوں کا بہت ہجوم تھا مشک اور صراحیوں میں بوڑھے جوان اور چھوٹے چھوٹے بچے سب زمزم شریف ایک حلالہ دو حلالہ لے کر پلاتے تھے۔ میں نے ایک عرب زمزم پلانے والے سے زمزم شریف لیا اور خوب سودہ ہوکر پیا اور زمزم شریف پیتے وقت کی دعا پڑھا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّعَمَلًا صَالِحًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اور بیت اللہ شریف کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا۔ طواف کے بعد زمزم پینا اور کعبہ شریف کی طرف دیکھنا مستحب ہے۔ اسکے بعد ملتزم شریف کے مقابل میں کھڑے ہوکر دعائے خیر سلامتی ایمان کامیابی دارین کی اپنے اور سارے بزرگان و برادران و عزیزان و محبان و جمیع مومنین و مومنات کے حق میں خداوند قدوس سے مانگا۔ طواف کرنے والوں کی اس درجہ کثرت تھی کہ ہر شوط کے بعد حجر اسود تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا۔ اور ایسی حالت میں اپنے ہاتھوں کو حجر اسود کی طرف اُٹھا کر ہتھیلیوں کو اپنے بوسہ دیا اور تصور کیا کہ حجر اسود کو بوسہ دے رہا ہوں۔ اکثر معذور بوڑھے اور بیمار مرد عورتیں شبریوں میں بیٹھی ہوئی تھیں اور حمال ان کو اپنے سروں پر اٹھائے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرا رہے تھے۔

سعی صفا مروہ سعی کے واسطے باب الصفا سے صفا پر جانا مسنون ہے اس لئے ہمراہ مطوف صاحب موصوف کے باب الصفا سے گئے اور صفا کے پاس پہنچے تو یہاں پہنچکر مطوف صاحب کو اپنی سہو غلطی یاد آگئی اور مجھ سے پوچھا کہ تم قارن ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میں نے حج قران کی نیت کی ہے میں قارن ہوں

مطوف کی راستبازی و خداترسی اگرچہ اکثر معلم اور مطوف صاحبان حصول زر کی کوشش میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ سنن و مستحبات کی ادائیگی میں حجاج کو سہولت پہنچانے اور موقع دینے کے بجائے ترک کرا دیتے ہیں ذرا بھی پروا نہیں کرتے ان کو اپنا اُلو سیدھا کرنے اور روپے کمانے سے غرض ہوتا ہے۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ سب ایسے ہی ہوتے ہیں نہیں نہیں! خدا پنج انگشت یکساں نکرد۔ ان میں بڑے راستباز اور خدا سے ڈرنے والے لوگ بھی ہیں اور ہوتے ہیں ہمارے مطوف صاحب نے طواف کرتے وقت مجھ سے نیت طواف قدوم کی کرائی تھی حالانکہ نیت طواف عمرہ کی کرانی تھی۔ مجھ سے مقام صفا پر پہنچنے کے بعد اس غلطی کو اپنے انھوں نے ظاہر کی اور دوبارہ طواف کرانے کیلئے مجھے لوٹا کر پھر

مسجد الحرام میں گئے اور بطریق مذکورہ بالا طواف عمرہ کرایا اور بعد طواف کے میں نے نماز دوگانہ طواف پھر باب کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم کے قریب ادا کی اور زمزم پی کر ملتزم شریف کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی اور باب الصفا کے پاس سے صفا کے پاس پہنچے اور صفا کی سیڑھیوں پر چڑھکر کعبہ معظمہ کی طرف دیکھا اور مونڈھوں تک ہاتھوں کو اپنے اُٹھا کر تکبیر و تہلیل با واز بلند کیا اور درود شریف پڑھا اور دعا مانگ کر سعی کی۔ دعا پڑھتے ہوئے مروہ کی طرف چلے جب میل اول کے پاس پہنچے تو دوڑتے ہوئے میل دیگر کے پاس تک گئے۔ اسکے بعد تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے مروہ تک گئے اور مروہ کی سیڑھیوں پر چڑھکر تکبیر و تہلیل اور درود شریف پڑھا یہاں سے بیت اللہ نظر نہیں پڑتا ہے اسکے بعد پھر دعا پڑھتے ہوئے چلے اور جب میل اخضر کے پاس پہنچے تو دوڑ کر دوسرے میل تک گئے اسکے بعد تیزی سے چلتے ہوئے دعا پڑھتے ہوئے چلے اور صفا کے پاس پہنچکر پھر صفا کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کی طرف نظر کی اور تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اور درود شریف پڑھکر دعا پڑھتے ہوئے مروہ تک گئے اور بدستور بالا میلین اخضرین کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اور آئے اور ساتواں بار مروہ پر جا کر پورا ہوا۔ وقت سعی کرنے صفا اور مروہ کے درمیان ہزاروں آدمی مرد عورتیں سعی کرنے میں مشغول تھیں اور سعی کرنے والوں کا غول سیل رواں کی طرح سے آتا اور جاتا ہوا ملتا تھا۔ یہاں بھی کتنے مرد عورتیں بیمار اور بوڑھے معذور شبریوں میں بیٹھے ہوئے نظر آئے اور حمال انکو اپنے سروں پر اُٹھائے ہوئے سعی کرا رہے تھے۔ وہاں سے دعا مانگ کر بیت اللہ شریف کے پاس حاضر ہو کر مطاف میں دو رکعت نماز نفل بعد سعی ادا کی اور اپنے اور جملہ بزرگان و برادران و محبان و عزیزان و کل مومنین اور مومنات کے حق میں دعائے سلامتی ایمان و توفیق عمل نیک اور عاقبت دارین کی مانگی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و انعام بیحد جو اس ناچیز پر ہوئے اسکا شکریہ عجز و انکساری کا اپنے اقرار کرتے ہوئے ادا کیا۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و عنایت بے غایت سے آج کے روز اس گنہگار سیہ کار کو جو سرفرازی اور ممتازی اور انبساط و مسرت کی سعادت کی بے زوال دولت نصیب ہوئی ہے اس کا شکریہ ادا ہونا ناممکن ہے۔ فالحمد للہ علی احسانہ۔

حفرہ معجن یا مقام جبرئیل میں نماز کعبہ شریف کے مشرقی شاذروان سے متصل در باب کعبہ سے شمال کی طرف مطاف میں ایک چھوٹا سا حوض ہے اسکا طول سات بالشت اور سات انگل اور

عرض پانچ بالشت اور تین انگل ہے اسمیں سنگ مرمر کا فرش ہے۔ یہ مقام حفرہ معجن۔ اور مقام جبرئیل تین ناموں سے مشہور ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ حفرہ وہ جگہ ہے کہ حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام وقت تعمیر کعبہ شریف کے اس مقام میں گارا بناتے تھے اسواسطے اہل مکہ اسکو معجنہ کہتے ہیں اور تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین طبری وغیرہ نے کہا کہ یہ حفرہ وہ جگہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جناب حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ پانچ وقت کی نماز اس موضع میں پڑھی ہے اور اوقات نماز پنجگانہ کے مقرر کئے ہیں۔ اس زمانہ میں کہ حق تعالیٰ نے اس امت مرحومہ پر نماز فرض کی اس لئے اسکو مقام جبرئیل کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مقام جبرئیل میں تین چار آدمیوں کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ ہے یہاں پر لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا۔ اور بہت آدمیوں کو جگہ ملنے کے انتظار میں کھڑے ہوئے پایا۔ میں بھی مقام مذکور میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کو حاضر ہوگیا اور کچھ دیر کے بعد مجھے بھی خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم بیکراں سے موقع نصیب ہوگیا اور دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اپنے اور سائر بزرگان ومحبان وبرادران وعزیزان وجملہ مسلمین ومسلمات کے لئے دعا مانگی۔ ایک عرب جناب وہاں پر کھڑے تھے انہوں نے خیرات طلب کیا میں نے ایک چونی انکی نذر کی۔ اسکے بعد میں بیت اللہ شریف کے چاروں طرف گھوم گھوم کر نظر کر کے اپنی آنکھوں کو رحمت الٰہی نامتناہی سے بہرہ اندوز کرنے میں مصروف ہوا۔ طالبان حق ومشتاقان زیارت بیت اللہ مجنوں صفت لیلئے کعبہ کو نقاب پوش دیکھکر تکبیر وتہلیل کے نعرے بلند کر رہے تھے اور مست وسرشار نظر آرہے تھے۔ غلاف بیت اللہ پر جب نظر کرتا تھا تو جلوۂ رحمت باری تعالیٰ کے نظارہ سے میرے ناچیز دل میں بھی انبساط وسرور کا دریا موجزن ہوتا تھا اور صدف دل میں گوہر مقصد تاباں ودرخشاں معلوم ہوتا تھا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

زیر میزاب رحمت حطیم میں نماز

اسکے بعد حطیم میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ سارے حطیم میں مرد عورتیں نماز نفل اور دعا واستغفار میں مشغول ہیں اور بہتیرے آدمی شمالی دیوار کعبہ شریف کے غلاف کو پکڑے ہوئے احکم الحاکمین جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کی بارگاہ احدیت میں رو رو کر اور گڑگڑا کر اپنی التجا آرزوؤں اور درخواستوں کو پیش کر رہے تھے اور

ان کی پُر درد صدائیں دلوں پر عجیب اثر پیدا کر رہی تھیں دیکھنے والوں اور سننے والوں کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے دریا اُمڈے آ رہے تھے اور بچھڑے ہوئے غلاموں کو اپنے آقا اور مولیٰ کے آستانے پر سرِ عجز و نیاز رکھ کر خطا و عصیاں کی بخشش چاہنے اور دعا مانگنے کی طرف رجوع کر رہے تھے۔ زیرِ میزاب رحمت حجر اسمٰعیل و حجرہ ہاجرہ علیہما السلام پر لوگ نماز نوافل پڑھ رہے تھے اور بہت لوگ انتظاری میں کھڑے نظر آ رہے تھے۔ تائید ایزدی نے میری بھی رہنمائی کی اور میں نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مقام مذکور میں دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بعد مقصود بالا اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا مانگی اور پھر غلاف کعبہ کو پکڑ کر طلب مغفرت میں رجوع ہوا۔ اس وقت اپنا کیا حال تھا۔ اہل درد اور ارباب ذوق سمجھ سکتے ہیں اور اندازہ کر سکتے ہیں۔

حرم بیت اللہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے

بیت اللہ شریف کے اندر سونے کے بیش قیمتی فانوس سلاطین ترکی و دیگر اقالیم کے بادشاہوں کے نذر بھیجے ہوئے روشن نظر آ رہے ہیں دروازہ بیت اللہ پر چوکھٹ کے دو شمعدان چاندی کے رکھے ہیں اور موم بتیاں انمیں روشن ہیں مطاف کے چاروں طرف ستونوں میں شیشہ کی بیل ہانڈیاں آویزاں ہیں اور بڑے قرینے کے ساتھ بیشمار گلوبیاں بجلی کی لگی ہوئی روشن ہیں حطیم کے دونوں دروازوں رکن عراقی اور رکن شامی کے قریب بڑے بڑے گیس کے لیمپ روشن ہیں۔ صحن بیت اللہ میں جابجا ستونوں میں گیس کے بڑے بڑے لیمپ آویزاں روشن ہیں۔ زمزم شریف اور چاروں مصلے کے پاس اور مسجد الحرام کی محرابوں میں بجلی اور گیس بتیاں بے شمار آویزاں اور روشن ہیں۔ بیت اللہ شریف کے اندر اور باہر سارے مطاف اور مسجد الحرام میں روشنی سے رات دن معلوم ہوتا ہے اور سارا حرم رات بھر جگمگاتا رہتا ہے اور بقعۂ نور نظر آتا ہے ہندوستانی ٹائم سے ایک بجے رات کو میں حرم شریف سے واپس قیام گاہ پر اپنے آیا۔ راستے میں سڑکوں پر فرش خاک اور حرم کی سطح زمین پر جابجا لوگوں کو خواب راحت میں مصروف پایا اپنے قیامگاہ میں بھی ہمراہی اور دیگر لوگ سب کے سب سو رہے تھے میں بھی دروازے کے پاس ایک سُتری پر لیٹ گیا اور نیند آگئی۔

تاریخ ۳۰ ذیقعدہ یا یکم ذی الحجۃ الحرام روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ھ مطابق یکم جون ۱۹۲۷ء

حرم بیت اللہ کی مبارک صبح

میں علی الصباح بیدار ہوا اور بستر سے اُٹھکر وضو کیا اور حرم شریف ادائے نماز فجر کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں ہزاروں آدمی جاتے آتے ہوئے ملے دروازہ حرم شریف میں داخل ہوتے ہی جیسے نظر بیت اللہ پر پڑی میں نے دعا اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَكَ الخ اور تکبیر و تہلیل اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا فجر کی جماعت ہوچکی تھی اور ہزاروں آدمی طواف کر رہے تھے اور ہزاروں تلاوت قرآن مجید اور تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے سنت پڑھ کر نماز فرض فجر ادا کی اسکے بعد طواف کیا۔ اور بعد طواف کے دوگانہ طواف مقام ابراہیم میں ادا کرکے زمزم شریف کے پاس جاکر زمزم پلانے والوں سے زمزم لیکر پیا۔ اور زمزم پینے کے وقت کی دعا پڑھ کر کعبہ معظمہ کیطرف نظر کرتا گیا۔ پھر ملتزم شریف کے پاس حاضر ہوکر غلاف کعبہ پکڑ کر توبہ و استغفار و دعا میں مصروف مولائے حقیقی کے دامن رحمت کو پکڑنے کے اثر سے اس عاصی کا دل بھی شوق و محبت سے عجز و نیاز کے ساتھ خود اشک نثار کر رہا تھا۔ اس وقت ملتزم شریف کے پاس ہی نہیں بلکہ بیت اللہ کے ہر چہار طرف غلاف کعبہ کو پکڑے ہوئے بہت آدمی بیقراری کے ساتھ اشکبار تھے اور خون دل کو اپنے خشوع اور خضوع کے ساتھ پروردگار ذوالجلال والاکرام کے بارگاہِ قدسی میں نثار کر رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سے مقام جبرئیلؑ میں حاضر ہوا اور وہاں پر دوگانہ نفل ادا کی۔ اور دعا مانگ کر حطیم میں زیر میزاب رحمت حاضر ہوکر نماز دوگانہ نفل ادا کی اور دعا اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں مانگی پھر تلاوت قرآن شریف میں مصروف ہوا۔ تلاوت سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر واپس آیا میں جس مکان میں اپنے ہمراہیوں سمیت ٹھیرا تھا وہ مکان چھوٹا اور تنگ تھا سب کی گنجائش نہیں ہوسکتی تھی اس لئے مجھے دوسرے مکان کی فکر ہوئی۔ میں اپنے معلم صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے ایک مکان حرم شریف کے قریب میں ٹھیرا دیویں۔ اوّل تو انھوں نے مجھ سے یہ فرمایا کہ امسال حجاج بکثرت آئے ہیں اسلئے مکانات معمور ہوگئے۔ قریب حرم شریف میں کوئی مکان خالی نہیں اسکے علاوہ کرایہ بہت زیادہ ہے۔ میں نے کہا کہ زیادہ کرایہ دینا مجھے پسند ہے مگر دور میں قیام کرنا منظور نہیں ہے تب وہ مجھے محلہ شوبیکہ میں حرم شریف کے قریب ایک مکان میں لیگئے اور اسکے پانچویں منزل پر لیجاکر دکھلایا اور کہا کہ یہی منزل باقی ہے ورنہ سب مکان کرایہ پر لگ گئے ہیں۔ قربت حرم کے لحاظ سے تو وہ مکان مجھے پسند آیا مگر والدہ صاحبہ کے پانچ منزل کی سیڑھیوں پر آنے جانے کی سخت تکلیف پر نظر کرکے

میں نے ناپسند کیا اور کہا کہ دوسرا مکان اگر نیچے اوّل منزل میں حرم شریف کے نزدیک میں ہو تو بہتر ہے معلم صاحب موصوف نے فرمایا کہ نزدیک میں اس قسم کا کوئی مکان نہیں مل سکتا ہے۔ تلاش کر کے پھر کہونگا میں نے کہا بہت خوب۔ اسکے بعد انھوں نے محلہ حارۃ الباب میں اپنے قیام والے مکان میں مجھے ٹھیرانا چاہا۔ میں نے کہا تنگ و تاریک خراب و خستہ مکان حرم شریف کے نزدیک ملیگا تو بھی قبول کرونگا مگر دُور جانا دُور میں رہنا مجھے منظور نہیں ہے۔

تاریخ یکم یا ۲ ذی الحجۃ الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲ جون ۱۹۲۷ء

آج کے روز علی الصباح اُٹھکر وضو کیا اور حرم شریف میں حاضر ہو کر فجر کی نماز ادا کی اور طواف وغیرہ سے فراغت کر کے مکان کیلئے معلم صاحب کے پاس گیا۔ ایک مکان محلہ شوبیکہ میں چار گینی اور دو مجیدی کرایہ پر لے لیا۔ مکان تو چنداں اچھا نہیں تھا مگر حرم شریف سے قریب رہنے کے باعث مجھے پسند آگیا۔ اور سابق قیام گاہ سے والدہ صاحبہ ہمشیرہ اور ڈاکٹر صاحب کی والدہ کو لے آیا۔ اور بازار سے کھانے پینے کی چیزیں لاکر کھانا پینا کرتے گئے۔ گرمی اور لُو کی شدت کے باعث لوگوں کے سمجھانے بوجھانے کے مطابق ظہر اور عصر کی جماعت میں حرم شریف جانا ملتوی کر دیا اور اپنے قیام گاہ میں ہی نمازیں پڑھتے گئے۔ ہم سب لوگ عصر کے بعد حرم شریف میں حاضر ہوتے اور نماز مغرب جماعت کے ساتھ ادا کی اور طواف کر کے دوگانہ طواف پڑھ کر حرم شریف میں ہی ٹھیرے رہے۔

ازدحام کے وقت حجر اسود کا بوسہ لینے کو ایذا رسانی

آج ترکی اور مصری قافلے بہت آئے۔ بحری اور بری راستوں سے اقصائے عالم کے حجاج کثرت کے ساتھ آئے ہیں جماعت ہونے کے وقت میں سارا بیت اللہ بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ طواف کے وقت تو حجر اسود کا بوسہ لینے کے لئے مرد عورتیں خصوصًا مغربی اور مصری عورتیں تو مردوں کے مقابلہ میں پل پڑتی ہیں اور دھکے مکے کی مطلقًا پرواہ نہیں کرتیں۔ پنجابی۔ افغانی۔ جاوی۔ بخاری مردوں کو بھی اسی طرح سے دھینگا مشتی کرتے ہوئے حجر اسود تک پہنچنے کی کوشش کرتے دیکھا۔ قوی ہیکل اور دلاور لوگوں کے ساتھ ساتھ بنگالی بھائیوں کو بھی بوسہ لینے کی سبقت کرتے ہوئے دیکھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی۔ اُن بیچارے کمزور بنگالیوں کو جب ازدحام میں چوٹ آتی ہے اور دباؤ پڑتا ہے تو بے ساختہ بول اُٹھتے ہیں "بابا رے جان گیلو! بابا رے جان گیلو!" باوجود اسکے کہنا سکتے حج کی کیا تو نہیں

صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ اگر ازدحام ہو حجر اسود تک پہنچنے میں کسی کو آزار تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو تو ہاتھوں سے حجر اسود کو چھوئے اور ہاتھوں کو اپنے بوسہ دے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو چھڑی سے چھو لائے اور چھڑی کو چومے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دونوں ہاتھوں کو حجر اسود کی طرف اٹھا کر چوم لے۔ غرض کہ کسی کو آزار نہ پہنچا دے کہ ترک آزار واجب ہے اور حجر اسود کا بوسہ دینا سنت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ سنت کے واسطے واجب کو ترک کرتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں۔ طواف کرتے وقت مسئلہ مندرجہ بالا پر عمل کرنا چاہیئے اور ایذا رسانی سے باز آنا لازم ہے۔

تاریخ ۲ یا ۳ ذی الحجۃ الحرام روز جمعہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۳ جون ۱۹۲۷ء

مقام مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

آج کے روز میں نے سید محمد صاحب ابن سید احمد صاحب مطوف سے کہا کہ مقام مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو میں جانا چاہتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ معلموں کو جانے کی ممانعت ہے۔ انھوں نے میرے کہنے پر ایک بوڑھے عرب مسمیٰ عبداللہ کو میرے شامل کر دیا اور کہا کہ عبداللہ وہاں تک پہنچا کر چلا آئیگا۔ میں عبداللہ کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے اپنے قیام گاہ پر آیا۔ غسل کیا اور احرام کی چادر کو پہن لیا اور تہبند کو شکھلا کر اوڑھ لیا۔ اور نوٹ بک اور پنسل ایک رومال میں باندھ لیا اور چھتری لگا کر روانہ ہوا۔ مقام مروہ کے پاس سے ایک بڑے بازار سے گذرتے ہوئے محلہ سوق اللیل میں منزل مقصود پر پہنچا کہ عبداللہ مذکور نے کہا "ہٰذا مقام مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" دیکھتے ہی دل بیتاب ہو گیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں دیر تک درود شریف پڑھتا رہا اور فاتحہ پڑھنے کے بعد اپنا نعلین اور چھاتا عبداللہ کے حوالے کر دیا اور زمین مقدس کے چاروں طرف گھوم گھوم کر حسرت اور تاسف بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ آہ یہ وہ زمین مقدس ہے کہ جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام مع دیگر فرشتوں کے بارہا تشریف لائے۔ یہ وہی زمین اطہر ہے جہاں حضرت حوا۔ حضرت سارہ حضرت مریم وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام بہشت بریں سے حضرت آمنہ کی دلجوئی اور خدمت کیلئے بحکم رب العالمین تشریف لائیں۔ آہ! آہ! یہ وہی مقام ہے جہاں خدا کا محبوب خدا کا پیارا اپنی امت کا سہارا یتیموں کا والی غلاموں کا مولی اور از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام سب کا سردار۔ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الاتقیاء اس وقت میں تشریف لا کر رونق افروز ہوا جبکہ سارے عرب بلکہ دنیا کے اکثر

گوشے میں کفر وظلمت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور بیت اللہ شریف خانہ کعبہ میں لات عزیٰ وغیرہ بہت سے بتوں کی پرستش کیجاتی تھی۔ افسوس! صد افسوس!! یہ وہی زمین مقدس ہے جہاں حضرت آمنہ آپکی والدہ ماجدہ نے آسمان کے تاروں کو ایسا دیکھا تھا کہ گویا زمین پر اُتر آئے ہیں اور ولادت باسعادت کی رات میں ایسی روشنی ہوئی جس میں مکہ سے بصرہ کی عمارتیں انکو نظر آئیں حیف! صد حیف! یہ وہی مطہر زمین ہے جس میں خداوند تعالیٰ کی بے حساب رحمتیں نازل ہوئیں۔ آہ یہ وہی زمین پاک ہے جہاں حضرت عبد المطلب کی مشتاق آنکھیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے گھنٹوں بیتاب رہیں اور فرشتے نے تلوار کھینچ کر حضرت عبد المطلب کو روک دیا اور کہا کہ جبتک سارے فرشتے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے مشرف نہ ہولینگے کسی کو دیکھنے کی مجال نہ ہوگی۔ افسوس! صد افسوس!! زمانہ کے انقلاب نے بدبختانِ ازل کے ہاتھوں سے اس مقدس زمین کو چٹیل میدان بناکر گذرگاہ عام کر دیا ہے۔ عوام بلا تکلف جوتے پہنکر آمد و رفت کرتے ہیں۔
مقام مقدس کی عمارت کو اس طرح سے گرا دیا گیا ہے اور بے نشان کر دیا گیا ہے کہ گویا کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔ پتھروں کے شکستہ ٹکڑے سب راستے سے اُتر طرف انبار کر دیئے گئے ہیں۔ دکھن جانب زمین مقدس کے مغربی حصہ میں ایک درخت ہے جسکو حمر کہتے ہیں۔ اسکی دو شاخیں ہیں وہ بھی خشک ہوتی جارہی ہیں۔ میری موجودگی میں ایک بدو عرب آیا اور تھوڑی چھال اس درخت سے چھڑا کر لیگیا چند برقع پوش عورتوں کو مقام مقدس کی زمین پر کچھ تجارتی چیزیں تسبیح اور انگوٹھیاں وغیرہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ مقام مقدس کے تین جانب یعنی پچھم اُتر اور دکھن سابق سے آمد و رفت کے راستے بطور کوچے کے ہیں اور پورب جانب کسی کا مکان ہے۔ اسکے پچھم جانب قریب ہی میں بازار ہے جس میں ہر قسم کی اشیاء فروخت ہوتی ہیں۔ نصف گھنٹہ کے بعد میں اپنے ناچیز اور ضعیف دل میں داغ حسرت و افسوس کا لیئے ہوئے اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا مانگ کر واپس ہوا
باب السلام سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر پورب جانب میں مقام مولد النبی ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان شریف کی زیارت

مقام مولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پچھم جانب زقاق الحجر میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان شریف تھا۔ عبد اللہ کے

ہمراہ اس مقدس مقام میں پہنچے۔ مکان یا عمارت کی کوئی علامت نہیں پائی۔ عمارت اور آثارات مکان شریف کے جو کچھ تھے سب کو توڑ پھوڑ کرکے صاف میدان کر دیا گیا ہے۔ یہاں تو پتھروں کے شکستہ ٹکڑے بھی نظر نہیں آتے۔ زمین مقدس پر دکھن جانب اونٹوں کے چند شغدف پڑے ہوئے تھے اور ایک طرف گدھوں کے لید تھے۔ پچھم جانب ایک درخت جسکو نبق کہتے ہیں پایا۔ اسکے پاس میں بہت سی دوکانیں سونے اور چاندی کے زیورات کی دیکھنے میں آئیں۔ اس مقدس زمین کے پاس پہنچکر عبد اللہ کھڑا ہو گیا اور بولا کہ "ہذا بیتُ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا" عبد اللہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ میرا دل فرطِ غم سے بھر آیا اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس درمیان میں دو تین مصری حجاج آئے اور فاتحہ پڑھ کر افسوس کرتے ہوئے واپس گئے۔ میرا دل موضع مذکور کی تقدس کے تصور میں بیتاب ہو رہا تھا۔ آہ افسوس! یہ وہ مقدس زمین ہے جہاں حضرت سرورِ کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت گاہ اور وضوگاہ بطور آثار تھے جسکی زیارت مہجوروں اور دلفگاروں کی تسکین کا باعث تھی۔ آہ! آہ! یہ وہ مطہر زمین ہے کہ جسمیں ہجرت کرنے تک حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغام الٰہی لیکر بارہا تشریف لائے۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ زہرا وغیرہ رضی اللہ عنہم اسی مکان میں پیدا ہوئیں۔ افسوس صد افسوس کہ زمانے کے ظالم اور بدنصیب ہاتھوں نے آج سارے آثارات کو مٹا کر بے نشان کر دیا ہے اور اسکی حرمت اور عظمت کا ذرہ بھی پاس نہ کرکے گذرگاہ عام اور مزبلۂ بول و براز بنا دیا ہے۔ مقام مقدس میں کھڑا ہوا اور درود شریف اور فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ ایک بدوعرب میرے قریب آیا اور میرے صدمے کو اس نے محسوس کیا اور عربی میں کہنے لگا کہ ای حاجی! مت رو! خداوند کریم ظالموں سے انشاء اللہ تعالیٰ بدلا لیگا۔ اور پھر کہنے لگا کہ عرفات میں تم خدائے تعالیٰ سے دعا مانگو گے اللہ پاک منتقم حقیقی ہے۔ اُسکی مندرجہ بالا باتوں سے مجھے کچھ تسکین ہوئی۔ پھر میں نے اپنے اور جملہ بزرگان و برادران و عزیزان و محبان اور سارے مؤمنین اور مومنات کے حق میں دعا مانگی اور عبد اللہ کے ساتھ وہاں سے اپنے قیام گاہ پر واپس آیا اور عبد اللہ کو ایک اٹھنی اور کچھ بسکٹ کھانے کو دیا۔ بہت خوش ہو کر دعائیں دیتے ہوئے اپنے گھر عبد اللہ جانے لگا تو میں نے اسکو دوسری زیارتگاہوں میں ساتھ جانیکے لئے دوسرے دن صبح کے وقت آنے کو کہدیا اور وہ آنے کا وعدہ کرکے چلا گیا۔

جمعہ کی نماز حرم شریف میں دریافت کرنے سے مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ عربی ٹائم سے ساڑھے پانچ بجے اور ہندوستانی سے ساڑھے بارہ بجے جمعہ کی نماز حرم شریف میں ہوتی ہے۔ میں نے کھانا کھایا اور والدہ صاحبہ وغیرہ سب لوگوں کو ہمراہ لیکر دو گھنٹے قبل یعنی ساڑھے دس بجے حرم شریف میں باوضو حاضر ہوا۔ مرد عورتیں جوق جوق پہنچتی جاتی تھیں۔ دالان حرم میں جگہ نہ پانے کے باعث صحن حرم کی تپتی ہوئی زمین اور پتھر اور سنگریزے پر سب بیٹھتے جاتے تھے۔ دھوپ کی شدت اور بلا کی لو تھی کوئی کوئی چھاتا لگائے اور بہتیرے آدمی بغیر سایہ اور چھاتا کے تھے شیفتگانِ عمرۂ توحید اور طالبانِ رضائے حق بیت اللہ میں اپنی حاضری کو غنیمت جان کر خداوند قدوس کی خوشنودی کے حصول کے شوق میں ساری تکلیفیں برداشت کر رہے تھے۔ باب العمرہ کے جنوبی سائبان میں ہم سب بھی بیٹھ گئے۔ اور والدہ صاحبہ وغیرہ شمالی سائبان میں علیحدہ دیگر عورتوں کے ساتھ بیٹھ گئیں بارہ بج گئے تب حاضرین نے سنت قبل جمعہ پڑھنی شروع کی میں نے بھی سنت پڑھی۔ اتنے میں بہت سے آدمیوں کو کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا اور گمان کیا کہ کوئی نئی بات ہے اور خود بھی کھڑا ہو گیا تو دیکھا کہ نجدی لوگ مسلح بندوق لئے ہوئے اور کرچ لگائے طواف بیت اللہ کا کر رہے ہیں۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ خود ملک الحجاز سلطان نجد عبد العزیز ابن سعود اور دیگر ارکانِ حکومت اور سپاہی تھے۔ جب وہ طواف سے فارغ ہو چکے تو خطیب صاحب نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا دور رہنے کے باعث خطیب صاحب کی آواز ہم لوگوں نے نہیں سنی اسکے بعد نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز جمعہ ہو جانیکے بعد اکثر لوگ باہر چلے گئے اور بہتیرے سنت و نوافل پڑھنے لگے اور وظیفے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اگرچہ گرمی سخت اور ناقابل برداشت تھی مگر موقع کو غنیمت سمجھکر میں بھی مطاف میں جاکر طواف کرنے لگا اور طواف کر ہی رہا تھا کہ آواز توپ چھوٹنے کی کانوں میں آئی۔ حرم شریف سے متصل ہی دار الحکومت ہے جسمیں سلطان موصوف رہتے ہیں۔ شاید یہ توپ کی آواز سلطان کے بخیریت واپس پہنچنے کی سلامی تھی۔ طواف سے فراغت کرکے دوگانہ طواف پڑھا اور زمزم شریف پی کر ملتزم میں دعا مانگ کر پھر سائبان میں آکر دیر تک بیٹھا رہا۔ بہت سے کالے رنگ کے عربوں کو جو ظاہری لباس سے غریب معلوم ہوتے تھے قرآن شریف قلمی ہاتھوں کا لکھا ہوا تلاوت کرتے ہوئے دیکھا اور سننے والوں کا بہت ہجوم پایا۔ قریب سات بجے ہم لوگ حرم شریف سے واپس اپنے

قیام گاہ پر چلے آئے اور سو رہے۔

جنت المعلیٰ کے مزارات کی زیارت

دس بجے شام کو سو کر اُٹھا اور وضو کر کے حرم شریف میں حاضر ہوا اور عصر کی نماز پڑھی پھر میرے جی میں آیا کہ آج جمعہ کا دن ہے اور قبرستان میں یوم جمعہ کو جانا سنت ہے۔ یہ خیال آتے ہی جنت المعلیٰ کے مزارات کی زیارت کو روانہ ہوا اور باب الصفا سے باہر آکر پوچھتے پوچھتے جنت المعلیٰ پہنچا۔ صفا کے پاس سے ایک راستہ پورب جانب بطحائے مکہ کی طرف گیا ہے۔ اسی راستہ کے پورب اور اُتر جانب دامن پہاڑ میں مکۃ المکرمہ کا قدیم قبرستان جنت المعلیٰ ہے۔ حرم شریف سے پندرہ منٹ کا راستہ ہے۔ پہاڑ کے دامن میں شہر خموشاں جنت المعلیٰ نظر آیا ایک عرب نے کہا کہ "ہٰذَا الْبَابُ دُخُوْلُ جَنَّۃِ الْمُعَلّٰی" یعنے جنت المعلیٰ میں داخل ہونیکا یہی دروازہ ہے۔ دروازہ کے پاس بہت سے مسکین بیٹھے ہوئے نظر آئے جسمیں مرد عورتیں بوڑھے اور بچے سب ہی تھے میں نے ان لوگوں سے سوال کیا فین مزار ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار کہاں ہے۔ ایک دو نے انمیں سے جواب دیا اور بتلایا کہ مشرق کی طرف ہے۔ دیکھو! حجاج لوگ زیارت کو جارہے ہیں۔ بتلانے والوں نے نہایت بھرائی ہوئی دردآمیز لہجہ میں جواب دیا جس سے میرا دل بھی بھر آیا اور میں بھی رونے لگا اور روتے ہوئے آگے بڑھا جنت المعلیٰ کا قبرستان دو حصوں میں منقسم ہے حصہ اول میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما و دیگر عمائدین وغیرہم کے مزارات ہیں۔ اسکے بعد دوسرا احاطہ ہے اسمیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزارات ہیں لیکن تواریخ حبیب الٰہ میں لکھا ہے کہ حضرت آمنہ پاس اپنے اقارب کے مدینہ کو گئی تھیں وہاں سے پھرتے ہوئے موضع ابوا میں وفات پائیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔ ان دونوں احاطوں کے درمیان میں پختہ دیواریں ہیں۔ اور ایک احاطہ سے دوسرے احاطہ میں داخل ہونیکے بڑے بڑے دروازے بنے ہوئے ہیں ان دونوں احاطوں کے درمیان سے ایک راستہ پہاڑ پر چڑھتا اور عبور کرتا ہوا اذخر کے پاس سے ہوتا ہوا مسجد ذی طویٰ کے پاس جا کر مدینہ شریف کے راستہ میں

مل گیا ہے اور جدول کے آگے جدہ سے جو راستہ مکۃ المکرمہ کو پہنچکر حارۃ الباب کو جاتا ہے۔ یہ راستہ بھی حارۃ الباب اور جدہ کے راستہ میں جا ملا ہے جس احاطہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ اسکے دروازے پر تین چار نجدی سپاہی مسلح ٹہل رہے تھے۔ میں نے کہا السلام علیکم ان سب نے وعلیکم السلام جواب دیا اور کچھ پوچھ بات مجھ سے نہیں کئے۔ میں دروازے کے اندر داخل ہوا یہاں بھی راستہ پر متفرق طور سے غریب و مسکین عرب مرد عورتیں اور لڑکے یا حاج خیرات یا حاج خیرات کا شور مچا رہے تھے۔ اول احاطہ میں اور اس احاطہ میں بہت سے مزارات کو ٹوٹے پھوٹے حالت میں پایا اور مزارات کے کتابے اور قبوں کے شکستہ پتھروں کے ڈھیر متفرق جگہوں میں نظر آئے۔ ایک مسکین عرب سے میں نے عربی میں دریافت کیا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار کدھر ہے اُسنے کہا کہ اور آگے جاؤ۔ آگے نظر کرنے سے مجھے کچھ لوگ نظر آئے وہ سب کے سب زائرین تھے اور زیارت کرکے واپس جارہے تھے جب میں قریب پہنچا تو وہاں پر دو نجدی سپاہیوں کو پایا اور سلام کیا اور جواب سلام پانیکے بعد عربی میں ان سے دریافت کیا کہ "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار کون ہے۔ اس نے اپنے مقام سے پچھم جانب ایک قبر کی طرف اشارہ کرکے بتلایا جس کے دائیں بائیں اور سرہانے پائنتانے میں چار پتھر معمولی طور کے تھے اور تعویذ قبر زمین سے برابر تھی میں ادب کے ساتھ نزدیک جاکر کھڑا ہوا صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کیا تھا "کہ ان دونوں نجدیوں میں سے ایک میرے قریب آیا اور وہ خود صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگا اور مجھ سے کہا "کہ یا حاج! قُلْ كذا كذا یعنی اے حاجی ایسے ایسے کہو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ وَالْقُبُوْرِ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَضْرَتْ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا زَوْجَةَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّ حَضْرَتْ سَيِّدَةُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مطابق اسکے ساتھ ساتھ میں بھی دہراتا جاتا تھا۔ یہاں تک پڑھنے کے بعد اس نے کہا بس خلاص یا حاج ارُح! خلاص۔ یعنی بس ختم ہوگیا اے حاجی! جاؤ! ختم ہوگیا۔ میں نے اس کے کہنے کی پرواہ نہ کی۔ اور چند بار درود شریف۔ سورۃ فاتحہ اور قل پڑھ کر ایصال ثواب کیا اور دعائیں اپنے لئے اور سارے متعلقین اور جملہ احباب و بزرگان

و برادران و مومنین و مومنات کے لئے خدا تعالیٰ سے مانگیں جنت المعلیٰ کے ہر دو احاطے کے مزارات کے قبے گرا دیئے گئے ہیں بعض بعض مزارات کے عمارت کی دیواریں احاطہ اول میں شکستہ باقی بھی نظر آئیں۔ اور ایک دیوار میں پتھر کے کتابے بھی دیکھنے میں آئے جسمیں عربی خط میں لکھا ہوا تھا یہ قبہ صد افسوس! کہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جنھوں نے خدائے تعالیٰ کے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مجلّی اور مصفیٰ دل میں اس قدر محبت پائی تھی کہ انکی وفا حسرت آیات سے بڑا صدمہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ آہ! آہ! جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کے بستانِ راحت اور گلستانِ مسرت کی خوشنما و دل پسند پھول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جن کی شان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی نہیں بہتر ملی مجھکو کوئی عورت اُن سے وہ ایمان لائیں جب انکار کیا لوگوں نے میرا اور تصدیق کی انھوں نے میری جب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا اور غنی کیا مجھکو انھوں نے اپنے مال سے جب محروم رکھا لوگوں نے مجھکو" (کشف الغمۃ الشعرانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ذکر فرمایا کرتے تھے کہ وہ ایسی تھیں اور اکرام کرتے تھے انکے دوستوں کا۔ اکثر جو بکرا ذبح کرتے تھے تو رانیں اور دست انکے قریبوں کو بھیجا کرتے تھے اور جو بڑھیاں انکے پاس آیا کرتی تھیں انکا اکرام فرمایا کرتے تھے مدوایت ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جب وفات ہوئی حضرت خدیجہ کی تو اُترے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی قبر میں اور ابھی تک نماز جنازہ مسنون نہ تھی آپ کے بعد ہوئی ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انکی وفات سے نہایت رنج و غم ہوا تھا کہ اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا تھا (مدارج) آج انکے مزار پاک پر نہ کوئی امتیازی نشان ہے نہ کسی طرح کا ساز و سامان قبہ ہے نہ دیوار نہ کوئی آثار۔ اے دل یہ تیری ساری باتیں میری ظاہر بین آنکھوں کے تصورات اور کوتہ اندیشی کے جذبات ہیں۔ یاد رکھ محبان خدا کی شان پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہی
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی پاک سیرت شرافت عظمت و فضیلت اور مقدس خصوصیت تا قیامت یادگار و باقی رہنے والے طرۂ امتیاز ہیں۔

عرفات شریف پر جانیکے لئے سواری کا بندوبست	عرفات شریف پر جانے کے لئے

سواری کا بندوبست پہلے کرنا ہوتا ہے۔ ہر ایک معلم اپنے حجاج سے حسب خواہش حجاج کے سواری کے موٹر، اونٹ، حمار، بغلہ، عربیہ کا بندوبست قبل سے کرتے ہیں۔ اور کرایہ پہلے ہی وصول کر لیتے ہیں کرایہ سواری وصول کرتے وقت حق معلمی وحق زمزمی وکرایہ خیمہ بھی لے لیتے ہیں۔ مجھ سے بھی میرے معلم صاحب نے سواری کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے دو اونٹ مع شغدف کی ضرورت بتلائی تب موصوف نے مجھ سے بابت حقوق معلمی چار آدمیوں کے ساٹھ روپے اور بابتہ کرایہ مکان اٹھارہ روپے اور بابت کرایہ دو اونٹ مع شغدف کے پچاس روپے اور بابت کرایہ خیمہ سولہ روپے اور بابت زمزمی کے بارہ روپے۔ جملہ مبلغ ایکسو چھیانوے روپے وصول کر کے اپنے رجسٹر میں میرے نام درج کئے اور مجھے سواری کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔

دار الخزران کے زیارت کی ممانعت

آج صبح کی نماز کے بعد کچھ دن چڑھے پر حرم شریف میں نظام الدین صاحب ساکن لعلیپورہ سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے کہا کہ بقیہ یادگار ہوئے اس وقت جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ عبداللہ عرب جو کل کے دن میرے ساتھ گیا تھا کسی وجہ سے نہیں آیا۔ تب اُنہوں نے کہا کہ کسی واقفکار آدمی کا ساتھ رہنا رہنمائی کیلئے بہتر ہوگا دوسرے دن پر موقوف رکھئے۔ میں نے کہا کہ پوچھتے پوچھتے جاؤنگا۔ مگر کسی طرح سے جانا ملتوی رکھنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ بالآخر نظام الدین صاحب میرے ساتھ ہو گئے اور دریافت کرتے ہوئے دار الخزران (جسکو دار ارقم کہتے ہیں) کے پاس پہنچے۔ دار الخزران صفا سے جانب اُتر و پورب ایک گلی کے اندر دامن جبل ابوقبیس میں واقع ہے اور بہت قریب ہے۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ یہ گھر ارقم مخزومی کا ہے نام رکھا گیا ساتھ چھپنے کے یعنی جائے پوشیدن" اس واسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کے پہلے اسلام لانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوشیدہ رہتے تھے اسمیں ہر آئینہ اسلام لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیچ اُسکے اور خزران وہ ام الرشید ہے جب حج کیا اس نے خریدے گھر کو واسطے چھپنے کے انتہیٰ۔ جب ہم لوگ قریب پہنچے تو باہر دروازہ کے دو عرب جو چارپائی نما بینچ پر بیٹھے ہوئے تھے عربی زبان میں بول اُٹھے کہ اس طرف راستہ نہیں ہے۔ میں نے عربی ہی میں کہا کہ ہم لوگ دار الخزران کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ اسکے جواب میں بولے کہ واپس چلے جاؤ۔ حکام زیارت کو جانے کی ممانعت کرتے ہیں۔ نہیں جا سکتے ہو۔ مجبوراً ہم لوگ

واپس ہوگئے۔

مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت

کل کے دن مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان شریف محلہ مسفلہ میں ہے مکان مذکور کی خصوصیت اور حرمت تو صاحب مکان کے نام پاک سے ہی ظاہر ہے علاوہ اسکے اور بھی خصوصیتیں اور تاریخی حیثیت اسکی ہیں۔ اسکی دیواریں دو پتھر تھے ایک کا نام حجر متکلم اور دوسرے کا نام حجر متکا ہے۔ اول الذکر پتھر نے جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات سے بات کی تھی اور آخر الذکر پتھر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہنی مبارک کو تکیہ کیا تھا۔ نشانی کہنی مبارک کی اس پر گڑ گئی تھی۔ اسلئے اول کا نام حجر متکلم اور دوسرے کا نام حجر متکا مشہور ہے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اسی مکان میں مشرف با سلام ہوئے۔ شوق زیارت میں ہم لوگ محلہ مسفلہ پہنچے اور چند عربوں سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ان کی زبان میں دریافت کیا کہ مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کس طرف ہے۔ ان سب نے مکان شریف تک جانیکا راستہ اور سمت بتلایا مگر چونکہ مکان شریف گلی کے اندر واقع ہے گھومتے گھومتے دیر ہوگئی اور نظام الدین صاحب گھبرا گئے اور یہ کہکر واپس چلے گئے کہ بغیر واقفکار آدمی کے پتہ نہیں لگیگا۔ میں نے کہا کہ محلہ مسفلہ تو یہی ہے اور مکان شریف اسی محلہ میں ہے اب میں تو بغیر زیارت کئے ہوئے واپس نہیں جا سکتا ہوں۔ یہ کہکر اور ان سے علیحدہ ہوکر آگے بڑھا مکان شریف کے اُتر جانب نہر ہے اسکے دکھن جانب ایک مکان شکستہ پایا اور ایک عرب صاحب سے میں نے سوال کیا اَھٰذَا الْبَیْتُ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب صاحب نے فرمایا نَعَمْ نَعَمْ! مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اپنی محنت ٹھکانے لگی۔ مکان شریف کے دو حصے ہیں۔ اول حصے کے اُتر جانب دروازہ ہے اسمیں کواڑ وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے مکان کی دیواریں زمین سے نو دس ہاتھ اونچی باقی ہیں بقیہ بالائی حصے دیواروں کے اور چھت یا قبے وغیرہ جو کچھ پہلے تھے سب توڑ پھوڑ کر گرا دیئے گئے ہیں میں نے اپنے پاؤں سے نعلین اُتار کر اپنے ہاتھ میں رکھ لئے اور ادب کے ساتھ دروازہ مکان شریف کے اندر داخل ہوا۔ اس پہلے حصے مکان میں آدمیوں کا بول و براز کیا ہوا پایا۔ نجاست کی گندگی سے دماغ پریشان ہو رہا تھا بیس پچیس ہاتھ طول اور تخمیناً دس ہاتھ عرض اس

حصے کا ہوگا۔ اسکے پورب جانب دوسرا حصہ مکان کا ہے لیکن اندر نہ جاسکا۔ اس وجہ سے کہ اندر جانیکے دروازے اینٹ اور پتھروں سے بند کردیئے گئے ہیں چنے ہوئے پتھروں کے دراز یعنی جوف سے اندر کی طرف نظر دوڑانے سے سوائے دیوار کے اور کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ ایسے متبرک اور تاریخی حیثیت والے مکان کو نجاست آلود کیا ہوا اور مزبلۂ بول و براز بنا ہوا دیکھ کر دل بھر آیا اور روتے ہوئے میں نے علیحدہ ہٹ کر دروازے کے پاس کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھا اور اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا کی۔ آہ آہ افسوس! صد ہزار افسوس! وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہوں نے بچپن سے دوستی میں سب سے اول ایمان لایا۔ آہ! آہ! وہ صدیق اکبرؓ جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنا سارا مال و اسباب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے ابوبکرؓ اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا تو فرماتے ہیں اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یعنی خدا اور خدا کا رسول آہ! آہ! وہ صدیقؓ کہ مال انکا سب کا سب مدد اسلام اور مدد مسلمانوں میں صرف ہوا۔ اور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی میں خرچ ہوا۔ اور جب کل مال خرچ فی سبیل اللہ ہوگیا یہاں تک کہ کپڑے بھی بدن کے راہ مولیٰ میں دیدیئے تو ایک کمل کا ٹکڑا بجائے کرتہ کے گلے میں ڈالا اور کانٹوں سے دونوں طرف اسکے بند کرکے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بے ملال اور بے خیال جیسے ہر وقت حاضر باش تھے حاضر ہوتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آج ابوبکرؓ کا کیا حال ہے اور کیسا لباس پہنا ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انہوں نے تمام مال اپنا رضامندی اللہ جل شانہ میں صرف کردیا اور مفلس ہوگئے کہ یہ نوبت پہنچی حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو سلام فرمایا ہے اور فرماتا ہے کہ اس مفلسی میں تو ہم سے راضی ہے یا کچھ کدورت دل میں آئی ہے؟ حضرت ابوبکر رضؓ یہ حال حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہیں اور بطور ارباب حال اور شوق کے شوق میں آتے ہیں اور اس نغمہ کو بار بار پکار کے کہتے ہیں اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ آہ افسوس! وہ صدیق اکبرؓ جنہوں نے وقت ہجرت غار ثور میں جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دوش مبارک پر اٹھا کر لیجانے کا فخر حاصل کیا اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ الخ کا حق تعالیٰ سے گراں بہا خطاب پایا۔ زیارت

مکان شریف کے بعد واپسی میں میں حرم شریف میں داخل ہوا تو باب بیت اللہ کے پاس بہت ہجوم لوگوں کا پایا۔ قریب گیا تو دیکھا کہ دروازہ کا پردہ شیبی صاحب کے آدمی لئے کھڑے ہیں اور لوگ بوسہ دے رہے ہیں۔ موقع کو غنیمت جان کر میں بھی کوشش کرکے نزدیک پہنچ گیا اور بوسہ دیکر دعا مانگ کر قیام گاہ پر واپس آیا۔

تاریخ ۴ ربیاہ ۵ ذی الحجہ روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۵ جون ۱۹۲۷ء

میں آج نماز صبح کے بعد طواف وغیرہ سے فراغت کرکے حرم شریف سے سیدھا قیام گاہ پر اپنے چلا آیا اور ہمشیرہ کو اپنے ہمراہ لیکر حرم شریف میں حاضر ہوا اور مطوف کو ساتھ میں لے لیا اور طواف عمرہ ہمشیرہ کو کرایا اور باب کعبہ کے مقابل میں دوگانہ طواف ادا کرنیکے بعد زمزم شریف کے پاس لے گیا وہاں پر زمزم ان کو پلایا۔ پھر ملتزم شریف کے پاس غلاف کعبہ پکڑ کر دعا مانگنے کے بعد سعی صفا مروہ کے لئے لے گیا سعی صفا مروہ سے فراغت پاکر حرم شریف میں واپس آیا اور مطوف کو ایک روپیہ نذر کی۔ اسکے بعد قیام گاہ پر واپس آیا چوتھائی بال سر کے قطع کراکر ہمشیرہ نے احرام کے کپڑے بدل ڈالے۔ گرمی کے باعث میری طبیعت آج مضمحل معلوم ہوتی ہے پیاس کی شدت ہے والدہ صاحبہ کی طبیعت بھی آج اچھی نہیں ہے زکام کے باعث انکو بخار آگیا ہے خداوند کریم شفا عطا فرماوے۔ کچھ دیر تک میں کتابت بیٹھا کیا اور اپنا روزنامچہ لکھا پھر سو رہا۔ دو بجنے کے قریب اُٹھا کھانا کھایا اور پھر سو رہا۔ ظہر کی نماز کے وقت سو کر اُٹھا اور وضو کرکے نماز ظہر قیام گاہ میں ہی پڑھی عصر کے وقت عربی ٹائم سے نو بجے حرم شریف گیا جماعت عصر کی شروع ہو چکی تھی باب العمرہ کے دروازہ پر جماعت میں شامل ہو گیا۔ ایک رکعت فوت ہوئی تین رکعت جماعت میں ملی۔ چار رکعت پوری کرکے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور دوگانہ طواف مقام ابراہیم کے پیچھے ابواتہ خلف میں ادا کیا اور دعا مانگنے کے بعد زمزم شریف کے پاس جاکر زمزم سیر ہو کر پیا اور دعا مانگ کر واپس ہوا قبل مغرب کے قیام گاہ سے اپنی ہمشیرہ وغیرہ کو ساتھ لیکر نماز مغرب ادا کرنے کی غرض سے پھر حرم شریف پہنچا باب العمرہ کے پاس ایک گوشہ میں حرم شریف کے ان سب کو بٹھلا دیا اور میں علیحدہ دوسری جگہ پر بھائیان حرم شریف میں جا بیٹھا۔

جامع ازہر مصر کے بڑے عالم کا وعظ ایک شخص نے کہا کہ باب الزیادت کے سامنے سائبان

حرم شریف میں ایک عالم صاحب وعظ بیان کر رہے ہیں۔ میں اٹھکر مجلس وعظ میں جا شریک ہوا۔ عالم صاحب وعظ عربی زبان میں فرما رہے تھے سلیس عربی میں نہایت فصاحت اور بڑی خوبی کے ساتھ وعظ بیان فرما رہے تھے۔ میرے پہنچنے کے کچھ دیر بعد ختم کر دیئے۔ میں نے واعظ صاحب کو سلام کیا انھوں نے مسکراتے ہوئے جواب سلام عنایت کیا۔ پھر میں نے مصافحہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی مصافحہ کیا۔ دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ جامع ازہر مصر کے پرنسپل ہیں اور بڑے زبردست عالم ہیں۔ اتنے میں مغرب کی اذان شروع ہو گئی اور مجلس برخاست ہو گئی سب لوگ جماعت میں شریک ہو کر نماز مغرب ادا کرتے گئے سلام پھیرنے کے بعد لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور سنت پڑھکر کتنے آدمی واپس چلے جاتے ہیں اور کتنے طواف کرنے لگتے ہیں اور کتنے بیٹھے ہوئے درود وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پیاس کی شدت کے باعث میں بھی بیٹھا ہوا درود شریف پڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ عشا کی اذان ہوئی اور جماعت عشا میں شریک ہو کر نماز عشا ادا کی بعد اسکے طواف کر کے ہم سب اپنے قیام گاہ پر واپس آئے اور کھانا کھا کر سو رہے۔ رات میں گرمی بڑھتی پیاس کی شدت ترقی پر تھی۔ آنکھیں لگتی تھیں اور گرمی کی بے چینی اور پیاس کے مارے کھل جاتی تھیں۔ اس طرح سے پانی پی پی کر ہم سب سوتے تھے اور جاگتے تھے یہاں تک کہ پانچ گھنٹہ رات باقی رہی کہ میں اٹھ بیٹھا اور وضو کر کے حرم شریف میں حاضر ہوا اور طواف کیا اور مقام ابراہیم علیہ دوگانہ پڑھا اور ملتزم میں حاضر ہو کر دعا مانگی۔ اسکے بعد حنفی مصلے میں جا کر لیٹ گیا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب اذان ہوئی تو میں اٹھا اور وضو کر کے سنت پڑھکر نماز صبح کی جماعت میں شریک ہوا بعد نماز طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دوگانہ طواف ادا کرنے کے بعد زیر میزاب دوگانہ پڑھا اور دعا کے بعد واپس ہوا۔

تاریخ ۵ یا ۱۲ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۶ جون ۱۹۲۷ء

آج صبح کی نماز پڑھ کر طواف کیا اور دوگانہ طواف ادا کر کے ملتزم شریف کے پاس اور زیر میزاب دوگانہ ادا کیا۔ تشنگی کم ہوئی۔ شدت پیاس کی نسبت بعض آدمیوں نے نزلہ حار سبب بتلایا اور اسکو دفع کرنیکے لئے ماء الشعیر استعمال کرنے کو مشورہ دیا۔ باب ابراہیم کے باہر شربت کی دکان میں ایک گلاس ماء الشعیر ایک قرش میں خرید کر کے نوش کیا۔ ذائقہ اسکا ناپسند معلوم ہوا دریافت

معلوم ہوا کہ ماء الشعیر جو کے آٹے کا بناتے ہیں اور خمیر اُٹھاتے ہیں ذائقہ اسکا ترش ہو جاتا ہے نہیں معلوم اسکے استعمال کو کیونکر لوگ پسند کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ وہاں سے قیام گاہ پر آکر کچھ لکھتا رہا اور کھانا کھا کر سو گیا۔ ظہر کے وقت اُٹھا اور نماز ظہر ڈیرے میں ہی ادا کی اور عصر کی نماز حرم شریف میں حاضر ہو کر پڑھی اور بدستور بالا طواف و دوگانہ طواف ادا کی۔

طواف میں چوٹی والے نجدیوں کا ہجوم

آج طواف میں نجدیوں کی بڑی کثرت ہے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سب کے سب تازہ وارد ہیں۔ پست قد گندمی رنگ سر میں گھونگھر والے بال ہیں۔ اکثر انہیں اپنے سر کے بالوں کو عورتوں کی طرح چوٹی گندھے ہوئے کندھے کے دونوں طرف بطور کاکل لٹکائے ہوئے ہیں۔ طواف میں ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر سر نیچے کئے ہوئے اور حلقہ باندھے ہوئے طواف کرتے ہیں۔ کسی کو دھکا لگنے گرنے پڑنے کی حتے کہ نماز پڑھنے والے کی بھی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ عورتیں بھی بعضوں کے ساتھ ہیں جو کہ سیاہ رنگ کے برقع زیب تن کئے ہوئے ہیں اور اپنے آدمیوں کے ساتھ ساتھ طواف کرتی ہیں حجر اسود کا بوسہ لینا مشکل ہو گیا ہے

جامع ازہر کے عالم صاحب کا دوبارہ وعظ

اس وقت مصری عالم صاحب نے جنکا کل کے روز بیان ہوا تھا وعظ بیان فرمایا حج کی فضیلت اور حجاج کا خدا کا مہمان ہونا اور حج کے مسائل اور بعد حج زیارت روضۂ اطہر سرکار کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل بڑی خوبی اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے۔ تقریر عربی میں نہایت سلیس اور عام فہم تھی دس دس پانچ پانچ منٹ میں آپ اپنی تقریر بند کر کے درود شریف پڑھتے تھے اور حاضرین سے بھی درود پڑھنے کی ہدایت کرتے تھے۔ آپکا قد میانہ رنگ گورا ہی نہایت وجیہ صورت اور خندہ رو ہیں۔ سامعین پر آپکی تقریر کا نہایت عمدہ اثر تھا۔ مغرب کا وقت قریب ہو گیا تو میں اثنا تقریر میں اُٹھکر وہاں سے چلا آیا اور باہر جاکر وضو کیا اور مقام ابراہیم کے اُتر جانب منبر شریف کے پشت پر بیت اللہ شریف کے سامنے اس خیال سے جا بیٹھا تاکہ امام صاحب کو دیکھ سکوں اور نماز میں قرأت سُن سکوں۔ مغرب کی اذان ہوئی امام صاحب بیت اللہ شریف کی شرقی دیوار کے سامنے مقام جبرئیل معجن سے اُتر جانب اور رکن شامی سے دکھن جانب کھڑے ہوئے قرأت مجھے صاف سننے میں آئی۔ مغرب کی نماز پڑھکر طواف کیا اور دوگانہ پڑھکر دعا مانگنے کے بعد حرم شریف میں ادھر اُدھر

گشت کرتا رہا یہاں تک کہ عشا کی اذان ہوئی۔ نماز عشا جماعت کے ساتھ ادا کی۔ اسکے بعد ہمشیرہ وغیرہ کو طواف کرایا اور بعد فراغت قیامگاہ پر سب کے ساتھ واپس آیا۔ مار الشعیر سے کسیقدر مجھے افاقہ معلوم ہوتا ہے مگر والدہ صاحبہ کو بخار ہے خدا شفا عطا کرے۔ حاجی حجاج پیدل اور اونٹوں پر میدان عرفات شریف کے لئے روانہ ہو رہے ہیں معلّم لوگ خیمہ وغیرہ عرفات شریف بھیجنے کی تیاری میں سرگرم نظر آتے ہیں۔

تاریخ ۶ یا ۷ ذی الحجۃ الحرام روز شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۷ جون ۱۹۲۷ء

توفیق بے دمشقی سے ملاقات

آج صبح کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر اور طواف ادا کر کے دوگانہ طواف سے فراغت پا کر مطاف کے پاس مصلے مالکی کے اُتر جانب بیت اللہ شریف کے مقابل میں مَیں کھڑا تھا کہ ایک صاحب جو ظاہری صورت اور لباس سے مصری معلوم ہوتے تھے میرے بائیں جانب بیت اللہ شریف کے مقابل میں کھڑے نظر آئے۔ میں نے انکو سلام کیا اور عربی زبان میں سوال کیا کہ کیا آپ مصری ہیں؟ جواب سلام کے بعد انھوں نے فرمایا کہ نہیں میں دمشق کا باشندہ ہوں۔ جواب مندرجہ بالا ان کی زبان سے سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ پھر میں نے پوچھا کہ دمشق کا اب کیا حال ہے؟ جواب میں بولے کہ بہت خراب اور نہایت افسوسناک حال ہے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ جناب! سُنتے ہیں کہ فی الحال تو امن ہو گیا ہے جواب دئے کہ امن نہیں ہے بلکہ وہاں تو لڑائی جاری ہے۔ مجاہدین اسلام جان نثاری کر رہے ہیں اسکے بعد انہوں نے عربی اخبار اپنی جیب سے نکال کر ایک تازہ مضمون علاقہ شام و دمشق میں تازہ جنگ کے متعلق پڑھ کر مجھے سُنایا اور دکھلایا اور عربی زبان میں ہی مجھ سے فرمایا کہ بھائی شہر دمشق نہایت عالیشان شہر تھا مگر رات و دن کی متواتر گولے باری سے دشمنانِ اسلام نے اسکو تباہ اور برباد کر دیا۔ مرد عورتیں بچے بوڑھے اور جوان بے شمار تلف ہوئے۔ اور مال و متاع سارا برباد ہوا اب وہاں جو لوگ زندہ بچ رہے ہیں وہ ضرب قوت کو محتاج ہیں۔ یہ ساری باتیں نہایت درد آمیز لہجہ میں موصوف نے مجھ سے بیان کیں۔ جس کا مجھپر بہت اثر ہوا اور حالِ اضطرار میں میں نے بیت اللہ کے سامنے اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر دعائے فتح و نصرت مجاہدین شام کیلئے کرنی شروع کی اور میرے بغل میں وہ بھی اپنے ہاتھ اُٹھائے ہوئے آمین آمین کہنا شروع کئے۔ دعا ختم کرنیکے بعد میں نے ان سے انکا نام دریافت کیا

تو انہوں نے "توفیق" اپنا نام تبلایا۔ پھر میں نے کہا کہ مجھے آپ کی ملاقات سے بڑی خوشی ہوئی جواباً میں توفیق بے نے بھی اظہار مسرت کیا۔ بعدہٗ سلام و مصافحہ کرکے میں ان سے رخصت ہوا۔

زیارت حرم بیت اللہ پر ایک نظم

میرے جذبات مسرت نے بیت اللہ شریف کے نظارہ کی ترجمانی آج حرم شریف کے اندر ایک نظم کی صورت میں پیش کی۔ ارباب ذوق کی خاطر یہاں بھی درج کر دیتا ہوں وہو ہذا۔

للہ الحمد لیا دیکھ گلستانِ حرم
خوب ہی خوب ہے آراستہ بستانِ حرم

دمبدم رحمتِ حق کا یہاں ہوتا ہے نزول
شوکت و شان سے پُر ہے چمنستانِ حرم

قدِ آیات سے ثابت ہے نشانِ عظمت
زمزم و حجریہ دیتے ہیں خاصانِ حرم

حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں جو پانی کیلئے
ہوگیا مروہ و صفا داخلِ ارکانِ حرم

نغمہ زن بلبلیں ہر سمت نظر آتی ہیں
قابلِ دید ہے نظارۂ بستانِ حرم

بلبلوں کو نہیں اب بادِ خزاں کا کھٹکا
تاابد پھولے پھلیگا چمنستانِ حرم

صفتِ مجنوں ہے گردا لیلائے مراد
تھام مضبوطی سے اب پردۂ ذیشانِ حرم

شوق سے آؤ کرو صورتِ پروانہ طواف
ہو نثارِ قدمِ شمعِ شبستانِ حرم

اہلِ دل جو ہیں وہی سمجھیں یہ رازِ قدرت
عقل اور فہم سے باہر ہے میاں شانِ حرم

مانگنا جو ہے تجھے مانگ حبیب عاصی
استجیب کہتا ہے خود خالقِ ذی شانِ حرم

اختلاف رویت ہلال کا چرچا

رویت ہلال عید اضحیٰ کے متعلق مختلف افواہیں گشت لگا رہی ہیں کوئی کہتا ہے کہ آج چھٹی تاریخ چاند کی ہے کوئی کہتا ہے ساتویں ہے ایک واقف کار حاجی صاحب باشندۂ جے پور (جو اکثر ایام حج میں مکۃ المکرمہ آتے رہتے ہیں اور جہاز ہمایوں میں میری ساتھ بمبئی سے آئے تھے) سے میں نے اختلاف رویت کے متعلق گفتگو کی۔ انھوں نے کہا کہ "اگر بالتحقیق آج ساتویں تاریخ ہے تو بعد نماز ظہر کے حرم شریف میں خطبہ پڑھا جائیگا۔ اگر خطبہ نہ پڑھا گیا تو سمجھ لیجئے گا کہ آج چھٹی تاریخ ہے۔

حرم شریف میں خطبہ مسنونہ ترک کیا گیا

ظہر کی نماز حرم شریف میں ہو چکی ساتویں ذی الحجہ کو

بعد ظہر حرم شریف میں خطبہ پڑھا جانا مسنون ہے اور ہمیشہ سے پڑھا جاتا دستور تھا مگر امسال آج کی تاریخ میں ترک کیا گیا۔ وجہ ترک خطبہ مسنونہ عدم تحقیق تاریخ رویت ہلال کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں عصر کی نماز بھی حرم شریف میں ہو چکی۔ اب اصول اور دستور مندرجہ بالا پر نظر رکھنے والے سب کے سب مطمئن ہو گئے۔ مغرب کی نماز سے تھوڑا قبل میں حرم شریف جا رہا تھا کہ ہمارے معلم صاحب نے کہا کہ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ "آج تاریخ ۷ ہے پنجشنبہ کے روز حج ہوگا۔ لہذا لوگ احرام حج کا باندھ لیتے جاویں اور طواف وسعی سے فراغت کر رکھیں" میں نے معلم موصوف سے روانگی منیٰ شریف کی نسبت دریافت کیا تو بولے کہ اب سنت تو ترک کرکے سیدھا عرفات شریف جانا پڑیگا اسلئے کہ اونٹ سواری کے کل کے روز آئینگے۔ مندرجہ بالا تشویشناک گفتگو معلم صاحب موصوف سے سنکر میں حرم شریف میں حاضر ہوا اور دو چار واقف کار لوگوں سے تذکرہ کیا۔ ان سب نے کہا کہ یہ سب غلط افواہ کی بنا پر ہے اطمینان رکھو حج جمعہ کے روز ہوگا کیونکہ آج خطبہ مسنونہ اور معمول قدیم نہیں ہوا۔ حاجی سید احمد جان صاحب صاحبزادہ خادم و خادم زادہ حضرت مبارک مولانا ابوالخیر قدس سرہٗ نقشبندی مجددی باشندہ بہلول خیل زرعون شہر کنڈ آواز افغانستان سے حنفی مصلے کے پورب طرف ملاقات ہوئی ان سے میں نے رویت ہلال مندرجہ بالا کے متعلق ذکر کیا۔ انھوں نے بھی کہا کہ اگر آج ساتویں تاریخ ہوتی تو خطبہ ضرور پڑھا جاتا اس لئے حج جمعہ کے دن ہوگا۔ اور یہ فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو اچھا ہوگا میں جمعہ کے دن بھی عرفات شریف میں ٹھیرونگا۔ اذان ہونیکے قریب تھا میں امام صاحب کی قرأت سننے کے اشتیاق میں مقام ابراہیم کے قریب چلا گیا اور تیسری صف میں جا بیٹھا۔

تحقیق رویت ہلال کا اعلان حرم میں اور حجاج کی پریشانی

حرم شریف میں نماز مغرب کی جماعت ہونیکے بعد لوگوں نے سنت پڑھنے کے لئے تحریمہ باندھا تھا کہ حنفی مصلے کے مکبر نے باواز بلند عربی میں پکارنا شروع کیا کہ "اے حاجیو حاکم شرعی نے گواہی لیکر حکم دیا ہے کہ رویت ہلال انتیسویں تاریخ کو ہوئی ہے اس لئے آج ساتویں ذی الحجہ کی ہے اور یوم پنجشنبہ نویں ذی الحجہ کو حج ہوگا۔ مندرجہ بالا اعلان سننے کے بعد ہر شخص کو یقین ہو گیا اور روانگی منیٰ و عرفات شریف کی طیاریوں میں ہر کوئی مصروف ہو گیا۔ سواری کے اونٹوں کا بروقت سامان ہونا دشوار تھا اسلئے اعلےٰ و ادنےٰ ہر طبقے کے لوگ سراسیمہ و پریشان و متفکر نظر آرہے تھے۔

بہت لوگ اس فکر سے پریشان تھے کہ منیٰ کا قیام اور پانچوں وقت کی نمازیں جو منیٰ میں پڑھنی سنت ہیں ترک ہوئی چاہتی ہیں۔ اور بہت لوگ اس تردد میں مضطرب تھے کہ اگر سواری کا بندوبست نہ ہوا تو عرفات شریف میں عدم حاضری کے باعث بڑا گھاٹا ہوگا یعنی حج سے محروم رہینگے بذکورہ بالا افکار کی بناپر کتنے مستعد اور باہمت آدمی مرد عورتیں راتوں رات مکہ شریف سے منیٰ شریف چلے گئے اور کتنے آدمی تو سیدھا عرفات شریف روانہ ہوگئے۔ مگر جن لوگوں کے ساتھ عورتیں تھیں یا ضعیف و ناتوان مرد تھے اور جو لوگ بغیر سواری کے نہیں جاسکتے تھے ٹھیرے رہے میں نے بھی اپنی والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ وغیرہ کو حرم شریف میں لیجا کر احرام حج بندھوایا اور خود بھی طواف کیا اور ان سب نے بھی طواف وسعی صفا و مروہ ادا کرایا۔ اسکے بعد قیام گاہ پر واپس آئے مجھے رات بھر انتشار رہا کہ دیکھئے کس طرح سے ہم لوگ منیٰ اور عرفات شریف جاتے ہیں۔ آٹھویں تاریخ کا وقوف منیٰ اور پانچ وقت کی نماز پڑھنی ترک ہوئی چاہتی ہیں ہم لوگ اللہ جل شانہ سے دعا کرتے رہے کہ خدایا! ہم لوگوں کو حج نصیب فرمائیو! اور مقبول و مبرور کیجیو!

تاریخ ۸ ذی الحجۃ الحرام روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۸ جون ۱۹۲۷ء

سواری کے انتظار واہتمام کی پریشانی

آج صبح کو حرم شریف میں نماز فجر اور طواف سے فراغت کر کے اپنے معلم موصوف الصدر سے میں نے کہا کہ سواری ملنے کا وقت بتلائیے جواب ملا کہ سواری کے اونٹ ظہر کے وقت آئینگے لیکن شقدف کا بندوبست نہیں ہوسکتا ہے اور نہ شبری مل سکتی ہے۔ بازار میں تلاش کر کے شبری خرید کر لو۔ مکۃ المکرمہ میں نووارد شخص کے لئے کسی چیز کی خریداری کی تلاش میں خود نکلنا بغیر کسی واقفکار ہمراہی کے کسقدر زحمت انگیز ہے۔ تاہم دریافت کرتے کرتے میں نے شبری کا پتہ لگایا مگر معلوم ہوا کہ طیار نہیں ہے طیار کرانا پڑیگا۔ بہت تردد ہوا اور واپس آکر معلم موصوف سے میں نے کہا کہ جہاں دو شقدف کے لئے روپے آپکے پاس میں پیشگی جمع کر چکا ہوں بجائے دو کے ایک شقدف کا بھی اگر آپ بندوبست کر دینگے تو عورتیں جا سکینگی معلم صاحب نے خشک جواب دیا جس پر مجھے بڑا رنج معلوم ہوا اور قیامگاہ واپس چلا آیا۔ اور بجز خدائے برتر سے دعا اور التجا کرنے اور اسکے رحم و کرم سے امیدوار رہنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں دیکھا اور درود شریف کے ورد میں مصروف ہوگئے۔ ظہر کی نماز کے قبل و بعد

چند مرتبہ قیامگاہ سے اپنے معلم موصوف کے دفتر والے مکان تک چکر لگایا۔

مکۃ المکرمہ سے منیٰ کی روانگی

بالآخر عصر کے قریب جبکہ اونٹ آچکے تھے معلم صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایک شغدف کا سامان ہوا ہے آپ اپنا سامان ساتھ لیجانے کا لاؤ۔ یہ سنکر مجھے عورتوں کی طرف سے تو اطمینان ہوگیا۔ قیام گاہ پر آکر بستر اور پانی کا مشک اور ٹھنڈا پانی کی صراحی۔ بدھنا اور تین دن کے کھانے کا سامان چاول۔ دال۔ گھی وغیرہ اور حلوا اور آٹا کا بنا ہوا میٹھا اور نمکین کھجور باندھ چھاند کر شغدف پر لیجاکر رکھا اور شغدف پر چڑھنے اترنے کے لیئے ایک سیڑھی ایک روپیہ میں خرید کی۔ یہاں سیڑھی کو سُلّم کہتے ہیں۔ اونٹ کی سواری میں سیڑھی ساتھ رکھنا نہایت ضروری اور کارآمد چیز ہے۔ ہم لوگ اپنے قیام گاہ والے مکان میں قفل لگا کر باہر سڑک پر جہاں سواری کے اونٹ تھے سوار ہونے کو آئے۔ اگرچہ ہم لوگ عصر کی نماز پڑھ کر آئے تھے اور مندرجہ بالا اسباب کو اونٹوں پر رکھوا چکے تھے روانہ ہوجا سکتے تھے مگر دستور یہ ہے کہ ایک معلم کے جتنے آدمی ہیں سب کے اونٹ بیکبار قطار باندھ کر روانہ ہوتے ہیں آگے پیچھے نہیں اور ایسا کرنا بہت مناسب ہے لیکن اس میں وقت بہت برباد ہوتا ہے اور اسباب چھوڑ کر آدمی ادھر اُدھر جا نہیں سکتا ضائع ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ عصر کے وقت سے بیٹھے بیٹھے ہم لوگوں کو مغرب کا وقت ہوگیا اونٹوں کے قطار مسلسل سے آمدرفت کے راستے بند تھے۔ اونٹوں کے پیٹ کے تلے اور گردن کے نیچے سے نکل کر بڑی دقت سے ڈر ڈر کر لوگ جاتے آتے تھے ہم لوگوں کو مندرجہ بالا طریقے سے جاتے آتے ڈر معلوم ہوتا تھا اور اسباب چھوڑنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کی نماز بھی قضا ہوگئی آخر بعد مغرب کے ہم لوگوں کا قافلہ روانہ ہوا اور محلہ حارۃ الباب کے آگے بڑھ کر جہاں سے ایک راستہ جدہ کو جاتا ہے اور دوسرا مدینہ اور منیٰ شریف کو۔ منیٰ شریف کی طرف والے راستہ سے روانہ ہوا۔ بیشمار اونٹوں کے قطار مسلسل رواں تھے۔ علاوہ اونٹوں کے کتنے آدمی سواری کے گدھے پر جسکو حمار کہتے ہیں سوار جا رہے تھے اونٹوں کے سوار مختلف طریقے سے تھے۔ کتنے آدمی شغدف میں بآرام تمام بیٹھے اور لیٹے ہوئے تھے کتنے شبری پر بیٹھے ہوئے اور کتنے آدمی اونٹ کی پیٹھ پر گھوڑے کی سواری کی طرح سے پاؤں لٹکائے جا رہے تھے میں بھی انھیں خالی پیٹھ بلا شغدف و شبری والے اونٹ پر سوار تھا۔ اونٹ کی سواری پر سفر کرنے کا میرے لئے گویا یہ پہلا موقع تھا

مجھے کچھ تکلیف محسوس نہیں ہوئی بلکہ شغدف کی سواری سے اسمیں عافیت نظر آتی تھی۔ شغدف سواروں کو جمّال یعنی بدّو اونٹبان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یا حاج! اگدّام۔ گدّام۔ یعنی ای حاجی آگے بیٹھ آگے بیٹھ۔ یا حاج ورار۔ یا حاج ورار۔ یعنی ای حاجی پیچھے بیٹھ۔ ای حاجی پیچھے بیٹھ۔ یا حاج میزان۔ یا حاج میزان۔ یعنی ای حاجی! وزن ٹھیک کر برابر ہو کر بیٹھ! بڑے تلخ و تند لہجے میں کہتے ہیں اور اکثر لوگ عربی زبان کی ناواقفیت کے باعث بدوؤں کے سخت و سست الفاظ اور ناشائستہ کلمات سنتے ہیں اور مخبوط الحواس کی طرح بجائے آگے کے پیچھے اور پیچھے کی جگہ آگے بیٹھتے تھے اور پریشان نظر آتے تھے۔ خالی پیٹھ والے سوار مندرجہ بالا الفاظ ناپسندیدہ سننے اور سہنے کی زحمت اٹھانے سے آزاد تھے۔ اونٹ پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ اسکے بعد قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوا۔ رات کا وقت پھول سی چاندنی سے تمام راستے پہاڑ و پتھر اور مکانات و درو دیوار کا تاباں و درخشاں نظر آنا اور اشتیاق و محبت کے ولولے اور جذبات کا اظہار اپنی اپنی زبان میں نغمہ طرازی کرتے ہوئے کسی کا تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے کوئی تکبیر و تہلیل و تلبیہ پکارتے ہوئے کوئی درود شریف و تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے سوار و پیدل جانا دلوں پر عجب اثر لذت و سرور پیدا کر رہا ہے اونٹوں کی مسلسل قطار کے دونوں طرف مشعل بردار مشعل دکھاتے جا رہے تھے۔ بہتیرے پیدل خوش خوش جا رہے تھے۔ راستے میں نخلستان شریف صاحب کا باغ ملا جسمیں کھجور اور انواع و اقسام کے پھولوں کے درخت دیکھنے میں آئے۔ آگے بڑھکر بہت سے مکانات غریب بدوؤں کے خس پوشی اور خیمہ والے نظر آئے۔ مذبح ملا اسکے بعد جبل معلےٰ کو عبور کرتے ہوئے قافلے جا رہے تھے۔ اہل قافلے کے صدائے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کی مبارک صدائیں پہاڑوں کے بیچ میں گونج کر عجب لذت خیز اور طرب انگیز سماں پیدا کر رہی تھیں جب ہم لوگ جنت المعلےٰ کے پاس پہنچے تو صلوٰۃ و سلام اونٹ پر بیٹھے بیٹھے پڑھ کر دعا مانگتے ہوئے آگے بڑھے۔ جنت المعلےٰ سے آگے بڑھکر حکومت کی طرف سے اونٹوں کے شمار لئے جاتے ہیں ہم لوگوں کے قافلے کے اونٹوں کے بھی شمار لئے گئے اور منےٰ شریف جانے کی اجازت مل گئی۔ مکہ معظمہ سے منےٰ ایک فرسخ ہے تین کوس کا ایک فرسخ ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ سے منےٰ شریف اور مزدلفہ ہوتا ہوا دونوں طرف بڑے اونچے اونچے دو پہاڑوں کے سلسلے برابر گئے ہیں

اور اسکے بیچ میں ہوکر راستہ وسیع گیا ہی۔ اب یہاں سے ہمارے اور دوسرے معلموں کے حاجیوں کے قافلے کے اونٹ چار پانچ قطاروں میں منقسم ہوکر مسلسل جانا شروع ہوئے۔ چاندنی کا نوری روشنی میں اونچے اونچے سر بفلک پہاڑوں کے درمیان میں ہوکر اونٹوں کی عظیم الشان قطاریں اور قطاروں کے اردگرد پیدل لوگوں اور خچر اور گدھوں (بغلہ وحمار) پر سوار جانے والوں کے عالی شان جلوس میں صدائے لبیک اللھم لبیک الخ سے بہت دلچسپ و دلپذیر سماں پیدا تھے۔ راستے میں جا بجا قہوہ خانے اور پانی کی دوکان۔ ٹھنڈے پانی کے ابریق اور شربے (بدھنا اور صراحیوں) سے سجے ہوئے ملے گئے دکاندار موٗیہ بارد موٗیہ بارد یعنی ٹھنڈا پانی ٹھنڈا پانی کی صدائیں دے رہے تھے۔ آگے چل کر منیٰ شریف کی عمارتیں ملنی شروع ہوئیں جسمیں عربی وضع کے مکانات راستے کے دونوں طرف چار منزلہ پانچ منزلہ بڑے بڑے سنگی مکانات سنگی دیواریں اور لکڑی کے کام وار اور منقش بالاخانوں سے آراستہ ملتے گئے۔ راستے کے دونوں طرف دکانیں شربت۔ روٹی۔ گوشت۔ پراٹھے۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چاول۔ دال۔ آٹا۔ گھی۔ چائے۔ چینی۔ لکڑی۔ پانی اور تربوز خربوزے۔ کھیرے۔ ککڑیاں لیموں انار دودھ۔ دہی وغیرہ کے اور قہوہ خانے سجے ہوئے نظر آئے۔ صرافوں کی دکانیں بھی بہت دکھلائی دیں صراف روپے پیسے کے جھنکار سے لوگوں کو دعوت تبدیل سکہ دے رہے تھے۔ ہزاروں اونٹ بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے نظر آئے۔ جو لوگ پہلے سے پہنچے ہوئے تھے بستر ے لگائے آرام کی نیند سو رہے تھے اور کتنے آدمی بیٹھے ہوئے یا دالکی میں مصروف تھے۔ ہم لوگوں کا قافلہ مسجد خیف کے شمالی میدان میں ٹھیرا۔ اسباب اونٹ سے اُتار کر بستر بچھایا اور والدہ صاحبہ وغیرہ کو آرام کرنے کیلئے کہا اور کھانا کھا کر وضو کیا اور مسجد خیف میں ادائے نماز کے لئے داخل ہوا۔

منیٰ میں مسجد خیف مسجد خیف تخمیناً دو سو گز مربع میں ہے۔ اسکی دیواریں خوب اونچی اور مستحکم بنی ہوئی ہیں۔ مسجد کے مغربی حصہ میں بہت سے محرابیں ہیں۔ اور صحن نہایت وسیع ہے وسط صحن میں بہت بڑا قبہ ہے اور ایک منار بلند اذان گاہ بنا ہوا ہے۔ اسپر گیس کی روشنی ہوتی ہے یہ روشنی بہت دور تک پہنچتی اور نظر آتی ہے۔ اسی قبہ کے اندر ایک محراب ہے۔ محراب اور حوالی محراب میں لوگوں کو بہت خصوصیت کے ساتھ دوگانہ ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا خیمہ اسی مقام میں پڑا تھا جہاں قبہ بنا ہوا ہے مسجد یا وسط مسجد کے قبہ کے اندر فرش پختہ یا پتھر

وغیرہ کا نہیں ہے بلکہ سنگریزے اور بالو ریت کے خاکی فرش ہیں۔ بعضے لوگوں کو چادر وغیرہ بچھا کر وہاں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ لیکن میں نے اس متبرک مقام کے فرش خاک کو ہی ترجیح دیا۔ مغرب کی نماز قضا ادا کر کے نماز عشا ادا کی پھر دوگانہ پڑھا اور اپنے اور سارے بزرگان و برادران و عزیزان و محبان اور جملہ مومنین و مومنات کے لئے دعائے کامیابی دارین کی کی۔ اس وقت میرے دل میں جو مسرت ہوئی اسکا اظہار زبان قلم سے ناممکن ہے۔ مسجد خیف کے شمالی دیوار میں صدر دروازہ ہے اس دروازے کے اوپر بھی ایک بڑا اونچا مینار ہے اس میں بھی گیس کی روشنی ہوتی ہے۔ مسجد کے مشرقی دیوار میں بھی ایک دروازہ ہے جو بند رہتا ہے۔ مسجد خیف دامن پہاڑ میں ہے۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ ۸۷۲ ہجری میں ملک اشرف قاتیبائی نے مسجد خیف اور قبّے اور اذان گاہ تعمیر کرائی۔

بے ادبانہ حرکات قابل اجتناب کا اظہار

ایک ضروری امر قابل ذکر یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو مسجد خیف کے صحن میں وضو کرتے ہوئے دیکھا اور جوتے پہنکر آمدورفت کرتے پایا۔ بعض آدمیوں نے میرے کہنے پر جوتے اپنے پاؤں سے اُتار کر ہاتھ میں لئے۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ ایسے ایسے مقامات کا احترام کرنیکے بجائے بطور عام مکانات کے اسکا استعمال کرنے لگتے ہیں۔ آداب مسجد نہ بجالا کر گنہگار ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان کو اسکا خیال رکھنا چاہئے اور بے ادبی کے حرکات سے بچنا چاہئے۔ میں نماز سے فراغت پاکر واپس آیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

تاریخ ۹ ذی الحجۃ الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۹ جون ۱۹۲۷ء

فجر کی اذان کی آواز کانوں میں آئی۔ میں اُٹھا اور وضو کر کے مسجد خیف میں حاضر ہو کر داخل جماعت ہوا بعد نماز کے تکبیر و تلبیہ اور وظیفہ معمولہ میں مشغول ہوا۔ طلوع آفتاب کے بعد جب قافلہ چلنے کے لئے تیار ہوا تو میں نے بھی والدہ صاحبہ وغیرہ کو شغدف میں سوار کرایا اور خود بھی خالی بیٹھ والے اونٹ پر جیسے مکہ معظمہ سے آیا تھا سوار ہو گیا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہوا۔

منیٰ سے عرفات شریف کی روانگی

ہم لوگ منیٰ سے ضب کی راہ سے (ضب ایک پہاڑی ہے منیٰ سے متصل مسجد خیف سے پورب راستے کے داہنی طرف) تلبیہ کہتے ہوئے اور تکبیر پکارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ صبح کا سہانا وقت ہے۔ آفتاب کا پہاڑ کی چوٹیوں سے بے نقاب نظر آنا اور اُسکی کرنوں کا داہنے جانب کے پہاڑوں پر پڑنا نہایت دلفریب منظر تھا۔ راستے

جا بجا قہوہ خانے ابریق اور صراحیوں سے سجے ہوئے ملنے شروع ہوئے۔ دکاندار شوبہ باردہ شوبہ باردہ کی صدا لگا رہے تھے۔ راستے کے دونوں جانب عالی شان سربلند پہاڑوں کے بیچ میں ریتیلی زمین پر اونٹوں خچروں۔ گدھوں۔ سانڈنیوں اور عربیہ گاڑیوں پر قطار در قطار۔ سوار اور پیدل تعداد ہائے واحد کے بندے اور بندیوں کا اپنے گناہوں کی بخشائش اور حصول مغفرت کی امید میں جا تا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ اور تکبیر کے پُراثر نعرے لگانا دلوں میں عجیب کیفیت اور محویت پیدا کر رہی تھیں سانڈنی سوار نجدی بندوق حمائل کئے ہوئے اپنی سانڈنیوں کو دوڑاتے ہوئے پیچھے سے آتے تھے اور آگے نکل جاتے تھے۔

وادی محسر سے دوڑتے ہوئے گذرنا منیٰ اور مزدلفہ شریف کے درمیان میں وادی محسر نام ایک مقام ہے۔ از روی پیمائش یہ مقام پانچسو پینتالیس گز ہے اصحاب فیل اسی مقام میں ٹھیرے تھے یہ مقام نزول غضب الٰہی کا ہے اس لئے حکم ہے کہ اس مقام سے دوڑتے ہوئے تیزی سے گذرنا چاہئے پیدل چلنے والے اور سواری کے اونٹ وغیرہ سب کے سب اس مقام سے دوڑتے ہوئے گذرتے ہیں اور گذرے یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچے۔ اور قافلہ ہم لوگوں کا مسجد مزدلفہ کے شمال کی طرف سے آگے بڑھا۔ آگے چل کر دونوں جانب کے پہاڑ بہت قریب ہوگئے ہیں اور راستہ تنگ ہوگیا ہے۔ اس تنگ راستے کے ملتے ہوئے پہاڑوں سے گذرنے کے بعد ہی میدان عرفات شروع ہوگیا۔

میدان عرفات شریف عرفات شریف تخمیناً چار پانچ کوس کا لق ودق وسیع میدان ہے جس میں جا بجا ببول کے چھوٹے چھوٹے درخت اور کہیں ایک قسم کی گھاس کی معمولی جھاڑیاں ہیں۔ عرفات کے تین طرف یعنی مشرق مغرب اور شمال کی طرف بڑے بڑے سر بفلک چوٹیوں والے پہاڑ ہیں جو جبل عرفات کے نام سے مشہور ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ عرفات کے حدود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتلائے تھے اور مطابق اسکے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہا الصلوٰۃ والسلام نے حدیں قائم کی تھیں۔ انکے بعد جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیات والسلام نے تجدید حدود عرفات فرمائی تھی۔ حد عرفات کے نشان پختہ اب تک قائم ہیں۔ مناسک میں لکھا ہے کہ عرفات میں جہاں چاہے ٹھیرے۔ مگر لوگوں سے الگ اور راہ میں نہ ٹھیرے۔ اور جبل رحمت کے پاس ٹھیرنا افضل ہے۔ عرفات تمام موقف ہے مگر بطن عرنہ کہ یہ ایک وادی ہے مسجد عرنہ سے مغرب کی طرف اگر دیوار غربی مسجد کی گرے

تو اسی وادی میں پڑے اور یہ حرم کا ٹکڑا ہے۔ عرفات سے خارج ہے اس وادی میں اگر کسی نے وقوف کیا تو وقوف اسکا معتبر نہیں ہوگا۔

مسجد نمرہ یا مسجد آدم وابراہیم علیہما السلام

میدان عرفات کے مغرب جنوب کی طرف ایک مسجد ہے جو کہ مسجد نمرہ کے نام سے مشہور ہے حضرت آدم وابراہیم علیہما السلام کی مسجد نام سے بھی اسکو تعبیر کرتے ہیں اور مسجد عرفہ بھی اسی کو کہتے ہیں مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نماز امام کے ساتھ ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ظہر کے وقت میں اکٹھا پڑھنے اور سنت و نفل ترک کرنے کا حکم ہے اور اکٹھا کرنے ظہر اور عصر کی نماز کے لئے چند شرطیں ہیں تفصیل اسکی کتب مناسک میں لکھے ہیں اور خاکسار نے بھی حصہ اول حبیب الحجاج معروف بہ ہدیۂ حرمین میں درج کئے ہیں مسجد نمرہ سے نکل کر امام سواری پر موقف میں جاتے ہیں جبل رحمت پر جا کر امام خطبہ پڑھتے ہیں مناسک میں لکھا ہے کہ مسجد نمرہ سے عرفات موقف میں چلا جائے۔ مسجد میں نماز کے بعد نہ ٹھہرے اسلئے کہ مسجد نمرہ حدِ عرفات سے باہر ہے۔

جبل رحمت

میدان عرفات سے پورب اور دکھن کی طرف جبل عرفات کے دامن میں ایک چھوٹا پہاڑ ہے جسکو جبل رحمت کہتے ہیں۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ جبل رحمت محل خطیب اور جگہ ٹھیرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے روایت ہے کہ حضرت آدم و حوّا علیہما السلام خطائے گندم خوری کے باعث جب بہشت سے نکالے گئے تو دو سو برس تک حضرت آدم علیہ السلام روتے رہے اور توبہ و استغفار وزاری میں مشغول رہے اور حضرت حوّا سے بھی جدائی رہی۔ دو سو برس گذرنیکے بعد میدان عرفات میں جبل رحمت کے پاس دونوں کی توبہ خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی آپس میں ملاقات و تعارف ہوئی۔ اسی سے اسکو جبل عرفات اور جبل رحمت کہتے ہیں جبل رحمت منبر بنا ہوا ہے اور حضرت آدم و حوّا علیہما السلام اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے ٹھیرنے کا مقام بھی۔ پہاڑوں کے دَرّہ سے نکلتے ہی میدان عرفات اور جبل عرفات اور جبل رحمت پر مشتاق آنکھیں پڑیں اور صدائے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ کا نعرہ پیدل و سوار قافلے والوں کے ساتھ ہم گنہگاران بھی لگاتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حدِ عرفات کے مینار تک پہنچنے کے پاس سے گذرتے ہوئے قافلے داخل عرفات ہونے شروع ہوئے۔ اب یہاں سے اونٹوں اور دیگر سواریوں اور پیدل

چلنے والوں کے قطار مختلف راستوں سے اپنے اپنے معلم کے خیمے اور قیام گاہوں کی طرف رخ کرنا شروع ہوئے۔ اس مقام مغفرت کے تقدس کا لحاظ کرتے ہوئے میرے دل نے اونٹ پر سوار چلنا گوارا نہ کیا میں نے اپنے جمال سے کہا کہ اونٹ ٹھیراؤ میں اتر کر پیدل چلونگا۔ اس نے کہا کہ ابھی بہت دور ہے پیدل چلنے میں تھک جاؤگے اور پریشان ہو جاؤگے۔ میں نے کہا چاہے کچھ بھی ہو سوار چلنا میرا دل قبول نہیں کرتا ہے۔ آخر جمال نے میرے اونٹ کو ٹھیرایا میں اتر پڑا اور نہایت ادب کے ساتھ خداوند قدوس کے بارگاہ رحمت و مقام مغفرت میدان عرفات میں لرزاں و ہراساں بشکل غلام و گنہگار رواں ہوا۔ اپنی بداعمالیوں غفلت اور سیہ کاریوں پر مجھے ندامت تھی اور مقام مغفرت کی شرف حاضری نہایت انبساط و مسرت گویا یاس اور امید کے دو دریا میرے دل میں لہرا رہے تھے۔ چلتے چلتے مجھے ایک بنگالن بوڑھی عورت ملی۔ جو کہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئی تھی۔ اور دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی میں نے اس کے رونے کا حال پوچھا اور گھر کا پتہ دریافت کیا۔ اس نے اپنا گھر ضلع میمن سنگھ بنگال میں رہنا اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانا بتلایا۔ میں نے اسکی تسلی کی اور کہا کہ میرے ساتھ ساتھ چلو آگے چلکر پتہ لگ جائیگا۔ وہ میرے اتنا کہنے پر کسی قدر مطمئن ہوئی اور میرے پیچھے میرے ساتھ چلنے لگی۔ ہمارے قافلے کے اونٹ بھی میرے قریب ہی قریب جا رہے تھے۔ آگے چل کر چند بنگالی بھائی ملے میں نے ان سے نام انکے ضلع کا پوچھا اور بوڑھیا کی پریشانی کا حال بیان کیا۔ ان سبھی نے بے اتفاقی کے ساتھ جواب دیا اور اپنا گھر دوسرے ضلع میں بنگال کے رہنا بتلایا۔ آخرکار ایک معلم سے جنکے یہاں بہت سے بنگالی مختلف اضلاع بنگال کے آئے ہوئے تھے ان سے اور ایک اور بھی واقف کار معلم سے میں نے سب حال بوڑھیا کا کہکر انکے ساتھ بوڑھیا کو کر دیا تاکہ اسکے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیویں۔ انہوں نے قبول کیا۔ اسکے بعد ہم لوگ آگے بڑھے۔ عرفات شریف کے وسیع میدان میں انواع و اقسام کے خیمے نصب تھے اور جہاں تک نظر جاتی تھی خیمے بے شمار دکھلائی دیتے تھے۔ اور سرخ سبز سیاہ و سفید رنگ کے امتیازی جھنڈے جو کہ ہر ایک اپنے اپنے خیمے کے پاس معلم لوگ اپنے نام لکھکر اور ہلالی نشان لگے ہوئے کھڑے کئے ہوئے تھے اور معلم کے آدمی اپنے اپنے حاجیوں کے قافلے کو اپنے خیمے کے پاس لیجاکر ٹھیراتے اور خیمے میں جگہ دیتے تھے ہم لوگوں کے معلم کی جھنڈی کا سبز رنگ کی تھی جبل رحمت سے قریب پچھم جانب میں ہمارے معلم صاحب کے خیمے تھے۔ عربی ٹائم سے قریب ساڑھے تین بجے دن کو یعنی ہندی ٹائم سے ساڑھے دس بجے دن کو ہم لوگ پہنچے

مشغول اور ٹاٹ پر سے بستر اور اسباب کو لئے اُتار کر میں نے اپنے معلم صاحب سے دریافت کر کے ایک خیمے میں رکھا اور والدہ صاحبہ وغیرہ کو وہاں بٹھلایا۔ ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ معلم لوگ کرایہ خیمہ ہر ایک حاجی سے بحساب فی کس چار روپیہ قبل روانگی کے مکہ معظمہ میں ہی وصول کر لیتے ہیں چنانچہ مجھ سے چار آدمیوں کے لئے کرایہ خیمہ کا سولہ روپے وہ وصول کر چکے تھے تاہم انکے ایک ملازم جو شیخ کے نام سے پکارے جاتے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس خیمے کو خالی کر دو یہاں دوسرے لوگ ٹھیرینگے اور اسکا کرایہ چار گینی ہے۔ اگر رہو گے چار گینیاں دینی پڑینگی۔ میں نے کہا حضرت خیمے کے کرائے جو میں پہلے دے چکا ہوں وہ کس دن کام آئینگے؟ کہنے لگے ہم نہیں جانتا اسکو خالی کر دینا ہوگا۔ ایسے متبرک اور مقدس مقام میں اور ایسے بزرگ و محترم یوم عرفہ میں سوائے خاموشی سے خالی کر دینے کے میں اور کیا کر سکتا تھا۔ خیمہ خالی کر دیا۔ اور معلم موصوف الصدر کے کہنے کے مطابق ایک دوسرے خیمہ میں جہاں پہلے ہی بہت سے آدمی اسکی گنجائش سے زیادہ فروکش تھے اسی میں علیحدہ ایک گوشہ میں والدہ صاحبہ وغیرہ کو میں نے ٹھیرایا اور پانی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ نہر زبیدہ سے پانی مشکوں میں اور ٹین کے پیپوں میں لا لا کر بدو لوگ فروخت کر رہے تھے آخر ایک بدو سے ایک مجیدی میں میں نے پانی خرید کیا عرفات شریف میں غسل کرنا سنت ہے اسلئے غسل کیا اور حلوا اور کھجور جو مکہ معظمہ سے ساتھ لائے تھے سب لوگ کھانے لگے۔ اسکے بعد تکبیر و تلبیہ اور توبہ و استغفار میں مصروف ہوئے۔

وقوف عرفات حج کا دوسرا رکن

حج کے ارکانوں میں تین فرض ہیں۔ اول احرام باندھنا دوسرے وقوف عرفات۔ یعنی عرفات میں ٹھیرنا۔ وقوف عرفات کا وقت ظہر سے غروب آفتاب تک ہے۔ غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھیرنا واجب ہے قبل غروب عرفات سے اگر باہر نکل گیا تو دم لازم آئیگا۔ ظہر کا وقت ہو گیا تھا آفتاب اپنی پوری گرمی کے ساتھ طالبان رحمت کو گھور رہا تھا۔ لو۔ باد سموم زوروں پر چل رہی تھی غلبہ تشنگی سے ہونٹھ خشک ہو رہے تھے۔ خیمے ٹاٹ اور چٹائیوں کے سائے میں پناہ لینے والے الامان الامان پکار رہے تھے اور بہتیرے غریب اور کم بضاعت لوگ جن کے سروں پر آفتاب کی لہکتی کرنوں کا چتر اور آسمان کا سایہ اور میدان عرفات کی تپتی ہوئی ریت اُنکا بستر تھی حاضری عرفات کو غنیمت سمجھ کر صبر و شکر کے ساتھ برداشت کر رہے تھے اور بہتیرے آدمی حقیقی معنوں میں لبیک

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہہ کہہ کر اپنی پیاری جان جان آفریں کو سونپ رہے تھے۔ امام کے جانے کے پہلے سے ہی ہزاروں آدمی جبل عرفات پر پہنچے ہوئے تھے تپتے ہوئے پتھر اور لپکتے ہوئے آفتاب کی گرمی اور شدت کی لو سے ہراساں نہ تھے۔ آفرین ہے انکی برداشت اور ہمت پر۔ ہم لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی اسکے بعد عرفات کی دعا پڑھی اسکے علاوہ دیگر دعائیں پڑھیں۔ اور تلبیہ و تکبیر و تہلیل اور توبہ و استغفار کرتے رہے اور اپنے اور جملہ بزرگان و برادران عزیزان و محبان و جملہ مومنین اور مومنات کے حق میں دعائے سلامتی ایمان اور فلاح اور بہبودگی دارین و مغفرت کی حق تعالیٰ سے کرتے رہے اور حج و زیارت اور سارے اعمال کے مقبول و مبرور ہونے کی التجا گریہ و زاری کے ساتھ کرتے رہے اور اپنے عاجزانہ دلی جذبات کا اظہار بحضرت پروردگار جل شانہٗ کے بصورت منظوم مناجات کے بھی کیا اور عصر کی نماز پڑھکر خشوع خضوع اور گریہ و زاری کے ساتھ میں نے پڑھا اور حاضرین نے آمین کہا وہو ہذا۔

مناجات بحضرت قاضی الحاجات عزاسمہٗ و تعالیٰ شانہٗ

در عرفات شریف

ہم گنہگار ترے در پہ ہیں آئے مولےٰ
یوں ہی عمر کو عصیاں میں گنوائے مولےٰ
آئے ہیں در پہ ترے طالب رحمت بنکر
جز ترے کس سے کہیں کون سُنے گا میری
تیرے در سے کبھی واپس نہیں جاتا کوئی
فضل سے تیرے سنورتے ہیں جنم کے بگڑے
در پہ آئے ہیں ترے کتنی تمنا لیکر
عفو کر جرموں کو میرے تو کرم سے اپنے
بخشدے جرم و خطا سارے سلما فوں کے
کردے تو حج و عبادات ہمارے مقبول

ظلِ رحمت کے تلے ہم کو بھی جا دے مولےٰ
آبرو خاک میں ہم اپنی مٹائے مولےٰ
ہیں بُرے گرچہ سب اعمال ہمارے مولےٰ
تیرا در چھوڑ کہاں جائیں بتادے مولےٰ
آس ہم سب کی بھی للہ پورا دے مولےٰ
بگڑی باتوں کو مرے آج بنادے مولےٰ
آرزوؤں کو مرے آج پورا دے مولےٰ
ڈوبتی کشتی مری پار لگا دے مولےٰ
جام رحمت سے پیاسوں کو چھکا دے مولےٰ
دغدغہ دل کا تو ہم سب کے چھوڑا دے مولےٰ

متحد کر دے الٰہی تو مسلمانوں کو	باغ اسلام کو پھر تازہ بنا دے مولے

ہاتھ اُٹھا کہتا ہے پھر تجھ سے حبیب عاصی
ہم سے گمنامی کے دھبے کو مٹا دے مولے

قبولیت حج کی علامت قریب غروب آفتاب کے ہم لوگ اپنے اسباب اور بسترے کو باندھ رہے تھے کہ جبل رحمت کے جنوب مشرق کی طرف سے آسمان پر ابر نمودار ہوا اور غبار آلود بہت تند و تیز ہوا چلی اور خفیف سا باران رحمت نازل ہوا الحمد للہ فالحمد للہ علیٰ احسانہ اس موقع پر نزول باران رحمت کو اہل علم اور بزرگان طریقت نے قبولیت حج کی علامت بتلایا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو علما نے لکھا ہے کہ حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج کرنیکے بعد حاجی کی صلاحیت اور نیک بختی بڑھ جائے اور حج سے واپسی کے بعد پہلی معصیتوں میں مبتلا نہ ہو اور نفس کی صلاحیت میں کوشاں رہے بُری صحبت کو ترک کر دے اس لئے کہ جس نے حجر اسود کو بوسہ دیا گویا اس نے حق تعالیٰ اور اسکے رسول سے بیعت کی اس بات پر کہ آئندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریگا اور اسکی معصیت سے بچیگا جس نے وعدہ کو پورا نہ کیا تو اپنا نقصان کیا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدہ کو وفا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم دیگا۔

خوشخبری مغفرت شرح السنہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اہل عرفات سے فرشتوں پر فخر سے فرماتا ہے کہ دیکھو! میرے بندوں کو ہر دور و دراز رستے سے پراگندہ اہل غبار ہوتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکو بخشا۔ یہ سُنکر فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص تو حرام کاری میں دن رات مصروف تھا اور فلاں شخص اور فلاں عورت ایسا کرتے تھے اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو بھی بخشدیا۔

عرفات سے مراجعت آفتاب غروب ہونیکے بعد ساڑھے سات بجے بغیر مغرب کی نماز پڑھے ہوئے اپنے اپنے اونٹ و شغدف پر بیٹھکر قافلے کے ساتھ ہم لوگ عرفات سے روانہ ہوئے اس جگہ پر یاد رکھنا چاہیئے کہ مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچکر عشا کے وقت میں مغرب و عشا ایک ساتھ پڑھنے کا حکم ہے اور بعد مغرب عرفات میں ٹھیرنے کی ممانعت ہے۔ تفصیل کے لئے کتب مناسک ملاحظہ کریں یا حصہ اول

کتاب ہذا کا دیکھیں۔

قیام مزدلفہ شریف

عرفات شریف کے مسجد نمرہ سے مزدلفہ شریف ایک فرسخ یعنی تین کوس ہے۔ مزدلفہ میں دسویں ذی الحجہ کی رات کو رہنا سنت ہے۔ اور مزدلفہ میں تمام رات جاگنا مستحب ہے کہ بعضوں کے نزدیک یہ شب شب جمعہ اور شب قدر سے افضل ہے۔ اور یہاں پر تلبیہ و تکبیر اور استغفار و دعا و اذکار خوب پڑھنا بہتر ہے۔ مزدلفہ میں چاروں طرف پہاڑ ہے اور پہاڑوں کے بیچ میں وسیع میدان ہے۔ وسط میدان میں ایک پختہ مسجد بنی ہوئی ہے اور مسجد کے شمال و جنوب میں دو دروازے ہیں۔ احاطہ کی دیوار تقریباً چار ہاتھ سے زیادہ اونچی نہیں ہے۔ مناسک میں لکھا ہے کہ سب کا سب مزدلفہ موقف ہے سوائے وادی محسر کے کہ اصحاب فیل کا موقف ہے۔ عرفات اور مزدلفہ شریف کے بیچ دو پہاڑ ہیں دو پہاڑوں کے بیچ میں جو راہ ہے اسی راہ سے ہم لوگوں کے قافلے عربی ٹائم سے قریب چار بجے اور ہندوستانی سے گیارہ بجے رات کے مزدلفہ میں پہنچے۔ اور مسجد مزدلفہ سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر مشرقی میدان مزدلفہ میں ٹھہرے۔ ہم لوگوں کے قافلے سے پہلے بہت سے قافلے آگے پہنچ چکے تھے اور پہاڑوں کے دامن سے لیکر مسجد مزدلفہ کے پاس تک تمام مزدلفہ میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور تمام روشنی جگمگا رہی تھی اور کثرت روشنی سے سارا مزدلفہ بقعۂ نور بنا ہوا نظر آرہا تھا۔ تلبیہ اور تکبیر و تہلیل کے دلکش نعروں سے سارا مزدلفہ گونج رہا تھا اور مشعر الحرام کے منار پر گیس کی روشنی۔ ارشاد باری تعالیٰ شانہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ کی یاد دہانی کر رہی تھی۔ پس میں نے وضو کیا اور مسجد مزدلفہ میں جاکر اول نماز مغرب ادا کی اور سلام پھیرنے کے بعد نماز عشا پڑھی بعدہٗ سنت اور وتر پڑھکر دعا مانگی اسکے بعد مشعر الحرام میں گیا۔

مزدلفہ میں مشعر الحرام

مسجد مزدلفہ کے شرقی حصہ میں ایک مکان ہے پختہ بنا ہوا اور اسکے اوپر ایک عالی شان منار ہے اس پر گیس کی روشنی روشن تھی اس مقام کو مشعر الحرام کہتے ہیں اور قرآن پاک میں ارشاد حق تعالیٰ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مشعر الحرام کے پاس پہنچکر تلبیہ و تکبیر و تہلیل و ذکر کئے اور منار کے اوپر بھی سیڑھیوں کو طے کرکے گیا اور کچھ دیر کے بعد اتر آیا۔ اس موقع پر ایک پنجابی حاجی صاحب (جو اہل حدیث معلوم ہوتے تھے) میرے ساتھ تھے۔

بے ادبانہ حرکات کا دوسرا دلخراش منظر

مسجد مزدلفہ میں بطور مسافرخانوں کے بہت سے حاجیوں کو جسمیں کثرت تعداد باشندگان ہندوستان کی معلوم ہوتی تھی پاؤں پھیلائے ہوئے سوئے ہوئے پایا۔ اور بہت لوگوں کو جوتے پہن کر مسجد مزدلفہ میں چلتے پھرتے دیکھا۔ یہاں کسی خاص طرز کے جوتے کی (جن کا استعمال جائز ہو سکتا ہے) تخصیص نہیں تھی بلکہ ہر طرح کے جوتے پہنے ہوئے اکثر حجاج کو آمد ورفت کرتے ہوئے دیکھا۔ اوپر جن پنجابی حاجی صاحب کا اپنے ہمراہ رہنا ذکر کیا ہے وہ بھی معمولی جوتے پہنے ہوئے تھے اور میرے اعتراض پر جواز کی دلیل میں جو کچھ انہوں نے ڈھیٹھائی کے ساتھ فرمایا وہ یہ تھا کہ جوتے کیسے بھی ہوں ہر جگہ پہننے جائز ہیں اسلئے کہ پاک اور ناپاک دونوں جگہوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ نجاست لگنے کے بعد جب پاک جگہ میں استعمال کئے جاتے ہیں تو انکی نجاست دفع ہو جاتی ہے۔ پنجابی حاجی صاحب کی یہ منطق میری سمجھ میں نہ آئی اور میں ان سے علیحدہ ہو گیا۔ افسوس! ہم لوگ ایک اہم فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے جاتے ہیں اور اسکے ماتحت بڑے بڑے تقدس مآب مقامات میں ہمارا گذر ہوتا ہے مگر آداب مکان سے عدم واقفیت رہنے کے باعث یا واقفیت رکھتے ہوئے آداب کا لحاظ نہ کرکے ہم اپنی حیوانیت کا ثبوت دیتے ہیں اور مرتکب گناہ ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اور سارے مسلمانوں کی آنکھوں کو کھول دے اور غفلت اور ارتکاب گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مشعر الحرام کے پاس نفل ودعا وغیرہ سے فراغت کرکے قیامگاہ پر اپنے میں آیا اور کھجور وغیرہ کھا کر پانی پیا اگرچہ آدھی رات گذر چکی تھی ابھی تک عرفات شریف سے واپس آنے والے قافلوں کا سلسلہ جاری تھا

رمی جمار کیلئے مزدلفہ سے کنکریاں چن لینی

منیٰ میں جمرۃ الاولیٰ وجمرۃ الوسطےٰ اور جمرۃ العقبےٰ کو کنکریاں مارنی واجب ہیں۔ مزدلفہ سے سات کنکریاں چن لینی مستحب ہیں۔ بہت آدمیوں کو چاند کی روشنی میں کنکریاں چنتے ہوئے دیکھا۔ مجھے بھی خیال ہو گیا اور بایں خیال کہ شاید علی الصباح روانگی قافلہ کی اپنے ہو اور موقع کنکریوں کے چننے کا نہ ملے۔ احتیاطاً میں نے بھی اپنے اور والدہ صاحبہ کے لئے کنکریاں پاک وصاف روشنی سے دیکھ کر چن لئے اور ہمشیرہ وغیرہ نے اپنے لئے خود سے کنکریاں چن لیتی گئیں۔ اسکے بعد ہم لوگ سو رہے۔

تاریخ ۱۰ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۰ جون ۱۹۲۶ء

علی الصباح ہم لوگ نیند سے جگے اور وضو کر کے مسجد مزدلفہ میں حاضر ہو کر فجر کی نماز ادا کئے اسکے بعد مشعر الحرام کے پاس پہنچکر اندر مکان کے داخل ہونا چاہتے تھے کہ ایک نجدی سپاہی نے روک دیا اور کہا کہ باہر سے دعا مانگو۔ ناچار دروازے کے باہر کھڑے ہو کر دعا مانگ کر قیام گاہ پر واپس آئے۔ آفتاب طلوع ہو چکا مگر اونٹ والوں کا پتہ نہیں، قریب ہی میں دو اونٹ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا تھا، مولوی حاجی سید شاہ مجتبیٰ حسن صاحب اور مولوی حاجی مہدی حسن صاحب وکیل اور حاجی نظام الدین صاحب و حاجی ولی اکرم صاحب وغیرہ باشندگان صوبہ بہار بھی اسی جگہ فروکش تھے وکیل صاحب نے سوئے ہوئے آدمی کو اپنا جمال سمجھکر ایک آدمی بھیجکر اس کو جگایا۔ وہ جمال میرے اونٹوں کا جمال تھا۔ اُٹھا اور سیدھا میرے پاس آیا اور عربی میں مجھ سے دریافت کیا کہ منیٰ چلتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! میں طیار ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ اس نے اپنے اونٹوں کو قریب لایا۔ ہم لوگوں نے اور آدمیوں کی مدد لیکر شقدف اونٹ پر رکھا یا اور والدہ صاحبہ وغیرہ کو سوار کرا کے خالی بیٹھ والے اونٹ پر خود بھی بیٹھکر لبیک اللھم لبیک الخ پکارتے ہوئے منیٰ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور نام بردگان مندرجہ بالا انتظاری اونٹ میں بیٹھے رہے بہت دن چڑھنے کے بعد روانہ ہوتے گئے۔

مزدلفہ سے مراجعت اور منیٰ میں قیام

مزدلفہ شریف سے روانہ ہو کر عربی ٹائم سے ساڑھے تین بجے اور ہندوستانی سے ساڑھے دس بجے ہم لوگ منیٰ شریف پہنچے۔ راستے میں اونٹ گدھے اور خچر پر سوار اور نیز پیدل چلنے والوں کے قافلے چند قطاروں میں منیٰ آتے ہوئے ملتے گئے، جا بجا نہر زبیدہ کے اوپر "مویہ یعنی پانی" موٹے حروف میں لکھے ہوئے سائن بورڈ یعنی تختیاں بھی دیکھنے میں آئیں۔ اونٹ کی سواری شدت کی دھوپ بلا کی لُو اور گرمی باد دیا ور گھٹنے تشنگی کا غلبہ سبھوں کو پریشان کئے ہوئے تھا۔ ہر شخص فطرتاً ایسے وقت میں سایہ کا خواہشمند تھا مگر اس مبارک وادی منیٰ میں بجز مصنوعی سایہ کے قدرتی سایہ کہاں نصیب۔ مسجد خیف سے شمال کی طرف ہمارے معلم صاحب کے خیمے تھے۔ اور اتفاق سے معلم صاحب راستے پر ہی کھڑے تھے۔ ممکن ہے کہ اپنے حاجیوں کو اپنے خیمے کی طرف رہنمائی کرنے کی غرض سے آئے ہوں۔ بہرحال میرے جمال کو انہوں نے اپنے خیمے بتلائے۔ راستے سے شمال کی طرف کچھ دُور پر انکے خیمے تھے جمال وہاں پر ہمارے اونٹوں کو

لیجاکر ٹھیرائے۔ اور ہم لوگ اُتر کر ایک خیمے میں جسمیں قنات بھی نہ تھے نہ دھوپ اور لُو کے جھونکوں سے بچنے کی ہی گنجائش تھی۔ ٹھیرائے گئے۔ دری۔ کمل اور چادر تان کر میں نے پردے کئے اور کسی قدر آرام کی صورت پیدا ہو گئی۔ اسکے بعد والدہ صاحبہ وغیرہ کو ہمراہ لیکر شیطان کو کنکری مارنے کیلئے روانہ ہوا

جمرۃ العقبیٰ میں رمی جمار

منیٰ شریف میں مسجد خیف کے آگے مکہ معظمہ کے راستے پر جاتے ہوئے بائیں جانب جمرۃ الاولیٰ ہو اور جمرۃ الاولیٰ سے تخمیناً دو سو گز کے فاصلے پر راستے سے داہنے جانب جمرۃ الوسطیٰ ہو۔ اور جمرۃ الوسطیٰ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر آخر میں جمرۃ العقبیٰ ہو ہر سہ جمرہ ایک پتھر ہے قد آدم کے برابر اسکے تین طرف قریب ڈھائی یا تین ہاتھ اونچی دیواریں ہیں وہی پتھر جمرہ یا شیطان کے نام سے موسوم ہو۔ واجبات حج میں سے دسویں گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ کو رمی جمار کرنا یعنی مشتہرہ بالا شیاطین کو کنکریاں مارنی ہیں مگر دس تاریخ کو صرف جمرۃ العقبیٰ کو کنکریاں مارنی واجب ہیں۔ بقیہ کو نہیں۔ میں نے کسی واقف کار شخص کو اپنے ساتھ جمرۃ العقبیٰ بتلانیکے لئے نہیں لیا۔ اس وجہ سے کہ میں سمجھتا تھا کہ آج صرف جمرۃ العقبیٰ میں رمی جمار کیجاتی ہیں لاکھوں آدمی پیدل اور سوار اسی ایک مقصد کے لئے جا رہے ہیں۔ پھر ایسی حالت میں بھول کرنے اور وہاں تک نہ پہنچنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی مگر بقول شخصے۔ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ کنکریاں مارنیکے لئے جانے والے اور کنکریاں مار کر واپس آنے والے پیدل و سوار لاکھوں حجاج مرد اور عورتوں کا ہجوم و اژدحام اس درجے تھا کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ میں واپس آنے والے لوگوں سے جمرۃ العقبیٰ کا پتہ دریافت کرتا جا رہا تھا۔ دھوپ کی شدت قریب دوپہر دن کا وقت جگر سوز لو کا چلنا اور پیاس کا غلبہ لوگوں کو عام طور پر حواس باختہ اور بے خود بنائے ہوئے تھے۔ بہتیرے آدمی تو دریافت کرنے پر کچھ جواب بھی نہیں دیتے تھے کتنے آدمیوں نے جواب دیا۔ اور جسکو جمرۃ العقبیٰ رہنا وہ بتلاتے۔ وہاں پر جانے سے معلوم ہوا کہ وہ جمرۃ العقبیٰ نہیں تھا بلکہ جمرۃ الاولیٰ اور جمرۃ الوسطیٰ تھے۔ اکثر ناواقف کنکریاں مارنے والوں نے اور مضطرب اصحاب نے سمجھ لیا کہ کنکریاں مارنے سے غرض ہے چاہے تین میں سے کسی کو ماریں حالانکہ ایسا کرنا خلاف سنت ہو اور اعادہ لازم ہو۔ میں نے اس بے ترتیبی اور غلطی سے ارتکاب سے بچنے کے لئے مزید کوشش اور تلاش کی نتیجہ یہ ہوا کہ جمرۃ العقبیٰ کے پشت پر کے پہاڑی راستے سے چلا اور جمرۃ العقبیٰ کو چھوڑ کر مکہ معظمہ کے

راستے میں قریب نصف میل آگے نکل گیا پچیس روپیہ کی چاندی کی گھڑی مع چین کے جو میری کمر میں لٹک رہی تھی اور چالیس روپے کے نوٹ اور کچھ ریزگاریاں میرے تہبند کی کھونٹ میں بندھی ہوئی تھیں اسی پریشانی میں خدا جانے راستے میں خود سے کہیں گر پڑیں یا کسی نے کھول لئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ چلتے چلتے آخر خیال ہوا کہ ہم لوگ بھول کر آگے بڑھ آئے ہیں جمرۃ العقبیٰ پیچھے چھوٹ گیا یہ سوچ کر واپس ہوئے اور جمرۃ العقبیٰ کے پاس پہنچکر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر سات سات کنکریاں ایک ایک کرکے سب لوگ مارتے گئے اور دعا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا پڑھے اور رمی جمار کے بعد یعنی کنکریاں مارنیکے بعد تلبیہ موقوف کر دینے کا حکم مناسک میں لکھا ہے اسلئے تلبیہ پکارنا موقوف کئے۔ اسکے بعد ہم لوگ اپنے قیام گاہ منیٰ میں واپس چلے۔ گو پانی کا مشک قریب دوش تھا اور دس پانچ منٹ کے بعد میں خود پانی پیتا تھا اور ہمراہی عورتوں کو پلاتا جاتا تھا مگر تسکین نہیں ہوتی تھی۔ غلبہ پیاس کا بڑھتا جارہا تھا۔ اور والدہ صاحبہ پر پریشانی کا اثر بہت زیادہ تھا۔ چلتے چلتے راستے میں ہم لوگ ٹھہر جاتے تھے اور کچھ دم لینے کے بعد پھر آگے بڑھتے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پر بدو کا لڑکا لَبَنْ لَبَنْ پکار رہے تھے میں نے سمجھا کہ دودھ بیچتا ہے۔ قریب جاکر دیکھنے اور پوچھنے سے معلوم ہوا کہ مٹھا یعنی چھاچھ تھا۔ ایسی تشنگی اور گرمی کے وقت میں مٹھا دستیاب ہونا ہم لوگوں نے بہت غنیمت سمجھا اور ہم سب لوگوں نے قریب ایک روپیہ کا مٹھا خرید کر آسودہ ہوکر نوش کیا مگر پیاس کو تسکین نہ تھا کم نہ ہوا مضمون اِھْر من بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

منیٰ میں خیموں کی بے ترتیبی عرفات شریف کی طرح سے منیٰ میں بھی معلموں نے اپنے حجاج کے ٹھہرانے کو خیمے نصب کئے تھے اور کیا کرتے ہیں۔ مگر افسوس یہی کہ خیمے ایسے بے ترتیبی کے ساتھ نصب کئے گئے تھے کہ ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں جانیکے لئے بھی راستہ چھوڑا نہیں گیا تھا اور خیمے کے رسے اور ڈوریوں کو عبور کرکے آمدورفت کرنا پڑتا تھا۔ مرد تو باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے عادی ہوتے ہیں انکے لئے خیمے رسے اور ڈوریوں کو عبور کرکے چلنے پھرنے کی زحمت اٹھانا چنداں گراں نہ تھا مگر عورتوں کیلئے عذاب جان تھا۔ علاوہ اسکے امتیازی نشان اپنے اپنے خیموں کے پاس جو سبز و سرخ و سفید و سیاہ جھنڈیاں معلموں نے نصب کر رکھے تھے وہ ہمرنگ ہونیکے باعث

رہنمائی کا حق کم تر ادا کرتے تھے اور چنداں مفید نہ تھے۔ خیمے اگر سلسلہ کے ساتھ راستے چھوڑ کر نصب کیے جاتے تو بہت سہولت ہوتی، نہ آمدورفت میں حاجیوں کو تکلیف اُٹھانی پڑتی۔ اور نہ اپنے خیمے ڈھونڈنے کی زحمت برداشت کرنی ہوتی۔ تعجب ہے کہ اس پر نہ تو معلموں کو خود خیال ہوتا ہے اور نہ حکومت اسپر توجہ کرتی ہے اس بدنظمی پر حکومت حجاز اگر توجہ کرے تو شکایت کا موقع کسی کو نہیں ملے۔ اپنے قیام گاہ کے قریب پہنچکر تخمیناً ایک گھنٹہ تک ہم لوگ اپنے اور اپنے معلم صاحب کے خیمے کی تلاش میں چکر لگاتے رہے مگر کچھ بھی پتہ نہ چلا آخر اپنی والدہ صاحبہ اور ڈاکٹر زاہد صاحب کی والدہ کو ایک ایسے قنات والے خیمے کے سایہ میں بٹھلا اور خیمے والوں سے یہ آرزو کرکے کہ تھوڑی دیر میں اپنے خیمے کا پتہ لگا کر میں ان سب کو لیجاتا ہوں اپنی ہمشیرہ کو ہمراہ لیکر میں چلا اور تلاش کرتے کرتے اپنے خیمے میں پہنچا۔ اسکے بعد والدہ صاحبہ وغیرہ کو لانیکے لئے گیا تو اس خیمہ میں جہاں انکو چھوڑ کر آیا تھا نہیں پایا اور بہت اندیشمند ہوا۔ وہاں سے ہٹ کر ادھر اُدھر میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا کہ ایک جگہ پر دونوں نظر آئیں میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ اس خیمہ والوں نے انکو نکال دیا تھا۔ وہاں پر ٹھہرنے دینے کے وہ لوگ روادار نہ ہوئے اس اضطرابی میں والدہ صاحبہ کے پاؤں کی جوتیاں بھی اسی خیمے میں چھوٹ گئیں اور تلاش کرنے پر پھر نہ ملیں۔ اب وہاں سے والدہ صاحبہ وغیرہ کو ہمراہ لیکر اپنے خیمے میں آ رہا تھا کہ چلتے چلتے یکا یک والدہ صاحبہ تلملا کر زمین پر گر پڑیں۔ تپتی ہوئی منا کی ریتیلی زمین، ظہر کا وقت، دھوپ کی شدت اور لو کے تند جھونکے سے کلیجے خشک ہو رہے تھے۔ اور اسوقت منا کے دو تین کوس کے مربع حلقہ میں کہرام مچا ہوا تھا اور نفسی نفسی کا عالم تھا۔ مزدلفہ سے اونٹوں و دیگر سواریوں پر اور پیدل آنے والا قافلے حجاج پانی بغیر اور بھی اضطراب و الجھن میں زندگی کے لمحے پورے کر رہے تھے بعض اونٹوں کی لاشیں بھی لدی ہوئی دیکھنے میں آئی۔ مزدلفہ اور منا کے درمیان میں معلوم ہوا کہ بہتیرے آدمی پیاس کے مارے دم توڑتے اور عالم فانی سے طرف عالم جاودانی کے رخصت ہوتے ہوئے پائے گئے۔ بہتیرے لوگ ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر جان شیریں اپنی حضرت جاں آفریں کو سونپ رہے تھے اور کتنے لوگ دھوٹ اور شدتوں پر پیاس اور لو کے مارے مرغ بسمل بنے آ رہے تھے۔ ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے بھی منیٰ کی حاضری۔ رمی جمار کیواسطے اور منیٰ کا قیام لازمی تھا۔ اور راضی برضا اور شاکر بقضا رہنے بغیر چارہ نہ تھا۔ آنے والے آ رہے تھے۔ اور حصول رضائے مولیٰ میں سب کچھ برداشت

کررہے تھے۔ اور حضرت ملک الموت تعمیل ارشاد باری تعالیٰ میں سرگرم کار تھے **شعر**

ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جان لیکے ٹلوں — اور مسیحا کو یہ ہٹ ہے کہ مری بات رہے

والدہ صاحبہ کے گرتے ہی ہوئے اس ابتلا اور امتحان کے خوفناک وقت میں میرے تھنفے اور ضعیف دل پر کیا گذر رہا تھا کہا نہیں جاسکتا زمین سے انکو اُٹھا کر اپنے خیمہ میں لایا پانی پلایا اور پنکھا جھلتا رہا۔ پھر لیموں کا شربت بنا کر پلایا۔ دیر کے بعد بارے والدہ صاحبہ کو سکون ہوا اور ہوش میں آئیں الحمد لله علیٰ احسانہ میں نے پانی کا انتظام اگرچہ قبل سے کر رکھا تھا مگر عجب اتفاق کہ مشک کا منہ کھل جانیکے باعث پانی تلف ہوگیا۔ پانی مشکوں میں اور ٹین کے پیپوں میں بھر کر بدو لوگ فروخت کرنے کو لاتے اور فروخت کرتے تھے۔ قیمت پانی کی غیر معمولی طور پر آج زیادہ ہوگئی اور میں نے بھی ایک مشک پانی چار مجیدی میں خرید کیا۔ عصر کے وقت آفتاب کی حرارت کم ہوچکی تھی میں اُٹھا اور وضو کرکے نماز عصر پڑھکر قربانی کے لئے گیا۔

منیٰ میں قربانی

منیٰ میں رمی جمار کے بعد دوسرا کام قربانی کرنا ہے۔ قربانی کے جانور اونٹ دُنبے۔ بکرے منیٰ میں فروخت کرنے کو کثیر تعداد میں لائے جاتے ہیں۔ قربانی کے جانور تلاش کرنے یا عدم دستیابی کی نوبت نہیں آتی ہے۔ اور یہ محض فضل وعنایت پروردگار کا اپنے بندوں پر ہے۔ مسجد خیف سے پورب جانب حکومت کی طرف سے قربانی کرنیکے لئے ایک مخصوص مقام بنا ہوا ہے جو کہ خاردار تاروں سے گھرا ہوا ہے۔ اسکے اندر اور باہر جانور فروخت کرنے والے دُنبے بکرے کے گلے کثیر تعداد میں رکھتے ہیں اور خریدار حسب خواہش اور پسند اپنے خرید کر قربانی کرتے ہیں اور قربانی کرکے چھوڑ دیتے ہیں۔ بخیال بیماری پھیلنے کے گوشت بھی نہیں لیتے۔ اگر کسی کی خواہش گوشت لینے کی ہوتی ہے تو حکومت کے ڈاکٹر سے منظوری لیکر گوشت لیجانے پاتے ہیں۔ قربانی کئے ہوئے جانوروں کے کھال بھی چھوڑائے نہیں جاتے ہیں۔ گوشت پوست سمیت احاطے کے اندر بڑے بڑے خندق میں (جو پہلے سے اسی کام کے لئے کھودے ہوئے رہتے ہیں) ڈال دیئے جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا قربانی کے مخصوص مقام کے علاوہ سارے منیٰ میں حسب خواہش اپنے جو کوئی جہاں چاہتے ہیں قربانی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ منیٰ سارا کا سارا قربان گاہ ہے۔ مکہ معظمہ سے لیکر منیٰ۔ مزدلفہ اور عرفات شریف تک چیل یا کوے کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ راستے میں خیموں کے آس پاس اور منیٰ میں جابجا

قربانی کئے ہوئے بکرے، دُنبے پڑے ہوئے میں نے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ قربانی کے جانوروں کو کوئی درندہ جانور بھی ہاتھ نہیں لگاتا۔ سُنا ہے کہ حکومت کے آدمی احاطہ کے باہر قربانی کئے ہوئے پڑے ہوئے جانوروں کو اُٹھا کر خندقوں میں دفن کر دیا کرتے ہیں۔ لاکھوں جانور قربانی کے تہ خاک خندقوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ کاش اگر ان کے کھال چھوڑ الینے کا بھی کم از کم انتظام کیا جاتا تو کئی لاکھ روپے کھالوں کی قیمت سے آمدنی ہوتی۔ اور اگر گوشت کو سُکھلا کر کام میں لانیکے لائق بنا کر فروخت کرنیکا اہتمام کیا جاتا تو اس سے بھی کئی لاکھ روپے سالانہ آمدنی ہوتی حکومت کو اسپر توجہ کرنی چاہیئے اور علماء کرام سے اسکے متعلق فتویٰ لیکر کاربند ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا حکومت کے مقرر کئے ہوئے قربانی کے مقام میں میں گیا۔ احاطہ کے اندر اور باہر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دُنبے اور بکرے کے گلّے فروخت کرنے والے جمع کئے ہوئے تھے اور بہت آدمی خرید کرکے قربانی کر رہے تھے دو تین جگہوں میں میں نے بھی نرخ معلوم کرکے گیارہ راس بکرے اور بکریاں خوب بڑے بڑے بحساب فی راس پانچ روپیہ کے پچپن روپے میں خرید کیں۔ اور اسی جگہ پر اپنی طرف سے اور والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ اور جن لوگوں کی طرف سے قربانیاں کرنی تھیں قربانی کی اور حسب دستور بالا چھوڑ کر وہاں سے واپس ہوا

حلق یا قصر کرنا

قربانی کے بعد حلق یعنی سر منڈانا یا چوتھائی سر کے بال قطع کرانا واجب ہے مگر عورتوں کو سر منڈانا حرام ہے۔ ان کو چوتھائی سر کے بال قطع کرانا واجب ہے اور سارے سر کے بال قصر کرانا مستحب ہے۔ منیٰ شریف میں حلاق یعنی حجام اُسترے اور قینچیاں یا مقراض وغیرہ سامان لئے ہوئے بکثرت جابجا موجود رہتے ہیں خصوصًا جمرۃ الاولیٰ جمرۃ الوسطےٰ اور جمرۃ العقبیٰ کے پاس تو بکثرت دیکھنے میں آئے۔ علاوہ اسکے تمام منیٰ میں یہ لوگ گشت کرتے رہتے ہیں تلاش کی زحمت اُٹھانی نہیں پڑتی ہے۔ بہر حال میں نے بعد قربانی کے سر منڈایا اسکے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔ رات کے وقت کھانا کھا کر سو رہا۔ صدقے اُس قادر و توانا کے جسکی شان مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ہے۔ دن کو بلا کی گرمی اور جگر سوز آفتاب کی تیزی تھی مگر اس وقت ایک دم ہوا کا رخ بدل گیا۔ ٹھنڈک شروع ہوگئی۔ آدھی رات کے بعد تو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہوگئی۔ جل جلالہٗ و جل شانہٗ۔ دن بھر کے جلے بھنے ہوئے بیتاب و مضطرب بندگان خدا نے رات کے راحت رساں آغوش میں اس طرح چین سے بسر کئے جیسے مچھلیاں پانی میں۔

طواف زیارت حج کا تیسرا فرض

دسویں ذی الحجہ کو رمی جمار کے بعد قربانی تب حلق یعنی سر منڈانا یا چوتھائی سر کے بال قطع کرانا ہے مگر عورتوں کے لئے سر منڈانا حرام ہے انکو چوتھائی سر کا بال قطع کرانا ہے اور طواف زیارت کرنا۔ طواف زیارت حج کا تیسرا فرض ہے اور اسکے ادا کرنے کا وقت دسویں ذی الحجہ طلوع آفتاب کے وقت سے لیکر بارھویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے مگر دسویں کو طواف زیارت کرنا افضل ہے۔ اس لئے بہت لوگ طواف زیارت بعد رمی جمار کے مکہ معظمہ جاکر کئے اور بعد طواف کرنیکے منیٰ میں واپس آئے۔ مگر ہم لوگ باعث اضطرابی اور عدم قابلیت برداشت طپش کے آجکے روز طواف زیارت کرنے کو نہیں جاسکے اور بارھویں ذی الحجہ پر موقوف رکھا۔ مزدلفہ سے بہتیرے آدمی ظہر کے وقت اور کتنے عصر و مغرب کے وقت منیٰ پہنچے گئے جن میں سے بہت آدمی پیاس کے مارے اور طپش اور لو کے ستائے ہوئے اس عالم فنا سے طرف دار البقا کے رحلت کرگئے اور اپنے ہمراہیوں اور وابستگان کے دلوں پر داغ جدائی دے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔

تاریخ ۱۱ ذی الحجہ روز شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۱ رجون ۱۹۲۷ء

جان ہے تو جہان ہے

آج صبح کی نماز اور معمولی وظائف سے فراغت کرکے ناشتہ کیا چند آدمیوں سے معلوم ہوا کہ کل کے دن کی اضطراب پریشانی کی تاب نہ لاکر بہت سے لوگ تینوں دنوں کی کنکریاں تینوں جمروں کو مارکر راتوں رات مکۃ المکرمہ چلے گئے اگرچہ دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرۃ العقبےٰ کو سات کنکریاں مارنی واجب ہیں اور اسکے بعد گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ کو سہ جمروں کو سات سات کنکریاں مارنی واجب ہیں۔ مگر برخلاف اسکے ان لوگوں نے عمل کیا اور راتوں کو منیٰ شریف میں مقیم رہنا سنت ہے اسکو بھی ترک کیا۔ آج کے روز بھی اکثر لوگ کنکریاں جمرۃ الاولیٰ جمرۃ الوسطےٰ اور جمرۃ العقبےٰ کو مارکر مکۃ المکرمہ روانہ ہو رہے ہیں۔ بعض لوگوں سے میں نے کہا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اسکے جواب میں میں نے یہی کہتے ہوئے سنا کہ خداوند کریم جو چاہے سو کرے مگر اب یہاں ٹھیرنے کی تاب ہم لوگوں کو نہیں ہے "جان ہے تو جہان ہے"۔ ہم لوگ بھی کنکریاں مارنے کو اپنے قیام گاہ سے روانہ ہوئے۔ اوّل جمرۃ الاولیٰ کو پھر جمرۃ الوسطےٰ کو اسکے بعد جمرۃ العقبےٰ کو سات سات کنکریاں مارتے گئے۔ اور تکبیر و دعا جیسا کہ اوّل روز پڑھا تھا پڑھتے گئے۔ اکثر لوگوں کو بلندی پر چڑھ کر کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا۔ حالانکہ اوپر کی طرف سے کھڑے ہوکر کنکریاں مارنی یعنی رمی جمار کرنا مکروہ تنزیہی

جمرۃ العقبیٰ میں کنکریاں مارتے وقت ایک مصری عورت کو دیکھا کہ اس نے ایک جوتا معہ "تیتیکطان" کہکر مارا اور بڑے زور سے ہنسی۔ اسکے بعد ایک مصری مرد نے بھی اپنا جوتا ہاتھ میں اپنے لیکر دو جوتے پے در پے بڑے جوش اور قوت کے ساتھ جمرۃ العقبیٰ کو مارا اور سب کے سب خوب ہنسنے لگے ہم لوگوں کو بھی یہ دیکھکر بے ساختہ ہنسی آئی۔

منیٰ میں مسجد الکبش کی زیارت

جس مقام میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری رکھکر پوری طاقت کو اپنے کام میں لایا تھا۔ اور امتحان کی کسوٹی پر کھرے ثابت ہوئے اور ارشاد باری تعالیٰ کی تکمیل تعمیل میں اپنے پیارے فرزند کو قربانی کرنے میں جہاں پر ذرا بھی تامل او پس وپیش نہیں کیا اور بحکم رب العالمین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بہشت بریں سے ایک دنبہ لاکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا۔ اور اس دنبہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کیا وہی مقام مسجد الکبش کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام جمرۃ العقبیٰ سے اتر جانب پہاڑ کے اوپر تخمیناً پانچسو گز بلندی کے اوپر واقع ہے۔ پہاڑ مذکور میں ایک غار ہے جسکے اندر دو گوشے ہیں۔ گوشہ اول اتر جانب ہے قریب دو گز لمبا اور دو گز چوڑا اسی گوشہ کے پچھم طرف دکھن کونے پر ایک نشان محراب کا بنا ہوا ہے اور اسکے پورب میں ایک چٹان پتھر کا ہے اس پر چھری کے ضرب کا نشان ہے روایت ہے کہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری نے کچھ بھی اپنا کام نہیں کیا اور کند یعنی بھتری ثابت ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری مذکور کو پتھر پر مارا تو پتھر کٹ گیا وہی نشان چھری کا پتھر پر اب تک ہے واللہ اعلم بالصواب۔ غار مذکور کا دوسرا گوشہ گوشہ اول سے ملا ہوا پورب جانب ہے۔ اور یہ گوشہ اول گوشے سے وسعت میں بڑا ہے مگر تاریک ہے روشنی نہیں پہنچتی ہے کہتے ہیں کہ غار مذکور میں بہت سے انبیاء علیہم السلام نے اور جناب سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی ہیں۔ مقام مذکور کے زیارت کے اشتیاق میں ہم سب روانہ ہوئے اور پوچھتے پوچھتے چلے جاتے تھے۔ استفسار کرنے پر اکثر بدوؤں اور عربوں نے لاعلمی ظاہر کی اور بعضوں نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا ہم سب آگے بڑھتے جاتے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دریافت کرتے تھے مگر مقام مذکور کا پتہ نہیں ملتا تھا۔ چلتے چلتے میرے ہمراہیوں نے گھبرا کر مجھ سے واپس چلنے کو فرمایا کہ

میں راضی نہ ہوا اور سب سے کہدیا کہ وہ سب واپس جاتے جائیں۔ مگر میں انشاء اللہ تعالیٰ زیارت کئے بغیر واپس نہ ہونگا۔ میرے سارے ہمراہی اپنے قیام گاہ پر واپس گئے اور میں تنہا پوچھتا پوچھتا آگے بڑھا۔ چلتے چلتے پہاڑ مذکور کے دامن میں پہنچا۔ اور اوپر پہاڑ کے مجھے صدہا آدمی جاتے آتے دکھلائی دئے۔ ایک عرب سے میں نے پھر پوچھا اس نے اشارہ کرکے کہا کہ "ہاں وہی مقام مسجد الکبش ہے۔ دیکھو لوگ جا رہے ہیں"۔ جب اسکے قریب پہنچا تو مجھے اطمینان ہوگیا۔ چلتے چلتے طبیعت میری بہت پریشان ہوگئی تھی تاہم خوشی ہوئی کہ اپنی محنت ٹھکانے لگی۔ اکثر لوگوں کو دیکھا کہ پتھروں کے ٹکڑے اُٹھا اُٹھا کر ادھر اُدھر سے لوگ بڑے پتھروں کی چٹانوں پر رکھ رہے تھے اور دیکھا دیکھی ہر کوئی ایسا ہی کرتا تھا۔ مگر میں نے اسکو نادرست سمجھکر نہیں کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قربانگاہ کے در پر پہنچکر نعلین اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہاں پر مسجد بنی ہوئی تھی جس کو نجدیوں نے توڑ دیا۔ میں نے عمارت ہونے کی کوئی علامت یا شکست وریخت کے نشان وہاں پر نہیں پائے۔ میں ادب کے ساتھ اندر غار مذکور کے داخل ہوا اور گوشۂ اول میں دو رکعت نفل ادا کی اور اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا مانگی۔ اُسکے بعد دوسرے گوشہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگ کر واپس نکلا۔ جتنی دیر میں اندر رہا قلب پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور نزول رحمت کے آثار سے روح کو کمال مسرت۔ ایک عرب جا دم بیٹھا ہوا لوگوں سے خیرات وصول کر رہا تھا۔ لیکن اسقدر ڈھیٹ اور بے ادب تھا کہ متذکرہ بالا محراب کے نزدیک تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ اسکی یہ حرکت مجھے اور دوسرے لوگوں کو بھی ناپسند معلوم ہوئی میں نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ باہر میں چند مسکین عرب مرد عورتیں اور بچے بیٹھے ہوئے سوال کر رہے تھے ان لوگوں کو ایک ایک ہلالہ میں نے خیرات دیا۔ خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل وکرم سے مقام مذکور کی زیارت سے بھی مجھے بہرہ ور کیا۔ قریب دوپہر دن کے میں اپنے قیام گاہ پر واپس پہنچا۔ آج گرمی تو بدستور ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ لُو کم چل رہی ہے پانی کا نرخ بھی آج گھٹ گیا ہے دو مجیدی تین مجیدی کو پانی فروخت ہو رہا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد ایک اور خصّی قربانی کی اور ایک عرب سے بنوا کر کچھ گوشت اور کلیجی وغیرہ پکانے کھانے کو لے لیا اور بقیہ کو چھوڑ دیا۔ بنانے والے کو بارہ آنے اجرت دی۔ رات کو ہم لوگوں نے قربانی کا گوشت وغیرہ کھایا اور مکۃ المکرمہ لیجانے کی غرض سے کچھ گوشت بریاں کرکے رکھ چھوڑا۔

منیٰ میں غار مرسلات مسجد خیف کے دکھن پورب عرفات شریف جانے والے راستے کے داہنے ایک غار ہے۔ اسکو غار مرسلات کہتے ہیں۔ غار کی چھت میں ایک جگہ خالی ہے بسبب رکھنے سر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیارت کیا جاتا ہے اور تبرکا اسمیں سر بمقام سر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رکھے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سورۂ مرسلات اسی مقام پر نازل ہوئی۔

منیٰ میں مسجد انا اعطینا منیٰ میں ایک مسجد تھی اسکو مسجد انا اعطینا کہتے ہیں۔ نجدیوں نے مسجد مذکور کو منہدم کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سورۂ انا اعطینا اسی مقام میں نازل ہوئی۔

منیٰ میں مسجد النحر مسجد النحر کے متعلق تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ قربانی کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیچ اسکے تریسٹھ اونٹ بیچ حجۃ الوداع کے اور حکم کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو واسطے پورا کرنے سنو کے۔

تاریخ ۱۲ ذی الحجۃ الحرام روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۲ جون ۱۹۲۷ء عیسوی

منیٰ سے مراجعت آج صبح کو نماز پڑھنے کے بعد ہی اونٹیاں یعنی جمّال اونٹ لیکر پہنچ گئے اور ہمارے قافلے کے سارے لوگ روانگی مکۃ المکرمہ کے لئے طیاریاں کرنے لگے ہم لوگ بھی طیار ہوئے اور دو گھنٹے دن چڑھنے کے بعد عورتوں کو شغدف میں سوار کیا اور میں خود پیدل چلا اور جمرۃ الاولیٰ جمرۃ الوسطےٰ اور جمرۃ العقبےٰ میں علی تسلسل حسب قاعدہ سات سات کنکریاں ماریں شغدف سے عورتوں کو اُترنے کی دقت اور جمّالوں کا اونٹ نہ ٹھیرانا ان وجوہات سے ہمراہی عورتوں کی طرف سے دکالتاً ہم نے کنکریاں تینوں جمرات میں ماریں مگر بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ صورت جائز نہ تھی۔ عورتوں کو اور ہر شخص کو اپنی طرف سے آپ ہی کنکریاں مارنی چاہئے تھیں۔ اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ اونٹ سے اُترنے کی دقت کے باعث اکثر لوگ اس غلطی کے شکار ہوتے ہیں۔

جمّال کا اونٹ نہ ٹھیرانا ہر سہ جمرات پر کنکریاں مارنے میں مجھے اور اکثر لوگوں کو دیر ہوئی جمّالوں نے اونٹوں کو نہ ٹھیرایا اور بڑھاتے ہانکتے چلے گئے۔ میرا جمال جو خاطر مدارات کرنے کے باعث مجھ سے بہت خوش تھا وہ بھی دیگر جمّالوں کے ساتھ ساتھ ہمارے اونٹوں کو بھی ہانکتا چلا گیا۔ مگر منیٰ سے دور نکل جانے کے بعد اسکو میرا خیال ہوگیا اور وہ دوڑا ہوا جمرۃ العقبےٰ کے پاس

پہنچکر مجھ سے بولا یا حاج حیَّ اَمْشِیْ یا حاج حیَّ اَمْشِیْ یعنی ای حاجی چلو چلو مجھے اسکی ہمدردی پر بڑی مسرت ہوئی، میں اسکے ساتھ ساتھ دوڑتا ہوا چلا اور ایک میل کے قریب آگے جانیکے بعد قافلے کو پایا اور اپنے اونٹ پر میں سوار ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرشمۂ قدرت کے بھرے ہوئے راستے اور راستے کے دو طرفی پہاڑوں پر نظر کرتا ہوا اپنی ناچیز نگاہوں کو لذت گیر کرتا چلا۔

جبل نور کی زیارت مکۃ المکرمہ سے منیٰ شریف جاتے ہوئے بائیں طرف جبل نور ہے جبل حرا بھی اسی کو کہتے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک جبل نور پر ہی چاک کر کے نور عرفان سے معمور کیا اور قبل نزول وحی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبل نور میں ہی ایک غار کے اندر جسکو غار حرا کہتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم عبادت حق تعالیٰ کی کرتے تھے اور سب سے پہلے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ہوا یعنی سورۂ اقرأ جبل نور پر ہی غار حرا میں نازل ہوئی۔ مقام شق صدر پر ایک مسجد قبہ دار تھی۔ اور سورۂ اقرأ جس جگہ نازل ہوئی اس غار کے پتھر میں جوف یعنی شگاف ہے وہ بھی مسجد کے متصل ہے، جبل نور تجلی گاہ انوار حضرت باری تعالیٰ تھا، جبل نور کی طرف نظر کرنے سے آنکھوں نے جو نور اور دل نے لطف و سرور پایا، بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ جبل نور وغار تک میں نہیں جا سکا دور سے ہی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ مسجد مذکورہ بالا بھی منہدم کر دی گئی ہے۔

قیام محصّب مکہ معظمہ کی آبادی کے باہر ایک مقام ہے جسکو محصب کہتے ہیں۔ منیٰ سے واپسی میں محصب میں ٹھیرنا اور دعا کرنا سنت ہے۔ گرچہ ایک ساعت ہی ٹھیرے۔ مناسک میں لکھا ہے کہ کمال سنت یہ ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشا وہیں پڑھے اور ذرا لیٹ جائے اور پھر مکہ میں آوے۔ ہم لوگوں کے اونٹ محصب میں کھڑے ہوئے۔ اور محض تھوڑی دیر اس مقام میں اونٹ پر ہی ٹھیرنے کا شرف ہم لوگوں کو حاصل ہوا۔ اس کے بعد ہم لوگوں کا قافلہ آگے بڑھا۔ اب مکہ معظمہ کے مکانات ملنے شروع ہوگئے۔ غریب عربوں کے لڑکے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اور مسکین لوگ ہمارے اور دوسرے اہل قافلہ کے اونٹوں کے قریب آ آکر یا حاج انشاء اللہ حج مقبول انشاء اللہ حج مقبول کے مبارک صداؤں کے ساتھ خیرات و بخشش کے طلبگار ہونے لگے، حسب ہمت و مقدور اپنے اپنے لوگ خیرات کئے۔ اور ہم لوگوں نے بھی اکثر مانگنے والوں کو ایک ایک حلالے دئے جو ان میں

قافلہ آگے بڑھتا تھا مسکینوں اور بخشش مانگنے والوں کا ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ بعض بعض جگہ تو اونٹ کا آگے بڑھنا مشکل ہوجاتا تھا۔ آٹھ آٹھ دس دس لڑکے لوگ اونٹ کے آگے پیچھے داہنے بائیں آکر گھیر لیتے اور مندرجہ بالا خوش کن صداؤں سے مخاطب کرکے طلبگار خیرات ہوتے تھے اور جمّال ان سب کو ہٹا دیا کرتا تھا۔ ایسے مبارک موقع پر جبکہ ہم لوگ مقدس میدان عرفات کی حاضری کے شرف اور حق تعالیٰ جلّ شانہٗ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی کی سند حاصل کرکے واپس مکہ معظمہ میں آرہے تھے۔ اس سے بڑھ کر خوشی کی ساعت اور کیا ہوسکتی ہے۔ پھر ایسے وقت میں بطور اظہار شکریہ غریبوں اور محتاجوں کی خدمت کرنے اور ادنےٰ سلوک کرنے سے بھی اگر دریغ کیا جائے تو بڑے حسرت کا مقام ہے۔ میں نے دیکھا کہ اکثر لوگوں نے اس موقع پر غریب امیدواروں کی طرف توجہ نہیں کی۔

جنت المعلےٰ سے حرم شریف کے دو راستے جنت المعلیٰ کے قریب پہنچکر اب قافلے والے دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ یہاں سے حرم شریف اور اندرون شہر مکہ معظمہ جانیکے دو راستے ہیں۔ ایک سیدھا بازار صفا و مروہ کے پاس سے ہوتا ہوا اور دوسرا جنت المعلےٰ کے پہاڑ کو عبور کرکے مذبح اور شریف صاحب کے باغ (نخلستان) کے پاس محلہ حارۃ الباب ہوتا ہوا داخل مکہ ہوتا ہے اور حرم شریف تک پہنچتا ہے۔ اب قافلہ ہم لوگوں کا آخر الذکر راستے سے روانہ ہوا۔ مذبح۔ نخلستان۔ بیر ذی طوی جرول وغیرہ دیکھتے ہوئے ہم لوگ حارۃ الباب کے پاس سے محلہ شوبیکہ پہنچے اور اپنے قیامگاہ والے مکان کے پاس اونٹوں سے اتر گئے اپنے بستر ے اور جملہ اسباب کو قیام گاہ میں پہنچا کر والدہ صاحبہ وغیرہ کو بازار سے روٹیاں لاکر کھلائیں اور خود بھی کھا پی کر سو رہا۔

طواف زیارت ظہر کے وقت سوکر اٹھا اور وضو کرکے نماز ظہر ادا کی۔ پھر عصر کے وقت حرم شریف میں حاضر ہوکر عصر کی نماز پڑھی اسکے بعد تیسرا فرض طواف زیارت ادا کیا۔ اور بعد طواف مقام ابراہیم کے پیچھے ابواتہ حلف میں دوگانہ طواف پڑھا اور دعا مانگ کر زمزم شریف کے پاس جاکر زمزم شریف نوش کیا۔ اور دعا مانگ کر ملتزم شریف کے پاس حاضر ہوکر غلاف کعبہ سے لپٹ کر دعا و زاری کی اور خداوند قدوس کے انعام کا شکریہ ادا کیا۔ اسکے بعد اپنے قیام گاہ پر واپس آیا۔ والدہ صاحبہ وغیرہ کو

طواف زیارت کرانیکے لئے ساتھ لیکر حرم شریف میں حاضر ہوا اور طواف زیارت ان سب کو کرایا اور دوگانہ ودعا وغیرہ سے فراغت ہو جانیکے بعد باب العمرہ کے پاس سائبان حرم شریف میں دیگر عورتوں کے پاس ان سب کو نماز مغرب پڑھنے کے لئے بیت اللہ کے سامنے بٹھلا دیا۔

بیت اللہ شریف کا نیا غلاف

بیت اللہ شریف کا غلاف قبل حج جو دیکھ کر ہم لوگ گئے تھے بدلا ہوا پایا اور جدید غلاف سیاہ رنگ زیب بیت اللہ شریف پایا۔ غلاف بیت اللہ اطلس کا اور زرکاری کیا ہوا کمر بند میں موٹے خط میں آیات قرآنی اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥ وغیرہ لکھے ہوئے اور کلمہ شریف مناوٹ میں درج کئے ہوئے پر تکلف اہتمام کے ساتھ طیار کرا کر مصر سے آنا اور بیت اللہ شریف کو پہنایا جانیکا دستور قدیم سے چلا آتا تھا جو عرف عام میں محمل مصری کے نام سے موسوم و معروف ہے۔ مگر امسال چند شرائط حکومت حجاز کے لگا دینے کے باعث محمل مصری نہیں آیا اور حکومت حجاز نے اپنی طرف سے غلاف طیار کرا کر پہنایا تھا۔ پارچہ غلاف نہ تو اطلس ہے اور نہ کوئی دوسرا قیمتی اقسام پارچہ بلکہ معمولی سوتیا کے ایسا سیاہ رنگ ہے اور غلاف کے کمر بند میں زری کے موٹے موٹے خط میں حسب ذیل تحریر منقش ہیں باب کعبہ کے پردے پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ زرکار منقش ہے کمر بند غلاف کے مغربی و شمالی حصہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٥ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ٥ اور مشرقی حصہ میں وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ٥ اور جنوبی حصہ میں قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ یَلِدْ ٥ وَلَمْ یُوْلَدْ ٥ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٥ اور بھی شمالی حصہ میں خادم الحرمین الشریفین ملک الحجاز والنجد عبد العزیز ابن عبد الرحمٰن بن سعود لکھا ہوا ہے سابق غلاف بیت اللہ شریف پر کسی کا نام درج نہیں تھا۔ بعض لوگوں کو اسکے متعلق سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھا کہ یہ سراسر جدت طرازی ہے کہ حکومت نے اپنا نام بھی غلاف بیت اللہ پر ثبت کرایا ہے۔ مگر تاریخ وسیر کی روشنی میں مجھے یہ بات نہیں معلوم ہوتی کیونکہ کتب تواریخ شاہد ہیں کہ اگلے سلاطین کا نام بھی غلاف شریف پر درج رہتا تھا۔ مغرب کی نماز ہم لوگوں نے جماعت کے ساتھ حرم شریف میں ادا کی۔ اور عشا کے منتظر رہکر نماز عشا بھی جماعت میں ادا کر کے اپنے قیامگاہ پر

واپس آئے۔

اضطراب میں منیٰ سے چلے آنے والوں کا بیان

بازار سے روٹیاں وغیرہ لائے اور سب لوگوں نے کھایا پیا۔ کھانے سے فراغت پاکر میں حاجی نور احمد صاحب و حاجی مولائی صاحب ساکنان موضع ہنسوری ضلع مونگیر سے ملاقات اور دریافت حال کے لئے گیا۔ ہر دو صاحبان نے بیان کیا کہ عرفات شریف میں معلم نے ان سب کی کوئی خبرگیری نہیں کی۔ باوجود ادا کرنے کرایہ خیمے کے بھی انھیں خیمے میں ٹھیرایا نہ گیا۔ اپنے شغدف ہی میں وہ لوگ وہاں ٹھیرے اور دسویں ذی الحجہ کو جب منیٰ شریف واپس آئے تو وہاں بھی انکو رہنے کے لئے خیمہ نہیں ملا۔ نہایت پریشانی کے ساتھ دن اور رات بسر کئے اور گیارہویں تاریخ کو اپنے دیگر ہمراہی عورتوں سمیت وہ سب مکہ معظمہ واپس چلے آئے۔ منیٰ شریف میں قربانی بھی نہ کر سکے۔ بارہویں تاریخ کی ہر سہ جمرات کو کنکریاں مارنی جو واجب ہیں وہ بھی ترک کئے۔ مندرجہ بالا بیان ان سب کا سنکر مجھے بڑا ہی افسوس ہوا کہ باعث اضطرابی و عدم توجہی معلم کے موصوفین کو ادائے ارکان میں بے ترتیبی اور دقت پیش آئی۔ معلم صاحبان جسمانی راحت کے اسباب بہم پہنچانے میں عدم توجہی و بے اعتنائی اگر کرتے ہیں یا کریں تو چنداں قابل شکایت نہیں ہے۔ مگر ادائے ارکان حج و لوازمات متعلقہ میں رہنمائی اور امداد کرنے سے جو قطع نظر کرتے ہیں اور لاپرواہی برتتے ہیں نہایت افسوسناک ہے۔ اپنی تحقیقات اور معلومات کی بنا پر جیسا کہ اوپر میں میں نے اکثر لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ منیٰ میں دھوپ کی شدت گرمی اور جگر سوز لو کے جھونکوں کی برداشت کی تاب نہ لاکر اور گھبرا کر حالت اضطراب میں بغیر ادائیگی واجبات و سنن کے منیٰ سے واپس مکۃ المکرمہ چلے گئے۔ مندرجہ بالا حاجی صاحبان کے بیانات سے پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس راہ میں جتنے مصائب پیش آتے ہیں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے سہنے کے لائق ہوں یا ناقابل برداشت سب کے سب از قبیل ابتلاء و آزمائش کے ہوا کرتے ہیں انسان کی کیا مجال ہے کہ برداشت کرسکے اور متحمل ہوسکے ہاں جسکے ساتھ خدائے تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے وہ سب کچھ سہتا اور امتحان کی کسوٹی میں کھرا نکلتا ہے وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ یہ بات حاصل نہیں ہوتی مگر توفیق الٰہی سے۔ ابلیس لعین ہر جگہ تاک میں لگا رہتا اور موقع پاکر اپنے دام مکر میں

پھنسا لیتا ہے اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ شَرِّ الشَّيْطَانِ۔

تاریخ ۱۳؍ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۳؍ جون ۱۹۲۷ء

آج کے روز نماز صبح کے بعد طواف و نوافل سے فراغت کرکے بہت سے احباب سے ملنے کو گیا۔ بہتیرے بہاری اور قرب و جوار کے اصحاب سے ملاقات ہوئی۔ اور ایک صاحب سے جو اُن سب میں مالدار تھے دیر تک میرے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ وہ صاحب مؤید اس بات کے تھے کہ ہمارے معلم حق المحنت پورا نہیں پاتے ہیں تاہم متعلقہ خدمات حجاج کو کما حقہٗ انجام دیتے ہیں۔" میں اسکے خلاف تھا اور بہت سی مثالیں پیش کرکے میں نے انہیں بتلایا کہ باوجود حقوق معلمی اور صلہ خدمت اپنے حجاج سے وصول کرنیکے بھی بعضے معلم صاحبان متعلقہ خدمات حجاج کے ادا کاری میں بے اعتنائی اور تغافل برتتے ہیں۔ ارکان حج و عمرہ جو اصل مقصود سفر حج کے ہیں انکی ادائیگی میں بروقت رہنمائی اور امداد کرنی معلموں پر واجب ہے مگر بعضے معلم اسمیں پہلوتہی اور قطع نظر کرتے ہیں میں نے یہ بھی کہا کہ باوجود وصول کر لینے کرائے اونٹ، شغدف و شبری اور خیمے کے بھی اکثر حجاج کا بلا شغدف و شبری کے خالی پیٹھ والے اونٹ پر مکہ شریف سے عرفات شریف جانا اور کتنوں کا پیدل جانا آنا اور کتنوں کو خیمہ عرفات یا منٰی میں نہ ملنا اور اکثر حجاج کا آٹھویں ذی الحجہ کو منٰی میں قیام کئے بغیر سیدھا عرفات شریف جانے پر مجبور ہونا اور کتنوں کا منٰی میں رمی جمار و قربانی کئے بغیر مکہ معظمہ چلا جانا یہ ساری باتیں بیّن ثبوت عدم ادائیگی خدمت و تغافلی معلم کی ہیں مؤید صاحب موصوف نے میرے دلائل متذکرہ بالا کے جواب میں فرمایا کہ انھیں اور ان کے جملہ ہمراہیوں کو ہر طرح کی آسائش اور امداد معلم صاحب نے پہنچائی جسکی تردید میں میں نے کہا کہ آپ مالدار آدمی ہیں آپکی مثال کافی نہیں ہوسکتی ہے۔ عام حجاج کے ساتھ معلم کا رویہ جو کچھ رہا وہی قابل حجت ہوسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ بعضے لوگ خود آرام میں ہوتے ہوئے عوام کو بھی آرام نصیب محمول کرتے ہیں اور اپنے آسودہ حالی میں فاقہ اور اختر شماری کرنے والوں کے آسودگی کا خواب دیکھتے ہیں۔ رباعی قول سعدی رح

آنکہ در راحت و تنعم زیست ٭ او چہ داند کہ حال گرسنہ چیست ٭ حال درماندگاں کسے داند ٭ کہ باحوال خویش درماند

تاریخ ۱۴؍ ذی الحجہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۴؍ جون ۱۹۲۷ء عیسوی

کل شام سے ہی سر بھاری معلوم ہوتا تھا اور پیاس کا غلبہ اور حرارت بھی تھی۔ آج دن بھر مجھے بخار رہا اور سر میں گرانی۔ آلو بخارا کا زلال اور تخم خیارین کا شربت استعمال کیا۔ باہر کہیں نہ جا سکا۔ والدہ صاحبہ کو بھی آج بخار کی شکایت رہی۔

تاریخ ۱۵ ذی الحجہ روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۵ جون ۱۹۲۷ء

بحمد اللہ آج کے روز بخار بھی اتر گیا ہے اور خواہش غذا بھی پوری معلوم ہوتی ہے اور طبیعت ہلکی ہے مگر کمزوری بغایت محسوس ہو رہی ہے چاول اور ارہر کی دال کھا کر میں لیٹ رہا تیسرے پہر کو دو خط لکھے ایک ہزاری باغ اور دوسرا لعلپورہ روانہ کیا۔ والدہ صاحبہ کو بھی آج بخار کم ہو گیا ہے۔ مدینہ پاک جانیکے لئے موٹر کی تلاش میں گیا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ موٹر کے ٹکٹ نہیں مل سکتے ہیں اسلئے کہ حکومت نے موٹر کے کرائے فی کس مقرر کئے دو سو دس روپے اور دو مجیدی مقرر کئے ہیں مگر کثرت حجاج کے باعث موٹر والے خفیہ طور پر مقررہ کرایہ سے بہت زیادہ مطالبہ کرتے ہیں اور اہل غرض مطالبہ پورا کر کے ٹکٹ پاتے ہیں۔ مدینہ پاک کی زیارت سے جو لوگ قبل حج کے فرصت کر آئے تھے اپنے وطن جانے کو جہاز پر سوار ہونیکے لئے جدہ شریف آج کے روز سے جانا شروع ہو گئے۔ سنتے ہیں کہ جدہ میں بہت سے جہاز حجاج کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ اکثر لوگ کمی خرچ راہ کے باعث یا اور کسی وجہ سے مدینہ پاک نہ جا کر اپنے وطن واپس جانے کی طیاری میں مصروف ہیں

تاریخ ۱۶ ذی الحجہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۶ جون ۱۹۲۷ء

آج کے روز میری طبیعت بالکل اچھی رہی بازار جا کر میں نے از قسم تبرکات کے چند چیزیں خریدیں۔ مدینہ شریف موٹر پر جانیکے لئے موٹر کی ٹکٹ کے واسطے کوشش کی مگر بے سود ثابت ہوئی۔

تاریخ ۱۷ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۱۷ جون ۱۹۲۷ء

آج کے روز ہمارے معلم صاحب نے مجھ سے کہا کہ اٹھارہ روپے کرایہ اونٹ اور شغدف علاوہ اسکے جو قبل حج کے ادا کر چکے ہو دینا ہوگا۔ میں نے قبول کر لیا۔ اور اسی طرح سے ہر ایک حاجی سے اپنے معلم صاحب نے مقررہ کرایہ سے زیادہ وصول کئے۔ ساڑھے چار بجے نماز جمعہ ادا کرنیکو حرم شریف گیا اور شریک جماعت ہو کر قریب سات بجے قیامگاہ پر اپنے واپس آ کر سو رہا۔ عصر کے وقت اٹھا

اور نماز عصر پڑھکر مولانا مولوی الحاج وصی الدین صاحب ساکن موضع لکھنیہ ضلع مونگیر سے ملنے کو گیا موصوف سے ملاقات ہوئی اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ آپ صوفی مشرب عالم ہیں اور نہایت متواضع خلیق اور رقیق القلب ہیں۔ عند التذکرہ آج کے روز ظاہر ہوا کہ بھائی حاجی سراج الاسلام صاحب ساکن موضع گڑھا ضلع مونگیر کو بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے نسبت ہے۔ یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی۔ اگرچہ ابتدائے سفر حج ہی میں مغلسرائے اسٹیشن میں حاجی سراج الاسلام صاحب سے مجھ سے ملاقات ہوئی تھی اور جہاز ہمایوں میں بھی میرا انکا ساتھ رہا مگر یہ راز نہ کھلا تھا۔ مغرب کی نماز میں نے حرم شریف میں بجماعت ادا کی۔ مولانا وصی الدین صاحب وغیرہ سے یہاں یہ صلاح ٹھہری کہ کل صبح کو غار ثور کی زیارت کیواسطے چلنا چاہئے۔ اور میں نے ان سے کہا کہ بعد نماز صبح میں آپ لوگوں کے قیامگاہ پر حاضر ہونگا۔ نماز مغرب کے بعد واپس آکر میں نے کھانا کھایا اور سو رہا۔

تاریخ ۱۸ ذی الحجہ روز شنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۸ جون سنہ ۱۹۲۷ء

صبح کی نماز سے فراغت کرکے حسب وعدہ مولانا وصی الدین صاحب موصوف کے قیامگاہ پر حاضر ہوا مولانا نے فرمایا کہ رات شیخ سے ملاقات ہوئی اور شیخ نے کہا کہ غار ثور جانے کی ممانعت ہے اور وہاں کی حالت مخدوش بتلایا ہے۔ اس لئے وہاں جانے کی رائے نہیں ہے۔ بقیہ زیارتگاہوں کی قبل روانگی مدینہ شریف کے زیارت سے فرصت کرلینگے۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ اسکے بعد ناشتہ کرکے تبرکات اور کتابوں کی خریداری کے لئے ہم لوگ روانہ ہوئے۔ چند چیزیں خرید کرنیکے بعد بازار سے ہم لوگ علیحدہ ہوکر اپنے اپنے قیامگاہ کو واپس ہوگئے۔

تاریخ ۱۹ ذی الحجہ روز یکشنبہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۹ جون سنہ ۱۹۲۷ء

جبل ابو قبیس کی زیارت

جبل ابو قبیس بیت اللہ شریف کے مشرق و جنوب کی جانب حجر اسود کے مقابل میں ہے۔ صفا کے پاس سے جبل ابو قبیس کے اوپر جانیکا راستہ ہے۔ اوپر جانیکے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں پاؤ گھنٹے کی مدت میں یہ سیڑھیاں طے کرکے جبل ابو قبیس پر جانے والے پہنچ جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں سب سے اونچا پہاڑ جبل ابو قبیس ہی ہے۔ روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبل ابو قبیس جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ پر ایک مسجد پختہ بنی ہوئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے

کہ حضرت ابراہیم علی نبینا علیہما الصلوۃ والسلام نے منادی حج بحکم حضرت باری تعالےٰ اعز اسمہٗ جبل ابو قبیس کے اسی مقام پر کی تھی۔ مسجد کے اُتر جانب ایک بلند منار بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اول اس مقام پر اذان پکارا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد طواف بیت اللہ کر کے جبل ابو قبیس کی زیارت کے لئے میں چل کھڑا ہوا۔ کوئی واقف کار ہمراہی نہیں مل سکا تاہم پوچھتا پوچھتا جانے لگا۔ راستہ جبل ابو قبیس پر جانیکا مندرجہ بالا بہت سیدھا اور قریب سے ہی گیا ہے مگر ناواقفیت کے باعث مجھے کچھ آگے بڑھ جانا ہوا۔ بالآخر ایک عرب دوکاندار سے معلوم ہوا کہ سعی صفا و مروہ کی جس جگہ سے شروع کرتے ہیں اسکے بغل ہو کر داہنے جانب سے جبل ابو قبیس پر جانیکا راستہ گیا ہے۔ میں راستہ مذکور کی سیڑھیوں پر جا رہا تھا کہ آگے چل کر مجھے ایک قہوہ خانہ ملا اُسکے داہنے جانب ہو کر راستہ اوپر گیا ہے۔ اس جگہ پر نشانات سابقہ عمارت کے مجھے معلوم ہوئے اور عمارت منہدم کئے ہوئے کے علامات نظر آئے دریافت سے معلوم ہوا کہ حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی عبادتگاہ تھی لوگ زیارت کو جایا کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ وہاں دوگانہ ادا کروں مگر پائخانہ اور پیشاب کے علامات نجاست مجھے نظر آئے اسلئے مجبور رہا اور آگے بڑھا چلتے چلتے پاؤ گھنٹے میں مسجد ابو قبیس کی زیارت سے میری ناچیز آنکھیں مشرف ہوئیں۔ چند مصری عورتیں اور مرد اور افغانی برادران باشندگان قندھار بھی پہنچے۔ ایک عرب صاحب کبیر سن اندر مسجد کے بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے سب کسی کو بتلایا کہ یہاں دو رکعت نماز نفل پڑھو۔ سب لوگوں نے نفلیں پڑھیں۔ میں بھی محراب شریف کے قریب میں کھڑا ہو کر دوگانہ پڑھنے لگا اور نماز سے فارغ ہو کر دعا اپنے اور جملہ محبان و بزرگان وغیرہم کے حق میں حصول مقاصد دارین کی حق تعالیٰ سے کی مسجد ابو قبیس کے دروازے کے اُتر جانب ایک حجرہ لداؤ پختہ چھت کا بنا ہوا ہے جسکا دروازہ مسجد کے اندر کی جانب سے تھا اینٹ اور پتھروں سے چُنا ہوا پایا۔ عرب صاحب موصوف نے بتلایا کہ اسی حجرہ میں حجر اسود کو محفوظ کیا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ طوفان نوحؑ کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت اللہ سے حجر اسود کو اُٹھا لیگئے تھے اور جبل ابو قبیس میں محفوظ رکھا تھا۔ حجرہ مذکور کو اسی سے شاید منسوب کرتے ہیں۔ مسجد ابو قبیس کا ریختہ گچ کا رنس تمام سے گرا ہوا پایا۔ مسجد ابو قبیس کے اُتر طرف ایک حوض ہے اور مکان بنا ہوا ہے۔ حوض مذکور اور مکان مذکور کا اکثر حصہ ٹوٹا اور

گرایا ہوا پایا۔ اسی حوض والے مکان کے اندر ہو کر منارۂ بلال پر جانیکا راستہ ہے۔ منارہ شریف کا آمدرفت کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر میں بھی نہایت ادب کے ساتھ اوپر گیا پیچ کھاتی ہوئی اٹھارہ سیڑھیاں اوپر تک گئی ہیں۔ مینار کے اوپر میں چاروں طرف گھومنے کے لائق جگہ ہے اور کٹہرا لگا ہوا ہے گرنے پڑنے کے خوف سے ایکدم محفوظ کیا ہوا ہے میں نے منارے کے اوپر کھڑا ہو کر دوگانہ ادا کی اور حسب دستور اپنے اور سب کے لئے دعا مانگی۔ یہ منار ایسا خوشنما اور اس انداز کے ساتھ بنا ہوا ہے کہ سارا حرم شریف اس پر کھڑا ہونے سے صاف نظر آتا ہے۔ بیت اللہ شریف کے طواف کرنے والوں اور مقام ابراہیم میں نوافل پڑھنے والوں اور غلاف کعبہ پکڑ کر گریہ وزاری کرنے والوں اور یاد الٰہی میں مشغول رہنے والوں کا پُراثر منظر یہاں سے پورا پورا صاف صاف نظر آتا ہے اور حرم شریف سے مسجد ابوقبیس اور منارہ دکھلائی دیتا ہے۔ منارہ مذکور پر کھڑا ہونے سے مکۃ المکرمہ کی پوری آبادی اور پہاڑوں کے سلسلے صاف صاف دکھلائی دیتے ہیں جبل نور اور جبل ثور بھی یہاں سے صاف نظر آتے ہیں۔ میں اس مقام پر دیر تک مظاہر قدرت کے نظارہ سے اپنی آنکھوں کو لذت گیر کرتا رہا اور درود شریف پڑھتا رہا۔ مسجد ابوقبیس سے پورب جانب جبل ابوقبیس پر قریب ایکسو گز کے فاصلہ پر ایک اور مقام مجھے ملا جسکے چاروں طرف شکستہ پتھروں کے انبار منہدم شدہ عمارت کا پتہ دے رہے تھے ایک بوڑھا عرب بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اس مقام پر حضرت نوح علیہ السلام و جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام نے نمازیں پڑھی ہیں میں نے بھی دو رکعت نفل پڑھکر اپنے اور سارے لوگوں کے واسطے دعا مانگی۔ اور مسجد ابوقبیس اور مقام ہذا کے ہر دو عرب صاحبان کو کچھ خیرات دی۔

مقام شق القمر کی زیارت

جبل ابوقبیس پر مسجد ابوقبیس سے تین چار سو گز کے فاصلے پر پورب جانب مقام معجزہ شق القمر ہے جسکی نسبت قرآن پاک میں اقتربت السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ میں نے اس مقام پر بھی شکستہ پتھروں کے ڈھیر دیکھے۔ ایک مسکین عورت برقع پوش بیٹھی تھی اور اس مقام پر شنغرف کے بنا ہوا ٹاٹ کا شکستہ ٹکڑا پڑا ہوا تھا جو کہ شاید اسی عرب مسکینہ نے حجاج زائرین کی خاطر لاکر بچھا دیا ہوگا۔ میں نے زائرین کو اسی ٹکڑے پر نماز نفل پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور مجھے ناپسند معلوم ہوا۔ میں نے اس معجزنما مقام کی

خاک پاک سے اپنی پیشانی اور ناک اور ہاتھوں اور پاؤں کو مس کرنے میں ہی صد عزت و فخر سمجھکر فرش خاک و پتھر پہ ہی دوگانہ نفل پڑھی اور دعا مانگی۔ اس وقت مجھے بڑی مسرت اور فرحت حاصل تھی اور میرے دل میں کچھ ایسی حلاوت اور تازگی معلوم ہوتی تھی کہ اسکا اظہار غیر امکان ہے خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسے متبرک مقامات کے زیارت کی سعادت سے بہرہ ور کیا الحمد للہ فالحمد للہ۔ مقامات مذکورہ بالا کی زیارت سے فارغ ہوکر قریب دس بجے دن کو اپنے قیامگاہ پر واپس آیا اور کھاپی کر سو رہا۔

آتش زدگی کا خوفناک منظر

میں سویا ہوا تھا کہ میرے کانوں میں قریب دوپہر دن کو شور و غل کی آواز پہنچی میں چونک اٹھا اور اپنے قیام گاہ سے نکل کر باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قیامگاہ کے پچھم جانب مقابل والے عالیشان مکان میں جس کی عمارت چارمنزلہ ہے آگ لگ گئی ہے اور اس مکان کے مقیم حجاج بنگالی اور جاوی اپنے اپنے اسباب بکس اور بستر وغیرہ اپنے اپنے پیٹھ اور کندھوں پر اٹھائے ہوئے پریشان بھاگے جاتے ہیں اور عورتیں بچے سب کے سب غل مچاتے اور روتے ہوئے مکان مذکور سے پریشان حال نکلے آرہے ہیں۔ دوپہر دن کا وقت جیٹھ کا مہینہ گرمی اور لو کی شدت اور ایسے وقت میں پختہ عمارت میں آگ کا مشتعل ہونا نہایت دلخراش و دردناک منظر تھا مجھے بھی بڑی گھبراہٹ اور فکر دامنگیر ہوئی۔ میں نے بھی اپنے اسباب کو حفظ ماتقدم کے خیال سے باہر نکالنا چاہا اسی پیچ و تاب میں تھا کہ اطراف و جوانب سے بہت سے لوگ آگئے اور آگ بجھانے والا پائپ و مکلا بھی لایا گیا اور چند نجدی سپاہی اور افیسر بھی پہنچ گئے اور پانی کھینچنے والے سقا یعنی بہشتی اور تکرونی اور بدوعرب لوگ آئے اور پانی مشکوں اور ٹین کے پیپوں میں بہت پھرتی اور مستعدی کے ساتھ ڈھونے لگے اور مشتعل آگ پر ڈالنا شروع کئے۔ بحمد اللہ آدھ گھنٹہ کی پیہم کوشش کے بعد آگ بجھ گئی ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ مکۃ المکرمہ میں لگی آگ کا بجھانا اور مشتعل آگ کو فرو کرنا غیر ممکن ہی نہیں بلکہ محال ہوگا اس لئے کہ جہاں پانی پینے کو مول ملتا ہو تو آگ بجھانے کے لئے پانی کا بروقت مہیا کیا جانا ناقابل برداشت مصیبت ہوگی۔ آگ بجھانے کے لائق پانی کا سامان ہونا ممکن نہیں ہے۔ مگر ایسے خوفناک موقع پر حکومت حجاز کے عمال کی بیداری اور وقتی خبرگیری قابل

صد آفرین ہے کہ انھوں نے ایسے موقع پر نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے پانی ڈھونے والوں سے کام لیا۔ اور اتنے کثیر مقدار میں پانی بروقت مہیا کرا کے لہکتی آگ کو ٹھنڈی کرا کر مکان مذکور کے باشندگان کی جانوں اور مالوں کو بچا لینے کا فخر حاصل کیا۔

تاریخ ۲۰ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۰ جون ۱۹۲۷ء

آج سوائے حرم شریف کے اور کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مدینہ شریف کی روانگی کے لئے میرے معلم صاحب نے اونٹ کے کرائے جمع کر دینے کے لئے اپنے مکان پر مجھے بلایا۔ میں انکے دفتر والے مکان میں روپے لیکر گیا اور تین چار گھنٹے تک انکے انتظار میں ٹھیرا رہا۔ میرے علاوہ انکے طلبیدہ اور بھی چند حجاج اونٹ کے کرائے جمع کرنے کی غرض سے آئے اور انتظار کی گھڑیاں کاٹ کر چلے گئے۔ معلم صاحب کا پتہ نہیں۔ اکثر لوگوں نے اسکی شکایت کی اور کہا کہ دوسرے کاموں کو حرج کرانا ناحق لوگوں کو اس طرح سے معلم صاحب پریشان کرنیکے خوگر ہیں۔ مجھے از بمبئی تا جدہ شریف واز جدہ تا مکۃ المکرمہ واز مکۃ المکرمہ تا عرفات شریف وغیرہ تجربہ ہوا کہ حجاج معلم کے ہاتھوں میں ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ غریب اونٹ بدو اونٹبانوں (جمالوں) کے ہاتھوں میں۔" غریب و بے بس حجاج کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا سارا کام معلموں کی مرضی اور اشارے پر موقوف رہتا ہے۔ معلموں کی مرضی کے مطابق گامزن ہونے اور رہنے کے حجاج ہر موقع پر مجبور اور پابند رہتے ہیں۔ غریب و متوسط الحال حجاج کو ہی میں نے اس مصیبت میں مبتلا نہیں پایا بلکہ مالدار اور خوش حال حجاج کو بھی نالاں پایا۔ شعر

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں	تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

میری دعا ہے کہ خداوند کریم معلموں میں راستبازی اور ایفائے وعدہ کی توفیق عطا فرماوے اور انکے دلوں میں درد اور احساس پیدا کر دے۔ تاکہ حجاج کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی کے باعث نہ بنیں۔

تاریخ ۲۱ ذی الحجہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۷ء

مسجد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت

مکۃ المکرمہ سے تین کوس کے فاصلے پر جانب مشرق و شمال میں حد حرم کے باہر ایک مسجد ہے جسکو مسجد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتے ہیں۔ اور مسجد تنعیم کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس مقام سے بغیر احرام باندھے ہوئے آگے جانا یا مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں بغیر احرام جانے سے دم دینا لازم آتا ہے۔

مسجد عائشہ نام ہونے کی نسبت مشہور روایت یوں ہی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ تشریف لئے جارہی تھیں اور عذر کے باعث آگے سے احرام نہ باندھ سکی تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی مقام میں احرام عمرہ بندھوایا تھا اور احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا بعد میں اس مقام پر مسجد بنا دی گئی مکہ معظمہ سے احرام عمرہ باندھنے کو حجاج کا یہاں آنا معمول ہے۔ حج کے بعد سے میں نے دیکھا کہ کثرت کے ساتھ حجاج مرد عورتیں لڑکے سپاہی لوگ پیدل اور سواریوں میں مکہ معظمہ سے تنعیم احرام عمرہ باندھنے کو جاتے ہیں۔ مردوں سے زیادہ عورتوں کو تنعیم جاتے ہوئے دیکھا۔ اور عوام میں تنعیم سے عمرہ لانا مشہور ہے۔ میں حیران تھا کہ عمرہ لانا کیا معنے ہے۔ اسکے متعلق معلموں اور دیگر باخبر اصحاب سے میں نے تحقیق کیا اور کتب مناسک میں دیکھا مگر عمرہ لانا ایک لفظ بے معنے پایا۔ مسجد عائشہ (تنعیم) جانے سے غرض احرام عمرہ باندھنا ہوگا۔ اور "عمرہ لانا یا لیجانا" یہ سب کچھ بھی نہیں ہے۔ حج کے قبل بغرض عمرہ کے تنعیم جاتے ہوئے لوگوں کو کمتر دیکھا حج کے بعد سے تو لوگ اس کثرت کے ساتھ آمدرفت کرتے ہیں اور اسقدر جفاکشی اختیار کرتے ہیں کہ فرائض و واجبات کی ادا کاری میں بھی اتنا مستعد نہیں پائے جاتی ایک روز میری ہمشیرہ نے بغرض ادائے عمرہ احرام باندھنے کو تنعیم جانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے ایک عربیہ (گھوڑا گاڑی) مکہ معظمہ سے تنعیم تک آمدرفت کے لئے چار مجیدی یعنی پانچ روپے میں کرایہ کیا اور اپنی ہمشیرہ کو ہمراہ لیکر حارۃ الباب کی طرف سے مدینہ شریف کے راستے میں روانہ ہوا۔ مکہ سے باہر تقریباً ایک میل کے فاصلے پر مقام شہدا میں پہنچکر زائرین مدینہ پاک کے قافلے کو مقیم پایا جسمیں مصری اور جاوی زیادہ معلوم ہوتے تھے۔ اس مقام میں ایک شب حجاج زائرین کو ٹھیرایا جانا دستور قدیم ہے ہم لوگ زائرین مدینہ کے مقیم قافلے پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے تنعیم پہنچے۔ یہاں پہنچکر حد حرم کے پختہ ستون بطور مینار قائم دیکھے اور قہوہ اور پانی کے دکان پائے حسب دستور قہوہ خانے سے پانی مول لیکر ہم لوگوں نے وضو کئے اور وہاں سے تخمیناً سو گز کے فاصلے پر مسجد عائشہؓ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز نفل ادا کئے ایک بوڑھے عرب بیٹھے ہوئے لوگوں کو نیت احرام کی بتلا کر احرام عمرہ بندھواتے اور دوگانہ پڑھواتے تھے انکو کچھ خیرات دیدئے اور دوگانہ ادا کرنے اور احرام باندھ لینے کے بعد ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے مسجد شریف کے دروازہ پر چند مساکین بیٹھے ہوئے تھے ان سب کو بھی ایک ایک دو دو حلالے خیرات دئے

اور عربیہ پر سوار ہوکر قریب دو پہر دن کو ہم تنعیم سے مکہ معظمہ اپنے قیامگاہ پر واپس آئے معلم صاحب سے ملاقات ہوئی تو بولے کہ مدینہ پاک جانیکے لئے اونٹ کے کرائے جمع کر دیجئے۔ پرسوں یوم پنجشنبہ کو مدینہ کے قافلے کے ساتھ آپ لوگوں کو ضرور روانہ کر دونگا۔ میں نے انکے کہنے کے مطابق دو اونٹ مع شقدف کے کرائے بحساب فی اونٹ ایکسو چھیاسی روپے کے تین سو بہتر روپے انکے پاس جمع کر دئے جسکی ایک سادہ رسید انہوں نے مجھے دی۔ میرے بعد اور بھی علاقہ پٹنہ گیا۔ آرہ و مونگیر کے چند حجاج نے اونٹ کے کرائے بحساب مندرجہ بالا معلم موصوف کے پاس جمع کئے اور سب لوگوں کو امید بندھ گئی کہ پنجشنبہ کے روز مدینہ پاک کی روانگی ضرور ہوگی۔ رات کے وقت حرم شریف میں مولانا وصی الدین صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی اور بولے کہ انہوں نے بھی مع اپنے جملہ ہمراہیوں کے اونٹ کے کرائے معلم صاحب کے پاس جمع کر دئے ہیں۔

تاریخ ۲۲ رذی الحجہ روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۲ رجون ۱۹۲۷ء

بیت اللہ شریف کی داخلی

داخلی بیت اللہ شریف کے لئے آج سے پینتیس چھتیس سال قبل حسب ذیل تاریخیں مقرر تھیں جسمیں عام داخلی ہوا کرتی تھی۔ ۱۰ رمحرم الحرام۔ ۱۲ رربیع الاول۔ رجب المرجب کا اول جمعہ۔ ۲۷ ررجب المرجب۔ ۱۵ رشعبان المعظم رمضان المبارک کا پہلا جمعہ۔ ۲۷ ررمضان المبارک اور ۱۵ رذیقعدہ۔ مندرجہ بالا تاریخوں میں بڑی سیڑھی باب کعبہ شریف پر لگائی جاتی تھی۔ در کعبہ کھلتا تھا اور عام داخلی ہوا کرتی تھی مگر یہ داخلی صرف مردوں ہی کی ہوا کرتی تھی۔ عورتوں کے لئے دوسرا دن داخلی کا مقرر تھا نیف بجائے ۱۰ کے ۱۱ ر و علی التسلسل۔ لیکن امسال اس عاجز و گنہگار کی موجودگی میں صرف ماہ ذی الحجہ میں چند بار داخلی بیت اللہ شریف کی ہوئی آج کے روز صبح کی نماز اور طواف و نوافل سے فراغت کرکے حاجی نظام الدین صاحب سے ملنے کو انکے قیامگاہ پر میں گیا۔ ان سے ملاقات ہوئی ادھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب گئے اور بولے کہ حرم شریف میں داخلی کا سامان ہو رہا ہے۔ چونکہ داخلی بیت اللہ شریف کے وقت بڑی دھینگا مشتی ٹھیلم ٹھیلا ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے کچھ رقم نقدی وصول کرکے داخل بیت اللہ ہونے دیا جاتا ہے جسکو علمائے کرام ناجائز لکھتے گئے ہیں اور ایسے داخلہ کو ممنوع قرار دیکر اس سے بچنے کی تاکید مناسک کی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان امورات کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے

عزم بالجزم کرلیا تھا کہ داخلی کے لئے سبقت نہ کرونگا مگر اس وقت یکایک میرے دل میں شوق داخلی ہوا اور میں وہاں سے فوراً اٹھ کر حرم شریف میں حاضر ہوا دیکھا کہ مقام ابراہیم کے آگے اور باب کعبہ شریف کے سامنے مطاف میں آدمیوں کا بڑا ہجوم ہے۔ دروازہ کعبہ شریف کا بند ہے۔ مگر دروازے پر چھوٹی سیڑھی کھڑی کر دیگئی ہے شیبی صاحب کلید بردار بیت اللہ مع اپنے ہمراہیوں کے چاندی کی لوبان دانی وغیرہ لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ اتنے میں دروازہ بیت اللہ شریف کا کھولا گیا پہلے شیبی صاحب اور انکے ہمراہی اندر داخل ہوئے اور جاروب کشی کر کے بخور روشن کئے اور گلاب پاشی کئے۔ اسکے بعد ایک ایک کر کے مرد عورتیں سیڑھیوں کو طے کرتے ہوئے بیت اللہ کے اندر داخل ہونے لگے۔ بعضوں کو دروازے پر ہی شیبی صاحب کے آدمیوں کے ہاتھوں میں روپے دیتے ہوئے دیکھا اور بعضوں کو بغیر دئے ہوئے اندر داخل ہوتے ہوتے پایا اور میں نے خیال کیا کہ اس وقت عام داخلی ہو رہی ہے اور روپے پیسے دینا اپنی خوشی پر موقوف ہے۔ یہ خیال کرتے ہی شوق داخلی میں دھکے ٹکے کی کچھ پرواہ نہ کر کے آہستہ آہستہ میں بھی سیڑھی تک پہنچا اور سیڑھی پر قدم رکھتے ہی ایک دو تین کے بعد دروازہ شریف پر اس خاکسار ہیمقدار کی رسائی ہو گئی اور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ الخ پڑھتے ہوئے یہ گنہگار دریائے رحمت کے آغوش میں داخل ہو گیا۔ شیبی صاحب کے ایک ہمراہی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے شیبی صاحب کے سامنے (جو ایک ٹول تپائی پر بیٹھے ہوئے تھے) کر دیا۔ اور خیرات! خیرات! چلانا شروع کیا۔ شیبی صاحب نے بھی اپنی زبان مبارک سے کہا کہ خیرات لاؤ۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک قرش ہاتھ میں آیا۔ بالآخر اسکو رکھ کر ایک روپیہ جیب سے اپنے نکال کر ان کی نذر کی اسکے بعد آگے بڑھ کر دوگانہ نفل ادا کی اور خداوند تعالیٰ و تقدس کے حضور میں نہایت خشوع و تضرع و زاری کے ساتھ قبولیت حج وغیرہ کے لئے دعائیں مانگیں اور پھر اپنے اور اپنے متعلقین و جملہ رشتہ داران و بزرگان برادران عزیزان و محبان و جملہ مومنین و مومنات کے حق میں توفیق عمل نیک پانے اور صراط مستقیم پر امن و عافیت کے ساتھ تا زندگی قائم رہنے اور دارین میں فائز المرام اور خاتمہ بالخیر ہونیکے لئے اور اسلام کی ترقی اور دشمنان اسلام کی پامالی کی دعائیں مانگیں۔ اتنے میں شیبی صاحب کے ہمراہیوں میں سے ایک صاحب جو انھیں کے ہمشکل اور ہم عمر معلوم ہوئے میرا ہاتھ پکڑ کر بیت اللہ کے جنوبی دیوار

رکن یمانی کے قریب لے گئے اور کچھ دعائیں تلقین کیں ۔مطابق پڑھتے انکے میں اسکو دُہراتا جارہا تھا اسکے بعد انہوں نے مجھے دعائیں دیں اور فرمایا کہ خیرات لاؤ۔ میں نے ایک اٹھنی انکی نذر کی۔ واضح رہے کہ بیت اللہ شریف میں رکن یمانی کے پاس مقام مذکور میں ایک دروازہ تھا جو کہ زمانہ حال میں بند ہے قبولیت دعا کا مقام ہے (ملاحظہ ہو تاریخ مکہ) مقام مذکور کے بعد شمالی دیوار بیت اللہ شریف کے مقابل میں کھڑے ہو کر میں نے دوگانہ پڑھی اور بدستور بالا دعا مانگی۔ پھر مشرق اور شمال کے گوشے میں اور اسکے بعد مشرق کی طرف باب کعبہ شریف کے قریب دوگانہ پڑھی اور دعا مانگی اور توبہ و استغفار تسبیح و تہلیل کرتا رہا اور درود شریف پڑھتا رہا۔

آرائش اندرون بیت اللہ بیت اللہ شریف کی دو چھتیں ہیں۔ بیت اللہ شریف کی چھت اور دیواروں پر سُرخ اور سبز رنگ کے اطلس و دیبا کی چاندنی اور پردے ڈالے ہوئے ہیں اور ان پر قرآن پاک کی آیات و کلمہ شریف بافتہ منقش ہیں نہ معلوم کون بادشاہ کے وقت کا ہے۔ آیات شریف بڑی دیدہ ریزی ریاض اور احترام کے ساتھ طیار کئے گئے ہیں۔ بیت اللہ شریف کی دیواریں طلائی منقش ہیں اور آیات قرآنی پتھروں پر کندہ کئے ہوئے جمائے ہوئے ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ مختلف سلاطین اسلام نے اپنے عہد میں بطور یادگار کے لگائے ہیں۔ بیت اللہ شریف کے وسط میں چھت تک شمال و جنوب کی طرف ساگوان کے تین ستون منقش ہیں چھت سے تخمیناً دو تین گز کے نیچے میں تینوں ستونوں سے ملی ہوئی ایک لکڑی الگنی کے طور پر لگائی ہوئی ہے جس میں متعدد قندیلیں سونے کی صراحی نما آویزاں ہیں اور بیش قیمتی گوہر کی طرح سے تاباں و درخشاں نظر آتی ہیں۔

باب توبہ کی زیارت بیت اللہ شریف کے مشرقی دیوار سے ملا ہوا رکن شامی کے پاس ایک دروازہ مقفل ہے۔ بیت اللہ شریف کے چھت پر جانیکے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اس کا راستہ اسی باب مقفل سے ہے اور اسکا نام باب توبہ ہے۔ باب توبہ کے پاس لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں نے بھی وہاں پر دوگانہ ادا کر کے بدستور بالا دعا مانگی۔ پھر دروازہ شریف سے اپنے سینے اور منہ کو لگا کر کھڑا ہوا دعائیں مانگنے لگا۔ اوپر میں ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بیت اللہ شریف میں سوائے ایک دروازہ مشرقی کے اور کوئی شقفہ وغیرہ ہوا یا دو تنگی

آدمی کیلئے نہیں ہے۔ اس وقت اندرون بیت اللہ میں جتنے لوگ تھے سب ہی پسینے میں نہائے ہوئے نظر آرہے تھے۔ یہ گنہگار سیہ کار و شرمسار بھی بوجہ غیرت گناہوں اپنے کے پسینے سے اسقدر تر ہو گیا تھا کہ پائجامہ قمیص اور شیروانی میرے بدن کے سارے کپڑے تر بتر تھے۔ مجھکو یاد آتا ہے کہ عمر بھر میں اتنے کثرت کے ساتھ پسینے مجھے کبھی نہیں آئے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے۔ کوئی کمر تک ڈوبا ہوگا اور کوئی اپنے گلے اور منہ تک۔ سو بیت اللہ کی ہیبت اور اپنے گناہوں کی ندامت سے یہ گنہگار آج کمر تک پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ خداوند قدوس میری ندامت اور توبہ کو اپنے حبیب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے قبول فرماوے آمین ثم آمین۔ باب توبہ کے پاس اپنے منہ اور سینے کو باب سے لگائے ہوئے میں جب دعائیں مانگ رہا تھا تو نہایت اعلےٰ قسم کی خوشبودار ہوا مجھے محسوس ہوئی جس سے روح اور دماغ کو تازگی اور فرحت معلوم ہوئی اور دیر تک میں اس جگہ پر کھڑا رہا اور ہوائے جنت سے اپنے دل و دماغ کو تازہ اور معطر کرنیکا فخر حاصل کرتا رہا دس دس پانچ پانچ منٹ کے بعد شیبی صاحب کے آدمی لوگوں کو ہٹا ہٹا کر باہر نکال رہے تھے مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ خاکسار گنہگار بیت اللہ شریف کے آغوش رحمت میں تخمیناً ڈیڑھ گھنٹے تک بھر اندر رہا اس مدت میں مجھے جو حلاوت ایمانی اور لذت روحی حاصل ہوئی اسکا اظہار اصلاً ممکن نہیں ہے الحمد للہ فالحمد للہ۔ خداوند کریم میرے بھائیوں اور دوستوں اور سارے مسلمانوں کو نصیب کرے باہر نکلتے وقت دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ پڑھتا ہوا باہر آیا اور مقام ابراہیمؑ کے سایہ میں مطاف میں بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس ناچیز گنہگار کو بیت اللہ کی داخلی کا شرف بخشا۔

تبرکات کی خریداری

یوں تو حرمین شریفین کی ساری چیزیں تبرکات سے ہیں لیکن حجاج و زائرین چند مخصوص چیزیں خرید کر اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں۔ مثلاً زمزمی۔ تسبیح جانماز۔ غلاف کعبہ کے ٹکڑے۔ انگوٹھی۔ سرمہ۔ مہندی۔ مسواک۔ عمامہ۔ رومال۔ چادر۔ ریشمین کپڑے کھجور۔ خاک شفا۔ ہر طبقے کے حجاج و زائرین مندرجہ بالا اشیاء میں سے اپنی حیثیت اور حوصلے کے مطابق تھوڑا یا بہت ضرور خرید کر اپنے وطن لیجاتے ہیں۔ مذکورہ بالا اشیاء کی

متعدد دکانیں باب الزیادت۔ باب السلام۔ باب ابراہیم۔ بازار صفا و مروہ۔ شامی بازار مسفلہ اور شوبیکہ میں ہیں اور دوکانوں کے اندر کثیر ذخیرہ ان سب چیزوں کا رہتا ہے۔ میں یا نچ خیال کہ پنجشنبہ کے روز مدینہ پاک کی روانگی کا وعدہ ہے۔ اپنے ہمراہیوں سمیت تبرکات خریدنے کیلئے بازار پہنچا۔ اور دوکانوں میں ہر ایک مطلوبہ تبرک کا نرخ دریافت کرنا شروع کیا۔ گذشتہ تین چار روز سے نرخ بازار تیز ہو جانا اور ایک روپیہ قیمت والی چیز کی قیمت سوا روپیہ ہو جانا معلوم ہوا۔ زمزمی تو اکثر دوکانداروں کے یہاں پائی نہیں گئیں۔ زمزمی کے علاوہ تسبیح۔ جانماز یں۔ انگوٹھیاں۔ مہندی۔ سرمے۔ رومال وغیرہ جس نرخ میں مل سکیں ہم لوگوں نے خرید کرلیں مگر زمزمی گراں قیمت پربھی دستیاب نہ ہوسکیں۔ آخر محلہ مسفلہ بازار میں ایک دکاندار کو تین روپے بیعانہ کے دیکر زمزمی طیار کر دینے کی فرمائش کر دی۔ اشیاء تبرکات کے خریداری کی نسبت مجھے تجربہ ہوا کہ حج کے بعد تبرکاتی اشیاء کا نرخ گراں ہو جاتا ہے اس لئے یہ نوٹ کرنا بیجا نہ ہوگا کہ قبل حج کے اگر تبرکات خرید کئے جائیں تو حسب لخواہ اور اچھی چیزیں بکفایت اور مناسب قیمت پر مل سکتی ہیں اور فرمائش دینے اور انتظار و تلاش کی زحمت سے بھی بچ سکتے ہیں تبرکات کی خریداری مرد عورتیں سب ہی گشت کر کے خود سے کرتی ہیں۔ دکاندار اکثر دلی والے ہندوستانی۔ ایرانی۔ یمنی۔ شامی۔ عربی۔ مصری اور حجازی ہیں جو کہ ہندوستانی زبان سے آشنا ہیں۔ اور ہندی زبان میں مول جول کر لیا کرتے ہیں کوئی دقت پیش نہیں آتی ہے۔ ایسے دکاندار مجھے مشکل سے ملے اور کمتر ملے جنھوں نے اپنی دکان کی چیزوں کا نرخ بازار بھاؤ کے مطابق رکھا ہو اس لئے مناسب ہوگا۔ اگر خریداری سے پہلے اشیاء مطلوبہ کا نرخ دو چار دکانوں میں دریافت کر لیا جائے۔

مکان مولد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت

محلہ سوق اللیل جہاں حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کا مکان مولد شریف ہے۔ اس مقام سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلے پر مشرق کی طرف وہ مقام ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مولد شریف ہے۔ اس محلہ کا نام شعب بنی ہاشم مشہور ہے۔ یہاں معلوم ہوا کہ نہایت خوبصورت عمارت بنی ہوئی تھی مگر نجدیوں کے دست عنایت نے بالکل کا صفایا کر دیا ہے۔ اینٹ

پتھر کے شکستہ ٹکڑے بھی نظر نہیں آتے ہیں چونکہ ہم لوگوں کے معلم صاحب نے وعدہ واثق پنجشنبہ کے دن روانگی مدینہ پاک کا کیا تھا اسلئے دوبارہ اشتیاق زیارت مقام مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے ہوا اور اپنی ہمشیرہ اور والدہ ڈاکٹر زاہد حسین خاں صاحب اور اپنی والدہ صاحبہ کو ہمراہ لیکر ہادی گمرہاں نبی آخر الزماں شفیع عاصیاں سید کونین سلطان دارین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ علےٰ آلہ واصحابہ وسلم کے مقام مولد پر حاضر ہوا اور صلوٰۃ وسلام پڑھکر دعا مانگنے کے بعد ایک سقا سے مولد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پتہ دریافت کیا اس نے مجھے پتہ بتلایا اور مہربانی کرکے مقام مذکور تک ساتھ ہم لوگوں کو لے گیا۔ جیساکہ اوپر درج کرچکا ہوں عمارت باقی نہیں ہے چٹیل میدان اور گذرگاہ عام بنا دیا گیا ہے۔ کتوں اور گدھوں کی نجاست بھی موجود پائی۔ سخت حسرت ہوئی۔ خاموشی کے ساتھ آہ سرد بھرتا ہوا صلوٰۃ وسلام پڑھ کر اور دعا مانگ کر واپس ہوا۔ افسوس صد افسوس۔ واپسی میں ہم لوگ اس متبرک اور مقدس مقام میں پہنچے جہاں خدا کے پیارے رسول ہاشمی صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بعد سے سال ہجرت تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی مقدس زندگی بسر فرمائی جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام خدائے تعالیٰ کا پیغام بارہا لائے۔ جہاں حضرت فاطمہ زہراؓ لخت جگر شاہ مدینہ پیدا ہوئیں۔ اس مطہر سرزمین کی زیارت سے مشرف ہوکر ہم لوگ اپنے قیامگاہ پر واپس آئے۔

تاریخ ۲۳ ذی الحجہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۳ جون ۱۹۲۷ء

آج کے روز صبح کی نماز کے بعد طواف کیا۔ آج بھیڑ کم تھی حجر اسود کے بوسہ دینے میں بڑی آسانی ہوئی۔ مقام ابراہیم میں اور زیر میزاب حطیم دوگانہ پڑھکر دعا مانگنے کے بعد حنفی مصلے کے پاس پہنچا تو وہاں پر حاجی نظام الدین صاحب ساکن لعلپورہ اور حاجی نادر خاں صاحب ساکن موضع کھجورہ از علاقہ تھانہ باڑہ ضلع پٹنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ آج جمعرات کا دن ہے جنت المعلےٰ کی زیارت کے لئے جانا چاہئے۔ نظام الدین صاحب نے مجبوری ظاہر کی مگر خاں صاحب طیار ہوگئے۔ آخر ہم دونوں آدمی باب السلام کی طرف سے حرم شریف سے باہر آئے اور بازار مروہ کے پاس سے جو راستہ جنت المعلےٰ کو جاتا ہے اسی راستہ سے روانہ ہو

مسجد الرایہ کی زیارت

۸ھ ہجری میں جب جناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات نے مکہ فتح کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس مقام پر علمِ فتح کھڑا کیا گیا اس جگہ مسجد بنا دیگئی ہے اور وہ مسجد مسجد الرایہ کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ مکہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ مسجد الرایہ کی زیارت کا بھی مجھے بہت اشتیاق تھا۔ راستے میں ایک عرب بچے میں نے پوچھا اس نے مجھے بتلایا اور مسجد کے دروازے کے قریب تک مجھے پہنچا دیا۔ مسجد کے دروازے کے پاس باہر پانی کا سبیل ہے اہل حاجت کو طہارت کرنے کی آسانی ہوتی ہے۔ دروازہ بند تھا اور قفل لگا ہوا تھا۔ ایک عرب مقابل والی دکان میں بیٹھا ہوا تھا ہم لوگوں کو دیکھکر آیا اور اس نے دروازہ کھول دیا ہم لوگ اندر مسجد کے داخل ہوئے تقریباً پندرہ سولہ ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی یہ مسجد چھت دار بنی ہوئی ہے اور اسمیں چھوٹا سا صحن بھی ہے محراب مسجد میں میں نے دوگانہ ادا کی اور اپنے اور سارے لوگوں کے حق میں کامیابی دارین کیلئے دعا مانگی۔ اسکے بعد مجھے تلاش ہوئی کہ کہیں پر کچھ لکھا ہوا ہو تو پڑھوں۔ دیکھ بھال کرنے سے محراب کے بائیں جانب دیوار میں لگا ہوا ایک پتھر عربی عبارت کندہ کیا ہوا پایا۔ مگر چونکہ گردانی کے باعث تمام حروف بھر گئے تھے اس وجہ سے کچھ بھی پڑھا نہیں گیا۔

بیر علی یا جبیر ابن مطعم

مسجد الرایہ سے تقریباً پچیس تیس گز کے فاصلے پر جنت المعلیٰ کی طرف جاتے ہوئے داہنے ہی بازو میں ایک اور مسجد ہے جو کہ مسجد کمالیہ کے نام سے مشہور ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ مسجد کمالیہ کوئی مشہور خاص نسبت رکھنے والی مسجد نہیں ہے لیکن اسکی پشت پر ایک کنواں ہے جو بیر علی کے نام سے مشہور ہے اور شیعہ حضرات اس کنوئیں سے غسل کرنے کو بہت مستحسن سمجھتے ہیں۔ کنوئیں مذکور کے قریب میں چند حوضوں میں پانی بھرا ہوا دیکھنے میں آیا جو غالباً اسی غرض سے رکھا گیا تھا۔ مسجد الرایہ کے نزدیک بیر جبیر ابن مطعم کا ہونا تاریخ مکہ میں لکھا ہوا ہے۔ مسجد الرایہ کے قریب سوائے اسکے اور کوئی دوسرا کنواں نہیں دیکھا۔ کیا عجب ہے کہ بیر جبیر ابن مطعم کو ہی بیر علی کہتے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنت المعلیٰ کی زیارت

جنت المعلیٰ کے احاطہ اوّل میں حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ اور

انکی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات کے پاس حاضر ہوکر سلام اور فاتحہ پڑھا۔ اسکے بعد احاطہ دوم میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوئے۔ ہم لوگ سلام و فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ ایک نجدی سپاہی آیا اور اس نے حسب دستور متذکرہ بالا سلام پڑھانا شروع کیا۔ اسکے بعد بولا کہ بس ۔ ح ! خلاص یعنی بس اب جاؤ ختم ہوگیا۔ میں اپنی جگہ سے نہیں ٹلا اور درود شریف و فاتحہ پڑھکر ایصال ثواب کرکے دعا مانگ کر واپس ہوا۔

زائرین کی بے ادبانہ حرکت پر تاسف

زائرین کی ایک اہم غلطی کا جنت المعلےٰ و دیگر مقامات متبرکہ میں جو میری آنکھوں نے مشاہدہ کیا اسپر اظہار تاسف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور تنبیہاً ضبط تحریر میں لانا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ کہ ایک گروہ نے تو عدم جواز قبہ وغیرہ کی بنا پر ان مقامات کی شکست و ریخت و پامالی کی اور توہین روا رکھی ہے مگر زائرین بھی اُن مقامات پر عقیدتمندانہ حاضری کے باوجود بھی نہیں معلوم حواس باختہ ہوجانیکے باعث یا نجدیوں کے خوف سے بجائے جوتے اُتار کر مقامات متبرکہ میں حاضر ہونیکے جوتے پہنے ہوئے بلا تکلف جاتے اور چلتے پھرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ کیا عقیدتمندوں اور زائروں کی حاضری مندرجہ بالا بے ادبانہ حرکت اور اہم غلطی سے تعبیر کرنا اور ادب ملحوظ رکھنے کی ہدایت کرنی مناسب نہیں! ہاں مناسب ہے اور ضرور ہے۔ بلکہ مجھے تو بجائے فریق مخالف کا شکوہ کرنیکے اپنے ہی حلقے والوں سے فریاد ہے بقول شیخ سعدی رح۔ شعر

ہر کس از دست غیر نالہ کند	سعدی از دست خویشتن فریاد

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف کے پاس چند زائرین کو جوتے پہنے ہوئے دیکھ کر مجھ سے دیکھا نہ گیا اور میں نے انھیں ٹوک دیا اور کہا کہ بھائی یہاں جوتے پاؤں سے نکال لینا چاہیئے اور ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ اتنے میں نجدی سپاہی نے انہیں حسب معمول سلام پڑھاکر رخصت کر دیا۔

مسجد جن کی زیارت

روایت ہے کہ اس مقام پر حضرت مسعود صحابی رضی اللہ عنہ کو ایک دائرہ کھینچ کر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بٹھلایا اور جن لوگ

حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سنتے گئے اور ایمان لائے۔ مقام مذکور کی یادگار بعد میں بطور مسجد تعمیر کردیگئی اور مسجد جن کے نام سے مشہور ہے۔ مجھے مسجد جن کی زیارت کا اشتیاق تھا راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو کہ صورت اور بات چیت سے ہندوستانی معلوم ہوئے آپنے گذشتہ اٹھارہ سال سے مکہ معظمہ میں مقیم رہنا اپنا ظاہر فرمایا۔ اثناء گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ دیکھتے جاتے ہو تمامی واقعات صحیح حالات کو لکھ کر اخباروں میں شائع کرانا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا۔ شاہ صاحب موصوف نے مسجد جن کے پاس پہنچکر مجھے بتلایا کہ دیکھو یہی مسجد جن ہے۔ قبہ گرادیا گیا ہے شکستہ قبے کی دیواریں کھڑی ہیں۔ مسجد جن کے اندر دو تین آدمی لیٹے ہوئے بھی نظر آئے۔ میں نے چاہا کہ اندر مسجد کے جاکر دوگانہ ادا کروں مگر شاہ صاحب موصوف نے مجھے منع کیا اور فرمایا کہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے۔ مسجد کے اندر جانے سے خفیہ نویس شبہ کرینگے کہ کوئی وقائع نگار ہے۔ تو پھر مشکل ہوجائیگا۔ میں نے انکے کہنے پر عمل کیا اور باہر ہی کھڑے ہوکر دعا دعا مانگ لی۔ مسجد جن جنت المعلےٰ کے احاطہ اول کے مشرقی جانب راستے پر واقع ہے۔

مسجد شجرہ کی زیارت

مسجد شجرہ مسجد جن سے ملحق ہے۔ روایت ہے کہ یہاں پر کفاروں نے کھجور کا جلا ہوا تخم جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور معجزہ طلب کیا کہ سوختہ تخم کھجور کا درخت ہوکر پھل لاوے۔ چنانچہ معجزہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس تخم سوختہ سے درخت پیدا ہوا اور پھل لایا۔ اس معجزہ شریفہ کی یادگار میں وہاں پر بعد میں مسجد تعمیر کردیگئی اور اس نسبت سے اس کا نام مسجد شجرہ موسوم و مشہور ہوا مسجد شجرہ میں بھی مندرجہ بالا وجہ کی بناء پر میں اندر داخل نہ ہوسکا۔

تاریخ ۲۴ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۹۲۷ء

مدرسہ صولتیہ اور مسلمانان ہندوستان کی اعانت

آج صبح کی نماز اور طواف بیت اللہ و وظائف معمولہ سے فرصت پاکر محلہ خندریسہ میں مدرسہ صولتیہ کے دیکھنے اور کچھ رقوم بغرض اعانت مدرسہ مذکور میں دینے کے ارادے سے گیا۔ مدرسہ کے دفتر میں پہنچنے سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد سعید صاحب ناظم مدرسہ ہندوستان تشریف لیگئے ہوئے ہیں۔ نائب ناظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے ملاقات ہوئی۔ نائب صاحب

موصوف سے مدرسہ کی سالانہ آمدنی واخراجات اور تعداد طلبا و طریق تعلیم کے متعلق دیر تک میں پوچھ پاچھ کرتا رہا اور دریافت طلب امورات کے جواب تشفی بخش نائب صاحب دیتے رہے۔ مدرسہ کی سالانہ رپورٹ طلب کرنے پر نائب صاحب نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ انکے پاس صرف ایک کاپی مطبوعہ سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۳۴۱-۴۲ھ و سنہ ۱۳۴۲-۴۳ھ و سنہ ۱۳۴۳-۴۴ھ کی رہ گئی ہے بقیہ کاپیاں ناظم صاحب بغرض تقسیم ہندوستان لیگئے ہیں۔ رپورٹ مذکور میرے حوالے کئے اور مجھ سے وعدہ کئے کہ ہزاری باغ کے پتہ پر ایک کاپی سالانہ رپورٹ مذکور کی میرے نام میں بھیجدینے کے لئے ناظم صاحب کو وہ خط لکھیں گے (افسوس ہے کہ حجاز مقدس سے ہزاری باغ واپس پہنچنے پر ناظم صاحب یا نائب ناظم صاحب کا مرسلہ رپورٹ مجھے نہیں ملا۔ شاید انھیں اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔) دفتر میں کچھ دیر بیٹھکر میں نے رپورٹ مذکور کا معائنہ کیا جسمیں علاوہ اور باتوں کے مدرسہ کی آمدنی اور اخراجات اور اعانت کنندگان کی فہرست تھی۔ اسکے بعد نائب صاحب نے مدرسہ کی جدید عمارت اپنے ہمراہ لیجا کر مجھے دکھلائی سہ منزلہ عمارت نہایت مستحکم خوشنما اور ہوادار تعمیر ہوئی ہے اوپر کے دو منزل تکمیل ہو چکے ہیں نیچے والے حصہ میں کام باقی ہے عربی طرز کی عمارتوں میں یہ جدید عمارت بے نظیر بنی ہے۔ بڑے بڑے معاونین جنھوں نے بڑی رقمیں عطا کی ہیں انکے نام بطور یادگار پتھروں پر کندہ کراکر دیواروں پر چسپاں کر دئے گئے ہیں۔ نائب صاحب نے بیان فرمایا کہ تخمیناً ایک لاکھ روپے اسکی تعمیر میں ابھی تک خرچ ہو چکے ہیں اور پوری تکمیل تک اور بھی تیس ہزار روپئے خرچ ہونیکا تخمینہ کیا گیا ہے۔ اور اسی ضروری رقوم چندہ کی فراہمی کی غرض سے ناظم صاحب ہندوستان تشریف لے گئے ہیں۔ مدرسہ مذکور میں تعلیم تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ قرآن مجید۔ عربی۔ فارسی اردو۔ حساب۔ کتابت وغیرہ کی دیجاتی ہے۔ بعض اردو تعلیم یافتہ عرب لڑکوں نے اردو زبان میں مجھ سے بات چیت بھی کی۔ یہ مدرسہ ہندوستان کی ایک مخیرہ خاتون صولتیہ بیگم صاحبہ رئیسہ کلکتہ کی طرف سے مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں قائم کیا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مدرسہ کا وجود قیام محض ہندوستان کے مسلمانوں کی امداد واعانت پر منحصر ہے۔ حکومت حجاز موجودہ یا سابق کسی سے بھی کسی طرح کی اعانت لینی بانی ومہتمم مدرسہ نے آج تک اس خیال سے قبول ہی نہیں کی کہ اعانت حاصل کرنیکے بعد اسکی آزادی سلب ہو جائیگی

اور حکومت کے عائد کردہ قواعد و ضوابط کا اسکو پابند ہو جانا پڑیگا۔ ایام حج میں اکثر حجاج بطیب خاطر حسب مقدور و ہمت اپنے مدرسہ مذکور میں زر چندہ داخل کرنیکا فخر حاصل کرتے ہیں اور مستحق ثواب ابدی کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے اسلام کے مقدس مرکز اور محترم شہر میں اس مدرسہ کا قیام نہایت فخر و امتنان کا باعث ہے۔ ضرورت ہے اور میں مسلمانان ہند سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس مدرسہ کی اعانت اور چندہ دینے اور دلانے کی سعی ہر ممکن صورت سے کرکے مدرسہ کے قیام اور اسکی خدمات کو قیام دنیا تک قائم و جاری رکھیں اور دل و جان سے کوشش عمل میں لاویں تاکہ جبتک مدرسہ کا فیض جاری رہے آپ مستحق ثواب عظیم کے ہو دیں۔ زائرین حرمین الشریفین کے لئے نہایت اچھا موقع ہے کہ وہ اس مدرسہ میں معاونت کرکے دائمی ثواب پانیکا ذریعہ پیدا کریں۔ ڈاکٹر زاہد حسین خاں صاحب کی والدہ کو اپنے کسی رشتہ دار کی طرف سے چاندی کے زیورات خیرات کرنے تھے میں نے ان سے فہمائش کی اور مشورہ دیا کہ وہ مدرسہ مذکور میں داخل کر دیں تاکہ ثواب ابدی حاصل ہو۔ چنانچہ اسّی تولے وزن کے زیورات نقرئی اُنھوں نے میرے حوالے کیں اور میں نے نائب ناظم صاحب مدرسہ صولتیہ کو بمدّ اعانت مدرسہ منجانب والدہ ڈاکٹر صاحب کے دیدیا اور انکا نام درج کرا دیا نیز دو روپے نقد اپنی ہمشیرہ اور دو روپے اپنی اہلیہ کی طرف سے بمدّ اعانت مدرسہ میں نے نائب ناظم صاحب کے حوالے کئے۔ جملہ رقوم کی باضابطہ رسیدیں نائب صاحب نے دوسرے وقت ایک عرب طالب العلم کے معرفت میرے قیامگاہ پر بھیجدیں۔ میں مدرسہ صولتیہ کے معائنہ کے بعد نائب صاحب کا شکریہ ادا کرکے رخصت ہوا اور اپنے قیامگاہ پر واپس آکر کھانا کھایا اور سو رہا۔ عربی ٹائم سے پانچ بجنے کے قریب اُٹھا اور وضو کرکے ادائے جمعہ کے لئے حرم شریف میں حاضر ہوا اس وقت خدا کے مخلص اور فرمانبردار بندوں کے شوق عبادت اور مشغولیت کا منظر قابل دید اور سبق حاصل کرنیکے لائق تھا۔ باوجود شدت کی دھوپ اور باد سموم چلنے اور حرم شریف کے سنگی فرش تپتے ہوئے رہنے کے بھی خدا کے مخلص اور دین دار بندے اطمینان کے ساتھ نماز و وظیفے میں مشغول تھے اور مندرجہ بالا گرمی کی تکلیف کی پرواہ نہیں رکھتے تھے۔ ایک میں اور میرے ایسے کتنے آدمی ایسے بھی ہیں کہ جہاں گئے آرام و عافیت کے طالب نظر آئے۔ کاش ہم میں بھی

نیک کاموں اور خداوند کریم کی اطاعت کا شوق ایسا ہی ہوتا کہ تکلیف کی پرواہ نہ ہوتی! کچھ دیر کے بعد اذان ہوئی۔ اور لوگ سنت پڑھنے لگے۔ میں بھی ادائے نماز سنت قبل جمعہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ دس منٹ کے بعد خطیب صاحب منبر شریف پر گئے۔ اور خطبہ پڑھے۔ اور مختصر خطبہ پڑھنے کے بعد نماز جمعہ پڑھائے۔ گرچہ قریب نصف حجاج مکہ معظمہ سے جا چکے مگر حرم شریف بھرا نظر آتا ہی۔ جل جلالہٗ و جل شانہٗ۔ ہمارے بعض احباب کو معلوم ہوا تھا کہ بعد نماز جمعہ کے ہم لوگوں کا قافلہ مدینہ شریف کو روانہ ہوگا۔ مگر معلم صاحب کی عنایت سے آج بھی کوئی سامان روانگی نظر نہیں آتا بیت اقدس سے روانگی کے اہتمام اور جدائی کے پُرحسرت تصورات اور جذبات سے متاثر ہو کر میں نے آج ایک الوداعی نظم طیار کی۔

تاریخ ۲۵؍ذی الحجہ روز شنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۵؍جون ۱۹۲۷ء

مدرسہ صولتیہ کی مزید اعانت اگلے دن بعد نماز صبح کے میں پھر بھی مدرسہ صولتیہ میں گیا اور حسب تفصیل ذیل مبلغ پچیس روپے بمدّ اعانت مدرسہ کے داخل کئے۔ جسکی باضابطہ رسیدیں نام بنام نائب ناظم صاحب نے بمعرفت ایک طالب العلم کے میرے قیامگاہ پر بھیجدیں۔ اپنی والدہ صاحبہ کی طرف سے دو روپے اپنے بھائی منشی مطلوب حسین مرحوم کی طرف سے دو روپے۔ اپنے بہنوئی حاجی شیخ علی کریم صاحب مرحوم کی طرف سے چار روپے۔ اپنے طرف سے دو روپے۔ والدہ ڈاکٹر زاہد حسین خاں صاحب کی طرف سے پانچ روپے۔ اور اُنکے چھوٹے لڑکے محمد حنیف خاں مرحوم کی طرف سے دس روپے۔ میزان کل پچیس ۲۵ روپے۔

تاریخ ۲۶؍ذی الحجہ روز یکشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۶؍جون ۱۹۲۷ء

آج معلم صاحب نے فرمایا کہ چونکہ شہداء میں تین روز قیام رکھنا ہوگا لہذا میں نے یہ بندوبست کیا ہے کہ دوشنبہ یا سہ شنبہ کو قافلہ روانہ کرونگا۔ شہداء میں ٹھیرنے کی تکلیف سے سب کو بچاؤ ہوگا بھولے بھالے حجاج اور سارے ہم سفر لوگوں نے یقین کر لیا اور مطمئن ہو گئے۔ آج شام کے وقت سے ہمشیرہ کی طبیعت بدمزہ ہو گئی ہے۔ اعضا شکنی ہو رہی ہے۔ خدا رحم کرے۔

غار ثور کی زیارت مکہ معظمہ میں جبل ابو قبیس سے مشرق اور جنوب میں تین کوس سے کچھ زیادہ کے فاصلے پر جبل ثور واقع ہے اور اسی پہاڑ پر وہ مقدس غار ہے

جسمیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرتے وقت چھپے تھے اور بحکم رب العالمین غار ثور کے منہ پر جنگلی کبوتر کے جوڑے نے آشیانہ بنا کر انڈے دئے تھے۔ قرآن پاک میں بھی آیت ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جبل ثور کی چوٹی پر یہ غار ایک پتھر میں ہے کہتے ہیں کہ گہرائی اس غار کی تین گز چھ انگل اور غار کے اندر کا طول چھ گز اور عرض سوا تین گز اور منہ کا پھن جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے ایک بالشت چار انگل کا ہے یہ غار مثل خم یا تنور کے اوپر سے تنگ اور اندر سے کشادہ ہے۔ اندر سے ایک راستہ پیچھے کو باہر نکل جانے کا ہے کہ جسکو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنایا تھا۔ افسوس ہے کہ بوجہ نہ ملنے کسی ہمراہی کے میں اس مقدس غار کی زیارت کا شرف حاصل کرنے سے قاصر رہا''

تاریخ ۲۷ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ ہجری مطابق ۲۷ جون ۱۹۲۷ء

آج ہمشیرہ کی طبیعت زیادہ علیل ہے۔ انھیں بخار شدت کی ہے۔ دردِ سر اور تشنگی بھی ہے والدہ صاحبہ کی طبیعت جو سنبھل گئی تھی ہمشیرہ کی تکلیف و بے چینی دیکھ کر کچھ ایسی متاثر ہوئیں کہ آج کچھ پہلی کی سی شکایت دردِ سر بخار کی انھیں بھی لاحق ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم لوگوں پر رحم فرماوے مدینہ پاک کا کٹھن سفر سر پر ہے اور عین وقت پر ان سب کا مبتلائے بخار ہو جانا میرے لئے سوہان روح کا کام کر رہا ہے۔ خداوند کریم ہم پر رحم کرے اور ان سب کو شفاء کلی عطا فرماوے اور ہم سب لوگوں کو مع الخیر مدینہ پاک پہنچا دے اور بعد زیارت سلامتی کے ساتھ وطن واپس لیجاوے۔ آمین ثم آمین۔ حرم شریف میں دیر تک میں دعا کرتا رہا۔ خدائے تعالیٰ قبول فرماوے

طواف الوداع یا طواف صدر

عزم سفر مدینہ کئی دنوں سے رہنے اور وقت روانگی لامعلوم رہنے کے باعث خیال ہوا کہ ایسا نہیں کہ یکایک سواری کے اونٹ آ جائیں اور نکل کھڑا ہونا پڑے۔ طواف صدر کر لینا اور اس واجب کو ادا کر لینا بہتر ہے۔ اسلئے ایک مطوف صاحب کو میں نے طواف صدر کرا دینے کے لئے کہا وہ راضی ہو گئے اور طواف صدر ساتوں شوط کے ساتھ مجھے کرا دئے۔ بعد طواف میں دوگانہ طواف پڑھکر زمزم شریف کے پاس گیا اور زمزم پیا اور چہرہ پر ملا۔ اسکے بعد حسب ذیل الوداع جو تاریخ ۲۴ ذی الحجہ کو

منظوم کیا تھا ملتزم شریف کے پاس غلاف بیت اللہ شریف کو پکڑ کر پڑھنا شروع کیا۔

الوداع

السلام ای بیتِ حق بیت الحرام	السلام ای بلدہ امنِ خاص و عام
السلام ای ظلِ حق دار الاماں	السلام اے منزلِ کل رہرواں
السلام ای قبلہ و مطلوبِ کل	السلام اے کعبہ و محبوبِ کل
السلام اے خانۂ بے خانماں	السلام اے مسکنِ بیچارگاں
السلام اے دافعِ رنج و غماں	السلام اے مونسِ درماندگاں
السلام اے داروئے ہر دردمند	السلام اے دلبرِ ہر مستمند
السلام اے موردِ رحم و کرم	السلام اے مظہرِ شانِ اتم
ای پناہِ بے پناہاں الوداع	اے قرارِ بے قراراں الوداع
الوداع ای نورِ چشمِ عاشقاں	الوداع اے لذتِ دردِ نہاں
دل کو ٹھنڈک تھی ترے دیدار سے	آنکھیں روشن تھیں ترے انوار سے
فضلِ حق سے رات دن ہم شاد تھے	مطمئن تھے فکر سے آزاد تھے
آہ اب فرقت کی ساعت آگئی	دل یہ کہتا ہے قیامت آگئی
تجھ سے ای دلبر جدا ہوتے ہیں ہم	یادِ فرقت میں ترے روتے ہیں ہم
داغ فرقت کا ترے لیجاتے ہیں	خونِ دل آنکھوں سے امڈے آتے ہیں
کیا کریں کچھ اپنا بس چلتا نہیں	جو مقدر ہے کبھی ٹلتا نہیں
گو چلے اب ہم تیری نظروں سے دور	پر نہ ہوگا یاد میں تیرے قصور
آنکھوں میں ہوگا تصور بس تیرا	تیری جانب منہ سدا ہوگا مرا
ہے دمِ رخصت یہ تجھ سے التجا	حشر کے دن تو مجھے مت بھولنا
حضرتِ آدمؑ کا تجھکو واسطہ	اور خلیلؑ با صفا کا واسطہ
واسطہ تجھکو ذبیح اللہؑ کا	اور محمدؐ ابنِ عبد اللہ کا

پاس خالق کے شفاعت کیجیو		ہم غریبوں پر عنایت کیجیو	
	اس حبیبؔ زار کومت بھولیو التجا کو اسکی پوری کیجیو		
	آمین ثم آمین		

ہمارے رفیقان سفر میں سے بھی چند احباب شریک التجا تھے۔ اور سب ہی لوگ خشوع و خضوع کے ساتھ گریاں مصروف دعا تھے اور اس وقت جتنی آرزوئیں تمنائیں ہمارے دلوں میں موجزن تھیں حضرت باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کے بارگاہ عالم پناہ میں پیش کیں۔ اور تکبیر و تہلیل و استغفار میں مصروف رہا۔ بعدہٗ حجر اسود کا بوسہ لیکر اُلٹے پاؤں باب الوداع تک بیت اللہ شریف کو دیکھتا ہوا گیا۔ مطوف صاحب کو کچھ نذرانہ دیا۔"

مسجد الحرام کی زیادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مسجد الحرام سابق میں حدود مطاف تک تھا۔ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اور آپکے بعد حضرت خلیفۃ المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک و لیسا ہی رہا۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب کثرت ہوئی مسلمانوں کی اور تنگ ہوئی مسجد باعث عدم گنجائش کے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز کی تا زیادہ کریں بیچ مسجد الحرام کے۔ پس خرید ا اپنے مکانات قریش کو گرد مسجد الحرام کے اور ڈھایا انکے مکانات کو اور داخل کیا مسجد الحرام میں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بعض قریش نے اپنے مکانات بیچنے سے انکار کیا۔ پس چھین لئے ان سے اور داخل کیا ان کو مسجد الحرام میں۔ اور قیمت مقرر کیگئی ان مکانات کی اور رکھی گئی قیمت اسکی بیچ کعبہ شریف کے۔ پھر جب طلب کی قیمت گھر والوں نے عاجز ہو کر تو دیگئی انکو اور حکم کیا بنانے دیوار احاطے کی کوتاہ کم قد آدمی سے اور رکھے جاتے تھے چراغ دیوار احاطے پر اور بنائے اسمیں دروازے مقابل دروازے سابق کے اور یہ زیادتی عمل میں لائی گئی زمانہ سیل نہشل میں ۱۷ھ سترہ ہجری میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں مندرجہ بالا زیادتی حدود مطاف کے بعد جسقدر عمل میں آئی اسکا نشان اب تک موجود ہے۔ میں نے بغور اس کے حدود کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

بار دویم مسجد الحرام کی زیادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی

نیز تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ جب بہت زیادہ ہوئے مسلمان بیچ زمانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تو زیادہ کیا آپ نے مسجد الحرام کو مکانات قریش کے خرید لینے کے بعد اور جس نے انکار کیا مکانات بیچنے سے حکم کیا آپ نے اسکے قید کرنیکا اور یہ زیادتی مسجد الحرام کی ۳۶ سنہ چھتیس ہجری میں عمل میں آئی پھر زیادہ کیا بیچ مسجد الحرام کے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے کہ خریدا گھروں کو پھر تعمیر کیا اسکو عبد الملک بن مروان نے پھر ولید ابن عبد الملک نے پھر ۱۲۸ سنہ ایکسو اٹھائیس ہجری میں زیادہ کی گئی مسجد جانب شامی کے ابو جعفر منصور عباسی کے حکم سے بعد خرید لینے گھروں کے۔

مسجد الحرام کا طول وعرض

مسجد الحرام کا طول باب السلام سے باب العمرہ تک چار سو گز کتابوں میں درج ہے اور عرض اسکا باب الصفا سے باب الزیادت تک تین سو چار گز لکھا ہے۔

مسجد الحرام کے دروازے

مسجد الحرام کے حسب تفصیل ذیل بائیس دروازے ہیں اور انمیں سے کسی میں دو دروازے ہیں کسی میں تین اور کسی میں پانچ جانب مشرق باب السلام ہے اسمیں تین دروازے ہیں۔ دویم باب النبی ؐ اسمیں دو دروازے ہیں سویم باب العباس ؓ اس میں تین دروازے ہیں۔ باب العباس ؓ کو باب بنی شیبہ بھی کہتے ہیں۔ باب العلی اس میں بھی تین دروازے ہیں۔ باب العلی کو باب بنی ہاشم بھی کہتے ہیں۔ اور جانب مغرب باب العمرہ ہے اسمیں ایک دروازہ ہے۔ باب داودی اسمیں ایک دروازہ ہے۔ باب ابراہیم اسمیں بھی ایک دروازہ ہے۔ باب الوداع اسمیں دو دروازے ہیں۔ اور جانب جنوب باب النسا ہے اسمیں ایک دروازہ ہے باب الجنازہ اسمیں ایک دروازہ ہے۔ باب البغلہ اسمیں دو دروازے ہیں۔ باب الصفا اسمیں پانچ دروازے ہیں۔ باب المجاہد اسمیں دو دروازے ہیں اسکو باب الجیاد بھی کہتے ہیں۔ باب الرحمتہ اسمیں دو دروازے ہیں۔ باب اتھانی اسمیں بھی دو دروازے ہیں۔ اُتر جانب باب العتیق ہے اسمیں ایک دروازہ ہے۔ باب الباسطہ اسمیں بھی ایک ہی دروازہ ہے۔ باب القطبی اسمیں بھی ایک ہی دروازہ ہے۔ باب الزیادت اسمیں ایک دروازہ ہے۔ باب المحکمہ اس میں ایک دروازہ ہے باب المحکمہ کو

باب القفضایا بھی کہتے ہیں۔ باب مدینہ اسمیں بھی ایک دروازہ ہے۔ باب الدریبہ اس میں بھی ایک دروازہ ہے۔ جملہ چالیس دروازے ہیں۔

مسجد الحرام کے دالان

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف مطاف ہے اور مطاف کے چاروں طرف ستون تینتیس ۳۳ عدد ہفت دھات کے ہیں اسمیں قندیلیں روشن کی جاتی ہیں۔ مطاف کے بعد صحن مسجد الحرام ہے۔ اور صحن کے بعد محرابی دالان بہت بلند و عالیشان قبے دار ہے اور پتھروں کے فرش تمام دالان میں ہیں۔

مسجد الحرام کے ستون قبے محراب اور کنگرے

مسجد الحرام کے جملہ ستون چھ سو چوراسی عدد ہیں اور تمام دالان میں تین قطاروں میں ہیں اور سب کے سب ہشت پہل اور گول ستون سنگ مرمر سنگ صفوان اور سنگ شمیسیہ کے ہیں۔ تعداد جملہ قبوں مسجد الحرام کی ایکسو باون ۱۵۲ ہے۔ اور کنگرے ایکہزار تین سو اسی ۱۳۸۰ اور محراب چارسو چھیانوے ۴۹۶ ہیں (تاریخ مکہ)۔

مسجد الحرام کے منارے

مسجد الحرام میں منارے سات ہیں۔ اول منارہ بدرمیان باب السلام و باب الدریبہ کے شمال و مشرقی رکن میں ہے۔ دوسرا منارہ مشرق میں بدرمیان باب السلام و باب العباس کے ہے۔ تیسرا منارہ بدرمیان باب علی و باب الغسار کے جنوب و مشرقی رکن میں ہے۔ چوتھا منارہ باب ابراہیم اور باب الوداع کے درمیان جنوب مغربی رکن میں ہے پانچواں منارہ مغرب و شمالی رکن میں بدرمیان باب العمرہ و باب العتیق کے ہے۔ چھٹا منارہ شمال میں بدرمیان باب الزیادت اور باب القفضایا کے۔ اور ساتواں بدرمیان باب القفضایا اور باب المدینہ کے ہے۔ ساتوں منارے بہت بلند خوبصورت اور عالی شان ہیں۔ ہر ایک پر اذان پانچوں وقت بیکبار پکارتے ہیں اور مکبر اوقات جماعت میں تکبیریں بھی پکارتے ہیں۔

مسجد الحرام میں منبر

مقام ابراہیم میں اُتر اور بیت اللہ شریف سے دس بارہ ہاتھ پورب جانب سنگ رخام کا تیرہ سیڑھیوں کا نہایت خوبصورت بنا ہوا منبر ہے۔ منبر کے اوپر چار ستونوں پر گنبد بنا ہوا ہے اور اسکے اوپر سونے کا پانی چڑھایا ہوا ہے اور سونے کا کلس لگا ہوا ہے۔ جمعہ اور عید کا خطبہ اسی منبر پر پڑھا جاتا ہے۔ تاریخ مکہ میں لکھا ہے

کہ مسجد الحرام میں پہلے منبر نہیں تھا ۔ سنہ ۴۴ ہجری میں بیت اللہ کے مقابل میں ایک منبر تین زینے کا رکھا گیا اور اس پر خطبہ پڑھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اور وہ اول ہیں جس نے خطبہ پڑھا بیچ مکہ شریف کے اوپر منبر کے ۔ اور خلفاء اور حکام پہلے اس سے خطبہ پڑھتے تھے مکہ میں درحالیکہ کھڑے ہوتے اوپر قدموں اپنے کے مقابل کعبہ شریف کے اور بیچ حطیم کے ۔

مسجد الحرام میں مصلیٰ

مسجد الحرام میں مصلّے چار ہیں ۔ چاروں مصلّے مطاف کے باہر ہیں ۔ بیت اللہ شریف سے شمال کی طرف پہلا مصلّے حنفی ہے دو منزلہ تین در کا اور سب مصلوں سے یہ مصلّے بڑا اور وسیع ہے ۔ حنفی مصلّے کے نیچے والے منزل میں نمازی نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت قرآن پاک اور وظائف پڑھنے والوں کی اس مصلّے میں ہر وقت بھیڑ بھاڑ رہتی ہے قرآن مجید کی جلدیں بہت سی یہاں رکھی ہوئی ہیں اور عام طور پر لوگ بلا اجازت کسی کے جونسی جلد چاہتے ہیں اُٹھا کر پڑھتے ہیں ۔ حنفی مصلّے کے دوسرے منزل پر مکبّر رہتے ہیں ۔ اور ہر نماز کے وقت اوپر سے ہی تکبیریں پکارا کرتے ہیں مصلّے حنفی سے دیوار حطیم تک اڑتالیس گز فاصلہ ہے ۔ دوسرا مصلّا شافعی ہے ۔ مقام ابراہیم کے پوریب طرف اور زمزم شریف اور منبر شریف کے درمیان میں ایک درہ بہت ہی چھوٹا سا ۔ اور یہ مصلّے دیوار کعبہ شریف سے چالیس گز کے فاصلے پر جانب مشرق کے واقع ہے تیسرا مصلّے حنبلی ہے اسپر بھی ایک چھوٹا سا مکان ہے ایکدرہ مقابل میں حجر اسود کے جنوب کی طرف اور حنبلی مصلّے کے کنارے سے حجر اسود تک فاصلہ سینتالیس گز کا ہے ۔ چوتھا مصلّے مالکی ہے کعبہ شریف سے مغرب کی طرف ایک درہ مکان ہے ۔ حنبلی مصلّے سے شاذروان کعبہ شریف فاصلہ بینسٹھ گز ہے ۔ نجدی حکومت کے پہلے چاروں مصلّے پر باری باری جماعت ہوا کرتی تھی اور امام مقابل کعبہ معظم کے اپنے اپنے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھایا کرتے تھے ۔ مگر نجدی حکومت نے ہر ایک مصلّی پر نماز و جماعت ہونے کی قیود اور دستور کو اُٹھا دیا ہے ۔ پانچوں وقت ایک جماعت ہوتی ہے اور چاروں مذہب کے لوگ شریک جماعت ہو کر اپنے اپنے مذہب کے طریقے پر نماز ادا کیا کرتے ہیں ۔ آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والے آمین بالجہر کہتے اور رفع یدیں کرتے ہیں ۔ مالکی ہاتھوں کو گرا کر نماز پڑھتے ہیں کسی کو کسی سے مندرجہ بالا امور میں تعارض نہیں ہوتا ہے لاکھوں آدمیوں کی جماعت میں حرم شریف کے اندر ایک مہینہ دو روز مدت قیام میں اپنے ایک آدمی سے بھی جھگڑا ہوتے ہوئے

میں نے نہیں دیکھا۔ بخلاف یہاں کے کہ ہمارے ہندوستان میں آمین بالجہر اور رفع یدین کا جھگڑا آئے دن ہوتا ہی رہتا ہے۔ کہیں کہیں پر تو لات جوتے اور عدالت تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے کیا ہی خوب ہوا اگر متخاصمین حضرات مسجد الحرام کے وصلح کل جماعت سے سبق حاصل کریں اور آئے دن کے جھگڑے سے باز آکر دیگر اقوام کو ہنسنے کا موقع نہ دیویں۔

مسجد الحرام میں امامت

نجدی حکومت کے پہلے تو مسجد الحرام میں امام اور مؤذن سیکڑوں کی تعداد میں تھے اور ترکی حکومت سے وظیفے پاتے تھے مگر موجودہ حکومت حجاز نے تخفیف کرکے معدودے چند امام اور مؤذن کو ان کے متعلقہ عہدے میں باقی رکھا ہے۔ چاروں مذہب حنفی۔ شافعی۔ حنبلی اور مالکی کے امام حرم شریف میں اپنے اپنے مقررہ اوقات میں نماز پڑھاتے اور امامت کرتے ہیں۔ فجر اور مغرب کے وقت حنبلی امام اور ظہر کے وقت مالکی امام اور عصر کے وقت شافعی امام اور عشا کے وقت حنفی امام امامت کرتے ہیں۔ ہر ایک وقت ایک ہی جماعت ہوتی ہے۔ چاروں امام میں سے اپنی اپنی باری میں جو امام نماز پڑھاتے ہیں۔ چاروں مذہب کے لوگ بلا عذر و اکراہ انکے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ ہر ایک امام پہلے اپنے اپنے مصلے پر کھڑے ہوتے تھے۔ مگر اب موجودہ حکومت حجاز نے اس دستور قدیم کا بھی سد باب کر دیا ہے۔ کعبہ شریف کی مشرقی دیوار کے مقابل میں رکن شامی اور مقام جبرئیل علیہ السلام کے مابین دیوار کعبہ سے متصل امام کھڑے ہوتے اور نمازیں پڑھاتے ہیں۔ جو لوگ امام سے قریب جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ امام کی قرأت سنتے اور سن سکتے ہیں بقیہ لوگ نہ تو قرأت سنتے ہیں اور نہ آواز تکبیر۔ مکبروں کی تکبیر کی آواز پر جماعت کے لوگ رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے ہیں۔

مسجد الحرام میں قبۃ الفراشین

زمزم شریف سے جانب جنوب ایک مکان ہے اس میں حرم شریف کے خدام (خوجہ) بیٹھتے ہیں۔ اور حرم شریف کے سامان فرش۔ دریاں۔ قالین وغیرہ اسی میں رکھی جاتی ہیں۔ اسی جہت سے اس مکان کو قبۃ الفراشین کہتے ہیں۔ قبۃ الفراشین کے بیرونی دیوار جانب مشرق اور جانب جنوب میں دو حوض بنے ہوئے ہیں جنمیں زمزم شریف بھرا رہتا ہے۔ اور عام طور پر ہر کوئی اس جگہ پر

جاکر زمزم لیکر پیتے ہیں اور دل کی لگی کو اپنے بجھاتے ہیں۔ میں نے بھی چند باریہاں پر زمزم شریف پینے کا شرف حاصل کیا ہے۔

مسجد الحرام میں چاندی کی سیڑھیاں زمزم شریف کے اُتر جانب منبر نما دو سیڑھیاں لکڑی کی رکھی ہوئی رہتی ہیں جن پر چاندی کے پتر تمام جڑے ہوئے ہیں اور دیکھنے میں نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو مدراس کے کسی دولتمند مسلمان نے بھیجا ہے۔ اسپر عبدہٗ منوّد لکھا ہوا ہے۔ اور دوسری سیڑھی رامپور کے نواب صاحب خدا کی بھیجی ہوئی ہے۔ عام داخلی کعبہ معظم کی جب ہوتی ہے تو یہ سیڑھیاں باب کعبہ شریف کے پاس لگی جاتی ہیں اور اسی پر چڑھ کر لوگ اندر بیت اللہ کے داخل ہوتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کا صحن بیت اللہ شریف کا صحن مطاف کے بعد چاروں طرف پختہ گچ کیا ہوا یا پتھروں سے فرش کیا ہوا نہیں ہے بلکہ پتھروں کے ٹکڑے یعنی سنگریزے بڑے بڑے کالے رنگ کے بچھائے ہوئے ہیں باوجود اسکے کہ سلاطین عثمانیہ ترکی نے بیشمار دولت خرچ کئے اور عمارت مسجد الحرام کی قابل دید نہایت خوبصورت پوری صنعت کے ساتھ طیار کرائی ہے مگر نہیں معلوم کس مصلحت سے صحن میں پختہ گچ یا پتھروں کا فرش نہیں کرایا محض سنگریزوں پر اکتفا کیا۔ ہاں دالان حرم شریف سے مطاف میں بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے چاروں طرف سے تقریباً دو ہاتھ چوڑے راستے بطور روش کے پتھروں سے فرش کئے ہوئے ہیں۔ انہیں روشوں پر سے مطاف و بیت اللہ شریف تک لوگ جاتے آتے ہیں۔ حرم شریف کے کبوتر ہزاروں کی تعداد میں انہیں سنگریزوں پر بیٹھتے اور دانہ چگتے ہیں۔

حرم شریف کے کبوتر حرم شریف میں کبوتر بے انتہا ہیں جو کہ تمام صحن بیت اللہ شریف میں جھنڈ کے جھنڈ ہزاروں کی تعداد میں بیٹھی رہتی ہیں اور دانے کھاتی اور پانی پیتی ہیں۔ انکے لئے دانے سنگریزوں پر صحن میں چھینٹ دئے جاتے ہیں۔ اور پینے کے لئے پانی رکھ دئے جاتے ہیں۔ حرم کے کبوتروں کو اُڑ کر باہر جاتے آتے اور چکر کھاتے تو دیکھا مگر کعبہ شریف کے ایک طرف سے دوسری طرف سقف کعبہ کو عبور کرکے اُڑتے ہوئے نہیں دیکھا اللہ اکبر تعظیم کعبہ معظم کا پاس جانوروں میں بھی پایا گیا۔ اور بعضے کبوتروں کو غلاف کعبہ شریف سے

لپٹتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ روایت ہے کہ مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں تشریف لیجاکر چھپے تھے تو بحکم رب العالمین جنگلی کبوتر کے جوڑے نے غار ثور کے منہ پر آشیانہ بناکر انڈے دیئے تھے۔ اور عنکبوت یعنی مکڑی نے جالا تان دیا تھا۔ کفار جب تلاش حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں تعاقب کرکے غار مذکور کے منہ پر پہنچے تو مکڑی کا جالا اور کبوتروں کے جوڑے اور انڈے کو دیکھ کر گمان کئے کہ اگر اس غار میں حضور ہوتے تو مکڑی جالا نہ تنتی اور جنگلی کبوتر انڈے نہ دیتے مشہور ہے اور تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حرم شریف کے کبوتر انہیں غار ثور والے کبوتروں کی نسل ہیں۔ اس تاریخی نسبت کے باعث حرم شریف کے کبوتروں کو حجاج دانے کھلاتے ہیں اور ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اور کرنا بھی چاہیئے میں نے بھی حرم کے کبوتروں کے لئے بازار صفا مروہ سے دانے خرید کئے اور حرم شریف کے کبوتروں کے سامنے صحن حرم میں دانے چھینٹ دینے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تبارک و تعالی قبول فرماوے آمین ثم آمین۔

مسجد الحرام کے مدرسے مسجد الحرام کے دالان سے ملحق باب العمرہ اور باب ابراہیم کے درمیان میں اور باب السلام کے پاس چند مدرسے ہیں۔ جو مدرسہ داؤدیہ سلیمانیہ اور تحزیہ وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں۔ ان میں قرآن پاک حدیث و تفسیر اور فقہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ بعد التحقیقات مجھے معلوم ہوا کہ ترکی حکومت کے عہد میں مندرجہ بالا حرم شریف کے مدارس میں کثیر امداد ملتی تھی لیکن موجودہ عہد میں عامہ مسلمین کے توجہ اور اعانت کے محتاج ہیں اور ضرورت ہے کہ مالدار اور اہل ہمت مسلمان ان مدارس کی بقاء اور تعلیم علم دین متین کے فیوض کو جاری و ساری رکھنے کے لئے مالی امداد کرنیکا فخر حاصل کریں۔ اور آخرت کے لئے توشہ و سرمایہ مہیا فرماویں۔ اسلئے کہ خدائے تعالی کے عنایت کئے ہوئے مال و دولت کا بہترین مصرف فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے۔ قولہ تعالی مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ مذکورہ بالا مدارس کے علاوہ مسجد الحرام میں مختلف مقامات پر عالم۔ حافظ۔ قاری وغیرہم حدیث۔ تفسیر و قرأت کی تعلیم فی سبیل اللہ دیتے ہیں۔ ایسے اصحاب کو بھی میں نے حدیث شریف اور قرأت کی تعلیم دیتے ہوئے بچشم خود دیکھا اور ان محترم ہستیوں سے ملاقات کا فخر حاصل کیا ہے۔ زائرین بیت اللہ سے میری دست بستہ

التجا ہے کہ ایسے بے نفس اور مخلص و متوکل بزرگوں کی نقدی خدمت کرنے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے اور موقع کو غنیمت سمجھکر جسقدر ممکن ہو انکی خدمت کرنی چاہیئے۔

شرطی الحرم (حرم کے سپاہی)

مسجد الحرام کے شمالی دالان سے ملحق باب العتیق اور باب الباسطہ کے درمیان میں حرم شریف کے سپاہیوں کے رہنے کے مکان ہیں مکان مذکور میں اسلحہ سمیت بہت سے سپاہی اور انکے افسر رہتے ہیں اور مسجد الحرام کے اندر اپنی وردیوں میں اور بلا وردی گشت کرتے رہتے ہیں بعضے بندوق سمیت ہوتے ہیں اور بعضے صرف بید کی چھڑی ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں سپاہیوں میں اکثر نجدی ہیں۔ اور نجدیوں کے علاوہ دیگر ممالک کے سپاہی بھی ہیں۔ علاقہ پنجاب کے ایک پٹھان کو بھی سپاہیوں کے زمرہ میں پایا جو کہ اکثر حرم شریف میں ہم لوگوں کی جماعت میں آکر بیٹھا کرتے تھے اور اکثر لوگ انکے ہندوستانی ہونیکے سبب سے ان سے مانوس ہوگئے تھے۔

محکمہ شرعی یا قضایا

مسجد الحرام کے شمالی دالان سے ملحق باب الزیادت سے پورب جانب باب المحکمہ ہے۔ محکمہ شرعی جسکو قضایا بھی کہتے ہیں اسمیں میر مجلس قاضی ہوتا ہے۔ اور دو شخص اور یعنی نائب قاضی و مفتی یہ تینوں ملکر مقدمات شرعی و تنازعات حقیت کو فیصل کرتے ہیں۔

مسجد الحرام میں کتب و ظائف کا ذخیرہ

ذکر و تلاوت کے لئے مسجد الحرام سے افضل کوئی مقام نہیں ہو سکتا اسلئے موقع کو غنیمت سمجھنے والے اور قرب الٰہی کے مشتاق لوگ عربی۔ یمنی۔ شامی۔ مغربی۔ ترکی جاوی۔ بخاری۔ خراسانی افغانی مصری۔ بلخی۔ چینی و ہندوستانی اطراف عالم کے باشندے طواف و نوافل سے فراغت پاکر تلاوت قران کریم اور وظائف میں شب و روز مشغول رہتے ہیں۔ حرم شریف کے صحن اور دالانوں کے علاوہ چاروں مصلے پر اکثر بھیڑ بھاڑ ایسے ہی پاک مسلمانوں کی ہوتی ہے۔ مصلائے حنفی۔ حنبلی اور مالکی میں تو اس مطلب کے لئے قرآن پاک اور پنجسورہ کی متعدد جلدیں رکھی رہتی ہیں اول الذکر مصلے پر تلاوت کرنے والے باعتبار اور دیگر مصلے کے بہت زیادہ پائے گئے مصلے مذکورین میں رکھی ہوئی کتابوں کو لیکر تلاوت کرنیکے لئے کسی سے اجازت لینے کی حاجت نہیں

ہوتی ہی ہر ایک جلد پر لفظ اَلْوَقْفُ لِلّٰہِ تَعَالٰی لکھا ہوا رہتا ہے جملہ کتب فی طائف حصول ثواب کیلئے نیکی کمانے والے خیر اندیش مسلمانوں نے غالبًا داخل کی ہیں ہزاری باغ میں میرے ایک مخلص کرم فرما جناب مولانا مولوی قاری حافظ حاجی سید شاہ غلام محی الدین صاحب قادری بلخی پشاوری نے از راہ عنایت مجھ سے فرمایا تھا کہ مکہ معظمہ میں لوگ کلام اللہ شریف ہدیہ لیکر حرم بیت اللہ شریف میں عامہ مسلمین کی تلاوت کرنیکے لئے وقف کر دیتے ہیں تم بھی وقف کرنا چنانچہ مولانا ممدوح کے ارشاد کے مطابق پایا۔ اور الحمد للہ علے احسانہ کہ توفیق الٰہی نے میری دستگیری کی۔ میں نے دو جلدیں قرآن مجید مطبوعہ استنبول باب السلام کے ایک عرب دوکاندار سے ہدیۃً لیں۔ اور دونوں پر اَلْوَقْفُ لِلّٰہِ تَعَالٰی لکھا کر ایک جلد اپنی طرف سے اور دوسری جلد اپنی ہمشیرہ کی طرف سے حرم شریف کے حنفی مصلے میں داخل کر دئے اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل حضرت سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے قبول فرما دے آمین ثم آمین۔ ایام قیام مکہ معظمہ میں میں نے غریب عربوں اور خصوصًا حبشی صورت پاک سیرت تکرونی اور بدوی قبیلے کے خدا پرست اہل شوق (جنکے بدن پر پوشش کے کپڑے بھی درست نہیں تھے مگر خشیتِ الٰہی اور ذوق عبادت و طاعت کے جذبات سے اُنکے قلوب پُر تھے) کو قلمی قرآن مجید تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ اور اکثر کو حرم شریف کے اندر قرآن مجید لکھتے ہوئے بھی میں نے دیکھا اور غور و فکر کرنیکے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ کتابت کی ریاضت و مشقت برداشت کرنے کی وجہ اتحاد نادار اور غریب ہونا ہے۔" حجاج و زائرین میں سے اکثر لوگ اپنے آرام و راحت کے اسباب مہیا کرتے ہیں اور بعضے نام و نمود اور شہرت کے خیال میں زر کثیر ترج کر ڈالتے ہیں۔ اگر مذکورہ بالا اہل حاجت کی حاجت روائی کی طرف توجہ کریں تو مستحق ثواب عظیم کے ہو ویں۔

حرم شریف میں زمزم پلانے یا سبیل کا دستور

ناظرین کرام کو اُوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا کہ چاہ زمزم شریف وسط مسجد الحرام میں ہے اور زمزم پینے والوں کی سہولت کے واسطے حوض میں زمزم بھرے رہتے ہیں اور سقّا دن رات آب زمزم کھینچتے رہتے ہیں مگر مسجد الحرام کے طول و عرض میں جہاں لاکھوں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے چاہ زمزم تک یا حوض تک ہر کسی کا وقت ضرورت رفع تشنگی کیلئے پہنچنا تکلیف دہ ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے

اور بفرض محال اگر پہنچ بھی جائیں تو کامیابی محال ہے۔ لہذا ابت سے عربی یمنی وغیرہ جنمیں بوڑھے جوان اور لڑکے سب ہی قسم کے ہوتے ہیں) مکہ معظمہ کی بنی ہوئی صراحیوں میں جسکو عربی میں شربہ کہتے ہیں زمزم بھر کر سارے حرم شریف میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور زمزم زمزم شور مچاتے ہیں خواہشمند اصحاب کو پیالہ میں ڈھال کر پلاتے ہیں اور حسب موقع اور مجمع ایک حلالہ سے لیکر دو قرش تک ایک پیالہ زمزم پلانیکا معاوضہ لیتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے بلا مشقت زمزم جیسا نعمت غیر مترقبہ ایک دو قرش میں نصیب ہونا غنیمت ہی غنیمت ہے مگر غریب اور نادار مسکین مسلمانوں کے لئے جن میں بیشتر حصہ خود عرب اور دیگر بلاد اسلامی اور ہندوستان کے لوگوں کا ہوتا ہے تشنگی کی آگ کو بجھانیکے لئے ایک پیالہ زمزم کے واسطے ایک حلالہ ایک اشرفی کی قیمت رکھتا ہے۔ ان سے ایک حلالہ بھی ادا ہونا غیر ممکن ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی حاجت روائی اور جان بچانے کیلئے حرم شریف کے صحن میں چاروں طرف مٹی کے خم یا تنگار رکھے ہوئے رہتے ہیں اور آرزومندان ثواب ایک دو روپے خرچ کرکے سقا سے اسمیں زمزم ڈلوا دیتے ہیں اور حاجتمند لوگ اسمیں سے اپنی حاجت پوری کرتے ہیں۔ زمزم پلانے والے کو یہاں زمزمی کہتے ہیں۔ بہت زمانے سے دستور چلا آتا ہے کہ بحصول ثواب کے لئے حجاج وزائرین حرم اپنے اور اپنے رشتہ مندوں اور وفات یافتہ بزرگوں اور عزیزوں کی طرف سے حرم شریف میں سبیل پلانے کا بندوبست کرتے ہیں اسکا طریق اوّل تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ طریق دیگر یہ ہے کہ مٹی کی صراحیاں ایک دو تین حسب مقدور و ہمت اپنے خرید کرتے ہیں اور اسپر اپنا نام درج کراتے ہیں اسپر فقرہ سبیل فی سبیل اللہ لکھاتے ہیں اور اپنے معلم کے ماتحت زمزمی والے کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور فی صراحی دو چار روپے زمزم سبیل پلانے کا معاوضہ مقرر کر دیتے ہیں جسمیں تقریباً سال بھر تک سبیل پلانے کی شرط ہوتی ہے تیسری صورت یہ ہے کہ زمزمی والوں کو فی صراحی چار آنے یا آٹھ آنے کے حساب سے دیدیتے ہیں اور وہ انکی موجودگی میں ہی "سبیل سبیل" پکارتا ہوا لوگوں کو زمزم پلا دیتا ہے۔ میرے خیال میں اول طریق اور سوم طریق پر عمل کرنا مفید اور مناسب معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ طریق دوم کی نسبت اکثر حجاج وزائرین کو شاکی پایا کہ اتنے روپے زمزم سبیل پلانیکے لئے دئے مگر زمزمی والے یا معلم نے وعدہ وفا نہ کیا۔ اس موقع پر اس بات کے اظہار سے چشم پوشی کرنی صریحاً ناانصافی

سمجھتا ہوں کہ صاحب مقدور لوگ بھی سبیل پلانے والے زمزمی اور مذکورہ بالا خم اور تگار والے زمزم سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور ایسا کرکے مسکین اور نادار مسلمانوں کی حق تلفی کرتے ہیں اس سے بچنا اور مسکینوں کے حقوق کو نگاہ رکھنا چاہئے۔ ہر ایک زائر اور حاجی سے حقوق معلمی کے علاوہ معلم لوگ فی کس بحساب تین روپے بابت زمزمی کے وصول کرتے ہیں۔ اسکے صلہ میں ایام قیام مکہ معظمہ تک زمزمی والا حرم شریف کے اندر پنجوقتی نماز کے وقت زمزم بلا معاوضہ پلایا کریگا اور ایک صراحی زمزم قیام گاہ پر بھی پہنچایا کریگا۔ یہی اسکی غرض و غایت ہوتی ہے۔ اور اکثر معلموں کے ماتحت زمزمی والے ایسا کرتے ہیں۔ اور بعض تکاسلی بھی کر جاتے ہیں۔ ہر ایک معلم کے ماتحت زمزمی انھیں کی جانماز پر حجاج کو پلاتے ہیں اور زمزم پلانے سے پہلے پوچھ لیا کرتے ہیں کہ معلم کون ہے اگر دوسرے معلم کے حاجی غیر معلم کی جانماز پر ہوتے ہیں تو اُنکو زمزم مفت نہیں پلاتے ہیں۔" باب ابراہیمؑ کے پاس کنارہ صحن حرم میں ایک بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب ہندی بیٹھتے ہیں اور وہاں پر بھی ایک تگار مٹی کا رکھا رہتا ہے اور لوگ اس تگار کا زمزم پیتے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے عندالملاقات مجھ سے فرمایا کہ اس مقام پر پانی پلانیکا اہتمام ایک عرصہ سے انہیں نے کیا ہے اپنے پاس سے خرچ کرکے زمزم یا دوسرا پانی منگا کر رکھا کرتے ہیں اور لوگوں کو پلاتے ہیں۔ ثواب حاصل کرنے والے اس غرض سے اگر کچھ نقدی رقم انکے حوالے کر دیتے ہیں تو وہ اس مد میں صرف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے خلق خدا کی راحت رسانی کو اپنے آرام پر ترجیح دیتے اور مقدم سمجھتے ہیں نیکوکاروں کے فعل سے ہم کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

حرم شریف میں معلموں کی جانمازیں

کتب تواریخ وغیرہ بے مثل و بیش قیمتی عمارت مسجد الحرام کی اس بات پر شاہد ہیں کہ سلاطین عثمانیہ مال کثیر و بے حساب خزائن حرمین الشریفین کے خدمات کے ماتحت خرچ کرتے آئے اور اچھے سے اچھا نظم آرائش و آسائش کا اپنے عہد معدلت مہد میں کئے۔ مگر پورے مسجد الحرام میں دری قالین یا کپڑے کی جانمازوں یا صحن مسجد الحرام میں بجائے سنگریزوں کے سنگی فرش کا اہتمام کسی خاص مصلحت کی بنا پر نہیں کئے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایسا کرنا انکا عدم توجہی کے باعث نہیں تھا بلکہ اسکے اندر بہت سے فوائد اور مصالح مضمر ہیں۔ بہرحال دری اور قالین کپڑے کے

مختلف اقسام کی جانمازیں معلمین مکہ معظمہ اپنے اپنے علاقہ کے حاجیوں کے واسطے مسجد الحرام میں اوقات نمازمیں اپنے ملازمین وکارندے کی معرفت بچھانے کا اہتمام کرتے ہیں اور پورے مسجد الحرام میں ہر ایک معلم نے اس غرض کے لئے جگہیں مخصوص اور نامزد کر لی ہیں۔ اور اسی مقام مخصوص میں وہ اپنی جانمازیں بچھاتے ہیں اور انکے حاجی بیٹھتے ہیں، مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ حجاج اسکے لئے پابند نہیں ہیں کہ اسی جگہ پر بیٹھیں۔ بلکہ آزاد اور مختار ہوتے ہیں جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں میں تو اپنے معلم صاحب کی جانماز پر کمتر رہتا تھا۔ اکثر اوقات مطاف بیت اللہ، حنفی مصلے یا دالان مسجد الحرام میں بیٹھنے اور نماز پڑھنے اور تلاوت کرنیکا مجھے اتفاق ہوا ہے۔ اکثر حجاج و زائرین اپنی اپنی جانمازیں لیجاتے اور بچھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے بھی تبرکات کی جانمازیں جب خریدکیں تو تبرکاً حرم بیت اللہ کے مختلف مقامات میں بچھائے اور نمازیں پڑھیں۔ میرے خیال میں حرم بیت اللہ کے اندر جانماز اور فرش کی تمنا کرنی عبث ہے۔ اس لئے کہ بغیر فرش و جانماز کے اعضاء سجدہ کو حرم شریف کی مقدس خاک سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور فرش و جانمازیں مندرجہ بالا سعادت سے محرومی۔

حرم شریف میں مساکین

ایسے شہر مقدس میں جسکی تعریف میں غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ قرآن کریم میں وارد ہے وہاں کے غربت کا کیا پوچھنا ہے۔ معلمین و تجار پیشہ اصحاب کے علاوہ شہر مقدس و مضافات میں اسکے بیشتر تعداد غریبوں ہی کی ہے جنمیں سے اکثر لوگ محنت مزدوری کر کے روٹیاں حاصل کرتے اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کی یاد میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس طبقہ کے لوگوں میں تکروری قبیلے کے مرد، عورتیں بچے سب ہی قابل تعریف ہیں۔ یہ لوگ سیاہ فام حبشی صورت نیک سیرت قوی ہیکل ہوتے ہیں۔ بوجھ ڈھونے حمال کا کام کرتے سخت سے سخت محنت اور مشقت برداشت کرتے ہیں۔ نہایت نرم دل اور منکسر مزاج ہوتے ہیں اور یاد الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ اکثر کو میں نے راہ میں چلتے اور بیٹھے ہوئے تسبیح و ذکر میں مشغول پایا۔ لہو و لعب کبر و نخوت اور سخت کلامی سے دور پایا۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا کہ عرب کے موجودہ قبیلوں میں سے تکروری قبیلے کے اکثر لوگ بعض شرفائے عرب پر متقی ہونے کی حیثیت سے قابل ترجیح ہیں قولہٗ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ بوڑھے اپاہج اور ضعیف و ناتوان لوگ دست سوال دراز کرتے ہیں۔ حرم شریف میں آخر الذکر طبقہ کے

لوگ مرد عورتیں بچے بچیاں کثیر تعداد میں حاضر رہتی ہیں۔ بیشتر تعداد مساکین کی باب ابراہیم، باب العمرہ باب الزیادت میں پائی جاتی ہے۔ علاوہ اسکے سامنے حرم شریف میں یہ لوگ گشت کرتے رہتے ہیں اور اہل خیر حسب مقدور اپنے انکو نقدی بھی دیتے ہیں۔ اور روٹیاں حلوے کھجور وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ اور حرم کے مسکینوں کی خبرگیری اور انکے سوال کو پورا کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں اور انکا ایسا سمجھنا بجا و درست ہے۔ ہر شخص کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیئے۔ میں نے بھی موقع کو غنیمت سمجھکر کسی روز اپنے طرف سے کبھی ہمشیرہ کبھی والدہ صاحبہ کبھی کبھی دیگر رشتہ داروں کی طرف سے روٹیاں حلوے۔ کھجور و نقدی حلالے و قروش تقسیم کئے۔ تقسیم خیرات کے وقت مساکین کا اژدحام ہو جاتا ہے اور چاروں طرف سے وہ لوگ گھیر لیتے ہیں اور بخوف محرومی تقسیم کنندہ کے ہاتھوں سے بزور لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک روز تو میرے ساتھ مساکین اس طرح سے لپٹ گئے کہ نوبت دست و گریبان کی پہونچ گئی اور کسی نے پکار کر کہا کہ جو کچھ ہے پھینک دو اور بھاگو" چنانچہ جو کچھ مجھے تقسیم کرنا تھا میں نے انہیں مسکینوں میں پھینک دیا اور جان بچا کر نکل آیا۔ اس لیئے ان مساکین کی نگرانی باہمائے مذکورہ بالا پر نجدی سپاہی کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تقسیم کنندہ سے بسہولت تقسیم کر دینے کے لئے اشیاء خیرات اپنے ہاتھوں میں وہ لے لیتے ہیں۔ باب ابراہیم کے پاس خیرات تقسیم کرتے وقت ایک نجدی سپاہی نے ایک دن مجھ سے تقسیم کر دینے کے لئے مانگا۔ میں نے اسکے حوالہ کر دیا۔ مگر بعد میں مجھ سے دو ایک مسکینوں نے شکایت کی اور کہا کہ سپاہی کے ہاتھ میں مت دیا کیجئے خود سے تقسیم کر دیا کرو۔ اسکے بعد میں نے اسی پر عمل کیا۔ حرم شریف کے مساکین جنہیں کثیر تعداد عرب اور یمنیوں کی ہے اکثر کے بدن پر کپڑے ستر پوشی کے لائق نہ تھے۔ حرم شریف کی جماعت میں اکثر غریب ایسے بھی دیکھنے میں آئے کہ تہبند انکے گھٹنے سے اوپر جانگھوں تک تھے وہ معذور تھے اس لئے اسی حالت میں نماز پڑھتے تھے۔ مقصود تذکرہ مساکین سے میری یہ ہی کہ زائرین اور حجاج کو ایسے غریبوں اور مسکینوں کی حالت زار پر نظر کرتے ہوئے دامے درمے جو کچھ ممکن ہو ان کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ حرم شریف میں ہر ایک نیک عمل پر ایک لاکھ کا ثواب کتب معتبرہ اور اقوال صالحین سے ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ بعضے لوگوں کو مسکینوں کے سوال رد کرتے ڈانٹتے اور سخت کلامی کرتے ہوئے میں نے دیکھا۔ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے

قولہٗ تعالیٰ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ اگر کچھ نہ دینا ہو تو نرمی سے جواب دینا چاہئے حرمین الشریفین کے غربا اور مساکین کی خوبیوں میں سے دو باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ انکے چہرے بشرے سے فکر و پریشانی کے آثار نہیں پائے جاتے ہیں بلکہ وہ مطمئن نظر آتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ تھوڑی چیز بھی خوشی سے قبول کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ایک ہلالہ اور ایک لقمہ بھی اگر دیا جاتا ہے تو اتنا خوش ہوتے ہیں کہ ہندوستانی گداگر پیٹ بھر کھانا اور روپیہ دو روپے پانے سے بھی اتنی رضامندی اور خوشی کا اظہار نہیں کرتے۔

حرم شریف کی تعریف ایک مدنی عالم کی زبان سے

مدینہ شریف کے باشندہ ایک عالم مولانا عمر رسال صاحب مد فیوضہ مکہ معظمہ ایام حج میں تشریف لائے ہوئے تھے اور باب العمرہ کے متصل صحن حرم شریف میں طلبا کو حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے ملاقات کی اور دو مسئلہ ان سے دریافت کیا۔ اول یہ کہ مصافحہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ جسکے جواب میں دو طریقہ مصافحہ کرنیکا اپنے ہاتھوں کو میرے ہاتھوں میں ڈال کر بتلایا اور سند میں حدیث شریف بھی آپنے بیان فرمایا دوسرا سوال یہ تھا کہ حرم شریف میں جو نماز اور خیرات پر ایک کے عوض ایک لاکھ کا ثواب ملنا کتابوں میں لکھا ہے۔ مسجد الحرام کے ہی اندر نماز پڑھنے اور خرچ کرنے پر ملتا ہے یا باہر بھی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مسجد الحرام حرم ہے اور مسجد الحرام کے باہر جتنے مکانات ہیں وہ سب داخل مکہ ہیں اور حدود حرم کے اندر جہاں پر مکانات نہیں ہیں وہ مکہ نہیں ہے حرم ہے۔ ان تینوں مقامات کے اندر نماز پڑھنے اور خرچ کرنے کا ثواب ایک کے بدلے ایک لاکھ کا ملنا روایت میں آیا ہے مگر مسجد الحرام میں نماز پڑھنا اور خرچ کرنا افضل ہے۔

حرم شریف میں نماز جنازہ

منہ رہا قبر میں بھی کوچۂ جاناں کی طرف ؛ مرگئے پر نہ تصور تیرے در کا نکلا ؛ اللہ تبارک تعالیٰ کی عجیب شان ہے کتنے لوگ زندگی بھر حرم بیت اللہ کی حاضری کے لئے ترستے ہیں اور رسائی نہیں ہوتی ہے اور بعضے لوگ ایسے خوش قسمت ہوتے ہیں کہ زندگی تو زندگی مرنے کے بعد بھی انکے جسم خاکی کو حرم شریف کی حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ بیت اللہ شریف کے دکھن جانب مسجد الحرام میں ایک

دروازہ ہی جسکو باب الجنازہ کہتے ہیں۔ مرنے والوں کے جنازے باب الجنازہ سے حرم شریف میں لائے جاتے ہیں اور مقام ابراہیم سے دکھن جانب مطاف میں باب کعبہ شریف کے مقابل میں رکھے جاتے ہیں اور دس بیس آدمی ملکر نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ باوجودیکہ حرم شریف میں ہزاروں اور لاکھوں آدمی رہتے ہیں جنہیں سے اکثر طواف کرتے اور کتنے لوگ نوافل پڑھتے اور بہتیرے لوگ ورد و تلاوت اور مظاہر قدرت کے نظارے میں مشغول رہتے ہیں۔ نماز جنازہ کی شرکت فرض کفایہ سمجھکر نہ تو خود سے سب لوگ کرتے ہیں اور نہ سب لوگوں کو شریک نماز ہونیکے لئے بلایا جاتا ہے اپنی خواہش سے کوئی کوئی شریک ہو جاتے ہیں۔ چند جنازوں کی نماز میں مختلف وقات میں مجھے شریک ہونیکا اتفاق ہوا۔ بعض بعض جنازے میں تو صرف چار پانچ آدمیوں کو نماز جنازہ پڑھتے دیکھا۔ فرض کفایہ کی ادائیگی میں موقع شرکت حاصل رہتے ہوئے متعدد مسلمانان حاضر حرم شریف کی عدم شرکت قابل افسوس اور لائق توجہ ہے۔

پیدائش کے بعد بچوں کو حرم شریف میں داخل کرنیکا دستور

بلد الامین میں پیدا ہونے والے بچے بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں۔ بچوں کو انکی پیدائش کے چالیس روز بعد غسل دلاکر اور مکلف کپڑے پہنا کر انکے اقربا حرم شریف میں لیجاتے اور باب کعبہ شریف کے پاس رکھتے ہیں۔ اور انکی سلامتی وغیرہ کی دعا کرتے کراتے ہیں بعض کا بیان ہے کہ اسکے بعد بچے کے ماں باپ اپنے احباب و رشتہ داروں کی دعوت بھی کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا دستور کی ادائیگی کے لئے ایک بچہ کو حرم شریف لیجاتے ہوئے میں نے بھی دیکھا۔ نہایت خاموشی کے ساتھ لیجایا گیا کسی قسم کا گانا۔ بجانا یا لہو و لعب کا کوئی سامان انکے ساتھ نہ تھا۔ ہندوستان میں بھی مسجدوں میں بچوں کو پیدائش کے بعد لیجاتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ اسکو حرمین الشریفین کے دستور کی تقلید اگر کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ ہندوستان میں توڈھول باجہ کے ساتھ گاتے بجاتے ہوئے خانہ خدا میں بچوں کو لیجاتے ہیں۔ کیا ہی خوب ہو اگر اہل حرم کی طرح معصیت سے بچکر اہل ہند اپنی خوشی کے رسومات کو انجام دیویں۔

حرم شریف میں جوتے رکھنے والے

حرم شریف کے دروازوں پر نعلین و جوتے رکھنے والے بیٹھے رہتے ہیں انکو بواب کہتے ہیں۔ دروازوں کے

باہر میں جوتے رکھنے کے لئے بانس یا لکڑی کی الماریاں ہیں۔ لوگ اپنے جوتے۔ جوتے رکھنے والے کے حوالے کردیتے ہیں اور محافظین اپنی الماریوں میں رکھدیتے اور وقت طلب ٹھیک پہچان کر دیدیتے ہیں۔ گول مال نہیں کرتے۔ حرم شریف کے اندر جوتے ہاتھوں میں لیجانے کی ممانعت نہیں ہے اکثر لوگ لیجاتے ہیں اور پیش نظر رکھتے ہیں۔ انکے پیسے بھی نہیں بچتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی خاص ہمراہی نہیں رہتا ہے جو کہ وقت ضرورت جوتے کی نگرانی کرے تو طواف کرنیکے وقت سخت دقت ہوتی ہے۔ طواف کے وقت کسی صورت سے بھی جوتے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔ اور مجبوراً کسی کی نگرانی میں کہیں پر یا خدا پر چھوڑ کرکے چھوڑ دینا ہوتا ہے۔ چنانچہ اول شب میں مجھے ایسا ہی کرنا پڑا۔ چاندی کی سیڑھیوں کے قریب مطاف کے باہر میں میں نے اپنے نعلین رکھ دیئے۔ بعد طواف کے تلاش میں بڑی دقت پیش آئی دوسرے دن سے واقف ہوجانیکے بعد محافظین نعلین کے پاس پہنچے اور ہمراہیوں کے نعلین وجوتے میں رکھدیا کرتا تھا اور ایک دو دن کے بعد ایک دو قروش ان کو دیدیا کرتا تھا۔ اپنے جوتے محافظین مذکورین کے حوالے کردینے سے دو فائدے متصور ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اطمینان کے ساتھ حرم شریف میں طواف ونماز کرتے اور چلتے پھرتے ہیں دوسرے یہ کہ اس ذریعہ سے ان بیچاروں کی خدمت بھی ہوجاتی ہے۔

مکہ معظمہ میں رباط یا مسافر خانے

مسافروں اور غربا ومساکین کے قیام کیلئے بادشاہوں اور بڑے بڑے سخی اور دریا دل مسلمان مالداروں کے بنوائے ہوئے بڑے بڑے عظیم الشان سنگی عمارت کے مسافر خانے ہیں جنکو رباط کہتے ہیں۔ رباطوں میں رہنے والوں کو ترکی عہد حکومت میں روٹیاں بھی ملتی تھیں۔

مکہ معظمہ میں ڈاکخانہ اور ٹیلیگراف

حرم شریف کے دالان سے ملحق باب الوداع کے پاس ڈاکخانہ ہے جسکو یہاں عربی میں بوسطہ کہتے ہیں بوسطہ کے باہر میں خطوط نویس لوگ کاغذ دوات وقلم لفافے لئے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں اور محنتانہ لیکر خطوط لکھدیا کرتے ہیں۔ خود سے لکھنے والے اپنے سے لکھ لیتے ہیں۔ یہاں خطوط ڈالنے کے لئے لیٹر بکس صندوق کا دستور نہیں ہے بلکہ ڈاک منشی کے ہاتھ میں خطوط دیئے جاتے ہیں۔ خطوط کے وزن دیکھ کر ٹکٹ کی قیمت نقد ڈاک منشی وصول کرلیتا ہے اور مقابل میں ٹکٹ خود سے چسپاں کرکے مکہ معظمہ کی مہر

خطوط پر لگا دیتا ہے۔ عرب سے باہر جانے والے خطوط کے لفافے پر تین قروش محصول لگتے ہیں تولے سے زیادہ وزن لفافہ کا ہونے کی صورت میں بلحاظ وزن تین قروش سے زیادہ کی ٹکٹ لگائی جاتی ہے۔ یہاں ٹیلیگراف ہے، وائرلیس بے تار کی خبر رسانی کا آلہ مکہ معظمہ میں نہیں ہے تقسیم خطوط کے لئے یہاں بھی عرب پوسٹمین ہیں۔ مطابق لکھے ہوئے نشان پتہ کے خطوط تقسیم کئے پھرتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں دار الحکومت

حرم شریف کے باب الرحمۃ کے دکھن جانب دار الحکومت ہے جو کہ حمیدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ دار الحکومت کی عمارت نہایت خوبصورت وسیع اور عالیشان ہے جمعہ کے روز دار الحکومت کے اوپر سبز رنگ کا جھنڈا جسکے ایک طرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اور دوسری طرف نصر من اللہ و فتح قریب لہرا تا رہتا ہے اور حرم شریف سے بخوبی نظر آتا ہے۔ حجاج و زائرین یا دیگر لوگوں میں سے جس کسی کو کوئی شکایت ہوتی ہے حمیدیہ میں جاکر درخواست اپنی اپنی زبانوں میں یا عربی زبان میں لکھ کر یا لکھا کر داخل کرتے ہیں۔ دار الحکومت میں مترجم سرکاری بھی موجود رہتے ہیں اور غیر زبانوں کی درخواستوں کا ترجمہ عربی میں کرکے پیش کرتے ہیں اور مناسب احکام صادر کئے جاتے ہیں۔ دادوفریاد کی غرض سے دار الحکومت میں جانے والوں کو درخواست عربی زبان میں لکھا کر لیجانا اور عربی داں مترجم اپنے ساتھ لیجانا چاہیئے تاکہ سلطان۔ قاضی مفتی امورات انصاف طلب کے متعلق جو کچھ سوال وجواب کریں ہمراہی مترجم درخواست دہندہ اور حکام دونوں کو سمجھا سکے بغیر اسکے کامیابی کی امید کم رکھنی چاہیئے۔ روپے آٹھ آنے دینے سے مترجم کا حق ادا کرنے والے اشخاص آسانی سے ملجاتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں اکثر حجاج نے شکایتیں کیں کہ دار الحکومت میں درخواست کرنے پر کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ ایسے لوگوں نے اپنی شکایات کی ترجمانی نہیں کی اور خود عربی زبان سے ناواقف رہنے کے باعث دوبارہ خبر لینے کی ہمت ہار گئے۔

محکمات کے نام

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں پر تین قسم کے محکمے ہیں (۱) مجلس ادارہ (۲) محکمہ شرعی (۳) محکمۃ الجزا۔ مجلس ادارہ میں امور مالی وملکی کے متعلق مشورہ ہو کر اجرا احکام ہوتے ہیں۔ محکمہ شرعی کو قضا یا بھی کہتے ہیں۔ اسمیں میر مجلس قاضی ہوتا ہے اور دو شخص یعنی نائب قاضی و مفتی یہ تینوں ملکر مقدمات شرعی و تنازعات حقیت کو فیصل

کرتے ہیں محکمۃ الجزا یعنی فوجداری محکمہ اسمیں نائب قاضی حاکم اول اور بقیہ چار کس شرفائے عرب بطور اسیسر کے رہتے ہیں اور پانچوں باہم اتفاق کرکے مقدمات فیصل کرتے ہیں۔

حرم شریف کے چاروں طرف بازار و سڑک

مسجد الحرام کے چاروں طرف وسیع راستے بطور سڑک کے ہیں مشرق اور شمال وجنوب کی طرف تو بہت کشادہ سڑکیں ہیں جنمیں اونٹوں کے قطار اور گاڑیاں اور موٹریں بھی آتی جاتی ہیں۔ بقیہ مغرب کی طرف تنگ راستے بطور کوچے کے ہیں۔ مندرجہ بالا راستوں میں اکثر جانب نہر زبیدہ کی شاخیں گئی ہیں۔ اور انہیں ایسے مقامات بنے ہوئے ہیں۔ اور پیپنچ (نل) لگا دیئے گئے ہیں کہ ضرورت کے موافق آسانی سے لوگ وضو کرتے اور پانی پیتے ہیں۔ راستے کے دونوں جانب کانیز اور بازار اشیاء خورد و نوش پختہ و خام اجناس ونیز اشیاء تبرکات و کپڑے وغیرہ وغیرہ کی ہیں ایام حج میں لاکھوں روپے کی چیزیں روزمرہ فروخت ہوا کرتی ہیں۔ شام و یمن مصر و استنبول وغیرہ کے ریشمین و سوتی بیش قیمت کپڑے وغیرہ کی بڑی بڑی دکانیں باب الزیادہ۔ باب المدینہ اور باب الدریبہ کے باہر میں ہیں۔ تجدید وضو کے لئے پانی کے طلبگاروں کی واقفیت کے لیے یہ نوٹ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ باب ابراہیم۔ باب العمرہ۔ باب السلام۔ باب الصفا۔ باب الزیادہ کے باہر ابریق یعنی مٹی کے بدھنے اور مٹی کی صراحیوں میں پینے کے لئے میٹھا پانی اور وضو کے لئے کھاری پانی فروخت کرنے والا مہیا رکھتے ہیں۔ ایک یا دو ہلالے میں ایک ابریق یا ایک صراحی پانی ہر وقت دستیاب ہوجاتا ہے۔ اطراف حرم شریف کے علاوہ دیگر محلوں کے گلیوں اور سڑکوں پر ضروریات زندگی کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور متعدد دکانیں ہر قسم کے اشیاء کی ہیں زیادہ دور تلاش میں گشت لگانے کی زحمت اٹھانی نہیں پڑتی ہے حجاج و زائرین کی کثرت کے لحاظ سے ہر شخص کی ضرورت اور خواہش کے مطابق سب ہی چیزوں کا مکۃ المکرمہ جیسے غیر ذی زرع مقام میں دستیاب ہوجانا قیاس و گمان اور وہم و خیال سے باہر ہے اور سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعا کی برکت اور قبولیت دعاء ابراہیمی کی یہ کھلی دلیل ہے۔

مکۃ المکرمہ میں شفا خانہ

مکہ معظمہ میں حکومت حجاز کی طرف سے ترکی حکومت کی یادگار دو ہیں

ایک یادگار شفا خانہ بھی ہے۔ یہ شفا خانہ محلہ زقاق الحجر میں واقع ہو از قاق الحجر وہ محلہ ہے جس میں
حضرت سیدہ خاتون جنت پیدا ہوئیں۔ شفا خانہ مذکور میں مریضوں کے رہنے سہنے کے سامان بھی ہیں
اور ان کی تیمار داری دوا و غذا مرہم پٹی اور ڈاکٹر و کمپونڈر وغیرہ اور نگرانی کے کافی انتظام
ہیں لیکن ڈاکٹر چونکہ عربی یا شامی ہیں اور ہندوستانی زبان سے ناآشنا ہیں اس وقت کے باعث
ہندوستانی حجاج وقت ضرورت ان کے علاج سے مستفیض ہونیکے بجائے یونانی دواؤں کے
استعمال سے اپنا کام نکال لیتے ہیں اور از خود شفا خانہ مذکور تک نہیں جاتے تا وقتیکہ انکو سرکاری
طور پر مجبور کر کے نہ پہنچایا جائے۔ اگر شفا خانہ کے ڈاکٹر یا کسی دوسرے ڈاکٹر سے علاج کرانا مقصود
ہو تو عربی وار دو داں مترجم کا اپنے ساتھ لیجانا مناسب ہے تاکہ مریض اور معالج دونوں کی تشفی کا
باعث ہو۔

نہر زبیدہ نہر زبیدہ کے بانیہ کا نام امۃ العزیز عرف زبیدہ خاتون ہے۔ یہ خلیفہ
ہارون رشید کی بیوی تھیں۔ تاریخ مکہ میں درج ہے کہ زبیدہ خاتون نے جاری کی یعنی لائی ایک نہر
حنین سے کہ ایک موضع ہے قریب طائف کے پہاڑوں کو سوراخ کر کے اور پتھروں کو تراش کر کے
اور خرچ کئے اسمیں ایک کروڑ سات لاکھ مثقال سونے کے اور پہنچائی طرف مکہ کے۔ اور منبع اس نہر کا
بیچ مغاک ایک پہاڑ بلند کے ہے کہ اسکو طاد کہتے ہیں۔ منجملہ جبال سینہ کے بیچ راہ طائف کے جاری ہوتا
ہے اس پہاڑ سے پانی طرف حنین کے کہ موضع غزوۂ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پس بنائیں زبیدہ نے
کاریزیں اور امداد کی حنین نے ساتھ کئی چشموں کے اور نام اسکا مقاتل اور چشمون زعفران و بردد
و طارقی و نقیہ و جبیات ہے۔ اور داخل ان چشموں کو کیا بیچ حنین کے پھر حکم کیا زبیدہ نے واسطے جاری
کرنے نہر وادی نعمان کی طرف جبل عرفات کے اور وہ ایک نہر ہے کہ منبع اسکا مغاک جبل پر گرا ہے اور
وہ ایک کوہ بلند ہے محل باران کا قریب طائف کے پھر لائی گئی وہ نہر وادی نعمان میں طرف جبل رحمت کے
کہ محل خطیب و جگہ ٹھیرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جبل رحمت سے طرف حوض کے کہ قریب
عرفات کے ہے اور اسمیں سے طرف پشت جبل کے پیچھے مازمین کے کہ ایک راہ تاریک ہے برابر مزدلفہ کے
جانب جنوب کو پھر طرف مزدلفہ کے پھر طرف اس جبل کے کہ عقب منا کے ہے الخ۔ تخمیناً تیس میل کے
رقبے میں یہ پختہ نہر حنین سے عرفات اور منا مزدلفہ سے مکہ معظمہ تک جاری ہے اور سطح زمین سے

پہاڑوں کی چڑھائی اور ہر نشیب و فراز مقام میں اسکا پانی یکساں جاری رہتا ہے۔ مکۃ المکرمہ میں تیرہ مقامات پر نہر زبیدہ کے پختہ حوض بنائے گئے ہیں۔ اوپر کی جانب تو ایسی آسانی رکھی گئی ہے کہ بھشتی لوگ اپنے ڈول سے پانی بھر لیتے ہیں اور نیچے کے جانب ایسی آسانی رکھی گئی ہے کہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اس سے اُتر کر جس کا جی چاہتا ہے پانی بھر لاتا ہے۔ ان مقامات کے علاوہ حرم شریف کے اکثر جانب ایسے مقامات بنے ہوئے ہیں اور انہیں پیچ لگا دئے گئے ہیں کہ ضرورت کے موافق لوگ آسانی سے وضو کرتے اور پانی پیتے ہیں۔ اس نہر کی صفائی سلاطین اسلام اپنے زمانے میں کراتے آئے ہیں۔ چنانچہ ۱۲۹۶ھ میں سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے نہر مذکور کی صفائی و مرمت کرائی تھی۔ حجاج کو عموماً اور باشندگان مکہ معظمہ کو خصوصاً نہر زبیدہ سے بیحد فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ نہر زبیدہ ایام حج میں حجاج عالم کے جانوں کی ضمانت ہے۔ نہر زبیدہ عرفات شریف۔ مزدلفہ منا اور مکہ مکرمہ کے سنگلاخ پہاڑی اور چٹیل تپتی ہوئی ریگستان میں ایک بڑی رحمت ہے۔ زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے نہر مذکور کی تعمیر کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے اور خالق دو عالم سے اپنے لئے اسکے صلے میں ثواب ابدی اور مسلمانانِ عالم سے خراج تحسین و دعائے خیر پانے کی مستحق ہوئی ہیں۔ نہر مذکور ہی کی عدم صفائی او بدنظمی سے میدانِ عرفات۔ مزدلفہ۔ منا اور مکہ معظمہ میں ہزاروں حجاج کی جانوں پر آ بنتی ہے اور حجاج پانی نہ ملنے کے باعث ماہی بے آب کی طرح سے تڑپ تڑپ کر ملک بقا کو کوچ کر جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ شریف حسین کے وقت میں ایک سال نہر مذکور کی صفائی نہ ہونیکے باعث تقریباً دس ہزار آدمی پیاسے مر گئے۔ امسال بھی خفیف بدنظمی کے باعث منا اور مزدلفہ میں اکثر حجاج کو پانی نہیں ملا۔ اور پانی کا نہ ملنا انکی موت کا باعث ہوا۔ خداوند کریم کی رحمتیں نازل ہوں روح زبیدہ خاتون پر جس نے عرب کی مقدس سرزمین میں مخلوق خدا کی جان شیریں کی حفاظت اور راحت و بقا کے لئے نہریں جاری کیں اور اپنی بہترین یادگار دنیا میں چھوڑی۔ حکومت حجاز ایام حج میں اگر اپنی ذمہ داری اور حجاج کے عزیز جانوں کے استحفاظ کا خیال کر کے نہر زبیدہ کی صفائی اور آب رسانی کے نظم کو ٹھیک رکھے تو کئے دن پیاس کے مارے حجاج انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ مریں اور نہ شکایت کا موقع پیش آوے۔ نہر زبیدہ کے چندہ صفائی اور آب رسانی میں حجاج وزائرین و عامہ مسلمین کو بھی شرکت و امداد کر کے حکومت کا ہاتھ بٹانا اور ثواب آخرت حاصل

کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

طائف شریف کی زیارت

مکہ معظمہ سے ساٹھ میل کے فاصلے پر جانب مشرق وجنوب عرفات شریف سے آگے ایک چھوٹا سا شہر طائف ہے۔ آب وہوا یہاں کی نہایت سرد ہے۔ بارش وہاں ہمیشہ ہوتی ہے۔ طائف نہایت زرخیز مقام ہے۔ ہر قسم کے میوہ جات ترکاریاں سبزیاں پیدا ہوتی ہیں اور باغات میوے کے بکثرت ہیں جن میں نہریں آب شیریں کی جاری ہیں۔ ہر باغ میں پانی کے حوض بنے ہوئے ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ والوں کے لئے دعا مانگی تو جناب باری عز اسمہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ایک سیراب زرخیز زمین کا ٹکڑا شام کے ملک سے اُٹھا کر وہاں لیجا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے موافق حکم ربانی ایک ٹکڑا زمین کو شام سے اُٹھا کر سات بار طواف کعبہ شریف کا کرایا اور قریب مکہ معظمہ کے رکھدیا اس وجہ سے اس ٹکڑے کا نام طائف رکھا گیا اہل مکہ اور حجاج بعد حج کے نیز گرمی کے موسم میں وہاں جاتے اور رہتے ہیں اور اکثر لوگ زیارت کیواسطے وہاں جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چچازاد بھائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار اور مزارات طیبات حضرات طیبؓ و طاہرؓ صاحبزادگان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت زید ابن ثابتؓ کے طائف میں ہیں۔ جن کے قبوں کو کہتے ہیں کہ نجدیوں نے منہدم کردئے ہیں۔ مکہ معظمہ سے عرفات ہوتا ہوا راستہ طائف شریف کو گیا ہے۔ اونٹ تین رات میں اور حمار ایک رات دن میں پہنچاتے ہیں مکہ معظمہ سے چل کر بمقام زیمہ پہلا قیام اور بمقام سیل دوسرا قیام ہوتا ہے اور تیسرے دن بمقام طائف شریف پہنچتے ہیں۔ مکہ والوں نے اپنے مکانات وہاں بنوائے ہیں۔ کرایہ پر رہنے کو وہاں مکانات ملجاتے ہیں۔ ایام حج میں کرائے اونٹ اور حمار کے بڑھ جاتے ہیں اور اکثر نہیں ملتے۔ افسوس ہے کہ باعث عدم بندوبست سواری اونٹ کے ونیز شدت گرمی وباد سموم چلتے رہنے کے میں وہاں نہ جا سکا اور آرزوئے دید دل میں رہ گئی۔

مکۃ المکرمہ میں ڈاکٹر اور حکیم

شفاخانہ کے ڈاکٹر کے علاوہ بھی مکہ معظمہ میں ڈاکٹر ہیں اور علاج ومعالجہ کرتے ہیں۔ مگر سب ہی سرکاری ہیں غیر سرکاری کوئی بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقت ضرورت طلب کرنے سے فیس ایک گینی سے کم

نہیں لیتے۔ حکومت کی طرف سے حکیم طبیب نہیں ہیں۔ البتہ ایام حج میں جو طبیب مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں وہ علاج معالجہ یونانی طور پر کرتے ہیں میرے واقفکاروں میں چند طبیب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اول مولوی حکیم حاجی محمد رافت اللہ صاحب گورکھپوری جنہوں نے حجاج کی خدمت کیلئے اپنے وطن گورکھپور سے ہی ایک بکس میں مرکبات دوائیں طیار کرکے ہمراہ لے لیں تھیں اور اس مبارک سفر میں باوجود خود بیمار ہوجانیکے بھی دوسرے بیماروں کی دیکھ بھال اور مناسبانہ تدبیر و علاج میں اپنے پاس سے دوائیں دیکر نہایت خلوص و محبت کے ساتھ حکیم صاحب موصوف پیش آتے رہے۔ اور مستحق دعائے خیر ہوا کئے۔ دوم حکیم حاجی بشیر احمد صاحب حیدرآبادی اگرچہ آپ سرکار نظام کی طرف سے اس خدمت پر حیدرآبادی قافلہ کے ساتھ بھیجے گئے تھے لیکن اپنے قافلے کے سوا دوسرے بیمار بھائیوں کے ساتھ بھی آپ ہمدردی فرماتے تھے۔ سوم مولوی حاجی حکیم محمد ادریس صاحب ساکن موضع ڈیاتوان ضلع پٹنہ۔ آپ قریب ایکسال سے مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ اکثر لوگ آپ سے واقف ہوگئے تھے اور مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج کی خدمت کو ایام قیام تک اپنے ذمہ انجام دیتے رہے۔ اسی طرح سے بہت سے خدا کے نیک اور مخلص بندے مہمانان بیت اللہ کی خدمت علاج و تیمارداری کو انجام دئے اور دیتے رہتے ہیں۔ جملہ اصحاب متذکرہ بالا مستحق شکریہ ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک ان سب کی مخلصانہ خدمات کو قبول فرماوے۔ اور دوسرے بھائیوں کو بھی توفیق تقلید عطا فرماوے۔

مکۃ المکرمہ میں یونانی دواخانہ

یونانی دواخانے مکہ معظمہ میں چند ہیں جنمیں دوائیں مفرد اور مرکبات شربت۔ عرق۔ معجون و عرقیات وغیرہ بہت صاف اور عمدہ دستیاب ہوتے ہیں۔ اہل حاجت کے لئے نوٹ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ایسے دواخانے باب العتیق اور باب الزیادت کے اتر جانب اور باب العمرہ کے پچھم اور اتر جانب میں ہیں اور تقریباً یہ سارے دکاندار ہندوستانی ہیں اور مکہ معظمہ کے باشندوں میں داخل ہوگئے ہیں۔ ہندوستانی ہونیکے باعث ہندی حجاج کو دواؤں کی خریداری میں آسانی بھی ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا دواخانوں کے علاوہ محلہ سفلہ بازار صفا مروہ کے قریب میں بھی یونانی دوائیں ملتی ہیں۔ انہیں دواخانوں میں روغن بلسان۔ خاک شفا۔ اور پیلو کے مسواک بھی فروخت ہوتے ہیں۔ بعض لوگ اس مبارک سفر

مفرد و مرکب ادویات مخصوص امراض کے متعلق اپنے ہمراہ اپنے مصرف میں وقت ضرورت ورلاتے اور رفاہ عام کی غرض سے لیجاتے ہیں۔ (میں بھی چند مرکبات و مفردات ادویات حبوب دافع بخار حبوب ہاضم و مشتہی شربت لیموں۔ حبوب دافع سہل (دست) تخم اسبغول۔ بادیان وغیرہ اپنے ہمراہ وطن سے لیگیا تھا جنمیں سے بیشتر حصص ادویات اپنے اور دوسروں کے کام آئے۔ اور کسیقدر بچے بچائے میرے شامل رہے۔

مکۃ المکرمہ میں مریض قریب المرگ کے ساتھ معاملات

مکۃ المکرمہ میں ان مریضوں کے ساتھ جنکی زندگی کی امید مایوسی سے بدلی ہوئی نظر آتی ہے معلم اور انکے کارندے بجائے اسکے کہ مریضوں اور ان کے ہمراہیوں کی ہمدردی اور تسکین کے باعث ہوں اور کلمات خیر کی تلقین کریں۔ اسکے مال و اسباب نقدی وجنسی کی تلاشی اور تفتیش میں نہایت سختی کے ساتھ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جاں بلب مریضوں کے نام ولدیت سکونت عمر و ثار لکھتے اور فہرست مال و اسباب کی کرتے ہیں اور مریضوں کے قفس خاکی سے روح پرواز کرتے ہی انکے اموال و اشیاء متروکہ پر یہ کہکر قبضہ کر لیتے ہیں کہ دار الحکومت میں داخل کر دئے جاینگے اور بعد تحقیقات مستحقین کو موت کے واپس دئے جاینگے ایسے نازک اور تشویشناک ساعت میں ظہور موت کے قبل معلم اور انکے کارندوں کے مندرجہ بالا طرز عمل مریضوں اور انکے ہمراہیوں کے لئے سوہان روح ثابت ہوتے ہیں۔ اور نہایت افسوسناک اور حکومت حجاز اور مجلس شوریٰ کی توجہ خاص کے مستحق ہیں

مکۃ المکرمہ میں مُردوں کی تجہیز و تکفین وغیرہ کے دستور

حضرت ملک الموت کے کارفرمائی سے کوئی مقام اور کوئی ساعت خالی نہیں جاتے جن لوگوں کے پیمانۂ حیات لبریز ہو جاتے ہیں اور مکہ معظمہ منا۔ مزدلفہ یا عرفات شریف میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں۔ انکی تجہیز و تکفین و تدفین دو طریقوں پر عمل میں لائے جاتے ہیں (۱) اگر مردہ لاوارث پایا جاتا ہے تو معلم اسکی اطلاع تحریری مامور بیت المال اور ڈاکٹر سرکاری کو کرتے ہیں اور بیت المال کے مقررہ غسّال و حمّال حسب دستور بیت المال کے اخراجات سے اسکی تکفین و تدفین بعد معائنہ ڈاکٹری کے عمل میں لاتے ہیں اور ایسے لاوارث مُردوں کے مال و اسباب متروکہ بیت المال میں داخل کر دئے جاتے ہیں۔ (۲) اگر مُردے کے اقربا یا ہمراہی موجود ہوتے ہیں اور

تجہیز و تکفین وغیرہ اپنے اخراجات سے کرانا چاہتے ہیں تو معلم مطوف یا انکے ماتحت کام کرنے والے سرکاری ڈاکٹر کے پاس تحریری اطلاع دیکر اجازت تجہیز و تکفین کی حاصل کرتے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے جائز اخراجات کے علاوہ ناقابل برداشت مطالبہ پیش کرتے ہیں یعنی کفن کے کپڑے اپنے پاس سے دینے پر بھی حقوق غسال و حمال و گورکن کے مد میں بیس پچیس روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنی من مانی رقم نقدی جبتک نہیں پاتے متوفی کے وارث یا ہمراہی ہمدردی رکھنے والوں کے مال و اسباب کو بھی مرنے والیکا مال متروکہ کہکر حکومت میں داخل اور ضبط کرا دینے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ چند معتبر احباب سفر حج نے آپ بیتی کہانی معلم اور انکے ماتحتوں کی سخت گیری کی مجھ سے بیان کی۔ اور ایک موقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے یہ معاملہ غم رسیدہ حجاج کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور اپنے کانوں سے سُنا۔ معلم اور انکے ماتحتوں کا مندرجہ بالا رویہ سخت افسوسناک ہے اور غمزدوں کی مصیبت میں اضافہ کا باعث۔ اسکے متعلق بھی حکومت اور انجمن نگراں کو توجہ فرماکر حجاج کو ناجائز اخراجات کے بار سے سبکدوش کرنا چاہیئے۔ ہر ایک مرنے والے وارث دار ہوں یا لاوارث انکے متروکہ اشیاء جنسی ہوں یا نقدی فہرست کے ساتھ معلم یا انکے ماتحت بیت المال میں داخل کرانیکے پابند ہیں۔ حاکم شرعی وارث اور قائم مقام کی تصدیق بذریعہ گواہان لیتے ہیں اور پاسپورٹ و جہاز کے ٹکٹ پر تصدیق درج کر دیتے ہیں اور مامور بیت المال کے نام منقولہ اشیاء متروکہ وارث یا قائم مقام کو واپس دینے کے لئے احکام جاری کرتے ہیں۔ حکم پانیکے بعد مامور بیت المال حسب تفصیل ذیل فیس وضع کرکے بقیہ رقوم وارث کو واپس کرتا ہے نقد روپے میں فی صدی پانچ روپے جہاز وغیرہ کے ٹکٹ کی قیمت پر ڈھائی روپے فی صدی اشیاء منقولہ پر فیصدی پانچ روپے اور تخمینہ قیمت لگانے والے کی فیس فیصدی دو روپے۔ جو لوگ حق وراثت ثابت نہیں کر سکتے ہیں انکو متروکہ اشیاء واپس نہیں دیجاتی ہے بیت المال میں رکھی رہتی ہے۔ اور جس سلطنت کا باشندہ متوفی ہوتا ہو اُس حکومت کو اطلاع حکومت حجاز کرتی ہے اور بعد تحقیقات اُسکا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ پاسپورٹ اور ٹکٹ جہاز کی تصدیق کرا لینے پر واپسی جہاز کا محصول جہاز۔ ان کمپنی سے بمبئی۔ کراچی یا جہاں سے روانگی ہوئی ہو مل جاتا ہے۔ جو لوگ مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ کی حکومت سے تصدیق نہیں کرا سکے تھے انکو جدہ میں پلگرم افیسر سے تصدیق کرانا ہوا۔

اور ہوتا ہے بلا تصدیق کرائے ہوئے محصول جانا نہیں جا سکتا ہے۔ اس لئے مندرجہ بالا اصول کو یاد رکھنا چاہیئے اور وقت ضرورت اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

مکۃ المکرمہ میں حجاج کے قیام گاہ

مکہ معظمہ میں حجاج کے قیام کے لئے معلم اور دوسرے لوگوں کے بڑے بڑے مکانات سنگی عمارت چار منزلے پانچ منزلے بنے ہوئے ہیں جنہیں متعدد کمرے ہوتے ہیں۔ انہیں میں معلم اپنے علاقہ کے حجاج کو ٹھیراتے ہیں ہر ایک کمرے میں دس بارہ آدمی ٹھیرائے جاتے ہیں جن میں سوائے بستر لگا کر قطار در قطار سونے کے اور زیادہ گنجائش نہیں ہو سکتی ہے۔ ان مکانوں میں پائخانے غسل خانے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور کھانا پکانے کیلئے ہر ایک مکان میں کوئی مخصوص جگہ نہیں ہوتی بلکہ حسب خواہش اپنے کوئی جگہ منتخب کر لینی پڑتی ہے۔ مکانات میں ٹھیرنے کا کرایہ بحساب فی کس پندرہ روپیہ کے معلم حجاج سے وصول کرتے ہیں۔ حرم شریف کے قریب میں بہت سی عمارتیں مختلف لوگوں کی اس غرض کے لئے ہیں جنکے کرایہ حسب حیثیت اور وسعت و خوبی مکان کے آٹھ گینی سے لیکر پچاس ساٹھ گینی تک ہوتے ہیں۔ مکانات کے کرایہ بلا توسط معلم کے اگر طے کئے جاتے ہیں اور صاحب مکان سے بالا بالا گفتگو کیجاتی ہے تو بہت کم دینے پڑتے ہیں۔ مکانات کے علاوہ حجاج میدانوں سڑکوں اور گلی کوچوں میں بھی مقیم ہوتے ہیں اور اس صورت میں ان کو کرایہ ادا کرنا نہیں پڑتا ہے۔ رباطوں میں ٹھیرنے والوں کو بھی کرائے دینے نہیں پڑتے ہیں۔ اور کہیں کہیں دینے بھی پڑتے ہیں۔

مکۃ المکرمہ میں قہوہ خانے

قہوہ خانے تو مکہ معظمہ میں قدم قدم پر ہیں جنمیں چائے۔ قہوہ سگریٹ۔ لیمونیٹ سوڈا واٹر اور صراحیوں میں بھرا ہوا ٹھنڈا پانی ہر وقت طیار ملتے ہیں بیٹھنے کے لئے چارپائی یا بنچ رسی سے بنے ہوتے اور لوہے کی کرسیاں قرینے سے رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ باعتبار جدہ کے مکہ معظمہ کے قہوہ خانوں میں اگر کمی پائی گئی تو ایک چیز کی یعنی حقہ حقے کسی قہوہ خانے یا دکان میں دیکھنے میں نہیں آئے۔ معلوم ہوا کہ تمباکو نوشی کی حکومت کی طرف سے ممانعت ہے مگر یہ منطق سمجھ میں نہ آئی کہ سگریٹ کا استعمال اور فروخت کیوں جاری ہے؟ اشیاء ممنوعہ میں تو دونوں برابر ہیں۔ جو لوگ رات دن میں چند بار چائے نوشی کے عادی ہیں انکے حق میں یہ قہوہ خانے بہت راحت رساں ثابت ہوتے ہیں۔ باشندگان عرب کے

نشستگاہ اور دلچسپی کے لحاظ سے یہ قہوہ خانے "عربی کلب" کہے جانے کے مستحق ہیں۔ یہاں بھی وہی دستور ہے کہ جہاں کوئی شخص قہوہ خانہ کے بنچ یا کرسی پر بیٹھ گیا فوراً ملازم نے قہوہ کی پیالی یا چائے بھری پیالی پیش کر دی۔ اگر پینے سے انکار کیا گیا تو فوراً اٹھا دیتے اور زبان سے ناشائستہ کلام استعمال کرتے ہیں۔ لہذا قہوہ خانہ میں بلا ضرورت جانے اور بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ تلخ کلامی کا موقع نہ آئے۔

مکۃ المکرمہ میں صفائی و روشنی

صفائی اور روشنی کے لئے بھی مکہ معظمہ میں حکومت کی طرف سے انتظام ہے۔ ہر روز صبح کے وقت نکرو تی عربوں کے چھوٹے چھوٹے بچے اور نوجوان سڑکوں اور گلی کوچوں میں جاروب کشی کرتے اور کوڑے کو گدھوں اور خچروں پر لاد کر بیرون شہر میں پھینکتے ہیں۔ مجمع کثیر کے رہنے اور ان کی آمد و رفت سے مٹی اور بالو کے پھلکے اڑ جاتے ہیں اور گرد و غبار اٹھتے ہیں اسلئے جا بجا پانی کا چھڑکاؤ بھی سقاؤں کے ذریعہ سے ہوتا رہتا ہے اکثر گھروں اور دکانوں والے اپنے گھروں اور دکانوں کے سامنے روزانہ پانی کا چھڑکاؤ کراتے رہتے ہیں۔ روشنی کا اہتمام تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شہر کی تمام سڑکوں اور گلیوں میں ہر مکانات کی دیواروں پر لالٹین نصب کئے ہوئے ہیں جنھیں ہر روز شام کے وقت حکومت کے مقررہ لوگ روشنی کئے پھرتے ہیں۔ اسکے علاوہ ایام حج میں تو معلمین اپنے اپنے مکانوں کے سامنے گیس کے بڑے بڑے لیمپ روشن رکھتے ہیں۔ جا بجا گیس اور دوسری روشنیوں کے روشن رہنے سے ہر رات شب برات نظر آتی ہے۔ میدانوں اور کھلی جگہوں پر بسر کرنے والے لوگ جنھیں مقامی اور بیرونی سب ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ راستوں اور گلی کوچوں میں پیشاب پاخانہ کر دیا کرتے ہیں جس سے گندگی پھیلتی ہے اور دوران ہوا کا خدشہ لگا رہتا ہے۔ میرے خیال میں امراض معدی حتیٰ کہ یا ہیضہ کے شکایات ایام حج میں گندگی ہی کے باعث واقع ہوتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس مقدس سرزمین میں ہوا اتنی لطیف چلتی رہتی ہے کہ باوجود کثرت غلاظت کے بھی گندگی سے ہوا کم متاثر ہوتی ہے۔ پاخانے اور پیشاب کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اگر ڈبل ٹین یا لکڑی اور چٹائی کے پاخانے اور پیشاب گاہ بنا دئے جاتے تو خوب ہوتا حجاج کو عافیت بھی ہوتی اور نجاست اور گندگی کے آثار جا بجا دیکھنے میں نہیں آتے۔ ایام حج کے مجمع عظیم کے موقع پر صفائی کا اہتمام ضروری ملحوظ رکھتے ہوئے حکومت کے ارکان کو کافی توجہ

قربانی چاہیئے۔

زمین حرم کے کتے

مکہ معظمہ میں خصوصاً حرم شریف کے قرب میں کتے بہت پائے جاتے ہیں اور اکثر راستوں پر بیٹھے اور سوئے رہتے ہیں۔ کسی کے دھکے یا ٹھوکر لگنے سے غصہ نہیں کرتے اور نہ کسی کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ آپس میں یہاں کے کتے لڑتے جھگڑتے بھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ سبحان اللہ حرم پاک کی ہیبت و عظمت سے جانور بھی متاثر ہیں۔ بعضے آدمیوں کا بیان ہے کہ حرم کے کتوں کو ترکی عہد حکومت میں کھانے کو روٹیاں ملتی تھیں۔ اب تو راستے میں گری پڑی ہوئی ہڈیاں اور رحمدل لوگوں کے ڈالے ہوئے لقمے پر انکی اوقات ہے۔ اور یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ مکہ معظمہ کے بازاروں اور گلی کوچوں کی صفائی میں حرم کے کتے بھی مددگار ہیں۔

حرم کے مرغ شب بیدار

یوں تو آخری شب میں ہندوستان اور دیگر ممالک میں مرغ بانگ دیتے اور سوتوں کو جگاتے رہتے ہیں مگر مکہ معظمہ کے مرغ خاص وصف سے متصف پائے گئے۔ ایام قیام مکہ معظمہ میں مجھے جہاں تک یاد آتا ہے کوئی رات ایسی نہ گذری جسمیں رات کے اول حصہ سے لیکر صبح ہونے تک گھنٹے دو گھنٹے کے بعد مرغوں کے بانگ دینے کی آوازیں میرے کانوں میں نہ آئی ہوں۔ ابتدا میں تو مجھے دھوکا ہوا کہ رات آخر ہوگئی مگر گھڑی دیکھنے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آدھی رات بھی نہ گذری تھی۔ جب سے میں نے سمجھ لیا کہ حرم شریف کے مرغ حقیقی معنوں میں شب بیدار ہیں۔ سوتوں کو تمام رات جگانے کا حق ادا کرتے ہیں تاکہ خواب راحت کے طالب ہوشیار ہو جائیں کہ حرم کی مقدس زمین خواب غفلت میں بسر کرنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ ہمہ دم بیدار اور مصروف ذکر پروردگار رہنے کا مقام ہے۔

تاریخ ۲۸ ذی الحجہ روز سہ شنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۸ جون ۱۹۲۷ء

رات بھر ہمشیرہ کو بخار اور تشنگی کے باعث بڑی بے چینی رہی۔ صبح کے وقت طواف بیت اللہ سے فارغ ہوکر حاجی نظام الدین صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر قیام گاہ پر آیا اور ہمشیرہ کا نبض دکھلایا۔ دوائیں استعمال کرنیکے لئے انھوں نے نسخہ لکھدیا۔ عطار خانہ سے دوائیں خرید کرلایا اور ہمشیرہ کو پلایا۔ شام ہوتے ہوتے بخار کم ہوگیا اور سکون کی کیفیت معلوم ہوئی۔ مغرب کے وقت حرم شریف میں معلوم ہوا کہ دوسرا بہاگا ایک قافلہ شام کے قریب روانہ ہوگیا۔ جب معلم صاحب سے اپنے نسبت میں نے پوچھا تو کہنے لگے کہ دوشنبے

شہدا میں ٹھیرینگے۔ جبتک کہ ہمارے سارے حاجی نہ جالینگے وہ سب آگے نہیں جاسکتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے بھی ویسا ہی تکلیف گوارا ہے۔ آپ مجھے بھی روانہ کردیں تو بولے کہ ابھی اونٹ نہیں ہیں۔ اگر اطمینان نہیں ہے تو اپنے روپے واپس کرلو مجھے نہایت رنج معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ جب روپے واپس کرنے تھے تو ہفتہ روز قبل روپے لیکر اتنے ہلیے اور جوڑے اور حد امروز فردا کے کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔ ذرا غور کیجئے میں روپے واپس لیکر کیا کرسکتا ہوں تب کہنے لگے کہ تھوڑا دن اور صبر کرو اونٹ آنے سے روانہ کردینگے۔ بقول قہر درویش برجانِ درویش۔ آخر میں اپنے قیامگاہ پر واپس چلا آیا۔

تاریخ ۲۹ رذی الحجہ روز چہارشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۹ رجون ۱۹۲۷ء

ہمشیرہ کی طبیعت خراب رہنے اور بخار کی شدت کے باعث مجھے نہایت پریشانی رہی۔ گرمی۔ لو جھکڑ دن کے وقت ایسی رہتی ہے کہ الامان! الحفیظ۔ روانگی مدینہ پاک کا کوئی سامان آج بھی نظر نہ آیا۔

تاریخ ۳۰ رذی الحجہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۳۰ رجون ۱۹۲۷ء

روانگی کا سامان آج بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر لوگوں کی تسکین کے لیے معلم صاحب نے آج ہر ایک سے سامان اسباب جدہ بھیجنے کے لئے لینا شروع کردیا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اب روانگی میں دیر نہیں ہے مجھ سے بھی معلم صاحب نے فرمایا کہ جدہ بھیجنے والا سامان حوالہ کردو کتنے اونٹ کا سامان ہے۔ میں نے کہا تین بکس ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ ایک اونٹ سے کم کا بار ہے۔ بولے کہ حوالہ کردو۔ بعد نماز جمعہ یا شنبہ کے روز ضرور مدینہ پاک آپ لوگوں کو روانہ کردینگے۔ چونکہ خلاف وعدگی ظہور میں آچکی تھی اس لئے ہم سب نے ان کی باتوں کو طفل تسلی تصور کی۔

تاریخ یکم محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق یکم جولائی ۱۹۲۷ء

ہمشیرہ کی طبیعت اور والدہ صاحبہ کی حالت اضطراب بدستور رہے مجھے ان سب کی بدمزگی اور مدینہ پاک کی روانگی کے توقف کی فکر نے نہایت پریشان کر رکھا ہے۔ جمعہ کی نماز پڑھنے کو حرم شریف حاضر ہونے میں دیر ہوگئی۔ باب العمرہ کے پاس جیسے ہی پہنچا ہوں کہ جماعت ہو رہی تھی دروازے کے باہر تک لوگ صف باندھے نماز میں مشغول تھے آگے جا نہیں سکتا تھا۔ میں بھی اسی جگہ شدت دھوپ جلتے ہوئے پتھر پر سب کے ساتھ جماعت میں شریک ہوگیا۔ ہمت تو کی تحریمہ باندھ کر کھڑا تو ہوگیا مگر شامت توقف نے خوب ہی مزہ چکھایا۔ ماہی بے آب کی طرح بیتابانہ میں اپنے قدموں کو اٹھاتا تھا اور رکھتا تھا۔ سجدہ

کرتے وقت تپتے ہوئے پتھر پر پیشانی رکھتے ہی ہوئے گیند کی طرح سے مضطربانہ سر اُٹھتا تھا اور فرش پتھر پر بچھتا تھا۔ اپنی سستی اور غفلت پر مجھے سخت ندامت ہوئی۔ حرم شریف کے تپتے ہوئے پتھر پر پیشانی کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کی لذت زندگی بھر مجھے یاد رہیگی اور میرے لئے تازیانۂ عبرت ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ پانچ منٹ جلتے پتھر پر مجھے قرار نہ آیا۔ ہائے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکا مجازی مالک اسلام قبول کر لینے پر جو تپتے ہوئے پتھر پر لٹا کر انکے مقدس جسم پر دوسرا پتھر رکھدیا کرتا تھا اور آپ اَحَد اَحَد فرماتے تھے ان کے دل و جگر پر کیا صعوبت گذرتی ہو گی۔ مگر واہ رے تحمل اور طاقت برداشت کہ اُف تک نہ کئے اور سہتے رہے کیوں؟ اس لئے کہ شراب محبت باری تعالیٰ کے وہ متوالے تھے۔ کاش! جام محبت کا گھونٹ ہی مجھے نصیب ہوتا۔

سرکار مدینہ سے التجا

والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ کی علالت۔ اپنی بے سر و سامانی بیعسلم کی نامہربانی اور اکثر قافلوں کی روانگی نے میرے ننھے دل میں اضطراب والتہاب پیدا کیا۔ درود شریف تلاوت کرتے کرتے اس ہجران نصیب نے بحضور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم تصور میں اپنی حسرت و ارمان و التجا کو بصورت نظم یوں عرض کیا۔

پڑی ہے کشمکش میں جان محمد یا رسول اللہ ؐ
میری مشکل بھی ہو آساں محمد یا رسول اللہ ؐ

نظر جس پر کیا تم نے شہا وہ ہو گیا پارس
کسی پر یہ نہیں پنہاں محمد یا رسول اللہ ؐ

کٹھن ہے راہ منزل دور نا دیدہ مسافر ہوں
ہے ڈر بھٹکا نہ دے شیطاں محمد یا رسول اللہ ؐ

بچھڑ ساتھی گئے آگے پڑا بے دست و پا میں ہوں
ہے غم سے آئی لب پر جاں محمد یا رسول اللہ ؐ

تپ دوری سے جلتا ہے جگر اور جان جاتی ہے
دکھا دو چہرۂ تاباں محمد یا رسول اللہ ؐ

حساب روز محشر میں ٹھہرنا سخت مشکل ہے
اسی غم میں ہوں میں نالاں محمد یا رسول اللہ ؐ

دعا دن رات حق سے ہے قیامت میں ہمیں ہو گے
میسر آپ کا داماں محمد یا رسول اللہ ؐ

جیوں دنیا میں جب تک میں ہوں ذکر الٰہی میں
اُٹھوں دنیا سے باایماں محمد یا رسول اللہ ؐ

حبیب لے تو اب بھی دیا کیجے بلا لیجئے
ہوں پورے اسکے بھی ارماں محمد یا رسول اللہ ؐ

تاریخ ۲ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲ جولائی ۱۹۲۷ء

زائرین مدینہ پاک کے اسباب جدّہ بھیجنے کا دستور

مکہ معظمہ سے مدینہ پاک جانے والے زائرین یا تو مدینہ سے جدّہ واپس پہنچتے ہیں یا مکہ معظمہ اسلئے جاتے وقت بستر اور دو تین جوڑے کپڑے اور کھانے پکانیکے علاوہ بقیہ اسباب باندھ چھاندکر معلم کے حوالے کردینے کا دستور ہے اور سوائے اسکے آرام دہ اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی ہے بکس یا بورے بند کردینے کے بعد اس پر اپنا نام اور پتہ بھی لکھدینا ہوتا ہے تاکہ تلاش کے وقت زحمت نہ ہو اور بآسانی ملجاوے۔ جو لوگ معلم کے حوالے اپنے اسباب کو جدّہ بھیجنے کے لئے کرتے ہیں وہ بقدر بوجھ اسباب کے حسب تجویز معلم کے کرایہ اونٹ اسباب رسائی کا ادا کرنیکے پابند ہوتے ہیں معلم اپنے رجسٹر پر تعداد اسباب و نام و پتہ حاجی کا درج کرلیتے ہیں اور طلب کرنے سے سادہ رسید بھی اسباب پانے کی بنام وکیل معلم مقامی جدّہ اپنے کے اپنے حاجی کو دیدیتے ہیں۔ رسید لے لینی ضروری ہے۔ وکیل معلم کو رسید دکھلاکر اسباب جدّہ میں لینے میں آسانی ہوتی ہے اور اگر کوئی مال ہوجاتا ہے یا اسباب کا پتہ نہیں لگتا ہے تو رسید رہنے کے باعث معلم کو فکر رہتی ہے۔ اور بعض وقت محافظ حجاج کے پاس پیش کرنیکی صورت میں گم شدہ اسباب مندرجہ رسید معلم سے دلاپانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ جدّہ میں اسباب قبضہ لیتے وقت وکیل معلم کو فی بکس یا فی بورہ آٹھ آنے کے حساب سے کرایہ گودام مال خانہ ادا کرنا ہوتا ہے تعداد مدّت مقرر نہیں ہے چاہے ایک دن رہے یا ایک مہینہ دو مہینہ مطابق دستور مندرجہ بالا پانچ اور اپنے ہمراہیوں کے اسباب بکس اور بوروں میں بند کرکے میں نے معلم صاحب کے حوالہ کیا جسکی رسید اٹھارہ روپے آٹھ آنے کرایہ اونٹ باربرداری ادا کرنے پر مجھے ملی۔

مدینہ پاک کی روانگی

عصر کے قریب وکیل معلم میرے پاس آئے اور کہے کہ سامان اپنا باہر نکلواؤ اور چلنے کو طیار ہوجاؤ۔ اونٹ آگئے۔ ہم سب تو پہلے سے ہی طیار بیٹھے تھے ایک حمال کو بلایا اور اسباب لیکر باہر سڑک پر جہاں اونٹ اور شقدف تھے پہنچ گئے۔ حجاج جو اپنے گھر سے طلب مولیٰ و محبوب خدا کے اشتیاق میں عاشق وار چلتے ہیں۔ اس لئے انکی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹوں اور گوناگوں آزمائش کے پیش آنے بھی خصوصیات میں سے ہیں۔ ہم لوگوں کے ہمراہ کھانے پینے کے سامان مختصر اور پہننے کے دو دو تین تین جوڑے کپڑے تھے اور بستر۔ اور اپنے

سامان کے بغیر ایکماہ کا سفر کیونکر کیا جا سکتا تھا؟ مگر جمال بدّو نے سارے سامان کو شغدف سے اُٹھاکر باہر کر دیا اور کہا کہ اسکے لئے الگ ایک اونٹ کرنا ہوگا۔ مجھے اس پر ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی مگر کیا کر سکتا تھا۔ آخرالامر معلم صاحب نے چار روپے طے کئے اور میں نے قبول کر لیا اور کہدیا کہ دیدونگا۔ اسکے بعد ہم لوگوں کو سوار کئے بغیر جمال نے اپنے اونٹ ہانک دئے پیچھے پیچھے ہم لوگ پکارتے جارہے تھے اور وہ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے بڑھتا جارہا تھا۔ یہاں تک کہ نصف میل تک ہم لوگوں کو اسکی اس شوخی کے طفیل میں پیدل چلنا پڑا۔ اسمیں میری والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ کو بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ ان سب کی طبیعتیں خراب تھیں اور بخار نے انہیں بہت کمزور کر دیا تھا۔ جمال نے یہی نہیں کیا بلکہ ایک آرام کرسی جو میں نے مکہ معظمہ میں تین مجیدی کو خرید کی تھی اونٹ پر سے اُتار کر میرے غائبانہ میں معلم کے حوالہ کر دیا کہ یہ بھی نہیں جا سکتا ہے۔ بدّو کے ستم ظریفی کے نشانے اکثر دیگر احباب بزرگان بھی بنے۔ بالآخر جرول کے پاس ہم لوگ اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور بہت ہی قریب میں بیرذی طویٰ کے پاس شریف صاحب کے نخلستان سے متصل میدان میں ہم لوگوں کا قافلہ ٹھیر گیا اور ہم سب بھی اونٹ سے اُتر کر بستر لگاکر وہاں پر مقیم ہو گئے اور رات بسر کی۔

بیر ذی طویٰ کی زیارت بیر ذی طویٰ ایک قدیم کنواں کا نام ہے۔ روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تشریف لاتے وقت اس مقام پر قیام فرماتے تھے اور اسی کنواں کے پانی سے وضو فرماتے تھے۔ بیر ذی طویٰ کے دکھن راستے سے بائیں جانب ایک مسجد پختہ ہے اور مسجد ذی طویٰ کے نام سے مشہور ہے۔ سرکار مدینہ کے قیام فرمانیکے باعث بیر ذی طویٰ کی خصوصیت مشہور ہے۔ مگر امتداد زمانہ کے باعث خاص مکہ کے باشندوں میں بھی اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگوں سے دریافت کرنے پر بھی ایام قیام مکہ تک مجھے کسی نے نہیں تبلایا۔ آخر مجھے اسکا پتہ اسی مقام پر آج کے روز ایک عرب نے جسکا اسی کے قریب میں گھر تھا۔ اور لبن یعنی دہی بیچنے کو میرے پاس قافلہ میں لایا تھا میرے استفسار پر اس نے پوری تشریح کے ساتھ مجھے تبلایا۔ بعد میں اسکی تصدیق چند باخبر اصحاب نے کی۔

زائرین مدینہ پاک کو مکہ معظمہ کے باہر شہداء وغیرہ میں ٹھیرنے کا دستور جب کوئی قافلہ حجاج و زائرین کا مکہ معظمہ سے روانہ ہوتا ہے تو قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ شہر مکہ سے باہر

بیرذی طوی کے پاس یا شہدا میں جو کہ مکہ سے ایک دو میل کے فاصلہ پر ہے ٹھیرایا جاتا ہے۔ بظاہر تو روانگی کے بعد اتنے قریب میں قافلہ کا قیام اہل قافلہ کے لئے نہایت گراں اور ناگوار معلوم ہوتا ہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ قافلہ کا یہ قیام بہت سے مصالح اور فوائد سے مضمر ہے۔ ہمراہیوں میں سے چھوٹے اور بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو لے لینے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور ضروریات سفر میں سے جو چیزیں چھوٹ گئی ہوں یا بازار سے خرید نی ہوں لے لینے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے علاوہ اسکے اونٹوں کے مالک جمالوں کو یہاں ردّ وبدل کرتے ہیں اور ان سب وجوہات سے یہاں کا قیام مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ایک شب سے زیادہ قیام یہاں کا باعث تکلیف اور زحمت شدید ہوجاتا ہے جیسا کہ بعضے معلم اور شیخ الجمال کے درمیان کرایہ اونٹ کے متعلق لین دین میں گڑبڑ ہوجانیکے باعث پیش آتا ہے تو تین تین چار چار روز حجاج کو انتظار کی گھڑیاں کاٹنی پڑتی ہیں۔ انسداد اسکا معلم کی خوش نظمی اور راستبازی پر موقوف ہے۔

شہدا میں ڈاکٹری معائنہ اور شمار

شہدا میں چند مکانات بھی پتھر کے بنے ہوئے ہیں جنمیں کرایہ دینے پر قیام کیا جاسکتا ہے یہاں پر حکومت کے ڈاکٹر اور سپاہی وغیرہ تعینات رہتے ہیں اور مدینہ پاک جانے والے قافلے کی دیکھ بھال اور شمار اونٹ اور حجاج سوار وپیدل کے لیتے ہیں تب آگے جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ قافلے کی روانگی کے قبل حکومت مکہ سے پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری حاصل کرنا پڑتا ہے اور اسکا انتظام معلم لوگ کر لیتے ہیں۔ البتہ جو لوگ بلا توسط معلم کے خود سے اونٹ کا بندوبست کرتے یا پیدل جانا چاہتے ہیں انہیں حکومت میں جاکر فیس پاسپورٹ داخل کرنی پڑتی ہے تب پروانہ ملتا ہے۔ پیدل جانے والے بھی اس فیس سے بری نہیں کئے جاتے ہیں۔ انہیں بھی پانچ روپے فیس کے دینے پڑتے ہیں تب پروانہ راہداری ملتا ہے۔ شہدا میں انہیں پروانوں کا معائنہ کر لینے کے بعد آگے جانے کی اجازت دیجاتی ہے یہ بھی دستور ہے کہ مغرب کے بعد قافلے شہدا سے آگے جانے نہیں پاتے ہیں۔

تاریخ ۳ محرم الحرام روز یکشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۳ جولائی ۱۹۲۷ء

بیت اللہ شریف پر الوداعی نظر

آج صبح کی نماز پڑھنے کے بعد مجھے خیال ہوا کہ اتنا قریب میں رہتے ہوئے حرم کعبہ شریف کی حاضری اور طواف کی سرفرازی

حاصل نہ کرتی غنیمت موقع سے لاپرواہی برتنے کے مرادف ہے۔ میں تنہا چل کھڑا ہوا اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد اس مکان میں گیا۔ جہاں ہم سب مقیم تھے وہاں حوض میں ہم لوگوں کا رکھا ہوا پانی تھا۔ اسی پانی سے میں نے وضو کیا۔ اسکے بعد حرم شریف میں حاضر ہوا اور آخری شرف دیدار کی سعادت حاصل ہونے پر شکر خدا بجالایا۔ نعلین اور چھاتا اپنا ایک فغانی بھائی کے پاس رکھدیا۔ گرچہ گذشتہ دوشنبہ کو طواف الوداع یعنی طواف صدر کرچکا تھا پھر طواف کیا۔ الحمد للہ کہ آج بھی ساتوں شوطیں میں اور بعد میں بھی بوسہ حجر اسود کے لینے کا موقع بڑی آسانی اور اطمینان کے ساتھ حاصل ہوا۔ اسکے بعد مقام ملتزم شریف میں غلاف کعبہ معظم سے دیر تک لپٹا ہوا تضرع اور الحاح کے ساتھ اپنے اور سارے بزرگان برادران عزیزان و محبان و جملہ مومنین اور مومنات کے حق میں دعا کی۔ اور اپنے اور سب لوگوں کے بخیریت مدینہ پاک پہنچنے اور بعد زیارت سلامتی کے ساتھ وطن واپس پہنچنے کی دعا مانگی۔ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ قبول فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ اس کے بعد مقام ابراہیم یا اسکے خلف میں آکر دوگانہ طواف ادا کی پھر چاہ زمزم کے پاس جاکر دعا مانگی۔

آب زمزم سے غسل کرنا

چاہ زمزم شریف کے پاس حجاج و زائرین غسل بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو غسل کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے اعتراض ہوا تھا اور آجکے قبل تک میں نے خود غسل کرنے کی سبقت نہیں کی تھی۔ مگر آج کے روز لوگوں کو غسل کرتے ہوئے دیکھ کر میری طبیعت بے اختیار ہوگئی۔ ایک شخص غسل کرنے والے سے میں نے پوچھا کہ یہاں غسل کس لئے کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آب زمزم سے غسل کرنے سے دوزخ کی آگ نہ لگیگی۔ میں نے بھی غسل کرلیا اور سیر ہوکر آب زمزم پیا اور دعا مانگی۔ اسکے بعد حطیم میں زیر میزاب دو رکعت نفل پڑھکر بطور معمولہ دعا کی۔ اس وقت جدائی کا جو اثر میرے دل پر تھا بیان سے باہر ہے۔ چشم پر آب الٹے پاؤں بیت اللہ شریف کو دیکھتا دیکھتا حرم شریف سے باہر نکلا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد | روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

واپس ہوتے وقت بازار سے انار، لیموں، انجیر وغیرہ خرید کئے اور قریب دوپہر دن کو بیر ذی طوی کے پاس قافلہ میں پہنچا۔ ظہر کی نماز مسجد ذی طوی میں ادا کی۔ بعد نماز عصر کے اونٹ آگئے اور

قافلے روانہ ہونا شروع ہوتے جسب عبرہ گزشتہ ارشدکے جاسدوپے جمال بدّو کو اپنے میں نے دیا اور والدہ صاحبہ وغیرہ کو شغدف میں سوار کرنیکے بعد میں بھی اپنے شغدف پر بیٹھ گیا۔ بیرذی طوی کے پاس سے اب قافلے مسلسل جانے لگے۔ مغرب کا وقت قریب ہوگیا تھا اور ابھی شہدا پہنچنے کو باقی تھا ہمارے معلم صاحب اور دوسرے لوگ حمار دوڑاتے ہوئے اجازت حاصل کرنے کو آگے گئے اندیشہ تھا کہ ہم لوگوں کے قافلے بعد مغرب روک دئے جائینگے مگر شہدا پہنچنے پر ڈاکٹر نے سرسری طور پر معائنہ نظری کرکے اور شمار لیکر اجازت دیدی اور قافلے کے سارے اونٹ اپنے مستانہ چال سے چلنے لگے اب اس وقت کا منظر قابل دید تھا۔ جمال یعنی بدو اونٹبان ہر ایک کے قریب جا جا کر کہتا ہے میاں ھٰی میزان ھٰی میزان۔ کبھی کہتا ہے اوّل اوّل یعنی میاں وزن برابر کرو۔ وزن برابر کرو آگے بیٹھو! آگے بیٹھو! کبھی کہتا ہے وَراءَ۔ وَراءَ یعنی پیچھے کی طرف بیٹھو پیچھے کی طرف بیٹھو۔ شغدف سواروں میں دونوں آدمیوں کا وزن برابر رہنا چاہیے۔ وزن برابر رہنے سے شغدف اُلٹنے کا خوف نہیں رہتا ہے۔ اگر وزن برابر نہیں ہے تو ناؤ ڈگمگانے لگتی ہے۔ اور گرنے کی نوبت آجاتی ہے اونٹ جیسی نئی سواری اور پھر بھی عربی زبان سے ناواقفیت کے باعث مرد عورتیں لکھے پڑھے اور جاہل سب ہی پریشان ہیں۔ الله الله مناتے اور سلامتی کے ساتھ سفر طے ہونے کی دعا کرتے جاتے ہیں۔ میں نے سوائے اسکے طمانیت کی صورت نہیں دیکھی کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا چلوں۔ چنانچہ تلاوت شروع کردی۔ تین پارہ قرآن مجید تلاوت کرنیکے بعد کچھ دیر تک درود شریف پڑھتا رہا اسکے بعد نیند کا غلبہ ہوا تو سو رہا۔

مسجد عائشہؓ کی زیارت

مکہ معظمہ سے روانگی کے بعد مدینہ پاک کے راستے میں تاریخی مقامات قابل زیارت میں سے اول تو بیرذی طوی اور ذی طوی ملتے ہیں جنکا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ اسکے بعد شہدا اور شہدا کے بعد مسجد عائشہؓ تنعیم۔ مسجد عائشہؓ کی خصوصیت کا ذکر بھی اوپر بیان کر چکا ہوں۔ مسجد عائشہؓ کے پاس جس وقت لوگوں کا قافلہ پہنچا تو یہاں پر بھی ایک قافلہ کو مقیم پایا۔ سارا تنعیم روشنی سے جگمگا رہا تھا رات کا وقت رہنے کے باعث ہم لوگ اپنے اونٹوں سے یہاں اُتر نہ سکے اور درود شریف پڑھتے ہوئے اور دعا مانگتے ہوئے آگے نکل گئے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی زیارت

مسجد عائشہ رضی سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار شریف ہے کتاب مصباح الزینت فی مناقب اہل البیت میں لکھا ہے کہ نام آپکا بُرّہ تھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رکھا ساتویں برس ہجرت کے ماہ ذیقعدہ میں کہ آپ عمرۃ القضا کو تشریف لے گئے تھے مقام سرف میں کہ دس میل مکہ معظمہ سے ہے نکاح آپنے ان سے کیا اور وہیں زفاف ہوا اور اتفاق وقت ہے اسی مقام پر انکی وفات ہوئی اکاون برس ہجرت کے تھے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی کی خلافت میں انتقال ہوا۔ نماز پڑھائی ان کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ وہ انکے بھانجے تھے اور انہیں نے قبر میں اُتارا۔ اور یہ آخر نکاح ہوا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکے بعد کوئی بی بی نہیں کی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انتہیٰ۔ ماہ صفر کی تاریخ ۱۲ لغایت ۱۴ صفر کو ہر سال اس مقام میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس ہوا کرتا ہے بعضے بیان کرتے ہیں کہ اس مقام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف کے علاوہ ایک مسجد بھی ہے جو مسجد سرف کے نام سے مشہور ہے۔ افسوس ہے کہ اس مقام میں قافلہ اس وقت پہنچا جبکہ ہم لوگ خواب غفلت میں تھے معلم صاحب اور معتبر اصحاب نے مجھ سے بیان کیا کہ مزار شریف کا قبہ اور عمارت منہدم کردئے گئے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

تاریخ ۴ محرم الحرام روز دوشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۴ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل وادی فاطمہ

صبح صادق کے وقت ہم لوگوں کا قافلہ وادی فاطمہ میں پہنچا اور لوگ اپنے اپنے اونٹوں سے اُترنا شروع کئے۔ ہم لوگ بھی اُتر کر حوائج ضروری سے فراغت کرکے نماز صبح کی ادا کرتے گئے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا۔ اور بدّو مرد عورتیں اور بچے پانی فروخت کرنے کو قافلے میں لائے اور خطب خطب مویہ مویہ پکارنے لگے اور لوگوں نے خریدنے شروع کئے میں نے بھی پانی خرید کیا اور کھانے پکانے کے اہتمام میں لگ گیا۔ اکثر بدوؤں کے غریب لڑکے لڑکیاں قافلے والوں کے پاس آکر اپنی پیاری پیاری میٹھی زبان عربی میں کلمات دعائیہ پڑھتیں اور ایک حلالہ دو حلالہ پاجانے سے دعا دیتے ہوئے خوش ہوکر واپس جاتی تھیں۔ میں نے بھی ایسے چند لوگوں کو کچھ دئے۔ گوشت۔ چائے۔ چینی۔ دودھ۔ جہی۔ گھی بھی

یہاں بدو لوگ لاکر فروخت کرتے ہیں اور کئے۔ بلکہ تربوز کا نرخ تو مکہ معظمہ سے یہاں سستا پایا۔ اکثر لوگوں نے تو پانی خرید نہیں کیا۔ بلکہ خود سے جاکر چشمہ سے پانی لے آئے۔ قافلے کے آرام کے لئے یہاں چند دکانیں بھی بطور بازار کے ہیں جن میں چاول۔ دال۔ چائے۔ چینی۔ گھی۔ تیل۔ سگریٹ وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ وادی فاطمہ بدوؤں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جسکے چاروں طرف بڑے اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ تخمیناً پچاس ساٹھ گھر ہونگے۔ مکانات سب کے خس پوش ہیں یا خیمے ڈال کر رہتے ہیں اور متفرق طور پر ہیں۔ یہاں ایک بڑی اور قابل دید شے ایک چشمہ آب شیریں کا ہے جو کہ پہاڑوں کے دامن میں نہیں بلکہ سطح زمین کے ایک ٹیلے پر سے جاری ہے۔ پانی اس چشمہ کا نہایت صاف شیریں اور ہلکا ہے اس چشمہ کا پانی برابر جاری رہتا ہے۔ قافلے کے لاکھوں آدمی۔ اونٹ اور دنبے بکریاں وغیرہ سب کے سب اسی چشمہ کا پانی پیتے ہیں۔ کھجور کے درخت بھی یہاں بہت سے نظر آئے۔ اور چشمہ کا پانی جس طرف کو رواں ہے اسکے کنارے دونوں طرف دور تک سبزہ زار دیکھنے میں آئے۔ سبزی۔ ترکاریاں۔ تربوز۔ خربوزے اور لیموں وغیرہ لگے ہوئے تھے۔ اس ریگستان چٹیل میدان میں یہ چشمہ بڑی نعمت ہے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھکر چشمہ کے پاس جاکر غسل کیا۔ بڑی فرحت معلوم ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ ہندوستان میں بمقام مونگیر ایک دیہات میں چشمہ جاری کے پانی سے میں نے غسل کیا تھا اور آج یہ دوسرا موقع راہ مدینہ میں نصیب ہوا۔ چشمہ ہذا کی نسبت بعضے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھیں اس مقام میں پہنچکر انہیں تشنگی غالب ہوئی۔ اس وادی میں پانی کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو یہ چشمہ شیریں جاری ہوا اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ یہ وادی حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ملکیت میں تھی۔ اسی کے باعث اسکا نام وادی فاطمہ ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الحمد للہ کہ والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ کی طبیعت آج بہت اچھی ہے بخار تو جاتا رہا ضعف باقی ہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر ہم لوگ طیار تھے کہ جمال لوگ اونٹ لیکر پہنچ گئے اور قافلے کی روانگی شروع ہو گئی۔ شغدف اونٹ پر کسنے کو اَربَع اَربَع پکارتے ہیں چار آدمی بغیر شغدف کسے بھی نہیں جاتے یہی وجہ تسمیہ لفظ اربع کی ہے۔ جب چار آدمی ملکر شغدف کو بیٹھے ہوئے اونٹ کی پشت پر رکھتے ہیں تو اونٹ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ بدو لوگ اتنا ہی عجلت کرکے شغدف کو رسّے سے کستے ہیں۔ باوجود تاکید کرنیکے بھی اتنی لاپرواہی سے

کہتے ہیں کہ ڈھیلا ہوجانے کی بدولت اکثر لوگ شغدف سمیت گر پڑتے ہیں اور چوٹ کھاتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ شغدف کو اپنے سامنے ٹھیک طور سے کسوایا جائے۔ گو یہ تاکید کرنیکا کوئی اثر بدؤں پر نہیں ہوتا ہے یہ لوگ ایسا کرنیکے عادی ہوگئے ہیں۔ گرنا۔ پڑنا۔ چوٹ کھانا یا چیزوں کا نقصان ہونا انکے نزدیک ایسے امورات ہیں جن پر التفات کی ضرورت نہیں ہے تاہم تاکید لازم ہے روانگی کے وقت دھوپ رخ پر پڑنے اور ہوا کے گرم جھونکے سے طبیعت سارے لوگوں کی پریشان رہی اور غروب آفتاب تک اسکا اثر رہا۔ قافلے والوں میں سے بعض پختہ مزاج اور باہمت لوگوں نے اونٹ سے اُتر کر نماز عصر ادا کی اور بہتیرے لوگوں کی نمازیں قضا ہوگئیں مگر اونٹ ٹھیرائے نہ گئے مغرب کے وقت قریب پندرہ منٹ کے سارے قافلے کے اونٹ ٹھیرائے گئے اور متفرق طور پر لوگ جلدی جلدی نماز مغرب پڑھتے گئے۔ اس درمیان میں جمالوں نے شغدفوں کی کساوٹ پر نظر ثانی کی اور جسکو ڈھیلا سمجھا کسکر مضبوط باندھا۔ اسکے بعد سوار ہوکر سب روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ہی دورویہ پہاڑوں کے سلسلے کے درمیان سے مدینہ پاک کا راستہ گیا ہے۔ وادی فاطمہ سے بھی کئی کوس تک سوائے دورویہ پہاڑوں اور چھوٹے چھوٹے ببول کے درختوں اور گھانس کی جھاڑیوں کے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ ہاں جا بجا مردے اونٹ زائرین مدینہ کی سواریوں سے بیکدوشی حاصل کرکے حرمین کی زمین پر ایسے نظر آئے کہ گویا خواب راحت میں ہیں۔ کوئی درندہ بھی انہیں ہاتھ نہیں لگاتا۔ بدو جمال تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لوگوں کے شغدفوں کے قریب جا جا کر ہئی میزان! ہئی میزان! اگدام۔ اگدام۔ یعنی وزن برابر کرو! وزن برابر کرو! آگے بیٹھو! آگے بیٹھو! وَرَاءَ۔ وَرَاءَ۔ پیچھے بیٹھو پیچھے بیٹھو کا شور مچاتے اور نہیں سمجھنے والوں پر بگڑنے سے دانت پیستے اور بَطّال بَطّال کہتے ہیں۔ میں نے اپنا معمول قرآن پاک کی تلاوت اور درود شریف کا ورد رکھا اور نیند آنے لگی تو سو رہا۔ بیچارے بدو جمال اونٹوں کے ساتھ ساتھ رات بھر پیدل چلتے رہے اکثر اہل شوق اور غریب لوگ قافلے کے ساتھ ساتھ پیدل جا رہے تھے۔

تاریخ ۵ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۲ھ ہجری مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۲۳ء

ساری رات اونٹ چلتے رہے صبح ہو چکی ہے مگر ابھی منزل دور ہے۔ جن لوگوں کے پاس ناشتہ کرنے کی چیزیں ساتھ تھیں ناشتہ کرکے پانی پی لیتے گئے۔ مگر جنکے ساتھ پانی نہیں تھا مجبور رہے۔ بعضوں کے پانی کے

مشک بار برداری کے اونٹ پر جمال نے لاد دئے تھے منزل پر پہنچے بغیر اسکا ملنا دقت طلب تھا۔ میرا بڑا مشک پانی کا جمال نے دوسرے اونٹ پر رکھدیا تھا۔ مگر چالاکی کرکے چھوٹا مشک پانی کا اپنے ساتھ شغدف پر میں نے رکھ لیا تھا جس نے مجھے آرام دیا۔ ایسے سفر میں پانی ہمراہ رکھے بغیر چلنا اپنی موت کا سامان خود سے کرنا ہے۔ لازم ہے کہ پانی ہرگز نہ چھوڑے اور دوسروں کے بھروسا پر بھی نہ رہے کہ ہر ایک بحہ نفسی نفسی کا گذر رہا ہے۔ خدا کی عجیب شان ہے دن بھر تو ایسے جگر سوز تپش اور لو کا سامنا رہتا ہے کہ الامان الامان۔ مگر رات آتے ہی خنکی ایسی شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ ماہ آسن کے آخر میں گلابی جاڑا ہندوستان میں پڑتا ہے کہ بغیر ایک چادر اوڑھے ہوئے گذر نہیں۔ اس وقت راستے میں دو رویہ پہاڑوں اور جا بجا ببول وغیرہ کی جھاڑیوں کے علاوہ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے جھونپڑے اخص پوش مکانات دیکھنے میں آئے جس میں بدو لوگ تازہ کھجور لئے ہوئے خرما۔ خرما پکارتے تھے۔ اور قافلے کے بعض بعض آدمی ایک دو قروش کے کھجوریں لیکر کھاتے جاتے تھے۔

منزل بیر عسفان

تین گھنٹے دن چڑھنے پر کچھ درخت کھجوروں کے نظر آئے جمال سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ عسفان ہے اور یہ معلوم کرکے کہ عسفان میں ہی مقام ہوگا خوشی ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد جب اونٹ اور آگے نکل گئے تو معلوم ہوا کہ یہاں نہیں بلکہ بیر عسفان میں جس کو بیر طفلہ بھی کہتے ہیں وہاں پر قافلے ٹھہرینگے۔ ہندی ٹائم سے نو بجے دن کو ہم سب بیر عسفان پہنچے اور معمول کے مطابق ہر ایک کے شغدف اونٹوں سے اُتار کر قطار در قطار رکھے گئے اور کھانے پینے اور حوائج ضروری میں سب لوگ مشغول ہوگئے۔ یہاں بھی خود خادم و خود مخدوم کی مثال ہے معدودے چند لوگ ایسے ہیں جن کے ساتھ کوئی آدمی خدمتگار ہے۔ ہر بوڑھے جوان مرد اور عورتوں میں مستعدی اور ہمت موجزن ہے اور اپنے کام آپ سے بخوشی انجام دے رہے ہیں۔ یہاں بدوؤں کو قافلے کے اندر آنے کی حکومت کی طرف سے ممانعت ہے۔ اس لئے کوئی نہیں آتا۔ اہل قافلہ خود سے کنوئیں پر جاکر پانی لاتے ہیں۔ میں بھی مشک لیکر گیا۔ بدوؤں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے پانی کنوئیں سے نکال رہے تھے اور ایک قرش یا دو تین ھللے لیکر ایک ٹین یا ایک مشک پانی دیدیا کرتے تھے۔ ایک مشک پانی میں نے بھی لیا اور چاہا کہ ایک قرش اجرت دیکر کسی سے مشک قافلہ تک لیوا جاؤں مگر بخوف حکومت کے کوئی بدو راضی نہ ہوا۔ آخر میرا ادرم حاجی نور احمد کی مدد سے دھر پکڑ کر مشک بھرا پانی قیام گاہ میں

اپنے لایا۔ خدا کی شان ہے کہ یہاں بھی ایک ہی کنواں ہے جس سے قافلے کے لاکھوں آدمی اونٹ وغیرہ پانی پیتے اور نہاتے دھوتے ہیں۔ علاوہ اسکے یہاں کے باشندے جو تقریباً ایک سو گھر بدو ہیں پانی پیتے ہیں۔ اور اپنے اونٹ دنبے بکرے وغیرہ کو پلاتے ہیں۔ اور کسی قدر تربوز خربوزے کی کھیتی بھی سیراب کرتے ہیں۔ تاہم کنواں مذکور میں پانی کافی رہتا ہے۔ روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن بیر طفلہ مذکور میں ڈالا تھا اسکی برکت ہے۔ بیر طفلہ کا پانی نہایت صاف شیریں اور ہلکا ہے۔ اسی کے قریب میں چند دکانیں بھی ہیں جن میں گوشت سوکھی مچھلیاں۔ پکے ہوئے چاول۔ شربت اور خام اجناس ملتے ہیں۔ مگر وادی فاطمہ سے یہاں نرخ کچھ گراں ہے۔ دوپہر دن کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور شغدف پر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد روانگی کی طیاری ہونے لگی۔ بدوں نے اربع اربع۔ ھُیَّ امشی ھُیَّ امشی شغدف اٹھاؤ۔ شغدف اٹھاؤ۔ چلو۔ چلو کا شور مچانا شروع کیا۔ اول ہی منزل میں ہم لوگوں نے معلم صاحب نے سب کسی سے کہدیا تھا کہ جمّال کو فی کس چار آنے انعام یومیہ دینے ہونگے۔ اسی حساب سے دیتے آرہے تھے۔ یہاں بھی دیتے گئے۔ مگر اکثر لوگوں کو یہ چار آنے بھی جبر تھے۔ اور اسکے نتیجے میں انہیں جمال بدوں سے سخت وسست باتیں بطال وغیرہ مذموم الفاظ سننی پڑتی تھیں۔ آج یہاں بھی بعضوں کے اسی ہاں اور نہیں حیلہ وحجت میں قافلے کی روانگی میں بجائے ظہر کے عصر کا وقت ہوگیا اور نماز عصر کے بعد چار بجے شام کو قافلے روانہ ہوئے۔ بیر طفلہ سے ایک میل آگے پہنچنے پر راستہ پہاڑ کی گھاٹی پر چڑھنے کا نہایت مخدوش گیا ہے۔ پہاڑ کے اوپر تخمیناً ایک میل تک پہاڑ کے چٹانوں پر اونٹ بڑی دقت اور محنت سے چڑھتے ہوئے پار ہوئے۔ یہاں گرنے کا خوف لگا رہتا تھا مگر بحمد اللہ پورا قافلہ بخیر آگے بڑھا اور مغرب کی نماز ہم لوگوں نے گھاٹ پار ہونیکے بعد پڑھی رات کے وقت دو ایک جھونپڑے بدوں کے راستے میں نظر آئے اور آخر رات میں قریب تین بجے رات کو ہندی ٹائم سے منزل الدف میں پہنچکر ہم لوگ مقیم ہوئے۔ کچھ لوگ سو پڑ رہے اور کچھ لوگ کھانے پکانے کے انتظام میں لگ گئے۔

تاریخ ۱۶ محرم الحرام روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۲۶ء

منزل الدف اس منزل کا نام الدف ہے۔ یہاں بھی بدوں کی بستی دامن پہاڑ میں ہے۔

پانی یہاں کنواں کا ہی مگر قدرے شور ہے اور موٹا پانی ہے۔ خربوزہ یہاں بہت ہوتا ہے۔ بدو لوگ یہاں قافلے کے اندر پانی۔ لکڑی۔ خربوزہ۔ گوشت۔ مچھلی و دیگر اشیاء خوردنی لاکر فروخت کرتے پائے گئے۔ جیسا کہ منزل عسفان میں رُکاوٹ تھی یہاں نہیں ہے صبح کی نماز کے بعد میں قافلے کے اندر گھوم پھر کر اکثر احباب سے ملا اور مزاج پرسی کرتا گیا۔ قافلے میں اکثر لوگ بیمار ہو گئے ہیں کسی کو بخار اور کسی کو پیچش کی شکایت ہو گئی ہے۔ دو شخصوں کو میں نے بخار دفع ہونے کی گولیاں دیں معلم صاحب کے بڑے بھائی ہم لوگوں کے قافلہ کے ہمراہ ہیں ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مدینہ پاک جانے کے راستے چند ہیں ہم لوگ جس راستے سے جا رہے ہیں یہ سلطانی راستہ ہے۔ ایک شخص نے ایک جلد حمائل قرآن شریف یہ کہکر میرے حوالے کیا کہ راستے میں گرا ہوا پایا ہے۔ مجھے گمان ہوا کہ قافلے والوں میں سے کسی کا گر گیا ہوگا کھول کر دیکھنے لگا کہ شاید کہیں پر نام لکھا ہوا ہوگا تو پتہ چل جائیگا۔ نام لکھا ہوا تو نہ تھا لیکن ایک خط حمائل شریف کے اندر پایا۔ اس خط پر مولوی عبدالاحد صاحب ممبر لیجسلیٹنگ سرکل بھٹہ دربھنگہ مکتوب تھا۔ قافلہ میں علاقہ دربھنگہ کے لوگوں سے میں نے مندرجہ بالا نام کے آدمی کا پتہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ قافلے میں موجود ہیں۔ آخر ان کو تلاش کیا اور ملاقات ہو گئی اور حمائل شریف میں نے انکے حوالے کر دیا۔ اُنہوں نے اظہار شکریہ کیا۔ میں نے کہا کہ آپ سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی کہ آپکی عزیز ترین گم شدہ شے کو آپکے پاس پہنچا دینے کی توفیق مجھے خدا نے عطا کی ہے مجھے اور آپ دونوں کو خداوند تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیئے مولوی حاجی عبدالاحد صاحب موصوف نے اظہار خلق کرتے ہوئے مجھے ناشتہ بھی کرایا۔ دس بجے دن کے بعد سے میری طبیعت بھی سست ہو گئی ہے۔ معدہ گرم ہو جانے کی شکایت معلوم ہوتی ہے خداوند تعالیٰ رحم فرمائے۔ گرم ہوا کے جھونکے اور اس پر دھوپ کی شدت سے بڑی مصیبت کا سامنا ہو رہا ہے ہر کوئی اللہ پاک سے رحم کا طلبگار ہے۔

ایک عرب سے دلچسپ گفتگو

دوپہر دن کے وقت اپنے شقدف میں بیٹھا ہوا میں قرآن مجید کی تلاوت با آواز بلند کر رہا تھا کہ ایک نوجوان عرب جسکی صورت مزدور کی سی معلوم ہوتی۔ ہاتھ میں پانی کا ایک ٹین لئے ہوئے میرے شقدف کے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور قرآن مجید سننے لگا میں نے پڑھنا موقوف کر کے اسکو السلام علیکم کہا اور بیٹھنے کو

اصرار کیا مگر وہ نہ بیٹھا۔ کھڑا رہا اور عربی زبان میں کہنے لگا کہ قرآن سننے کے لئے کھڑا ہو گیا ہوں تم پڑھو پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں نے بھی قرآن پاک یاد کیا ہے مگر میں تو دیکھ کر پڑھتا ہوں۔ مرحبا! تم تو بلا دیکھے ہوئے پڑھتے ہو۔ پھر بولا کہ کتاب میلاد النبیؐ تم نے پڑھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اس منزل الدف سے قریب ہی دوسرے راستے پر ایک قریہ موسومہ حمرہ بعد بیل کا ہے۔ وہاں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور دعاء برکت کی تھی انکی برکت سے وہ قریہ بہت آباد ہے اور باشندے وہاں کے بہت خوش و خرم ہیں۔ کھجور کے باغ وہاں بہت ہیں اور زراعت خوب ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا الفاظ اسکے منہ سے نکلتے وقت اسکے چہرہ سے مسرت کے آثار ظاہر تھے جیسا کہ ایک مؤمن محب رسولؐ کو ہونا چاہئے۔ میں نے اس سے عربی زبان میں پوچھا کیا تم مدینہ گئے ہو؟ جواب میں بولا کہ نہیں گیا ہوں اور بار بار کہنے لگا کہ میرا سلام بارگاہ مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم میں عرض کر دینا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور عرض کر دونگا تم میرے حق میں دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ مجھے وہاں تک بخیریت پہنچائے اور زیارت نصیب کرائے۔ اس نے دعا کی پھر مجھ سے کہنے لگا کہ بدوؤں کو سوائے لوٹ مار اور خون ناحق کرنیکے نماز کی کچھ پروا نہیں ہے۔ تھوڑے نفع کے لئے یہ لوگ کسی کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ بدو لوگ (سلطان) ابن سعود سے ڈرتے ہیں یا نہیں؟ جواب میں بولا کہ یہ لوگ تو سلطان ابن سعود سے اتنا ڈرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) خدا سے بھی نہیں ڈرتے۔ خدا ان سب کو توفیق نیک چلنی کی عطا کرے۔ میں نے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو؟ بولا جانور لا کر بازار میں فروخت کرتا ہوں اور کھیتی بھی کرتا ہوں۔ ایک اور عرب خربوزہ بیچتا ہوا آیا تو اسکی طرف اشارہ کر کے مجھ سے اس نوجوان نے کہا کہ اس شخص نے بھی قرآن یاد کیا ہے۔ یہ کہکر اسکو بلایا۔ وہ دونوں عرب میری ملاقات سے خوش نظر آتے تھے اور مجھے انکی محبت آمیز گفتگو سے بڑی مسرت تھی۔ دنیا میں خدائے تعالیٰ کے نیک بندے ایسے بھی ہیں کہ صاحب علم ہوتے ہوئے بھی اپنے کو عوام کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور مزدوری کر کے حلال روزی حاصل کرتے اور یاد الٰہی میں عمر بسر کرتے ہیں۔ میں نے عرب موصوف کو آٹا کی پکائی ہوئی کھجوریں ناشتہ کرایا اور بیر طفلہ کا متبرک پانی جو مشک میں ساتھ لایا تھا پلایا۔ بہت خوش ہوا۔ اور بیر طفلہ کے پانی کو بڑے احترام اور رغبت کے ساتھ نوش جان کیا

اور سلام و مصافحہ کے بعد دعا دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔ ظہر کی نماز پڑھکر ہم لوگ آلدف سے روانہ ہوئے۔ غریب عربوں کے بچے اور عورتیں قافلے کے ساتھ دُور تک کلمات دعائیہ پڑھتے ہوئے بخشش و خیرات کے طالب دُور تک آئے۔ اکثر لوگوں نے حسب توفیق اپنے کچھ کچھ ان سب کو دیا ہم لوگوں نے بھی قروش و حلاوے تقسیم کئے۔ ان لوگوں میں سے اکثر یہ پڑھتے تھے چھوٹے بچوں کی زبان سے یہ کلمات بہت اچھے معلوم ہوتے تھے یا حاجی حجک مقبول عند اللہ و عند الرسول میرے بدو جمال نے والدہ صاحبہ کا شغدف باوجود مزید تاکید کے بھی اچھا نہیں کسا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منزل سے کچھ دُور پر شغدف اونٹ کی پیٹھ پر سے اُلٹ کر زمین پر جا تا رہا۔ مگر خیریت ہوئی کسی کو چوٹ نہ آئی۔ میں اپنے اونٹ پر سے کود کر دوڑا ہوا گیا اور جمال کو بُلایا۔ دوسرے بدو جمال بھی آئے اور سب نے مل کر پھر شغدف کو ٹھیک طور سے مضبوط باندھا تب والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ شغدف میں بیٹھیں۔ قافلے آگے نکل گئے تھے۔ تیزی کے ساتھ اونٹ چلائے گئے اور کچھ دیر کے بعد ہم لوگ بھی قافلے میں جا ملے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد مغرب کے انتظار میں میں پیدل چلنے لگا آج راستے پہاڑوں کے سلسلے راہ سے دُور پڑ گئے ہیں اور تمام فضا ایت نظر آتی ہے ریگستان ہی ریگستان ہے جسمیں جھاؤ کے بڑے بڑے اونچے اونچے درخت ہیں۔ پیدل چلنے والے انکے سایہ میں آرام لے لیتے ہیں چلتے چلتے آفتاب غروب ہو گیا۔ میں نے حرمین کے درمیان کی مقدس ریتیلی زمین پر جا نماز بچھائے بغیر نماز ادا کی۔ دوسرے لوگوں نے بھی متفرق طور پر نمازیں پڑھیں۔ اونٹ تقریبًا پندرہ منٹ ٹھہرائے گئے اور جمالوں نے شغدفوں کی کسا وٹ کو ٹھیک کیا اسکے بعد میں بھی اپنے اونٹ پر شغدف میں جا بیٹھا اور قرآن شریف تلاوت کرنے لگا۔ رات میں جب نیند کا غلبہ ہوا تو سو رہا۔

تاریخ ۷ محرم الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۷ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل قدیمہ علے الصباح ہم لوگوں کے قافلے منزل قدیمہ میں پہنچے۔ فجر کی نماز پڑھ کر کھانے پکانے کے سامان میں مشغول ہو گئے۔ یہاں بھی دُکانیں کھانے پینے کی پختہ و خام اجناس سے معمور ملیں۔ تازہ کھجوریں یہاں کثرت سے فروخت ہوتے دیکھی گئیں۔ سمندر یہاں سے قریب ہے جدہ مدینہ شریف جانے والے اور مکہ معظمہ سے مدینہ شریف جانے والے دونوں اس منزل میں ملجاتے ہیں

اور یہاں سے رابغ تک دونوں راستے ایک ہوگئے ہیں۔ گویا منزل قدیمہ ایک جنکشن ہے۔ نئے نئے مکانات یہاں زیر تعمیر دیکھنے میں آئے۔ اور اس مقام کے ترقی کرنے کے آثار معلوم ہوئے۔ پانی یہاں کا قدرے شور ہے۔ عسفان کی طرح یہاں بھی بدوؤں کو قافلے کے اندر جانے کی ممانعت ہے۔ پانی لکڑی والے کوئی اندر نہ آئے۔ قریب نو بجے دن کو چند موٹر لاریاں اور پلیژر کار مدینہ شریف سے آئیں اور مسافروں نے کچھ دیر کے لئے یہاں آرام کیا پھر جدّہ کو روانہ ہوگئیں۔ جدّہ یہاں سے دو منزل ہے نماز ظہر کے بعد ہم لوگوں کے قافلے یہاں سے روانہ ہوئے۔ قریب دو میل چلنے کے بعد ہماری والدہ صاحبہ کا شقدف آج پھر بھی اُلٹ گیا۔ والدہ صاحبہ کو تو چوٹ نہ آئی مگر ہمشیرہ کے سر میں کسی کانٹے کے لگنے سے سر سے خون بہت گرا اور اُن کے پاؤں کی پھلی بھی مجروح ہوگئی میں اپنے اونٹ سے بیتابانہ کود کر دوڑا ہوا گیا۔ جمال لوگ بھی آگئے اور شقدف مضبوط بندھوا کر بٹھلایا۔ اس وقت ہم لوگوں کی طبیعت نہایت اُلجھن میں تھی۔ قریب نصف میل تک مجھے تو پیدل ننگے پاؤں تپتی ہوئی ریت پر چلنے کے باعث سخت تکلیف اور پریشانی اُٹھانی پڑی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے راستے میں مختلف طور کی قطعات زمین ملتی گئیں۔ کچھ دور تک تو کوال مٹی کا سلسلہ نظر آیا اور کچھ دور تک مرطوب زمین نظر آئی۔ پھر بالو ریت پایا۔ پہاڑوں کے سلسلے بہت دور پڑگئے اور دور سے دکھلائی دیتے رہے۔ رات کے وقت جب تک چاندنی رہی سہانا منظر معلوم ہوتا رہا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے خوب ٹھوک ٹھوک کر سب کو سُلا دیا۔ البتہ جو لوگ اونٹ و شقدف سے گر چکے تھے وہ لوگ بے چینی کے ساتھ ڈر ڈر کر رات بسر کئے۔

تاریخ ۸ محرم الحرام روز جمعہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۸ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل رابغ یا رابق

صبح کی نماز ہم لوگوں نے چلتے ہوئے اونٹ پر اور بعض لوگوں نے نیچے اُتر کر ادا کی۔ رابغ کے گنجان باغات کھجوروں کے سرسبز دور سے لہراتے ہوئے نظر آنے لگے نو بجے دن کو ہمارے قافلے رابغ پہنچے۔ رابغ کو رابق بھی کہتے ہیں یہ منزل آدھے آدھ پر ہے۔ یہاں سے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ نصف فاصلے پر واقع ہے۔ رابغ قدیم بندرگاہ اور یہاں کا ساحل کچھ قدرتی طور پر ایسا ہے کہ جہاز بلا تکلف کنارہ پر پہنچ جاتا ہے۔ تھوڑی مسافت کشتی پر طے کرنی پڑتی ہے۔ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۲۵ء میں جبکہ

شریف علی اور سلطان ابن سعود سے جنگ چھڑی ہوئی تھی تو شریف علی کے تین جہاز والے کئی دن تک مسلسل رابغ پر گولے باری کی تھی جس کی وجہ سے گرجستان اور جہانگیر کے عازمان حج کو کئی دن تک پورٹ سوڈان میں سخت پریشانی اُٹھانی پڑی تھی اور انگریزی جنگی جہاز جس کا نام کارل ہل تھا جدّہ سے ساحل رابغ میں بغرض حفاظت حجاج پہنچنے کے بعد امیر علی کے جہاز ساحل رابغ سے ہٹ کر آٹھ میل کے مسافت پر چلے گئے تھے اور جہانگیر اور گرجستان کے حجاج اطمینان و راحت کے ساتھ رابغ پہنچ کر مکہ معظمہ گئے تھے۔ سال مذکور میں بجائے جدّہ کے حاجیوں کے جہاز رابغ بندرگاہ میں ٹھیرائے گئے تھے۔ رابغ کی بستی بہت بڑی ہے کھجوروں کے باغ یہاں بکثرت ہیں قافلے جس جگہ ٹھیرتے ہیں وہاں پر متعدد دکانیں انواع و اقسام کے خورد و نوش کے سامانوں سے مزین ہیں۔ یہاں کے بازار میں اطراف و جوانب سے بکرے دُنبے۔ خربوزے۔ تربوز۔ کھجوریں و دیگر اشیاء فروخت کے لئے روزمرّہ لائی جاتی ہیں۔ اور ہاٹ کے اندر تھوک فروشی کا دستور بذریعہ ڈاک عام کے ہے۔ ہر کوئی ڈاک بولتا ہے۔ زیادہ قیمت بولنے والوں کے نام پر ڈاک ختم کی جاتی ہے۔ اور فوراً قیمت وصول کرکے فروخت شدہ اشیاء خریدار کے حوالے کردیجاتی ہیں۔ دُکانداروں کے ہی نام پر بولی اکثر ختم ہوتی ہے اس لئے کہ تھوک کے خریدار کمتر ہوتے ہیں۔ ہاٹ کی فروخت شدہ اشیاء پھر دکانوں میں کثیر منافع پر فروخت کی جاتی ہیں۔ رابغ کے باشندے زیادہ تر غریب نظر آئے۔ کھجور کے پتوں کے پنکھے۔ پٹاریاں۔ چٹائیاں وغیرہ بناکر غریب عورتیں اور لڑکے لڑکیاں قافلے میں لاتی اور فروخت کرتی ہیں۔ سمندر سے بڑی بڑی کوڑیاں۔ گھونگھے۔ شاخ مرجان وغیرہ اور پنجۂ مریم کوڑیوں کے مول ان غریبوں سے قافلے والے خریدتے ہیں۔ میں نے بھی چند چیزیں خریدکیں۔ پانی یہاں کا شور ہے اور کسی ترکیب سے رکھنے پر بھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ آبادی کے کنارے پر بطور ندی کے ایک خشک وادی ہے اسمیں غریب عرب باشندے یہاں کے گڑھا بطور کنواں کے کھودتے ہیں قریب میں ہی پانی نکلتا ہے۔ مشکوں اور ٹین میں بھر کر قافلے میں لیجاکر مرد عورتیں مُویہ۔ مُویہ شور مچاکر ایک مشک یا ایک ٹین پانی دو دین قروش میں فروخت کرتی ہیں۔ بعض اوقات اس سے بھی کم میں دیتی ہیں۔ قہوہ خانے یہاں چند ہیں۔ رابغ میں ایک ترکی قلعہ بھی ہے جسکے شکستہ در و دیوار ترکی یادگار ہیں۔ ڈاک خانہ بھی قلعہ مذکور کے قریب میں ہے۔ اسکے

باہر میں لاسلکی پیغام رسانی کے دو ستون عالیشان نصب ہیں۔ بعض لوگوں نے خطوط لکھکر ڈاک خانہ میں ڈالے اور بعض نے تاربھی دئے۔ ڈاک خانہ کے نزدیک میں ایک مسجد ہے عمارت مسجد کی خام ہے۔ مسجد کی علامت منار وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مسجد کے اندر داخل ہونے پر محراب و منبر دیکھنے میں آئے نماز جمعہ بھی یہاں ہوتی ہے اور ہوئی۔ یہ افسوس ہے کہ میں شریک نہ ہو سکا۔ اکثر لوگ قافلے سے نماز جمعہ کے لئے گئے۔ مغرب کے قریب میں بھی ڈاک خانہ وغیرہ کی سیر کرتا ہوا مسجد میں گیا۔ راہ میں ڈاک خانہ کے قریب فرش خاک پر چند غریبوں کو (جو صورت میں تکرونی عرب معلوم ہوتے تھے) نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز اور ذکر درود شریف میں مصروف پایا۔ اور انہیں نہایت مطمئن پایا۔ گویا غربت انکے لئے رحمت ہی رحمت تھی۔ انہیں دیکھ کر میرے ناچیز دل پر بڑا اثر ہوا اور دیر تک کھڑا ہو کر ان کی مشغولیت کو میں چشم حیرت سے دیکھتا رہا۔ جب وہ میری طرف مخاطب ہوئے تو میں نے ان کو قروش و حلالے دئے وہ سب مجھے دعائیں دینے لگے۔ افسوس ہے کہ کسی خاص امر کے لئے ان سے دعا کرانے کا مجھے خیال نہ ہوا۔ نماز مغرب کی اذان شروع ہوئی۔ میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ شافعی امام نے نماز پڑھائی جماعت میں بیس پچیس آدمی سے زیادہ شریک نہ تھے۔ اتنی بڑی رابغ بستی کے اندر نماز مغرب میں اتنے قلیل آدمیوں کی شرکت جماعت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ حکومت حجاز کو اس طرف جلد از جلد توجہ کرنی چاہئے تاکہ حجاج و زائرین پر اچھا اثر پڑے۔ قافلے کے قیامگاہوں کی صفائی کے متعلق اظہار حقیقت کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ ذی طوی سے لیکر ہر ایک منزل میں غلاظت آدمیوں کے پیشاب پائخانے اور اونٹوں کی مینگنیاں جا بجا پائی گئیں۔ اہل قافلہ اپنے بستر سے غلاظت سے بچا کر دن کو تو بچھا لیتے ہیں مگر جہاں رات کو قافلہ پہنچتا ہے وہاں احتیاط غلاظت سے مشکل ہو جاتی ہے۔ اونٹوں کی مینگنیوں پر تو بلا تکلف دن ہو یا رات لوگ اپنے بستر جما ہی دیتے ہیں۔ بدامنی کے زمانہ میں اگر قافلے کے اندر بول و براز بخوف جان حرامیوں کے ڈر سے کیا کرتے تھے تو چنداں قابل اعتراض نہ تھا لیکن افسوس ہے کہ موجودہ امن و امان کے دور میں بھی قافلے سے دو قدم باہر ہٹ کر رفع حاجت کرنے کی تکلیف لوگ گوارا نہیں کرتے ہیں اور اپنے اور آئندہ پہنچنے والوں کے لئے گندگی اور تکلیف رسانی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ ہر کوئی اس پر نظر رکھ کر ٹھیرنے کی جگہ کو نجس کرنے سے محفوظ رکھے یا حکومت حجاز اس کا کوئی خاص

اہتمام ہر منزل میں کرتی تو خوب ہوتا۔ قافلے میں بیمار ہونے کی ایک خاص وجہ عدم صفائی اور گندگی ہے
آج کے روز چند موٹر لاریاں مدینہ شریف سے زائرین کو لیکر واپس جدہ جاتی ہوئی رابغ میں ٹھیریں
قہوہ خانے میں چند زائرین موٹر سوار مقیم تھے اِن سے میں نے ملاقات کی اور مدینہ پاک کے احوال
دریافت کئے۔ معلوم ہوا کہ زیارت کی اجازت عام ہے کوئی رکاوٹ نہیں ہے ان سب حجاج سے
میں نے کہا کہ آپ لوگ زیارت روضہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے واپس آرہے ہیں بڑے
خوش نصیب ہیں میرے حق میں بھی دعا فرماویں کہ خداوند تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی زیارت روضہ
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بہرہ اندوز کرے اور سلامتی کے ساتھ حصول زیارت کے بعد
وطن پہنچا دے۔ سب نے میری خواہش کے مطابق ہاتھوں کو اُٹھا کر دعائیں کیں خداوند تعالیٰ قبول
فرمادے آمین ثم آمین۔ متذکرہ بالا حجاج وزائرین میں اکثر لوگ خاص مرادآباد کے باشندے
تھے۔ اور ایک شخص ہمارے خاص بہار شریف کے باشندہ مسمّٰے مولوی حاجی عبدالحق صاحب ملک گرام پیسہ
بہار تھے۔ ملاقات سے باہم بڑی مسرت ہوئی۔ جمّال نے کہا کہ آج قافلے یہاں مقیم رہینگے اونٹ تھکے ماندے
ہیں دوسرے دن روانگی ہوگی۔ گرچہ رابغ میں چوبیس گھنٹے کا قیام صرف اونٹوں کے لئے نہیں بلکہ
سب لوگوں کی راحت وعافیت کا باعث ہوا اور ہوتا ہے مگر زیارت روضۂ اطہر کے آرزومند دل نے
گراں سمجھا اور مجبوراً مقیم رہے ہر کسی کی تمنا یہی ہے کہ جلد مدینہ پہنچوں اور کیوں نہ ہو۔ شعر

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　آتشِ شوق تیز تر گردد

میرے رفقائے سفر میں ایک مخلص بزرگ جناب مولوی حکیم الحاج محمد رافت اللہ صاحب گورکھپوری
ہیں جنکا وجود اہل قافلہ کے لئے عموماً اور بیماران قافلہ کے لئے خصوصاً باعث تسکین وتقویت
وراحت ہے۔ ہر منزل میں قافلہ کے اندر گشت لگا کر آپ بیماروں کی دیکھ بھال کرتے اور حسب ضرورت
ادویہ بھی اپنے پاس سے المفت دیتے جاتے ہیں۔ گورکھپوری حکیم صاحب موصوف اور حاجی سید
مہدی حسن صاحب رئیس تجھوا ضلع بستی ہر دو اصحاب میرے شغدف کے متصل تھے۔ ہر دو حضرات سے
مختلف امورات پر دیر تک گفتگو مجھ سے ہوتی رہی۔ نعتیہ اشعار اور عرفات شریف والی مناجات
وغیرہ مجھ سے پڑھوا کر سنتے گئے اور بہت محظوظ ہوئے۔ ایک ایک نقلیں بھی اپنے سفینہ میں موصوفین نے
قلم بند کر لیں۔ رات کے وقت سب لوگ چین سے سو رہے اور حکومت کے مقرر کردہ پہرہ دار "بڑہ بڑہ"

رات بھر شور مچاتے رہے۔ یہ خطاب بدوؤں اور حرامیوں سے کرنے کا دستور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قافلے سے باہر رہو اندر مت آؤ۔

تاریخ ۹ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۹ جولائی ۱۹۲۷ء

صبح کی نماز پڑھ کر لوگ کھانے پکانے کے سامان میں لگ گئے۔ چند آدمیوں سے مجھے معلوم ہوا کہ آئندہ منزلوں میں تربوز و خربوزے و دیگر پھل کے اقسام سے کوئی چیز نہیں ملتی ہے اسلئے چند تربوز اور خربوزے بازار سے خرید کر میں لایا اور دوسرے لوگوں کو بھی آگاہ کر دیا۔ آج چند موٹر لاریاں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو جاتی ہوئی دکھائی دیں۔ ظہر کی نماز ہم لوگوں نے ساڑھے بارہ بجے دن کو ادا کی اور قافلہ رابغ سے روانہ ہوئے۔ حسب دستور ہر منزل کے یہاں بھی شربت کھجوریں اور چائے بیچنے والے عرب دور تک راستے میں خرما خرما، شربت شربت۔ شائے شائے یعنی چائے چائے کی صدائیں دے دیکر اہل قافلہ کو مخاطب کر کے سودا کرتے ہوئے واپس گئے غریب بدوؤں اور عربوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں اور مرد عورتیں الفاظ دعائیہ انشاء اللہ مدینہ سلامت! زیارت مقبول! ملک سلامت! یا حاج! خیرات۔ یا حاج! خیرات۔ کی مبارک صدائیں لگاتے ہوئے دور تک چلتے ہوئے اونٹوں کے آگے او پیچھے جا رہے تھے۔ اور اہل توفیق انھیں قروش و ھلالے دیکر رخصت کر رہے تھے۔ میں نے بھی اکثر کو کچھ تقسیم کئے۔ جہاں تین تین چار چار لڑکے اکھٹے ملتے میں ایک قروش یا ھلالتین دیکر آپس میں تقسیم کرنے کو انہیں کہدیتا تھا مگر نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جسکے ہاتھ میں پڑتا لیکر چلتا ہوتا دوسرے منہ تاکتے رہ جاتے اور بعضے تو روتے ہوئے میرے قریب آکر پھر طالب ہوتے تھے۔ اس موقع پر مجھے یہ سبق حاصل ہوا کہ جسکو کچھ دینا ہو اسی کے ہاتھ میں دینا ہوگا۔ ورنہ زور والا چالاکی یا بدنیتی سے دوسروں کا حق بھی کھا جاتا ہے۔ آج رابغ سے روانہ ہوتے ہی عمیق گہرائی راستے میں ملتی جا رہی ہے گویا بلندی سے پستی میں جانا ہو رہا ہے۔ دن بھر تو لوگ خود سے دیکھ دیکھ کر شغدفوں میں ہوشیاری سے بیٹھتے ہوئے چلے۔ مگر مغرب کے بعد سے بڑی دقت پیش کی اور اونٹوں نے اپنے خرام نازسے اور پستی یعنی اُتار میں تیزی کے ساتھ چلنے کی غیر معمولی جنبش سے لوگوں کے دل دہلا دئیے۔ اکثر لوگوں کو رات بھر نیند نہ آئی اور جاگ جاگ کر صبح کئے۔ جمال لوگ نئی منزل

ہٹیے میزان کی صداؤں سے سب کو ہوشیار کرتے جا رہے تھے۔ ضلع بلیا کے باشندہ ایک شخص سیٹھ حاجی حبیب صاحب پیدل جانے والوں میں تھے وہ بیچارے جا بجا لوگوں کو ہوشیار کرتے جاتے تھے اور اس طور سے وہ اونٹ سوار حجاج کی خدمت کرتے جاتے تھے۔ جمال لوگ بھی ان سے خوش تھے۔ اور کبھی کبھی باربرداری کے اونٹ پر ان کو بٹھا لیتے تھے خدا ان کو جزائے خیر دے اور مجھے اور دوسرے بھائیوں میں بھی خدمتِ خلق کی توفیق اور احساس ہمدردی عطا فرماوے آمین ثم آمین۔

تاریخ ۱۰ محرم الحرام روز یکشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل مستورہ

صبح کی نماز کے وقت ہمارے قافلے منزل مستورہ میں پہنچے۔ ہم لوگوں نے نماز فجر ادا کی۔ اسکے بعد لکڑی اور پانی خرید کر لائے۔ بازار یعنی چند دکانیں مثل دیگر منازل کے یہاں بھی ہیں جن میں کھانے پینے کی پختہ و خام اجناس ملتی ہیں پانی یہاں کا بھی شور و بدمزہ ہے۔ خوش ذائقہ اور شیریں پانی کی قدر ایسے ہی مقاموں میں ہوتی اور یاد آتی ہے اللہ تعالیٰ بڑا حکیم و دانا ہے اپنے بندوں کو قدر نعمت کی کرنے اور شکرگزار بننے کے لئے گویا ایسے مقامات کے شور پانی سے لذت آشنا کراتا ہے لہٰذا یہاں یا جہاں کہیں بھی شور و بدمزہ پانی ملے اسکو بجائے زحمت کے رحمت تصور کرنا میرے خیال میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں بھی قافلے کے اندر پانی یا لکڑی بیچنے والے بدؤوں کو ممانعت ہے۔ پانی بیچنے والوں کو ہم لوگوں نے قافلے کے اندر بلایا بھی مگر وہ "حکومت حکومت" کہتے ہیں اور اندر نہیں آتے۔ باوجود اس کے کہ حکومت کا کوئی سپاہی موجود نہ تھا مگر حکومت کا رعب ان پر غالب تھا اور اسلامی تعلیم کا نتیجہ کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری حاضری اور غیبت دونوں میں برابر چاہیئے۔ عرب کے غریب بدوؤں اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں میں بھی جذبۂ عمل پورے طور پر پایا۔ کاش! اسلامی احکام کی تعمیل کا جذبۂ عمل ہم لوگوں میں بھی ہوتا تو خوب ہوتا۔ مستورہ ایک تاریخی مقام ہے کہتے ہیں کہ یہاں حضرت رسول خدا صلعم کی معیت میں اصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کافروں سے لڑے تھے۔ کافروں نے ایک صحابی کی بی بی کو زخمی کر کے برہنہ کر دیا تھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو کپڑا پہنایا گیا۔ آخر ان صحابیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور اسی مقام میں انکو دفن

کیا گیا، اسی سے اس مقام کا نام مستورہ ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں بہت سے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عرب میں تعزیہ داری

ماہ محرم الحرام کی دو تاریخیں تو مکہ معظمہ میں بسر ہوئیں اور بقیہ راہ مدینہ کے منازل میں یہاں تک کہ آج دسویں تاریخ ہے۔ مکہ معظمہ سے یہاں تک واقعہ ہائلہ شہادت شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یاد غم منانے کے کوئی آثار مجالس یا مذاکرہ تعزیہ داری و مرثیہ خوانی اہل عرب کی طرف سے عمل میں آنا نہ تو دیکھنے میں آیا نہ سننے میں کہیں بھی تعزیہ یا سہرے بنتے بناتے دیکھا نہ جلوس علم و دُلدُل مہندی و تربت کا گشت کرتے پایا۔ بچے جوان۔ بوڑھے کسی کو بھی نہ مشک اُٹھاتے دیکھا نہ پیک بنتے۔ ادائے نذر و منت کے شوق میں نہ تو کسی کو ریچھ و بندر بنتے دیکھا نہ پاؤں میں بیڑیاں پہنتے نہ گلے میں طوق ڈالتے۔ کہیں بھی نہ تو امام باڑہ دیکھا نہ ماتم حسین کا چبوترہ۔ ہمارے ہندوستان کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں عشرہ محرم میں جو طریقے اظہار غم کے ثواب سمجھ کر عمل میں لائے جاتے ہیں اگر شرعاً جائز ہوتے تو اسلام کا مقدس مرکز اس سے ہرگز خالی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ باوجود گذر جانے تیرہ سو سال کے بھی باشندگان عرب خصوصاً اہل مکہ و مدینہ کے دلوں میں اہلبیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت و عظمت آج بھی دیگر ممالک کے مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اگر امورات مندرجہ بالا ذریعہ حصول رضامندی خدا و رسول کے ہوتے تو مسلمانان عرب کی توجہ ان امور پر ضرور ہوتی اور میدان عمل میں انکا قدم مسلمانان عالم سے پیش پیش ہوتا اور بلد الامین کا کوئی گھر تعزیہ داری سے خالی نہیں رہتا۔ طرفداران تعزیہ داری کو غور و فکر کرنی چاہئے اور نامشروع امورات سے بچنا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد روانگی شروع ہو گئی۔ غریب بدو اور انکے بچے عورتیں دعائیہ کلمات مندرجہ بالا کی صداؤں کے ساتھ چلتے ہوئے قافلے والوں سے طالب خیرات ہوئے اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق لوگ انھیں حلالے وغیرہ دئے۔ میں نے بھی ثواب حاصل کرنے سے اپنے کو محروم رکھنا مناسب نہ سمجھا اور بعض بعض کو ایک دو حلالے دئے۔ اس مبارک سفر میں جملہ حجاج و زائرین کو لازم ہے کہ جو کچھ بھی ممکن ہو ان غریبوں کی خدمت سے دریغ نہ کریں اس لئے کہ وہ سب آس لگائے رہتے ہیں اور ایک حلالہ پانے سے ہی خوش ہو جاتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں۔ آج کے

راستے پتھریلے۔ اور کہیں کہیں ریتیلی زمین کے ٹلے اور بجائے نشیب (اُتار) کے چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے ٹیلے پر سے قافلے گزرتے چلے۔ میں حسب معمول تلاوت قرآن کریم اور درود شریف میں مصروف رہا اور کچھ رات گئے جب نیند کا غلبہ ہوا تو سو رہا۔

تاریخ ۱۱ محرم الحرام روز دوشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل بیر شیخ

سات بجے صبح کو ہم لوگوں کے قافلے منزل بیر شیخ میں پہنچے یہاں بھی ایک ہی کنواں ہے اور بحمد اللہ پانی یہاں کا میٹھا اور خوش ذائقہ ہے چار منزلوں کے بعد خوشگوار پانی نصیب ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا موقع ہر ہر قدم پر اسکی قدرت کے کرشموں پر ملتا جاتا ہے۔ چند دُکانیں بطور بازار گوشت۔ مچھلی۔ چاول پختہ و خام۔ دال۔ آٹا۔ تیل۔ گھی۔ کھجور۔ نمک۔ مصالحے۔ لکڑی۔ چائے۔ چینی وغیرہ اور اونٹوں کے چارے والے گھاس اور خرما کی گٹھلیاں اور جو اونٹوں کو کھلانیکے لئے بطور دیگر منازل کے یہاں بھی ملتے ہیں۔ اور حسب ضرورت خرید کر لوگ کھاتے کھلاتے ہیں۔ نرخ بھی چنداں گراں نہیں ہے۔ بدوؤں کو قافلے کے اندر آنے کی یہاں بھی ممانعت ہے اس لئے پانی کنواں پر سے سب لوگوں کو خود سے لانا ہوا۔ ان میں نے قافلے کے ایک آدمی کو اُجرت دیکر پانی کنواں پر سے اُٹھوا کر لایا۔ بیر شیخ بڑے بڑے عالیشان پہاڑوں کے دامن میں جس کو جبل صبوح کہتے ہیں ہے۔ یہاں بڑی بڑی وادیاں ہیں اور ریگستان ہی ریگستان نظر آتے ہیں جبل صبوح کے دامن میں اور متفرق مقامات میں یہاں ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی جو کہ گذشتہ منزلوں میں نہیں پائی جاتی ہے بالُو ریت اُڑ اُڑ کر بڑے اونچے اونچے تودے تخمیناً ہزار بارہ سو فٹ بلندی کے مثل پہاڑ کے ہو گئے ہیں دیکھنے میں ریت کے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہوائی طوفان جب اس علاقہ میں اُٹھتا ہے تو ریت اُڑ اُڑ کر جا بجا بصورت پہاڑ کے ڈھیر کے ہو جاتے ہیں اور یہ موقع راہ چلتے قافلے اور جانوروں کے لئے نہایت خوفناک ہوتا ہے ریتیلے طوفان میں انسان وحیوان کوئی بھی ہو چھپ جاتے اور زندہ درگور کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ زمانہ دراز کے بعد جب ریت ان تودوں سے اُڑ اُڑ کر دوسری طرف مائل ہوتے ہیں تو زندہ دفن شدہ لوگوں کے مال و اسباب اور ان کی ہڈیاں نمایاں ہوتی ہیں اور ان کی ہلاکت کا راز فاش ہوتا ہے۔ یہ ساری وادیاں خشک ہیں تمام ریتیلی ریت ہیں۔ دن کو جب لُو چلتی

اور آفتاب کی گرمی سے ساری وادیاں شعلہ زار بن جاتی ہیں تو چمکیلے ریت دُور سے دریا کی طرح سے موجزن نظر آتے ہیں۔ اور پانی کے طالبوں اور پیاسوں کو پانی کا دھوکھا ہو جاتا ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ سال دو سال میں کبھی پانی برس جاتا ہے تو ان وادیوں سے سیلاب اُٹھتا ہے اور آگے جا کر زمین میں ہی جذب ہو جاتا ہے سمندر تک سیلاب کے پانی کو پہنچنے کی نوبت نہیں آتی ہے۔ یہاں کی زمین میں قوت جاذبہ غایت درجہ کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ چند سال قبل بارش ہونے سے ایسا سیلاب ان وادیوں میں اُٹھا کہ کئی ہزار حجاج کے قافلے مع آدمی اونٹ اور اسباب کے غرقاب ہو گئے کسی کا کچھ پتہ نہ لگا۔ اس حادثہ فاجعہ کا اعلان حکومت نے کیا تھا۔ باخبر اصحاب سے اسکی تصدیق بھی ہوئی۔ دوپہر دن کا وقت ہوا تھا ہم سب کھانا کھا کر لیٹے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ جمّال لوگ آگئے اور یہی امشی یہی امشی اَربَع اَربَع کا شور مچانا شروع کئے۔ اور ظہر کی نماز پڑھتے ہی روانگی شروع ہو گئی۔ کھجوریں۔ چائے اور شربت بیچنے والے اور غریب بدّو مرد عورتیں بچے دور تک قافلے کے قطار میں چکر لگاتے ہوئے تحصیل مقصد کر کے واپس گئے۔ آج چند موٹر کاریں مدینہ پاک سے آتی اور جاتی ہوئی ملیں جو موٹریں تو ایک بڑی وادی کی ریت میں ایسی گڑ گئیں کہ سارے مسافروں مرد عورتوں کو جتنے بھی سوار تھے اُنھیں اُتر کر دُور تک پیدل چلنا پڑا اور بہت زور و طاقت خرچ کرنے سے موٹریں ہانکے آگے بڑھائی گئیں۔ عصر کی نماز کا وقت ہوا تھا کہ ایک بڑا قافلہ بخاری بھائیوں کا اونٹوں پہ سوار مدینہ شریف سے واپس آتا ہوا ملا ہم سبھوں نے اُن کو سلام کئے اُن سبھوں نے جواب سلام دئے اور یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھے کہ انشاء اللہ مدینہ سلامت اَربَع یوم یعنی خدا نے چاہا تو سلامتی کے ساتھ پہنچو گے چار روز کا راستہ ہے۔ دربار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی شرف حاصل کئے ہوئے بخاری برادران نہایت خوش و بشاش نظر آ رہے تھے ہم سب دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی جلد از جلد زیارت کی شرف اور مسرت عطا فرما دے آمین ثم آمین۔ راستے میں جا بجا ببول کے درخت بھی نظر آئے جن میں کہیں کہیں پر اونٹ بے مہار اپنی گردن بڑھا کر پتیاں کھا رہے تھے۔ جا بجا بدّو پہاڑ کے دامن میں خیمے ڈالے ہوئے نظر آئے بکری اور دُنبے کے گلّے بھی چرتے ہوئے پائے گئے۔ مغرب کی نماز کے وقت قافلے کے اونٹ ٹھیر گئے

اور ہم لوگوں نے نماز مغرب ادا کی۔ پھر اونٹوں پر سوار ہوئے اور قافلے نے کوچ کیا۔ خدا کے حبیب کے مہمانوں میں سے کتنے لوگ تو چادریں تان کر سورہے اور اکثر نے درود و وظائف میں رات بسر کی۔ آدھی رات گذری تھی کہ منزل آگیا اور حسب معمول بستر ے ڈال کر اکثر لوگ تو سورہے اور بہتیرے آدمی کھانے پکانے کے سامان میں لگ گئے پہرہ دار نے رات بھر "پہرہ پہرہ" کا شور مچا کر صبح کی۔

تاریخ ۱۲ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۲ ہجری مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل آبیار احسانی

اس منزل کو آبیار احسانی کہتے ہیں۔ یہاں پر پانچ کنوئیں ہیں پانی شیریں خوشگوار ہے۔ مکانات یہاں پتھروں کے بہت سے ہیں۔ دکانیں مثل اور منزلوں کے جملہ اشیاء ضروریہ سے معمور یہاں بھی ہیں۔ قافلے کے اندر بدوؤں کو جانے کی ممانعت ہے۔ کنوئیں پر سے پانی خود سے لانا ہوتا ہے۔ جبل صبوح یہاں سے قریب ہے جو کہ زلف یار کی طرح سے پر پیچ کوسوں دور تک مسلسل چلا گیا ہے۔

روغن بلساں

معلوم ہوا کہ جبل صبوح پر بلساں بہت ہوتا ہے۔ ایک بدو نے مجھ سے بیان کیا کہ پہاڑ پر جاکر بلساں کے پودے میں تر ٹہنی کے ایسا ایک ہتھیار سے پاچھ دیتے ہیں تو اس سے رطوبت نکلنی شروع ہوتی ہے اسکو برتن میں جمع کرتے ہیں۔ وہ رطوبت مثل روغن کے ہو جاتی ہے۔ پھر بازاروں میں لیجا کر فروخت کرتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ جبل قرہ (جو کہ مکہ معظمہ سے آگے طائف شریف کے قریب ہے) پر بھی بلساں ہوتا ہے۔ مگر جبل صبوح کا روغن بلساں بہتر ہوتا ہے۔ خالص بلساں کی شناخت ایک بدو نے مجھ سے بیان کیا کہ روغن بلساں پانی میں ڈالنے سے تہ نشین ہو جاتا ہے۔ مخلوط رہنے سے تہ نشین نہیں ہوتا۔ بیر شیخ ابیار احسانی اور آگے کی ساری منزلوں میں اور مدینہ پاک میں روغن بلساں بہت ملتا ہے اور ارزاں ملتا ہے دوسری شناخت خالص بلساں کی یہ معلوم ہوئی کہ بلساں سے لکڑی چرب کرکے دیا سلائی دکھانے سے بطور مشعل کے جلنا شروع ہوتا ہے۔ اگر غیر خالص ہوتا ہے تو نہیں جلتا۔ عالیشان پہاڑوں کے باعث یہاں گرمی بہت پڑتی ہے اور لو خوب چلتی ہے لیکن رات کو خنکی شروع ہو جاتی ہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر یہاں سے ہمارے قافلے نے کوچ کیا۔

مدینہ پاک کے دو راستے

ابیار احسانی سے مدینہ پاک کو دو راستے جاتے ہیں۔ ایک تو سلطانی راستہ ہے جسکی اگلی منزل خلیص ہے اور موٹر بھی اسی راستے سے جاتا ہے۔ دوسرا راستہ حمراجس میں خیف ملتا ہے خیف وہ مقام ہے جہاں ایک مشہور عاشق رسول حضرت عبدالرحیم برعی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اول الذکر راستہ بہت قریب ہے مگر نہایت دشوار گذار گھاٹیوں سے پہاڑوں کے گذرنا پڑتا ہے اور جبل قصبوح کو عبور کرتے ہوئے گذرنا ہوتا ہے جس میں بدوی قبیلے بہت آباد ہیں۔ اور مشہور ہے کہ ان میں اکثر چور اور ڈاکو ہیں۔ آخر الذکر راستہ وادی صفرا ہو کر جاتا ہے۔ وادی صفرا سے مقام جنگ بدر قریب ہے اور اہل شوق مقام مذکور کی زیارت بھی کر لیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ مندرجہ بالا دونوں راستوں میں سے کسی میں جانا اپنی خواہش سے نہیں ہوتا ہے بلکہ شیخ الجمال کی خواہش اور مرضی پر منحصر ہے وہ جس طرف چاہتا ہے لیجاتا ہے اور مجبوراً جانا ہی پڑتا ہے۔ بہر حال راستے میں خیرات مانگنے والے بدوؤں کی عورتیں اور بچے دُور تک قافلے کے ساتھ آئے اور کچھ پاکر واپس گئے۔ اب ہمارے قافلے دو پہاڑوں کے دامنوں کے بیچ سے گذرتے جارہے ہیں۔ عالیشان پہاڑوں کے سلسلے پیچ کھاتے ہوئے گئے ہیں دیکھنے میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب آگے راستہ نہیں ہوگا مگر پیچ وخم کھاتا ہوا راستہ شام تک ملتا گیا۔ ایک جگہ پر تو ایسا اتفاق ہوا کہ ایک موٹر مدینہ شریف سے واپس آتا ہوا گذرنے لگا ہمارے قافلے کے اونٹ قطار باندھے ہوئے رواں تھے موٹر کی آواز سے اونٹوں کو وحشت اور گھبراہٹ ہوئی اور یکبارگی سب کے سب بھڑک گئے۔ آگے والے اونٹ پیچھے اور پیچھے والے آگے ہو کر ایک دوسرے میں اُلجھ گئے۔ موٹر ڈرائیور تو موٹر بچا کر نکل گیا بڑی خیریت ہوئی کہ کوئی آدمی اونٹ سے نہیں گرا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر روانہ ہوتے وقت ہم سب کو بڑی گھبراہٹ معلوم ہوئی کہ دیکھئے آگے چل کر کیا موقع پیش آتا ہے بارے چاندنی رات کے باعث اونٹوں کو چلنے میں بہت مدد ملی۔ قریب نصف رات کے وقت پہاڑ پر چڑھنے کی نوبت آئی۔ اونٹوں کی بہادری طاقت اور ہمت پر قربان جائیے کہ قلیل چارہ پانے اور دن رات میں یکبار پانی نصیب ہونیکے باوجود بھی پہاڑ پر ایسی تیزی مستعدی اور چستی کے ساتھ چڑھ جاتے ہیں جیسے پہاڑی گھوڑے اس موقع پر جمال برابر اوّل اوّل گُدام گُدام پکارتے جاتے ہیں چڑھائی کے وقت اگر شغدف کے آگے کی طرف

نہ بیٹھا جائے تو نیچے گر جانے کا احتمال رہتا ہے۔ اسی طرح سے نشیب میں اگر پیچھے کی طرف نہ بیٹھا جائے تو گرنے کا خوف ہے۔ اس لئے جمال وَرَا وَرَا پکارتے رہتے ہیں۔ بدو جمال یومیہ بخشش قبل روانگی ہر ایک منزل میں ہر کسی سے وصول کر لیتے ہیں۔ اگر کسی نے دینے میں کسر کی تو اسکی تاک میں رہتے ہیں اور اسکے شغدف کو ڈھیلا باندھتے ہیں۔ کبھی بے قرینہ باندھتے ہیں جس سے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے یا شغدف گر جاتا ہے لہذا یاد رکھنا چاہیئے کہ جا ہے وہ راحت پہنچاویں یا تکلیف بخشش روکنی نہیں چاہیئے۔ دیدینا ہی مصلحت ہے۔ اسکے علاوہ چاہیئے کہ جو کچھ کھائیں انھیں بھی کھلائیں۔ تازہ اور مرغن غذا گھی اور کھجور بدو بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ روکھے سوکھے یا سخت کھانے کو جانوروں کی طرح سے سونگھ کر چھوڑ دیتے ہیں نہیں کھاتے۔ کھانا معمولی سادہ پکا ہوا بھی ہو تو اسمیں تھوڑا گھی ضرور دیدیا جائے برخلاف اسکے عمل کرنے والے چوٹ کھاتے اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

تاریخ ۱۳ محرم الحرام روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل خلیص

ہم لوگوں کے قافلے عالیشان پہاڑوں اور پرخطر وادیوں سے رات بھر گذرتے رہے۔ صبح کی نماز کے بعد جبکہ سورج اپنی سنہری کرنوں سے پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیوں اور وادیوں پر طلائی پوشاک ڈال رہا تھا ہم لوگ منزل خلیص میں پہنچ گئے۔ خلیص میں دو کنوئیں ہیں۔ دونوں کا پانی شیریں اور عمدہ ہے۔ پہاڑوں کے دامنوں میں بدوؤں کے مکانات ہیں حسب معمول جملہ اشیاء ضروریہ اہل قافلے کے لئے یہاں بھی دوکانوں میں ملتی ہیں۔ نرخ بھی مناسبانہ ہے۔ بحساب فی اوقیہ ایک روپیہ کے گوشت خصّی کا اور بحساب دس قروش فی اوقیہ کے چاول میں نے خریدے اور پانی بحساب تین قروش اور چار قروش کے ایک دو مشک لئے۔ ایک بدو پانی لیکر آیا میں نے پانی خرید کیا اور غسل کر لیا۔ اُس سے میں نے خلیص کی آبادی اور بدوؤں کے بسر اوقات کا حال دریافت کیا اور عربی زبان میں وہ میرے سوال کے مطابق تشفی بخش جواب دیتا گیا۔ آخر میں اس نے اپنی غربت کی داستان شروع کی اور کہا کہ اسکی چھ لڑکیاں اور بیوی ہیں گذر اوقات کی کوئی دوسری صورت سوائے اسکے نہیں ہے کہ ایام حج وزیارت میں قافلے والوں کے ہاتھ

پانی بکری کرتا ہے اور جو قیمت حاصل ہوتی ہے اس سے اپنی اور جملہ اہل و عیال کی وہ پرورش کرتا ہے مجھے اسکی غربت اور حالتِ زار پر بہت رحم آیا۔ اسکی ہمت مردانہ کی میں نے تعریف کی اور پانی کی قیمت کے علاوہ چار قرش اور بھی اسکو دیئے وہ بہت خوش ہوگیا اور ہاتھوں کو اُٹھا کر میرے حق میں حضرت باری تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگا۔ اور "السلام علیکم انشاء اللہ مدینہ سلامت وطن سلامت" کہتا ہوا رخصت ہوا۔ ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اسکے بعد میں اپنے شغدف میں بیٹھا ہوا روزنامچہ لکھ رہا تھا کہ اول وقت ظہر کا ہوگیا اور جمّالوں نے "مشی اِمشی مشی اِمشی" کا شور مچایا دس منٹ کے لئے ہمارے ایسے کمزور نحیف الجثہ لوگ بھی ایک سپاہی بن گئے اور اپنے اپنے شغدفوں کو اپنے اونٹوں پر رکھا کر سوار ہوگئے۔ راستہ میں دُور تک کھجور شربت اور چائے بیچنے والے اور خیرات و بخشش مانگنے والے غرباء آئے اور حصول مدعا کے بعد واپس گئے۔ خلیص اور آئندہ منزل بیر درویش کے درمیان میں پہاڑ بکثرت ہیں اور جا بجا کھجور کے باغ ہیں۔ بدو لوگ بکثرت آباد ہیں۔ آج کے راستے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر پر بدو لوگ ببول کے درخت کے سایہ میں بیٹھے کھجور تازہ تازہ بیچتے نظر آرہے ہیں۔ اونٹوں کے قطاروں کے قریب جھولے میں کھجوریں ڈالے ہوئے خُرما رطب خرما رطب کہتے ہوئے فروخت کرتے جاتے ہیں۔ بعضے مشکوں میں ٹھنڈا پانی لئے ہوئے گشت کررہے ہیں اور مُوَیہ بارد مُوَیہ بارد کہہ کہہ کر ایک دو حلالہ میں ایک پیالہ پانی پلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کے قافلے کے لئے سامانِ راحت اس خطرناک وادی اور پہاڑوں کے بیچ میں غیب سے پیدا کردیا ہے۔ جَلّ جلالہ وجَلّ شانہٗ دل کو آج بڑی مسرت اور روح کو فرحت حاصل ہے۔ راہ کی پریشانی باوجود دن رات چلنے کے بھی آج کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہی ہے۔ آئندہ منزل بیر درویش اور اسکے بعد تو منزلِ مقصود مدینہ ہی ہے۔ اس مژدۂ جانبخش نے اور بھی پھڑکا دیا ہے۔ نیم جانوں میں جان آگئی ہے اور بیماروں کو امید زیست ہوگئی ہے۔ راہ مدینہ کے غیرمعمولی تکالیف اور ناقابل برداشت صعوبتوں کے سہنے والے حجاج و زائرین میں ہمارے ایسے ضعیف القلب بھی یہ کہتے جاتے ہیں شعر

دست از طلب نگیرم گر جان زتن برآید یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

اور یہ حال کیوں نہ ہو۔ ہم لوگ تو اس مسیحائے عالم کے در پر جا رہے ہیں کہ جس نے جنم کے اندھوں کو اولی الابصار اور بیماروں کو تندرست اور سیکڑوں برس کے مردوں کو زندہ کر کے اعجاز مسیحائی کو شرف بخشا فِدَاہُ اُمِّیْ وَاَبِیْ۔ عصر کے قریب بدوی عورتیں برقع پوش مشکوں میں دہی لیے ہوئے لبن لبن پکارتی ہوئی اونٹوں کے قطاروں کے قریب آ آ کر فروخت کرتی نظر آئیں ہم لوگوں نے بھی لبن لیکر کھائے نہایت ٹھنڈا اور خوش ذائقہ تھا مکہ معظمہ سے لیکر گذشتہ منزلوں میں بہت جگہ میں نے لبن لئے اور کھائے مگر یہاں کے لبن میں کچھ اور ہی لذت پائی۔ معمول کے مطابق مغرب کی نماز پڑھ کر ہم لوگ پھر اپنے شغدفوں میں بیٹھ گئے۔ بحمد اللہ اس سفر میں قرآن پاک کی تلاوت میں میرا جی بہت لگ رہا ہے۔ درود شریف بھی پڑھتا ہوں لطور معمولہ مگر قرآن پاک کی تلاوت زیادہ جو کہ ایک ماہ کے قیام مکۃ المکرمہ میں نہ ہو سکا۔ دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ و تقدس ہمارے تھوڑے بہت تلاوت قرآن شریف یا درود شریف کو جو کچھ کر رہا ہوں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں قبول فرما دے اور ذوق عمل عطا کرے اور جملہ آفات سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ اس سفر عظیم میں جسمیں بارہ دن متواتر سفر کرنے ہوتے ہیں اور نہایت حلیم اور بردبار نرم دلی اور عجز و انکسار برتنا پڑتا ہے محنت اور سختی کی تکلیف سہنے کا عادی بننا پڑتا ہے ان ساری صعوبتوں کو محو کر دینے والا اور رنج کو راحت کی صورت میں دکھلانے والا اگر ہے تو ذکر خدا و رسول اس لئے ہر مسافر حرمین الشریفین کو لازم ہے کہ تلاوت درود شریف و قرآن شریف اور تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے اس راہ میں چلنا اپنے اوپر لازم کرلے۔ اس لئے کہ اس مقدس سرزمین کے شجر و حجر نے خدا کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا ہے یہ وہ راہ ہیں جن میں خود حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاران اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین بغرض حج و زیارت بیت اللہ شریف و اشاعت و ترقی دین اسلام و جہاد فی سبیل اللہ کے گذرے ہیں جن کے سارے اوقات اور جن کی زندگی ذکر خدا و رسول میں گذری ہیں۔ پھر اگر ہم اس راہ میں بھی غفلت سے نہ چونکے تو ہم سے بڑھکر بدنصیب کون ہوگا ہمارے قافلے دورویہ پہاڑوں کے دامنوں کے تلے پناہ ڈھونڈتے ہوئے رات بھر چلتے رہے راستہ

کہیں پر تنگ ملتا گیا اور کہیں پر کشادہ۔ ببول کے بڑے بڑے درخت اکثر خشک دیکھنے میں آئے۔

تاریخ ۱۴ محرم الحرام روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل بیر درویش صبح کی نماز اونٹ سے اتر کر میں نے راستے میں پڑھی اور خراماں خراماں اونٹوں کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ آفتاب نکلنے کے ساتھ ہی منزل بیر درویش آگیا اور سب لوگ اتر پڑے معمول کے مطابق بستر ے لگا کر کھانے پکانے وغیرہ تشغل میں لگ گئے بیر درویش میں پانی کی قلت ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے تو یہاں پانی ملتا ہی نہیں تھا دوسری منزل سے قافلے والے اپنے ساتھ پانی لایا کرتے تھے۔ یا دوسرے مقامات سے بدو لوگ پانی لا کر گراں قیمت پر ایک روپیہ فی مشک کے حساب سے فروخت کیا کرتے تھے۔ بہرحال پانی یہاں کا شیریں ہلکا اور خوش ذائقہ ہے۔ میں نے بارہ قروش کو ایک مشک پانی خرید کیا۔ اکثر لوگوں نے تو کنوئیں پر جا کر خود سے پانی لایا جس میں چار چھ آنے فی ٹین کے دینے پڑے۔ بیر درویش میں پانی کی تکلیف آدمیوں کو تو نہ ہوئی مگر اونٹ پیاسے رہ گئے انھیں پانی نصیب نہ ہوا۔ میں نے اپنے جمال بدو شیخ صالح سے کہا کہ اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ جواب میں اس نے کہا کہ اتنے گراں قیمت میں پانی نہیں لیا جا سکتا ہے اب تو ہمارے اونٹ مدینہ جا کر ہی پانی پیئینگے۔

باشندگانِ عرب میں صبر و قناعت سفر حجاز مقدس میں منجملہ اور تجربے کے اس بات کا بھی مجھے تجربہ ہوا اور مجھے اس پر بڑی خوشی ہے کہ باشندگان عرب میں عموماً قناعت اور صبر کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے تھوڑے پر گذر کر لینا اور ابتلا و آزمائش رنج و صعوبت میں صبر کرنا انکا شیوہ ہے خلق محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا پر تو سارے باشندگانِ عرب کے دلوں پر جاگزیں ہے۔ چاہے وہ تونگر اور شرفاء عرب سے ہو یا کوہ و صحرائی عرب کا رہنے والا غریب بدو تکرونی یا حبشی ہی کیوں نہ ہو اوصاف متذکرہ بالا سے سب ہی متصف ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ غریب اونٹ جس کا کام بھاری بوجھ اٹھانا دن رات گھڑی کے پرزوں کی طرح چلتا رہنا ہے۔ اس شدید محنت کے باوجود بھی اسکو خوراک کیا ملتی ہے کہ ”ایک مٹھی گھاس جس کو عسور کہتے ہیں اور ایک تگاڑ پانی جو کہ ہندوستان میں بکری پالنے والے ایک بکری کے لئے بھی ناکافی خیال کرتے ہیں۔ مگر واہ رے اونٹ صدقے جاؤں تیری

قناعت اور صبر کے تیری صورت تو جانوروں کی سی ہے مگر سیرت بزرگترین انسان کی۔ دنیا میں ہمارے جیسے بہتیرے انسان ایسے بھی ہیں جن کو قناعت چھو بھی نہیں گئی۔ صبر کیا شے ہے جانتے بھی نہیں۔ چاہیئے کہ قناعت اور صبر کا سبق اونٹ کے دن رات کے ذاتی تجربے اور مشاہدے سے حاصل کریں اور تھوڑے پر قناعت کرنے اور رنج و تکلیف پر صبر کرنے کی عادت پیدا کر کے حقیقی معنوں میں ہم اپنے کو انسان کہلانے کے مستحق بن جائیں۔ قولہ تعالیٰ اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ بیر درویش میں کھانے پینے کی اشیاء مثل دیگر منازل کے ملتی ہیں۔ خربوزے اور تربوز تو رابغ کے بعد یہاں دیکھنے میں آئے۔ چند تربوزیں نے خرید بھی کئے ذائقہ اچھا تھا۔ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ آبیار احسانی سے دو راستے مدینہ شریف کو گئے ہیں۔ بیر درویش میں وہ دونوں راستے آکر مل گئے ہیں۔ اب یہاں سے مدینہ پاک کا ایک ہی راستہ ہے۔ اور آئندہ منزل بھی منزل مقصود مدینہ ہی ہے۔ مکہ شریف سے روانہ ہوئے آج تیرھواں روز ہے اب جو جلدی ہمارے اور سارے قافلے والوں کے دلوں میں زیارت روضۂ اطہر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے اور شوق و ولولہ حاضری بارگاہ نبوت کا دریائے دل میں موجزن ہے اسکا اظہار ممکن نہیں ہے۔ اسکو شائق دل اور مشتاق آنکھیں ہی سمجھ سکتی ہیں۔ شعر

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک ۔ آتش شوق تیز تر گردد

خیف کے ایک بدوعرب سے ملاقات

قریب دس بجے دن کو دُکان میں کھجور خریدنے کو میں گیا۔ کئی دکانوں میں نرخ دریافت کرتا ہوا ایک دُکان پر گیا اور دُکان دار مسمّی محمد سعید سے جسکی عمر چالیس پینتالیس سال کی ہوگی میں نے آٹھ کرنے کی کھجوریں خریدیں اور عربی میں اس سے پوچھا کہ تمھارا گھر کہاں ہے؟ اس نے اپنا مکان خیف بتلایا۔ اور کہا کہ خیف جہاں حضرت عبدالرحیم برعیؒ ہیں۔ جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! نام سُنا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحیم برعیؒ عاشق رسولؐ گذرے ہیں آپنے سولہ مرتبہ حج کئے۔ اور ہر حج کے بعد بقصد زیارت روضۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے مگر مدینہ پاک تک گذر نہ ہوا ہر دفعہ حکم خداوندی سے لوٹ جاتے تھے آخری دفعہ اپنے اونٹ پر سے کود کر زمین پر اپنے کو گرا کر اپنی جان حضرت جاں آفریں عز اسمہٗ کے سپرد کی۔ خیف میں آپکا مزار ہے۔ اور آپ کے

مزار کے پہلو میں اور بھی دو بزرگوں کے مزار ہیں اور قبّے کے باہر بہت سی قبریں ہیں ہر سال وہاں پر
آپ کا عرس ہوتا ہے بدوی قبائل کے لاکھوں آدمی جمع ہوتے ہیں اور بڑی عقیدت رکھتے ہیں
محمد سعید نے کہا کہ میں اسی خیف کا باشندہ ہوں یہاں کھجوریں بیچنے آیا ہوں۔ پھر میں نے محمد سعید سے
پوچھا کہ حضرت عبدالرحیم کے قبّے اور مزار کا کیا حال ہے اور مزار کس حالت میں ہے اس نے کہا
کہ قبہ اور مزار اپنی حالت پر بدستور ہے شکست و ریخت قبہ و مزار کے متعلق میں نے مکرر پوچھا
اور اس نے صورت حال بیان کیا مگر کچھ ایسے الفاظ اس نے استعمال کئے جس کا مفہوم کلی طور پر ہوا
(مدینہ پاک پہنچ کر میں نے اسکے متعلق ایسے لوگوں سے جو خیف ہوتے ہوئے مدینہ شریف پہنچے
تھے دریافت کیا مگر تحقیق حال وہ لوگ بھی بیان نہ کرسکے) ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ
روانگی شروع ہوگئی ہم سب بھی اپنے شغدفوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کے قطار میں ہمارے
اونٹ منسلک کردئے گئے۔ راستہ میں ایک قافلہ زائرین کا مدینہ پاک سے واپس آتا ہوا ملا۔
ہم لوگوں نے السلام علیکم کہا۔ اکثر لوگوں نے جواب دیا۔ سارے لوگ شاداں و فرحاں نظر آئے
عصر کے وقت نماز پڑھنے کو میں اُتر گیا اور نماز ادا کرکے پیدل چلتا رہا یہاں تک کہ مغرب کا
وقت آیا اور نماز مغرب ادا کرکے پھر اپنے اونٹ پر میں بیٹھ گیا اور وظائف معمولہ میں مشغول
ہوگیا۔ کچھ رات گذرنے کے بعد سو گیا مگر نیند کم آئی۔

تاریخ ۱۵ محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۲۷ء

راستے کا امن

منزل بیر درویش سے روانگی کے بعد سے اشتیاق زیارت میں اپنا کیا
حال تھا۔ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ تخمیناً دو گھنٹے رات باقی رہتے
ہوئے میں اپنے اونٹ سے اُتر پڑا اور دیار حبیب میں اپنا گذر بشکل غلام پیدل ہی چلنے
میں اپنی سعادتمندی سمجھا۔ راستے میں مجھے سیکڑوں آدمی پیدل آتے اور جاتے ہوئے ملے جنکی رفتار سے
انکے اشتیاق کا پتہ چلتا تھا۔ لوگ چلتے چلتے جب تھک جاتے تھے تو پتھریلی زمین پر بے تکلف
لیٹ جایا کرتے اور کچھ دم لینے کے بعد چلنے لگتے تھے۔ راستے کا پُر امن ہونا پیدل چلنے والوں
ہی کے لئے نہیں بلکہ سواری والوں کے حق میں بھی نہایت مفید اور دلجمعی کا باعث ہوا ہے
اور قیام امن کے لئے چاہے کسی صورت سے حاصل ہوا ہو سلطان ابن سعود مستحق مبارکباد

اس قسم کا امن گذشتہ چند صدیوں میں حاصل تھا۔ کچھ ثبوت پایا نہیں جاتا۔ پہاڑوں اور پُرخطر وادیوں میں رہنے والے بدّو جو ایک پیسے کے لئے بھی کسی کی جان لینے میں دریغ کرنیوالے نہیں تھے آج انکی نظروں کے سامنے لوگ روپے پیسے اُچھالتے ہوئے گذرتے ہیں کیا مجال کہ تو کوئی چُوں بھی بول سکے۔ چلتے چلتے مُویہ بارِد مُویہ بارِد کی آواز کانوں میں آنے لگی میں نے سمجھا کہ آبادی قریب میں ہے دو حلالے میں ایک لوٹا پانی خرید کیا اور نماز صبح کے لئے میں نے وضو بنایا۔ راستے کے داہنے طرف کچھ پختہ عمارتیں دُور سے نظر آئیں ایک بدوی عورت برقع پوش (بدوی قبایل کی عورتیں اور عرب کی جملہ عورتیں برقع پوش ہوتیں اور منہ پر نقاب ڈالے رہتی ہیں) مویہ بارد مویہ بارد آواز دیتے ہوئے سامنے سے گذری۔ میں نے عربی زبان میں اُس سے پوچھا کہ یہ کون مقام ہے؟ جواب میں اس نے کہا کہ بیرعلی ہے۔ بیرعلی مدینہ شریف سے تخمیناً تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ ذوالحلیفہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔

مسجد بیرعلی کی زیارت مدینہ شریف سے جب حج یا عمرہ کے لئے لوگ چلتے ہیں تو اسی مقام سے احرام باندھتے ہیں۔ میں نے موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور مسجد بیرعلی میں جس کو حضرت علیؓ کی مسجد کہتے ہیں گیا۔ اور دوگانہ ادا کر نیکے بعد نماز فجر ادا کی اور اپنے وجملہ برادران بزرگان محبان وعزیزان وسائے مؤمنین ومؤمنات کے واسطے دعائے خیر کی۔ اسکے بعد روانہ ہوا۔ مسجد بیرعلی راستے سے دو سو گز کے فاصلے پر دکھن جانب ہے یہاں کھجور کے درختوں کے باغ ہیں اور کھیتی بھی ہوتی ہے۔ کھیت کے کیاریوں میں جَو اور گیہوں کی کھونٹیاں لگی ہوئی دیکھا۔ فصل کٹ چکی تھی۔ بہت سی کیاریوں میں سبزیاں نظر آئیں۔ خربوزے۔ تربوز بکثرت لگے ہوئے تھے۔ اور راستے پر لوگ تربوزا ور خربوزے لئے ہوئے فروخت کرنے کو کھڑے تھے۔ میں نے دو خربوزے اور ایک تربوز خرید کئے اور خراماں خراماں روانہ ہوا۔ داہنے جانب کھجور کے نخلستان سرسبز نظر آئے راستے میں جابجا خربوزے تربوز فروخت کرنے والے ملتے گئے۔ ہمارے قافلے مجھ سے بہت دور آگے نکل گئے کیونکہ میں بیرعلی میں دیر تک ٹھیرا۔

بوئے مدینہ سب سے زیادہ قابل ذکر امر یہ ہے کہ یہاں سے ایک خاص قسم کی خوشبو دل و دماغ کو معطر کرتی جارہی تھی جیسے جیسے قدم آگے بڑھاتا تھا خوشبو سے

دل کو ایک خاص فرحت اور دماغ کو راحت پہنچتی جاتی تھی جسکو میرا دل " بوئے مدینہ " سے تعبیر کرتا جاتا تھا۔ مشتاق آنکھیں گنبد خضرا کی طرف بیتابانہ اٹھ رہی تھیں یہاں تک کہ ہم لوگ وادی عقیق میں پہنچے اور قافلے کو وادی عقیق میں ٹھیرا ہوا پایا۔

وادی عقیق میں نماز وادی عقیق سے گویا مدینہ پاک کی سرحد کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں راستے سے داہنے جانب ایک پختہ مسجد ہے جسکو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی مسجد کہتے ہیں۔ مسجد کے مقابل میں پچھم جانب ایک قہوہ خانہ ہے جہاں چائے قہوہ صراحیوں اور ابریق میں بھرا ہوا ٹھنڈا پانی فروخت ہوتا ہے۔ قہوہ خانہ سے میں نے ایک ابریق پانی دو حلالے میں لیا اور وضو کرکے مسجد شریف میں داخل ہوا اور دوگانہ پڑھکر بدستور اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا کی۔ مسجد کے محراب کے اوپر ایک حدیث شریف درج ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ " فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وادی عقیق میں نماز پڑھنا مبارک ہے " مسجد کے اندر اور باہر صحن میں دیکھ بھال کرنیکے بعد میں باہر آیا۔ قافلے کے بہت سے لوگ آگے جا چکے محض تھوڑے لوگ باقی رہ گئے تھے وہ بھی روانہ ہو رہے تھے۔ اس مقام پر جمال لوگ زائرین کے اسباب جو بار دار ونٹ پر ہوتے ہیں اُسے اُتار کر سواری والے اونٹ پر تقسیم کرکے یا جس طور پر مناسب سمجھتے ہیں رکھدیا کرتے ہیں تاکہ باردانہ والا اونٹ شمار میں نہ لایا جا سکے۔ مذکورہ بالا غرض سے ہمارا جمال صالح ایک بورہ اسباب کا جو کسی دوسرے کا تھا ایک شخص کے شغدف پر رکھنے گیا۔ اس نے رکھنے نہیں دیا۔ تب صالح نے میری والدہ صاحبہ کے شغدف پر رکھنا چاہا۔ میں نے بورہ پکڑ کر کھینچ لیا اور منع کیا۔ اتنے میں ایک موٹر کار آئی اور اونٹ سب بھڑک اٹھے ایک اونٹ صالح کے بورہ سے ٹکرا گیا۔ بورہ گر گیا۔ اور ایک شغدف سے ٹکر کھا جانیکے باعث صالح کے سر اور ابرو مجروح ہوگئے اور خون بہنے لگے مجھے بہت افسوس ہوا پانی لیکر میں نے اسکا سر دھولایا اور تھوڑا پانی اسکو پلایا جس سے اسکو کچھ تسکین ہوئی اسکے بعد اونٹوں کو سنبھال کر سب کے ساتھ وہ اور ہم سب روانہ ہوئے۔ میں بدستور پیدل جا رہا تھا اور اس مقام سے اکثر مرد اور عورتیں شغدفوں سے اُتر کر پیدل رواں تھیں۔ بنظر تعظیم لوگ ایسا کرتے ہیں، اور ادباً ایسا کرنا لازم ہے۔ وادی عقیق قریب چوتھائی میل تک پہاڑ پر سے گذرنا ہوتا ہے مسطح راستہ بنا ہوا ہے جس پر اونٹ موٹر میں

وغیرہ جاتی ہیں مگر مخدوش ہے۔ خدانخواستہ اگر اس مقام پر اونٹ یا شغدف سے کوئی گر پڑے تو بچنا محال ہو جائے سر اور اعضا ریاش پاش ہو جائیں۔"

گنبد خضرا کی زیارت

مظاہر قدرت پر نظر غور ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ بیش بہا محبوب و مرغوب اشیاء کے حصول میں بڑی بڑی سختیاں و دشواریاں اور خطرات پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ حصول گل میں خار اور دریا سے موتی نکالنے میں گھڑیال اور لعل بدخشان کی طلب میں سنگتراشی کی مہیب زحمتوں سے مقابلے کرنے اور صعوبتیں سہنی پڑتی ہیں تب شاہد مقصود کا پر جمال چہرہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اسی صورت سے حجاج و زائرین کو سفر کی صعوبتیں اور پیش آنے والے ناگہانی آفات کے منازل کو طے کرنیکے بعد اس پہاڑ کے وسط بلندی پر پہنچنے سے سرکار دو عالم شفیع الامم صلے اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضرا کی زیارت نصیب ہوتی ہے مشتاق آنکھوں کو لذت اور مضطرب قلب کو راحت پہنچتی ہے۔ چنانچہ اسی مقام پر پہنچ کر ہم لوگوں کو بھی گنبد خضرا اور منار مسجد شریف کے زیارت کا شرف حاصل ہوا اس وقت ہم لوگوں کو جو مسرت اور قلب کو راحت حاصل ہوئی اسکا لطف وہی بیان کر سکتے اور سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس سعادت ابدی کا فخر حاصل کیا ہے۔ درود شریف کی تلاوت کرتے ہوئے خاکسار قدم بڑھاتا جارہا تھا۔ راستے میں سیکڑوں مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر دعائیہ کلمات انشاء اللہ زیارت مقبول۔ ملک سلامت وغیرہ سے زائرین کو خوش کرکے طالب خیرات و بخشش ہو رہے تھے۔ اور اپنے مقدور بھر لوگ ان سبھوں کو قروش و ھللے دیتے جارہے تھے۔ میں نے بھی ایک ھللے دو ھللے چند کو دئے یہاں تک کہ ہم لوگ شہر پناہ کے دروازے باب العنبری پر پہنچے

باب العنبری سے داخلہ مدینہ منورہ میں

مدینہ منورہ کے ہر چہار طرف چالیس فٹ اونچی شہر پناہ کی سنگی دیواریں عالیشان و مستحکم مسلم سلاطین کی بنوائی ہوئی ہیں جن میں حسب ذیل دروازے ہیں۔ باب حزران باب العنبری باب القبا۔ باب العوالی۔ باب المصری۔ باب الصغیر۔ باب الشامی۔ باب المجیدی۔ باب الجمعہ۔ باب البقیع اول الذکر چار دروازے بیرون شہر میں ہیں اور آخر الذکر دروازے اندرون شہر میں ہیں جملہ دروازوں پر حکومت کے سپاہی بندوق لئے ہوئے ہمہ دم پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ مکہ معظمہ طائف

جدہ۔ عراق و یمن سے جانے والوں کا داخلہ مدینہ منورہ میں جس دروازے سے ہوتا ہے اسکا نام باب العنبری ہے۔ باب العنبری کے باہر کچھ مکانات پورب جانب ہیں جن میں قہوہ خانے ہیں اور پچھم جانب حجاز ریلوے کا اسٹیشن ہے جس میں باوجود منقطع ہوجانے سلسلہ ریلوے کے اب تک بہت سی انجنیں اور ریل گاڑیاں موجود ہیں۔ باب العنبری کے اندر پورب جانب ایک مسجد گنبد دار ہے جسکو سلطانی مسجد کہتے ہیں اور پچھم جانب ریلوے اسٹیشن مذکور کی خوبصورت اور شاندار عمارت قابل دید ہے۔ باب العنبری پر حکومت کے سپاہی اور محاسب وغیرہ رہتے ہیں۔ اونٹوں کے شمار لیکر اور پروانہ راہداری کا معائنہ کر لینے کے بعد اندر داخلہ کی اجازت دیتے ہیں۔ حسب دستور ہم لوگوں کے اونٹوں کے بھی شمار لئے گئے اور داخلہ کی اجازت مل گئی ہم لوگ اندر داخل ہوئے باب العنبری کے باہر چند عرب صاحبان تھے جو کہ ہر ایک سے دریافت کر رہے تھے کہ "معلم کون ہے اور مکان کہاں۔ کس ضلع میں ہے"۔ صوبہ بہار و اڑیسہ اور علاقہ حیدرآباد دکن کے معلم مدینہ پاک میں عبید اللہ ابو سعود صاحبان ہیں۔ ہم لوگوں نے انکا نام بتلایا۔ معلم موصوف کے ایک وکیل ہم لوگوں کے قافلہ کے ہمراہ باب العنبری سے ہوگئے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ باب الشامی کے باہر پہنچے اور وہاں شغدف سے اسباب اپنا اپنا اُتروا کر کچھ لوگ تو وکیل معلم کے ساتھ انکے مقرر کردہ مکانات میں جا کر قیام پذیر ہوئے اور کچھ لوگ اپنی خواہش کے مطابق انتخاب مکانات قیامگاہ کے دھن میں لگ گئے۔ اندرون شہر مدینہ کے مغربی۔ شمالی۔ اور جنوبی حصص میں اونٹوں کے ٹھیرانے کے مقام مقرر ہیں۔ ان کو عربی میں مناخہ کہتے ہیں۔ مناخہ سے ہر شخص کو اونٹ سے اُتر کر آگے بڑھ جانا ہوتا ہے اکثر لوگ بخیال کفایت خرچ و کرایہ مکان سے بچنے کے لحاظ سے مناخہ میں بھی قیام کرتے ہیں اس صورت میں انہیں کچھ دینا نہیں پڑتا ہے۔ مکہ معظمہ کی طرح سے یہاں بھی زائرین کے ٹھیرانے کا بندوبست معلم کرتے ہیں۔ اپنے یا دوسروں کے مکانوں میں کرایہ پر ٹھیراتے ہیں۔ کرایہ فی کس کچھ زیادہ سے زیادہ پانچ آنے (پانچ قرش) اور کم سے کم ایک قرش روزانہ کے حساب سے دینا پڑتا ہے مگر یہاں اتنا فرق ہے کہ زائرین اپنی خواہش سے کسی دوسرے مکان کا انتخاب کر لیتے ہیں تو اس میں یہاں کے معلموں کو کچھ عذر و اعتراض نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم لوگ بھی اپنی خواہش اور اپنے انتخاب سے حرم شریف کے متصل زقاق الخیاطین میں شیخ محمد سعید مدنی کے مکان میں

ٹھیرے۔ مکان تو بڑا چار منزلہ ہے۔ مگر میں نے والدہ صاحبہ کی ضعیفی کے لحاظ سے نیچے کا حصہ کرایہ پر لیا جس میں ایک بڑا کمرہ۔ پائخانہ۔ غسل خانہ اور باورچی خانہ تھا۔ ہم لوگ جملہ چار آدمی تھے بحساب پانچ قروش فی کس کے کرایہ طے پایا۔ مکان مذکور حرم شریف کے دکھن جانب دو یا تین مکانوں کے بعد واقع ہے۔ اس قربت کے علاوہ خوبی یہ ہے کہ مکان مذکور کے پورب اور پچھم دونوں طرف سے راستے حرم شریف جانیکے ہیں۔ پچھم طرف سے جانے میں باب السلام سے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں اور پورب طرف سے جانے میں باب جبرئیل ع سے اسکے علاوہ گھر بیٹھے حرم شریف کے منارے کی زیارت ہوتی ہے۔ باب الشامی کے باہر سے ہم لوگوں کے اسباب تین حمالوں نے لایا۔ مزدوری بحساب سات قروش فی کس کو میں نے دیا اس کے بعد کھانے پینے کی چیزیں بازار سے خرید کر لایا۔ غسل کیا کھانا کھایا۔ اسی اثناء میں دو تین آدمی آئے جن میں ایک تو ابو سعود صاحب معلم کے بھائی تھے۔ دوسروں کی نسبت دریافت نہ کیا اُنھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کتنے آدمی ہیں میں نے کہا چار آدمی۔ تب وہ نوٹ کر لئے اور ایک ٹکٹ چھپا ہوا جس پر (عبداللہ واخوہ ابو سعود ابنا مرحوم سعد الحمیدی معلمین حیدرآباد دکن وصوبہ بہار فی المدینۃ المنورہ لکھا ہوا تھا مجھے دے گئے اور کہہ گئے کہ ظہر کے وقت حرم شریف آپ لوگ پہنچیں۔ میں نے کہا بہت خوب۔

حصول زیارت روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور نماز جمعہ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

عربی ٹائم سے پانچ بجے اور ہندی ٹائم سے بارہ بجے دن کو ہم لوگ اچھے اچھے لباس پہن کر اور عطر لگا کر مشرقی راستے سے حرم شریف کو روانہ ہوئے۔ آداب زیارت روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں سے یہ بھی ہے کہ قبل زیارت مساکین کو صدقہ دیوے اس لئے راستے میں اور حرم شریف تک جو مساکین ملتے گئے انھیں حسب مقدور اپنے اپنے خیرات دیتے چلے اور درود شریف پڑھتے جاتے تھے۔ باب جبرئیل ع کے باہر ہم لوگوں نے نعلین اُتار لئے اور ایک صاحب نے اپنی نگرانی میں لے لئے۔ اسکے بعد نہایت ادب کے ساتھ دعاء دخول مسجد اور درود شریف پڑھتے ہوئے باب جبرئیل ع سے ہم لوگ حرم شریف میں داخل ہوئے۔ شیخ حمزہ

ناوردی صاحب وکیل معلم ہمارے ساتھ تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی طرف سے چلے۔ روضۂ اقدس کے جنوبی جالی شریف کے قریب پہنچکر "طلب اجازت" کے طور پر تھوڑا ٹھہر جانے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کرکے کھڑے ہوئے اور وکیل موصوف نے صلوٰۃ وسلام مندرجہ آداب زیارت پڑھانا شروع کیا۔ ہم سب نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے۔ پھر ایک ہاتھ داہنے ہٹ کر حضرت امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پڑھا۔ پھر ایک ہاتھ داہنے ہٹ کر حضرت امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پڑھا۔ اسکے بعد ذرا اور ہٹ کر سلام پڑھا۔ پھر اول مقام میں مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہوکر دعا اپنے حق میں اور سارے بزرگان برادران۔ عزیزان ومحبان اور جملہ مومنین اور مومنات کے حق میں کی۔ اور جن لوگوں نے ابتدائے روانگی وطن سے لیکر مدینہ منورہ پہنچنے تک ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنیکے لئے اس ناچیز سے کہا تھا ان سب کی طرف سے مجملاً ومفصلاً ہدیۂ سلام پیش کیا۔ میری زندگی کی تاریخ میں آج کا دن اور یہ ساعت سارے دنوں اور ساری ساعتوں سے سعید ومبارک۔ افضل واحسن دن وساعت ہیں کہ آج کے دن اس وقت رحمۃ للعالمین وشفیع المذنبین نبی الحرمین امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین صاحب قاب قوسین محبوب رب المشرقین والمغربین جد الحسن والحسین حضرت سید الانبیاء سند الاصفیا جناب احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وسلم کے حضور سراپا نور میں اس گنہگار سیہ کار کو شرف حاضری وزیارت باسعادت نصیب ہوئی الحمد للہ فالحمد للہ کثیراً اس وقت میری آنکھوں میں جو نور معرفت کی ٹھنڈک اور دل میں سرور وراحت کے دریا موجزن تھے اس کا بیان الفاظ میں تو ممکن نہیں البتہ اسکا اندازہ وہی آنکھیں کرسکتی ہیں جن کو خداوند قدوس نے شرف زیارت عطا فرماکر ممتاز کیا ہے اور حلاوت ایمان کی ابدی سعادت سے لذت آشنا اور سرفراز فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ وتقدس ہر مسلمان کو اس سعادت سے نصیب ور فرمادے آمین ثم آمین۔

محراب النبی میں دوگانہ حرم شریف میں داخل ہونیکے بعد اول محراب نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم میں دو رکعت نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ اسکے بعد مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنا۔ مگر چونکہ میرا دیکھا ہوا نہ تھا اور یوم الجمعہ ہونے کے باعث زائرین و نمازیوں کا ہجوم کثیر تھا تمام مسجد نبوی میں لوگ بھرے ہوئے تھے شیخ حمزہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی محراب نبوی میں جانیکا موقع نہیں ہے بعد نماز جمعہ کے موقع ملیگا۔ بھیڑ بھاڑ تو بیشک بہت تھی تاہم میں نے ایک دوسرے معلم سے دریافت کیا کہ محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم کہاں پر ہے۔ تو انہوں نے اشارہ سے مجھے بتلا دیا میں وہاں پر حاضر ہوا اور درمیان منبر شریف اور روضۂ اقدس کے دوگانہ ادا کیا۔ اور دوگانہ کے بعد دعا مانگ کر سنت قبل جمعہ ادا کیا۔ خطیب صاحب نے جب خطبہ شروع کیا تو خطبہ سنتا رہا۔ بعد خطبہ کے بحمد اللہ نماز جمعہ اس ارض مقدس میں مسجد نبوی کے ادا کی جسکو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ ارشاد فرمایا ہے الحمد للہ علیٰ احسانہ دریافت سے معلوم ہوا کہ خطیب نجدی امام تھے۔ نماز جمعہ کے بعد حاضرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے۔ یہ خاکسار بھی مواجہ شریف کے سامنے حاضر ہوا اور عطر گلاب جو ہزاری باغ سے اسی غرض سے اپنے شامل لایا تھا جالی مبارک پر ملا جالی مبارک پر عطر ملتے وقت نجدی محافظین اور چند زائرین نے تبرکاً عطر مجھ سے مانگا میں نے کسی کو شیشی سے تھوڑا تھوڑا عطر دیا اور کسی کے کپڑے پر اپنا ہاتھ پھیر دیا اور با طمینان تمام خود سلام پڑھا اس لئے کہ وکیل معلم یا معلم صاحبان سلام پڑھانے میں بڑی جلد بازی کرتے ہیں محض طوطے کی طرح دوہرا جانا پڑتا ہے۔ ابتدا سے انتہا تک ہر کوئی کم دوہرانے پاتا ہے میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنیکے بعد بدستور بالا دعا مانگ کر دیر تک درود شریف پڑھتا رہا۔ مواجہ شریف نزول رحمت کا یہ اثر ہے کہ ہمارے جیسے گنہگار پر بھی کیفیت طاری تھی آنکھوں سے آنسوؤں کے تار بندھے ہوئے تھے اس مقام سے دوسری جگہ جانے کو جی نہیں چاہتا ہے اور بے ساختہ منہ سے یہ شعر نکلتا ہے ؎

جی چاہتا ہے در پہ کسی کے پڑے رہیں سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کو یہاں کی حاضری نصیب ہے۔

اسطوانہ ابی لبابہ رضؓ کے پاس دعا

مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں حسب ذیل ستون ہیں (۱) اسطوانہ مخلق (۲) اسطوانہ عائشہ رضؓ (۳) اسطوانہ تو

(۴) اسطوانہ محرس (۵) اسطوانہ فوا د (۶) اسطوانہ مراقبۃ البعیر (۷) اسطوانہ السریر (۸) اسطوانہ تہجد۔ اسطوانہ توبہ کو اسطوانہ ابی لبابہ بھی کہتے ہیں۔ بلکہ اسطوانہ مذکور کے اوپر اسطوانہ ابی لبابہ لکھا ہوا بھی ہے۔ اسطوانہ ابی لبابہ کے پاس حاضر ہو کر دعا کرنے کی غرض سے چند آدمیوں سے خاصکر مزورین سے میں نے دریافت کیا کہ ستون ابی لبابہ کون ہے اور کہاں پر ہے مگر کسی نے نہیں بتلایا۔ ایک معلم نے تو مجھے استن حنانہ کے پاس لیجا کر کہا کہ ہذا ہذا۔ میں نے کہا لا ہذا۔ اس لئے کہ اسطوانہ حنانہ پر لکھا ہوا پایا مجھے تو اسطوانہ حنانہ کی تلاش کرنی ہی پڑتی۔ میں نے غنیمت سمجھا اور بلا تلاش کے اسطوانہ حنانہ تک اپنا گذر تائید غیبی تصور کر کے شکر خدا بجا لایا۔

اسطوانہ حنانہ کے پاس دعا

اسطوانہ حنانہ کی روایت کتابوں میں درج ہے کہ مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک درخت تھا حنانہ نام جو خشک ہو گیا تھا۔ مسجد شریف میں جب تک منبر شریف طیار نہ ہوا تھا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم حنانہ خشک لکڑی سے پشت مبارک ٹیک کر خطبہ فرماتے تھے۔ جب منبر شریف طیار ہو گیا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر رونق افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا حنانہ خشک لکڑی صدمۂ فراق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بے اختیار ہو کر رونے لگا جیسے اونٹ کا بچہ روتا ہے۔ آواز رونے کی اس سے نکلتی تھی۔ حنانہ کا یہ رونا حضور کے فراق میں تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حنانہ کے رونے کی آواز سنی تو آپ حنانہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینۂ اطہر سے حنانہ کو لگایا اور رونے کا سبب دریافت فرما کر اس کو تسکین دی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے مثنوی

استن حنانہ از ہجر رسول	نالہ می زد ہمچو ارباب عقول
گفت پیغمبر چہ خواہی ای ستوں	گفت جانم در فراقت گشت خوں
مسندت من بودم از من تاختی	بر سر منبر تو مسند ساختی
گفت خواہی کہ ترا نخلے کنند	شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
یا دراں عالم حقت سروے کند	کہ تر و تازہ بمانی تا ابد
گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش	بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

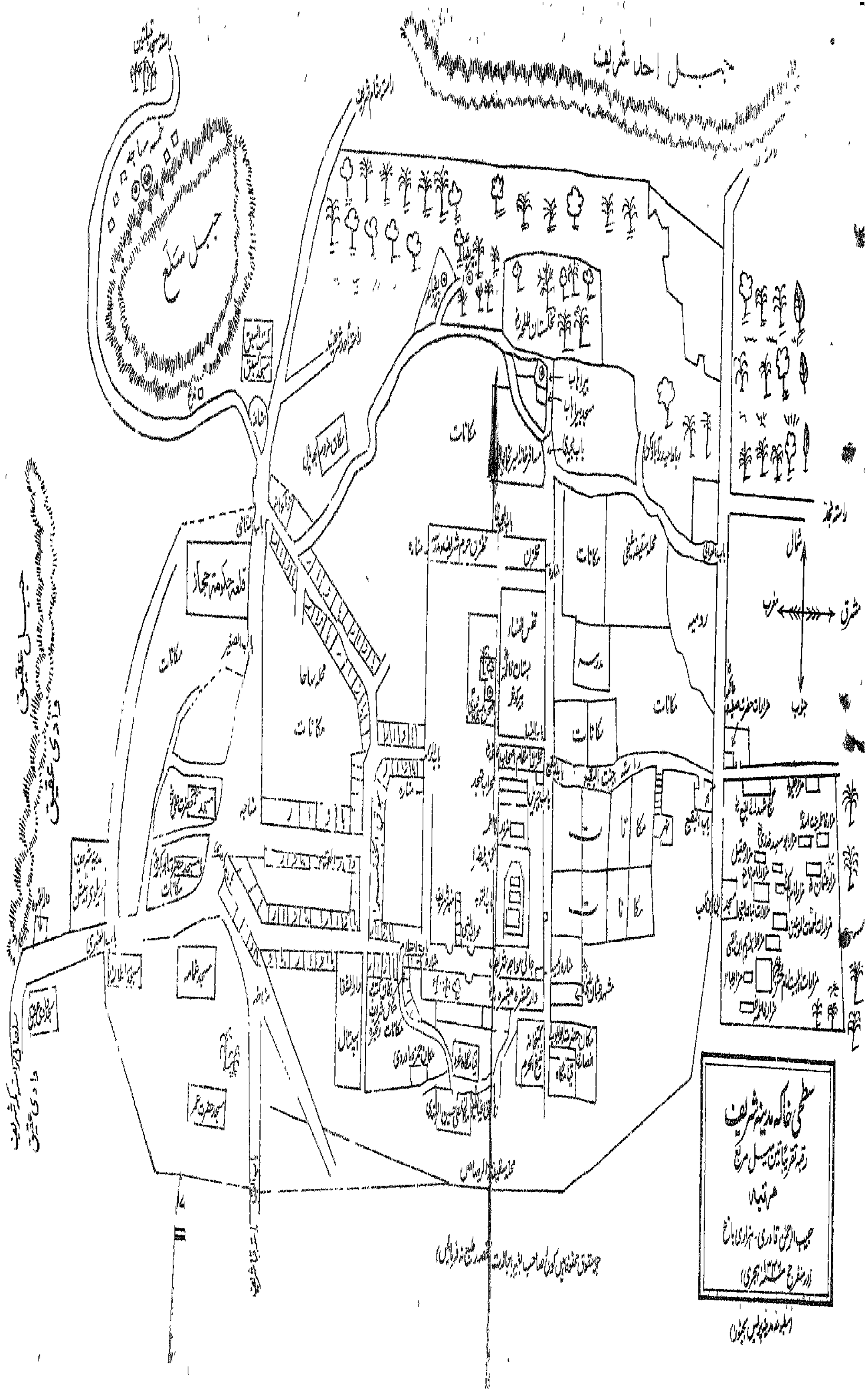
استن حنانہ محراب النبیؐ کے مغرب و جنوبی گوشہ میں دفن ہے اور اسکے اوپر منقش ستون بنا دیا گیا ہے۔ زائرین اسی ستون کی زیارت کرتے اس پر ہاتھ رکھتے اس سے لپٹتے اور اس مقام پر دعا مانگتے اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ اس خاکسار نے بھی دیر تک وہاں پر ذکر و درود شریف پڑھا اور اپنے و جملہ لوگوں کے حق میں دعا کی۔ اس پر ہاتھ رکھ کر اور لپٹ کر خداوند قدوس جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ سے زاری کی اور محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں دوگانہ پڑھ کر دعا مانگی۔

استوانہ تہجد میں نماز

روضۂ اطہر کے شمالی جالی شریف کے باہر ایک چبوترہ سطح زمین سے قریب ایک ہاتھ بلندی پر بنا ہوا ہے۔ یہ مطہر ٹکڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت شریف کا ہے اس پر تکلف قالین کا فرش ہے اور دونوں جانب یعنی شمال و مغربی گوشے اور مشرق و شمالی گوشے پر دو فرشی جھاڑ سُرخ رنگ کے سنہرے نہایت قیمتی اور خوبصورت قدِ آدم سے بڑے رکھے ہوئے ہیں جن میں بتیاں روشن کیجاتی ہیں۔ خوبی اور خوبصورتی ان جھاڑوں کی دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ مجھے کلکتہ۔ بمبئی۔ لکھنؤ۔ بنارس۔ پٹنہ۔ مونگیر۔ بھاگلپور وغیرہ بڑے بڑے شہروں کے امرا و شائقین کے مکانوں محفلوں میں اور تاجروں کی دکانوں میں شیشہ آلات کے مختلف سامان آرائش دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر اس خوبی اور نقش و نگار کے جھاڑ دیکھنے میں کہیں نہیں آئے۔ معلوم ہوا کہ ان جھاڑوں میں رمضان المبارک کے مہینے میں روشنی ہوتی ہے۔ چبوترہ مذکور کے جنوبی دیوار میں ایک محراب ہے اسی محراب کے اوپر آیت وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ الخ درج ہے کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام میں تہجد پڑھا کرتے تھے زائرین اور اہل شوق کا یہاں پر ہر وقت اژدحام رہتا ہے۔ دوگانہ پڑھنے کے لئے ہر وقت یہاں پر لوگ موقع پانیکا انتظار کیا کرتے ہیں۔ اس گنہگار نے بھی دوگانہ ادا کی اور دعا مانگنے کا فخر حاصل کیا۔ ایام قیام مدینہ پاک تک میں نے استوانہ تہجد میں دوگانہ بفضلہ تعالیٰ ادا کی۔ خدا تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قبول فرما وے آمین ثم آمین۔

اخوندزادہ سید احمد جان صاحب سے ملاقات

اس وقت مقام اصحاب صفہؓ میں یکایک اخوندزادہ مولوی حاجی سید احمد جان صاحب غزنوی سے ملاقات ہوئی۔ معانقہ و مصافحہ کے بعد سید صاحب موصوف نے


جبل احد شریف
جبل سلع
قلعہ حکومت حجاز
مکانات
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
جبل عقیق
وادی عقیق
سطحی خاکہ مدینہ شریف
رقبہ تقریباً تین میل مربع
مرتبہ
حبیب الرحمن قادری
(مطبوعہ مدینہ پریس بجنور)

تواریخ حبیب آلہ میں یوں لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مع لشکر اصحاب کے بنی قریظہ کو گھیرا اور قافیہ ان کا تنگ کیا یہاں تک کہ اُنھوں نے گڑھی سے اُترنا چاہا۔ ابولبابہ انصاری رضؓ سے کہ قبیلہ اوس سے تھے جو ساتھ بنی قریظہ کے ہم عہد تھا۔ اس باب میں مشورت کی اور کہا کہ ہم اس بات پر اُتر آویں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو ہمارے لئے حکم دیں ہمکو منظور ہے۔ حضرت ابولبابہؓ نے کہا بہتر ہے مگر اس وقت اپنے گلے پر ہاتھ رکھا اس اشارے کو کہ آپ قتل کا حکم دینگے پھر اسی وقت یہ سوچ کہ یہ مجھ سے بڑا قصور ہوا اور میں نے اللہ اور رسول کی خیانت کی۔ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت ابولبابہؓ نے اپنے تئیں مسجد شریف کے ستون میں باندھ دیا اور کہا جب خدائے تعالیٰ میری توبہ قبول کریگا تب ہی کھلونگا۔ پندرہ دن تک بندھے رہے ایک لڑکی ان کی انھیں کھانا کھلاجاتی تھی اور حاجت ضروری کے لئے کھول دیتی تھی۔ آپؐ نے ابولبابہؓ کے بندھنے کی خبر سُن کر فرمایا کہ اگر وہ ویسے ہی میرے پاس چلے آتے تو میں انکے لئے استغفار کرتا لیکن جب وہ ستون مسجد میں جا بندھے جب تک خدائے تعالیٰ کا حکم نہ آئیگا میں نہ کھولونگا۔ القصہ پندرہ دن وہ بندھے رہے تب اللہ جلّ جلالہٗ نے حکم انکی معافی قصور کا بھیجا۔ آپ حضرت ام سلمہؓ کے حجرے میں تھے کہ سحر کے وقت یہ حکم نازل ہوا۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے ابولبابہ کو پکار کر خبر دی لوگ دوڑے کہ انھیں کھول دیں۔ حضرت ابولبابہؓ نے کہا مجھے کوئی نہ کھولے میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کھلونگا۔ جب آپ صبح کو نکلے حضرت ابولبابہؓ کو اپنے دست مبارک سے کھول دیا۔ الحاصل اسطوانہ ابی لبابہؓ کے پاس دوگانہ پڑھتے اور دعا مانگتے ہیں۔ اس عاصی نے بھی ستون مذکور سے لپٹ کر اپنے گناہوں پر توبہ استغفار کیا اور حق تعالیٰ سے طالب مغفرت ہوا نیز اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا توفیق عمل نیک اور عافیت دارین اور خاتمہ بالخیر کی کی خداوند قدوس بطفیل رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قبول فرما وے آمین ثم آمین۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ والدہ صاحبہ وغیرہ کو بھی سارے مقامات کی سیر کرا دینی چاہیے روضۂ اطہر پر حاضری اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بعد وہ سب قفس النسار کے پاس تھیں نماز جمعہ ان سبنے دیگر زائرین عورتوں کی صف میں ادا کی۔ اور بعد نماز وہاں بیٹھی ہوئی تھیں میں وہاں جا کر انکو سرکار دو عالم کے مواجہ شریف میں لے گیا اور سلام پڑھانے اور دعا کر لینے کے بعد مقام محراب النبی صلے اللہ

علیہ وسلم میں پہنچایا۔ وہاں دوگانہ پڑھنے اور دعا سے جب فرصت ہوئی تو اسطوانہ حنانہ کے پاس ان سبھوں نے دعائیں مانگیں پھر منبر شریف کے پاس لے گیا اور اسکے بعد اسطوانہ ابی لبابہ رضی کے پاس ان سب سے دعا کرائی۔ پھر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے مزار کی جالی شریف کے پاس لے گیا، اور سلام پڑھ پڑھا کر دعا مانگنے کے بعد ہم لوگ اپنے قیامگاہ پر جاکر سو رہے۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوا۔ نماز عصر کی اذان کی آواز حرم شریف سے کانوں میں آئی۔ میں اُٹھا اور فوراً وضو کرکے باب جبرئیل عؑ سے داخل ہو کر شریک جماعت ہوا۔ نماز عصر کے بعد مواجہ شریف میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا اسکے بعد جنت البقیعہ کی زیارت کے لئے تنہا روانہ ہوا راہ میں دو آدمی اور بھی ساتھ ہو گئے۔

جنت البقیعہ کی زیارت

حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کا نماز عصر کے بعد جنت البقیعہ تشریف لیجانا کتابوں سے ثابت ہے۔ آداب زیارت میں آیا ہے کہ ہر روز یا جمعہ کو زیارت مزارات بقیعہ کی بھی ضرور کرے مسجد نبوی کے باب جبرئیل عؑ اور باب النساء کے درمیان سے پورب طرف جنت البقیعہ جانیکا راستہ گیا ہے۔ شہر پناہ سے ملے ہوئے دو احاطے ہیں۔ دونوں احاطے میں دس ہزار صحابی رسول اللہ صلعم اور اہل بیت رسول اللہ صلعم وغیرہ دفن ہیں۔ جنت البقیعہ کا احاطہ اوّل شمال کی طرف ہے اور احاطہ ثانی جنوب کی طرف۔ احاطہ اوّل کو قبرستان قدیم کہتے ہیں اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پھوپھیاں حضرت صفیہ و حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے مزار ہیں۔ اور احاطہ ثانی کو قبرستان جدید کہتے ہیں۔ اس میں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی، حضرت عباس، حضرت امام حسن، حضرت امام زین العابدین، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر صادق اور سر مبارک حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات قریب قریب میں ہیں۔ پھر ازواج مطہرات رضی کے مزارات۔ پھر حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ و بنات رسول اللہ حضرت رقیہ رضی و ام کلثوم رضی کے۔ پھر حضرت عقیل ابن ابی طالب و حضرت عبد اللہ ابن جعفر طیار و حضرت عبد الرحمن ابن عوف و حضرت سعد ابن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ پھر حضرت امام مالک و شیخ القرا حضرت امام نافع رضی اللہ عنہما کے

مزارات ہیں۔ احاطے کی شرقی دیوار کے قریب حضرت امیر المؤمنین و خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس ہے۔ آپکے مزار شریف کے اُتر طرف حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے مزارات ہیں۔ مگر نمایاں نہیں ہیں قبتوں کے شکستہ انبار کے تلے پڑ گئے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار سے شمال کی طرف احاطہ کی شمالی دیوار سے ملحق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا والدہ رضاعی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے اور اسی شمالی دیوار کے وسط میں ایک خاص احاطہ میں محیط شہداء بقیعہ کے مزار ہیں۔ میں مندرجہ بالا راستے سے جا رہا تھا بہت سے زائرین جنت البقیعہ سے فراغت حاصل کر کے واپس آتے ہوئے ملے۔ ابو سعود صاحب کے وہ وکیل معلم جو باب العنبری سے ہم لوگوں کے قافلے کے ساتھ آئے تھے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا زیارت جنت البقیعہ کو جا رہا ہوں۔ تو وہ میرے ساتھ ہو گئے۔ جنت البقیعہ کے دونوں حصے عالیشان پختہ چہار دیواریوں سے ہنوز محفوظ ہیں۔ احاطہ اول کا صدر دروازہ باب البقیعہ کے پورب اور اُتر طرف کھن رخ ہے۔ اور احاطہ ثانی کا صدر دروازہ پورب اور دکھن جانب اُتر رخ ہے۔ دروازہ پر احاطہ ثانی کے بہت سے مسکین و غریب مرد عورتیں۔ لڑکے لڑکیاں بیٹھی ہوئی انشاء اللہ زیارت مقبول۔ ملک سلامت کی صداؤں سے زائرین کو خوش کر کے خیرات وصول کرتی ہوئی ملیں۔ میرے ساتھ جو وکیل معلم صاحب تھے بلا تکلف جوتے پہنے ہوئے جنت البقیعہ کے دروازہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مگر بپاس ادب میں نے اپنے نعلین اپنے ہاتھ میں لے لئے اور دیگر ہمراہیوں سے بھی جوتے اُتار لینے کی میں نے تاکید کی۔ اندر پہنچکر دیکھا کہ بہت سے زائرین مصری۔ مغربی۔ جاوی۔ خراسانی۔ اور ہندوستانی بلا تکلف جوتے پہنے ہوئے مقدس مزارات مذکورہ بالا کے پاس گشت کر رہے اور سلام و فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ لوگوں کی اس لاپرواہی اور بے ادبی کی حرکت پر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ میں نے آج سے پہلے تو جنت البقیعہ کی زیارت کی نہیں تھی میرے لئے تو یہ پہلا موقع تھا۔ انہدام قباب و قبور کے قبل بھی لوگ اسی لاپرواہی اور بے ادبی کے ساتھ جوتے پہنے ہوئے جاتے ہونگے۔ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ علاوہ اسکے حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ و مزارات اہل بیت و بنات و ازواج مطہرات

وغیرہ پر تو پہلے بڑے شاندار قبے بنے ہوئے تھے۔ مزارات پر غلاف اور مکلف چادریں پڑی رہتی تھیں۔ آرائش و زینت کے بیش بہا سامان رہا کرتے تھے۔ جوتے پہن کر جانے کی مزارات کے پاس تو کسی کو جرأت کیا ہوتی ہوگی۔ اس وقت میں تو ادب و احترام کے ساتھ بھی مزارات متذکرہ بالا کے پاس بلا تکلف پہنچنا ہر کسی کے لئے ممکن نہیں ہوتا ہوگا۔ اب انہدام قبات قبور کے بعد عقیدتمند و زائرین کے مذکورہ بالا بے ادبانہ اور وحشیانہ حرکات پر جسقدر ماتم کیا جائے کم ہے۔ سب سے زیادہ افسوس اور حیرت مجھے میرے ہمراہی وکیل معلم کی حرکت پر ہے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ انہدام قبات کے پہلے بھی آپ جوتے پہن کر آ سکتے تھے؟ تو اس کا جواب وہ کچھ نہ دے سکے اور منہ تاکتے رہگئے میں انکا یا دوسروں کا کیا کر سکتا تھا اور کیا کر سکتا ہوں مگر اتنا ضرور کہونگا کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز ننالم — کہ با من انچہ کرد آں آشنا کرد

معلم اور انکے وکیل جو زائرین کی رہنمائی زیارتگاہوں میں کرتے ہیں انکو مناسب ہے کہ آداب زیارت کا لحاظ رکھتے ہوئے خود ایسی حرکتوں سے جو نامشروع اور غیر مستحسن ہوں باز رہیں اور زائرین کو بھی باز رکھیں۔ ایک تو مندرجہ بالا بے ادبانہ رویہ پر زائرین اور معلم کے میرا دل کڑھ رہا تھا۔ دوسرے جنت البقیعہ کے آرام فرمانے والے اصحاب اور اہلبیت کرام و ازواج مطہرات وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات مقدس کے مشاہدے اور انکے عظمت شان کے تصور نے موجودہ انقلاب پر مجھے بے اختیار کر دیا میرا دل بھر آیا روتے ہوئے میں وکیل معلم کے ہمراہ قدم بڑھاتا جا رہا تھا اور آہ سرد میرے سینہ سے نکل رہے تھے۔ داخلہ کے وقت میں نے یہ دعا پڑھی تھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَابِقُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَھُمْ۔ اب درود شریف پڑھتا جا رہا تھا۔ اول سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس کے پاس حاضر ہوا۔ مزار شریف کچھ بلندی پر ہے۔ تھوڑے فاصلے پر یعنی چار یا پانچ قدم کے فصل پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم ﷺ تا ہشت کے مزارات ہیں۔ قبے اور دیگر ساز و سامان کا ذکر ہی کیا ہے۔ پتھروں کے تیا کرکے سرہانے پائینتانے اور دونوں بازوؤں میں تھے امتیازی نشان کچھ بھی نہیں پایا۔ شہیدان راہ حق کے مزارات پر نزول رحمت اور تجلیات باری تعالیٰ جو کل تھیں وہ آج بھی ہیں۔ جو تقدس

اور احترام کل تھا۔ اہل ایمان اور محبان خدا اور رسولؐ اور غلامان اہل بیت اطہارؓ اور اصحاب کبارؓ وازواج مطہراتؓ کے دلوں میں آج بھی ہیں۔ وکیل معلم نے سلام پڑھایا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جیسے جیسے وہ پڑھاتے تھے میں دوہراتا جارہا تھا۔ فاتحہ پڑھ کر اور دعا مانگ کر وہاں سے آگے بڑھا۔ امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات کے پاس پہنچا یہاں بھی وہی عالم تھا۔ مجروح دل پر ایک نشتر کا کام کر گیا۔ یہاں بھی اشکباری کے ساتھ سلام و فاتحہ پڑھ کر اور بنات رسول اللہ صلعم کے مزارات اقدس کے پاس پہنچا یہاں کے نظارہ نے بھی وہی نشتر کا کام کیا۔ سلام و فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام لخت جگر حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوا۔ آہ! وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنکے غم میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ یعنی آنکھ اشک ریز ہے دل غمگین ہے لیکن ہم وہی کہینگے جو ہمارے رب کی مرضی ہو۔ اے ابراہیم ہم تمہارے فراق میں بہت غمگین ہیں۔ آہ! آج اس جگر پارہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار ایسے حال میں ہے کہ دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹتا ہے دل بے اختیار ہو جاتا اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ سلام و فاتحہ پڑھ کر دعا کی اور آگے بڑھا اور حضرت عقیلؓ ابن ابی طالب کے مزار کے پاس آیا یہاں بھی وہی صورت تھی سلام و فاتحہ پڑھکر دعا کی اور آگے بڑھا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ القرا امام نافع رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کے پاس سلام و فاتحہ پڑھ کر دعا کی۔ اسکے بعد شہدا ر بقیعہ کے مزارات کے پاس پہنچا۔ گنج شہیداں کی موجودہ حالت بجنسہ ایسی کر دی گئی ہے جیسے کہ فصل ربیع لگانے کے لئے کاشتکار کھیت جوت کر رکھتے ہیں۔ مشہور و معروف مزارات کے علاوہ جملہ مزارات جنت البقیعہ کے جوتے ہوئے کھیتوں کی صورت میں نظر آئے سلام و فاتحہ پڑھ کر میں حیا و صبر کے مجسمہ امیر المومنین حضرت عثمان ذی النورینؓ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پاس حاضر ہوا۔ واقفکاروں کا بیان ہے کہ مزار مبارک پر نہایت شاندار و خوبصورت قبہ تھا۔ پر اب تو چار معمولی پتھر دل کے ٹکڑوں کے سوائے اور کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔ آہ! افسوس! وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جن کی شان میں حضور اکرم صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں" آج انکے مزار اقدس کو عوام کے قبور کی طرح کر دیا گیا ہے۔ مسلمانان عالم اس توہین آمیز و دل آزار حرکت پر جسقدر نالہ و فریاد کریں زیبا ہے۔ میں نے سلام و فاتحہ پڑھا دعا مانگی۔ پھر بادل پُر درد و چشم گریاں آگے بڑھا حضرت حلیمہ سعدیہ کے مزار شریف کے پاس آیا یہاں بھی وہی صورت دردناک نظر آئی روتے ہوئے سلام و فاتحہ پڑھ کر دعا کی اِسکے بعد واپس ہوا۔ وکیل معلم نے مندرجہ بالا مقامات پر لیجا کر اہل مزار کے نام بتلائے اور سلام پڑھایا لیکن ایک دوسرے معلم کبیر سن کو بغرض تحقیقات و حصول واقفیت ساتھ لیکر دوبارہ گیا تو مشہور مزارات میں سے احاطے اول و ثانی میں دو دو مزارات کا اور بھی پتہ معلوم ہوا اور وہاں پر بھی سلام و فاتحہ پڑھا۔ احاطہ ثانی میں ایک تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی حدیث کا مزار، دوسرے حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کا مزار۔

مسجد البقیعہ احاطہ ثانی میں صدر دروازہ کے دکھن جانب ایک مسجد ہے جسکو مسجد البقیعہ اور مسجد اُبَی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مسجد مذکور کے دروازہ کی دیوار میں پورب جانب ایک کتابہ چسپاں ہے۔ اس پر عربی عبارت درج ہے۔ اسکا ترجمہ لکھتا ہوں، "یہ مسجد اُبَی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس میں ایک مرتبہ سے زیادہ نماز پڑھی ہے"۔ میں نے چاہا کہ مسجد شریف میں داخل ہوکر نماز دوگانہ ادا کروں اور دعا مانگ کر برکت حاصل کروں۔ مگر افسوس ہے کہ اسکا موقع مجھے نہیں ملا۔ مسجد مذکور کو مقفل پایا مزوروں کی زبانی معلوم ہوا کہ حکومت نے مقفل کیا ہے جنت البقیعہ کے قبے اور مزارات کے اکثر ساز و سامان کو مسجد مذکور میں بعد انہدام بند کر دیا گیا ہے۔ مسجد کے دروازے پر باہر کھڑے ہوکر میں نے دعا مانگی

جنت البقیعہ کے احاطہ اول کی زیارت اول وکیل معلم مجھے احاطہ اول میں نہیں لائے تھے دوسرے معلم صاحب نے مجھے لایا اور فرمایا کہ یہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو پھوپھیوں کے مزارات ہیں۔ علاوہ اسکے بہت سے صحابی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہاں مدفون ہیں۔ یہاں بھی

وہی صورت تھی جیسا کہ احاطہ ثانی میں۔ ایک مزوّر صاحب رومال خیرات و نذرانہ کیلئے بچھائے ہوئے جوتے پہن کر ٹہل رہے تھے مجھے دیکھ کر بُرا معلوم ہوا۔ میں نے عربی میں ان سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ کو جوتے اُتار دینے چاہئیں۔ مگر افسوس ہے کہ بجائے اسکے کہ میرے کہنے پر ان کو غیرت ہوتی انھوں نے تو ڈھیٹائی اختیار کرلی اور بول اُٹھے کہ ھٰذَا الطَّرِیْقُ لَا مَزَارَ ھٰھُنَا۔ یعنی یہ تو راستہ ہے یہاں پر مزار نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ جوتے اُتارنے کی جگہ مقرر ہے اور جس مقام کو آپ راستہ بتا رہے ہیں یہ تو مزارات حضرت صفیہ و حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہما کے پاس کا فرش ہے جوتے پہن کر چلنے کا راستہ نہیں ہے۔ مزوّر صاحب نجدی عقیدتمندوں میں نام لکھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے وہ اپنی ہی گاتے رہے اور اپنی بات کا پچ رکھنے میں اَڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کہ خداوند تعالیٰ ہم کو اور سارے مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین اور مقربین کے نشان قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔ میں نے سلام و فاتحہ پڑھا اور دعا مانگی اور واپس ہوا۔ دروازہ پر مساکین و غرباؤں کو ایک ایک وو دو حلالے تقسیم کئے اور حرم شریف میں حاضر ہو کر نماز مغرب جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی سرفرازی حاصل کی۔ پھر اپنے مولیٰ و آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں کھڑا ہو کر ادب سے صلوٰۃ و سلام پڑھا اور دعا مانگ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔ اس لئے کہ اپنے وطن سے یہ آرزو اپنے آغوش دل میں لیکر چلا تھا کہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ختم قرآن شریف سناؤنگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آج اسکا موقع عنایت فرمایا ہے۔ لہٰذا اسکے نام پر شروع کرکے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم اپنے فضل سے اختتام کو پہنچاوے اور میری غلطیوں اور سہو کو معاف فرماوے اور مجھے توفیق عمل عطا کرے اور نور معرفت سے ہمارے دل کو منور فرمائے آمین ثم آمین۔ عشاء کی نماز بجماعت پڑھ کر درود شریف پڑھ رہا تھا کہ ایک خادم روضہ اطہر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا یا حاج رُح بَرَّہ یا حاج: خلاص رُح بَرَّہ یعنی اے حاجی باہر جا۔ اے حاجی بس ختم ہو گیا۔ اب باہر جاؤ۔ عشاء کی نماز کے بعد مرد عورتیں سب کسی کو ایک ایک کرکے ہر ایک گوشہ سے حرم شریف کے باہر کر دیتے ہیں۔ کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہے برابر سے ہی دستور چلا آتا ہے

صرف خدام الحرم رہتے ہیں اور حسب سنت فاروقی سب دروازے مقفل کر دئے جاتے ہیں۔ میں اپنی والدہ صاحبہ وغیرہ کو شامل لیکر قیامگاہ میں اپنے آیا اور کھانا کھا پی کر سو رہا۔

تاریخ ۱۶ محرم الحرام روز شنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۲۷ عیسوی

فجر کی نماز مسجد نبوی میں

بحمد اللہ فجر کے اذان کی آواز سنکر ہم سب بیدار ہوئے اور وضو کرکے باب جبرئیل سے مواجہ شریف میں حاضر ہو کر اوّل صلوٰۃ و سلام پڑھا پھر مسجد نبویؐ میں سنت فجر کی پڑھ کر نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کی۔ پھر تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوا۔ اس وقت اکثر لوگ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد باہر گئے۔ اور بہتیرے لوگ تلاوت قرآن پاک اور درود وظائف میں مصروف ہوگئے کچھ دیر تک تلاوت کرنیکے بعد میں بھی اپنے قیامگاہ پر چلا آیا۔ ناشتہ کرکے بازار سے کھیرے، ککڑی، انار، انگور خرید کر لایا۔ مکہ معظمہ کی طرح سے یہاں بھی دن کو گرمی اور لو کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور ٹھنڈی چیزوں کا استعمال مفید ہوتا ہے مگر یہاں رات کے وقت خنکی رہتی ہے اور چین سے لوگ سوتے ہیں۔ آج میرا عزم مسجد قبا کی زیارت کو جانے کا تھا اسلئے کہ شنبہ کے روز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قبا تشریف لیجایا کرتے تھے ہمارے قافلے کے بہت آدمی گئے بھی شیخ حمزہ مادردی صاحب میرے قیامگاہ پر میری تلاش میں آئے تھے اُس وقت میں حرم شریف میں تلاوت کررہا تھا اسلئے دوسروں کو ساتھ لیکر وہ چلے گئے۔ آجکے دن مجھے روضۂ اطہر اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی فکر ہوئی اور تحقیق کرکے قلمبند کرنا شروع کیا۔

روضۂ اطہر اور مسجد نبویؐ

عربی کی ایک کتاب جسمیں مدینہ پاک کی تاریخ اور روضۂ اطہر کا نقشہ درج ہے اسکے مطالعہ سے اور باخبر اصحاب کے بیانات اور مشاہدہ سے مجھے معلوم ہوا کہ روضۂ مطہرہ اور مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے دو حصوں میں منقسم تھے۔ جس مقام میں روضۂ اطہر ہے وہ حجرہ شریف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ اس حجرہ کے اندر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مزارات اقدس ہیں۔ ایک مزار کی جگہ ابھی باقی ہے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے محفوظ ہے۔ مزارات متبرکہ کے بعد حجرہ شریف کی

دیواریں بجنسہ قائم رکھ کر ان دیواروں سے ملحق چاروں طرف شش پہل ہشت دھات کی دیواریں بلند عالی شان بنی ہوئی ہیں اسکے اوپر قبۂ انور ہے جس کو گنبد خضرا کہتے ہیں گنبد شریف پر سبز رنگ کئے ہوئے ہیں اور اسپر نہایت خوبصورت سونے کا کلس ہے۔ قبۂ انور پر غلاف سبز ریشمین جس پر کلمات طیبات بافتہ ہیں چڑھے ہوئے ہیں۔ ایک محقق کا بیان ہے کہ موجودہ غلاف قبۂ انور کا سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے اپنے عہد سلطنت میں اپنے خرچ خاص سے طیار کرانا شروع کیا تھا عرصہ پچیس سال میں غلاف مذکور طیار ہوا در بعد معزولی سلطان ممدوح کے سنہ ۱۹۱۲ء میں سابق غلاف ستر سال کے بعد بدلا گیا اور موجودہ غلاف چڑھایا گیا موجودہ غلاف کی طیاری میں چار لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ گنبد خضرا کی نسبت لکھا ہے کہ سنہ ۶۷۸ ہجری میں بادشاہ قلاؤن صالحی کے عہد سلطنت میں گنبد خضرا یعنی سبز رنگ کا گنبد حجرۂ شریف پر بنایا گیا اور گنبد کے اردگرد تانبے کی جالی لگائی گئی اس سے قبل گنبد شریف مسجد شریف کی چھت سے اونچا نہ تھا۔ اسکے بعد آخری تعمیر سلطان سلیمان شاہ نے سنگ رخام و سنگ مرمر کا فرش حجرۂ مبارکہ کے اندر کیا۔ ہشت دھات کی دیواریں جو روضۂ اقدس کے چاروں طرف ہیں انکے اندر جانیکا کوئی راستہ یا دروازہ نہیں ہے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اغوات الحرم یعنی خدام روشنی اور جاروب کشی کے لئے مزار شریف تک جاتے ہیں اس سے یہ سمجھنا بالکل غلطی ہے کہ وہ لوگ مزار پاک تک جاتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ ہشت دھاتی دیواروں تک جاتے ہیں۔ اس سے آگے جانا امکان بشر نہیں ہے ہشت دھاتی دیواروں کے بعد چاروں طرف غلام گردش بنا ہوا ہے وسعت غلام گردش میں ہر طرف برابر نہیں ہے بلکہ کم وبیش ہے۔ مگر مواجہ شریف کے سامنے سمت و اور ہر طرف سے زیادہ ہے۔ غلام گردش کے چاروں طرف برنجی جالیاں نہایت مستحکم اور خوبصورت لگی ہوئی ہیں۔ یہ جالیاں بطور سہ درے کے لگائی گئی ہیں۔ ان جالیوں میں چار دروازے ہیں اول دروازہ مواجہ شریف میں قبلہ رخ ہے اور ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔ دوسرا دروازہ شمال کی طرف ہے اسطوانہ تہجد کے پاس اور تیسرا دروازہ مغرب کی طرف مسجد نبوی ؐ سے ملا ہوا ہے اور مقفل ہے اور برابر مقفل رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب سلطان روم پر کچھ مصیبت آتی تھی تو کھلتا تھا اور تمام متمکان مدینہ منورہ دعا حل مشکل کی اللہ پاک سے کرتے تھے۔ اس دروازہ کو

باب العائشہ اور باب التوبہ کہتے ہیں۔ اور چوتھا دروازہ مشرق کی طرف حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مزار شریف کے مقابل میں ہے۔ اغوات الحرم و شیخ الحرم اسی چوتھے دروازہ سے قفل کھول کر اندر داخل ہوتے ہیں اور جاروب کشی و روشنی وغیرہ کے خدمات کو انجام دیتے ہیں۔ اغوات الحرم یا شیخ الحرم جب قفل کھول کر اندر جاتے ہیں تو زائرین دروازہ شریف پر باہر کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہیں۔ اور جیسے ہی وہ باہر آ کر قفل لگا کر فارغ ہوتے ہیں زائرین انکے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں (ایام قیام تک مجھے بھی اکثر مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا) ہاتھوں کا بوسہ لینے سے اغوات الحرم کو منع کرتے ہوئے میں نے دیکھا مگر لوگ باز نہیں آتے تھے۔

روضۂ اطہر میں روشنی

ہشت دھاتی دیواروں اور جالیوں کے درمیان میں غلام گردش کا رہنا جو میں نے بیان کیا ہے اسکی چھتیں مسجد شریف کی چھتوں سے برابر ہیں۔ اسکی چھتوں میں انواع و اقسام کے شیشے کے آلات جھاڑ وفانوس آویزاں ہیں جن میں بعض نہایت بیش قیمتی مرصع جواہرات سے تھے اور بہیں اور نقرئی زنجیروں کے ساتھ آویزاں ہیں۔ بجلی کی روشنی بھی روزمرہ ہوتی ہے اور زیتون کے تیل بھی فانوسوں میں روشن کئے جاتے ہیں۔ بعضے فانوسوں میں موم بتیاں روشن کیجاتی ہیں۔ اسکے علاوہ بہت بڑا اور نفرئی شمعدان سونے کا ہے۔ راتوں میں روشنی کی کثرت سے تمام جگمگاہٹ اور بڑی رونق نظر آتی ہے مگر دیکھنے والوں کو سارے جھاڑ و فانوس اور بجلی کی بتیوں کی روشنی دھیمی اور پھیکی دکھلائی پڑتی ہے جیسے دن کو آفتاب کی روشنی میں چراغ کی روشنی ماند پڑجاتی ہے۔ اسی طرح سے فروغ نور جمال محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے مصنوعی روشنی شرمندہ اور بے مقدار معلوم پڑتی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۶ء کے ابتدا میں اخبار خلافت میں میں نے یہ خبر نہایت حیرت اور افسوس کے ساتھ پڑھی تھی کہ روضۂ اطہر کی روشنی حکومت حجاز نے بند کردی ہے۔ لہذا میں نے باخبر اصحاب سے دریافت کیا تو مندرجہ بالا خبر غیر محقق ثابت ہوئی مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ روشنی روضۂ اطہر کی موجودہ حکومت کے حکم سے کبھی موقوف نہیں ہوئی۔ روشنی برابر ہوتی ہے البتہ اتنی بات ہے کہ باعتبار سابق کے تعداد روشنی میں تخفیف عمل میں آئی ہے۔ آئندہ کیا ہوگا اللہ تعالی جانتا ہے۔

شبیہ غلاف مبارک مرقد اطہر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم



حسب نقشہ مندرجہ بالا غلاف مبارک سبز ریشمین مواجہ شریف میں آویزاں ہے جس پر نظر پڑتے ہی زائرین کی آنکھوں میں نور معرفت کی ٹھنڈک اور دل میں ابدی اطمینان اور سرور راحت حاصل ہوتی ہے۔

جالی شریف میں چار چاند

روضۂ اطہر کی جالیوں سے ناظرین کو تعارف کرا چکا ہوں تاہم مزید تفصیل وواقفیت کے لئے درج کرتا ہوں یوں تو ہر طرف کی جالیاں کاریگری کے خوشنما پھول پتیوں کی ڈھالی ہوئی لگائی گئی ہیں اور

ان پر خوشنما رنگ کیا ہوا ہے لیکن مواجہ شریف کی جالیاں غایت تصنع اور خوبیوں سے مزین ہیں یعنی کلمات طیبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْنُ کی جالیاں ڈھالی تراشی ہوئی ہیں۔ مواجہ شریف میں چار چاند تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جالیوں میں بنے ہوئے ہیں۔ زائرین ان چاندوں کے سامنے کھڑے ہوکر روضۂ اقدس کی طرف نظر کرتے اور غلام گردش میں جہاں تک نظر جاتی ہے۔ اندرون جالی شریف کے متبرک ساز و سامان و تبرکات وغیرہ دیکھتے ہیں اور دامن آرزو کو اپنے گوہر مراد اور عمر کامرانی سے پُر کرتے ہیں۔
اوّل چاند سرکار دو عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف کے مقابل میں بنا ہوا ہے۔ حضورؐ کے مواجہ شریف کے سامنے سبز غلاف مندرجہ بالا پر ایک سرخ ریشمین ٹکڑا آویزاں ہے اور اس پر ھٰذَا قَبْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لکھا ہوا ہے۔ اسی کے مقابل میں کھڑے ہوکر سرکار دو جہان شفیع عاصیان صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ دوسرا چاند اوّل چاند سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر پورب طرف ہے۔ غلاف شریف پر چاند دوم کے مقابل میں ایک اور سرخ ٹکڑا ریشمین آویزاں ہے اور اس پر ھٰذَا قَبْرُ حَضْرَتْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ درج ہے اسی کے مقابل میں کھڑے ہوکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ تیسرا چاند دوسرے چاند سے پورب ایک ہاتھ کے فاصلہ پر ہے۔ غلاف شریف پر تیسرے چاند کے مقابل میں بھی ایک سرخ ریشمین ٹکڑا آویزاں ہے اور اس پر ھٰذَا قَبْرُ حَضْرَتْ عُمَرَ فَارُوْقٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ منقش ہے اسی کے مقابل میں کھڑے ہوکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ چوتھا چاند تیسرے چاند سے پورب کچھ فاصلے پر ہے اسکے مقابل میں غلاف شریف پر کوئی علامت نوشتہ آویزاں نہیں ہے۔

مزار یا حجرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

روضۂ اقدس نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شمالی دیوار پشت جالی کے باہر دوسرے حصہ میں مزار شریف حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا ہے جس پر سبز ریشمین غلاف بافتہ کلمات طیبات پڑا ہوا ہے۔ مزار شریف کے چاروں کونے پر چار ستون منقش چاندی کے استادہ ہیں جن پر بڑے بڑے کلس سونے کے ہیں اور ان ستونوں پر ایک چاندنی سبز مخمل زرکاری آویزاں ہے۔

جالی میں زر کاری اتنا اعلیٰ کیا ہوا ہے کہ زائرین کو انکی چمک دمک ایسی معلوم ہوتی ہو کہ گویا تازہ طیار کی ہوئی ہے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف کے دکھن جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے احاطہ میں ہشت دھاتی دیوار وں کے بعد والے غلام گردش میں آمدرفت کا ایک دروازہ ہے جسکی چوکھٹ کواڑ قفل سب ہی چیزیں سونے کی ہیں۔ اغوات الحرم قفل کھول کر اندر جاتے ہیں اور باہر ہوتے ہی قفل لگادیتے ہیں مزار شریف حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے پائنتی میں جالی شریف کے پاس داخلہ کا دروازہ ہے اسی دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر زائرین زیارت کرتے ہیں اور صلوۃ و سلام پڑھتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں (ایام قیام مدینہ پاک تک میں نے روزمرہ صلوۃ و سلام پڑھنے اور زیارت کی سعادت حاصل کرنے کا فخر حاصل کیا ہے الحمد للہ فالحمد للہ)۔ یہاں پر یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنت کا مزار جنت البقیع میں ہے اور حجرۂ شریفہ میں بھی۔ اور اسکے متعلق مختلف روایات ہیں۔ دروازہ شریف کے ایک نجدی محافظ سے میں نے گفتگو کی تو اس نے کہا کہ مزار تو جنت البقیع میں بھی ہے مگر حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کا مزار حجرہ شریف میں ہی ہونا مصدق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب مصباح الزیت فی مناقب اہلبیت میں بحوالگی مدارج حسب ذیل لکھا ہے۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات تیسری ماہ رمضان شریف ۱۱ھ ہجری میں منگل کی رات کو ہوئی۔ عمر آپکی انتیس برس کی تھی۔ نماز جنازہ کی حضرت علیؓ یا حضرت عباسؓ نے پڑھائی رات کو بقیع میں دفن ہوئیں۔ صبح کو حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے شکایت کی کہ آپکے خبر نہ کی کہ تو اب جنازہ اس بزرگوار کا ہم بھی پاتے۔ فرمایا (حضرت علیؓ نے) ان کی وصیت تھی کہ مجھے رات کو دفن کرنا کہ میرے جنازہ پر نگاہ نامحرم کی نہ پڑے انتہی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حاضر ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عثمان ابن عفانؓ اور زبیر ابن العوامؓ اور نماز جنازہ کی پڑھائی حضرت ابوبکر رضؓ نے اور درمیان مغرب اور عشا کے آپ کی وفات ہوئی۔ آپکے دفن میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ آپ اپنے حجرہ شریف میں جو ملحق حجرہ جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے دفن ہوئیں۔

جالی شریف کے پاس محافظین اور زائرین اور ان کا رویہ

جالی شریف کے پاس کھڑا ہونے یا جالی شریف کو مس کرنے (چھونے) کی ممانعت نہیں ہے ہر چہار دروازہ پر

نجدی محافظین حکومت کی طرف سے تعینات رہتے ہیں اور باری باری انکی تبدیلی ہوتی ہے۔ ان کا کام اژدحام زائرین کو منتشر کرنا اور شور وغل سے لوگوں کو باز رکھنا جالی شریف کو بوسہ دینے سے زائرین کو منع کرنا اور نامشروع کاموں سے باز رکھنا ہے۔ انمیں بھی ہر طرح کے ہیں بعضے تو ایسے نرم دل اور سمجھدار ہیں کہ زائرین کے ساتھ خلق سے پیش آتے ہیں۔ اور بعضے ایسے کٹر ہیں کہ جالی شریف کے پاس کھڑا ہونے اور جالی شریف کے چھونے سے بھی رکاوٹ کرتے ہیں میں نے اکثر مغربی۔ خراسانی اور پنجابی مردوں کو خصوصًا اور عورتوں کو عمومًا دیکھا کہ قفل دروازہ شریف کو چومنے کے لئے اس طرح پر پکڑتے اور چھوڑتے ہیں کہ قفل جالی مبارک پر لگ کھاتا ہے اور کھٹکھٹاہٹ کی آواز اس سے پیدا ہوتی ہے۔ بعضے کو دیکھا کہ جالی اقدس پر اپنے ہاتھوں کو اتنے زور سے رکھتے ہیں کہ دروازۂ اقدس پر دھکا پڑتا ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا انکا عقیدتمندانہ اور شوق و محبت کی راہ سے ہوتا ہے مگر ایسا کرنے سے مندرجہ بالا حالتیں جو پیدا ہوتی ہیں وہ خلاف ادب ہیں۔ لہٰذا ایسا کرنے سے اگر محافظین روکتے ہیں تو قابل اعتراض نہیں ہے۔ ایام قیام میں اپنے میں نے یہ بھی دیکھا کہ بعضے آدمی ناواقفیت کے باعث مواجہ شریف میں قبلہ کی طرف پشت کرکے اور باب التوبہ کے پاس روضۂ اطہر کی طرف رُخ کرنے تحریمہ باندھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں بعضے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ دو تین آدمیوں کو تو میں نے خود منع کیا اور سمجھا دیا۔ ہر زائر کے لئے لازم ہے کہ اس مقام پر نہایت ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہو اور جب تک ٹھہرے صلوٰۃ و سلام و درود شریف۔ قرآن شریف ذکر و تسبیح کے سوا کوئی حرکت ایسی نہ کرے جو خلاف ادب ہو۔ اسکی بہترین صورت یہ ہے کہ حاضری سے قبل آداب زیارت معلوم کرلے۔

مسجد نبوی قدیم

جناب سید عالم فخر بنی آدم خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کی مسجد شریف روضۂ مطہرہ کے پچھم ہے جالی شریف سے ملحق۔ روضۂ اقدس کا ایک دروازہ جسکو باب العائشہ کہتے ہیں مسجد شریف ہی میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد کی مسجد شریف میں وسعت تخمینًا چالیس گز مربع ہے جسکے اندر اٹھارہ ستون بڑے بڑے عالیشان سنگ مرمر کے منقش ہیں اور ہر چار ستونوں پر

ایک گنبد بنا ہوا ہے اور اس میں نہایت خوشنما دیدہ زیب نقش و نگار مینا کار بنے ہوئے ہیں اور کلمات طیبات درج ہیں۔ جملہ ستونوں پر ایک خاص طور کا رنگ شناخت کے لئے کیا ہوا ہے اور ستونوں کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں۔ بعض بعض گنبدوں پر منقش شیشے کی ٹٹیاں لگی ہوئی ہیں جن سے دن کو روشنی پہنچتی ہے۔

منبر شریف

مسجد نبوی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے مقام پر جو موجودہ منبر ہے سلطان مراد خاں ابن سلطان سلیم خاں رحمۃ اللہ علیہما نے ۹۹۸ھ ہجری میں طیار کرا کر بھیجا تھا۔ یہ منبر سنگ خام کا بنا ہوا ہے اسکی طیاری میں پچاس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔ منبر شریف میں بارہ سیڑھیاں ہیں اور ایک دروازہ ہے ہمیشہ مقفل رہتا ہے خطیب کے خطبہ پڑھنے کو ہر جمعہ کو اور عیدین میں دروازہ کھلتا ہے اور پھر بند کر دیا جاتا ہے۔

محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

منبر شریف کے بائیں جانب محراب نبوی ہے جسکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مصلے بھی کہتے ہیں یہ متبرک مقام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے اور امامت فرمانے کا ہے۔ محراب شریف کے اوپر حدیث شریف مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ اَرْبَعِیْنَ صَلٰوۃً لَا تَفُوْتُہٗ صَلٰوۃٌ کُتِبَ لَہٗ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ درج ہے ترجمہ جس نے میری مسجد میں چالیس وقت کی نمازیں بغیر فوت پڑھیں لکھی گئی نجات اسکے لئے آتش دوزخ سے اور عذاب سے اور نفاق سے۔ اسکے بعد ایک دوسری حدیث شریف درج ہے مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ ترجمہ۔ درمیان میرے بیت اور منبر کے ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔ منبر شریف اور بیت شریف کے درمیان کی زمین مقدس روضہ کہتے ہیں "یہ روضہ شریف" منبر شریف قبر مبارک بیت شریف کے درمیان کی مقدس زمین ہے "روضہ شریف" میں تین سو چالیس آدمیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ مگر اللہ پاک کی شان اور اسکی قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ باوجود کثرت اور اژدحام کے بھی ہر ایک خواہشمند مرد عورتیں روضہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور جگہ

پالیتے ہیں۔ محراب شریف کے پاس تو دن رات بھیڑ لگی رہتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ بلا انتظار کھینچے ہوئے کسی کو موقع اس مقام میں ادائے دوگانہ کا مل جائے۔ زہے قسمت اس زائر کی جسکو مسجد نبوی میں چالیس وقتوں کی نمازیں پڑھنی نصیب ہوں۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ میں نے محراب شریف میں دوگانہ پڑھنا معمول کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایام قیام تک اس بیش بہا نعمت سے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس گنہگار کو سرفراز فرمایا اور اکتالیس وقتوں کی نماز مسجد نبوی میں بجماعت ادا کرنے کی سعادت عطا کی الحمد للہ فالحمد للہ۔

مسجد نبوی کی توسیع اوّل حضرت عمرؓ نے کی

اوپر درج کر چکا ہوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد شریف مربع چالیس گز میں تھی مگر اب تو مسجد شریف نہایت عالی شان وسیع ہے۔ اور چھ سات ہزار آدمیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ اور مسجد الحرام کی طرح سے یہاں بھی بیک وقت دس بارہ ہزار آدمیوں کی گنجائش کثرت زائرین کے اوقات میں دیکھی گئی۔ یہاں اشہب عقل لنگ اور طائر قیاس بے پر ہو جاتا ہے قولہ تعالیٰ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ہر قلب سلیم اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہے مسجد نبوی کی توسیع کس زمانے میں کیگئی واقفیت عامہ کیلئے مختصراً عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ فتاویٰ عثمانی میں لکھا ہے کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کی عمارت کو بڑھانے کا موقع اپنی خلافت کے مبارک ایام میں نہیں ملا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کثرت نمازیوں کے باعث مسجد نبوی کو جانب مغرب اور شمال کے آپ نے اپنے مبارک عہد خلافت میں وسیع کی۔ مسجد شریف کے مشرق جانب ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مکانات تھے اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بپاس ادب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین کے مکانات کو علیٰ حالہ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ عمر کی مجال نہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کو گرا دے۔ جنوب کی طرف مکان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا پڑتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مکان کو مانگتے تھے مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیمتاً بھی دینے کو راضی نہ ہوئے۔ اور اس معاملہ کو طے کرنیکے لئے

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ حکم بنائے گئے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کو بیت المقدس بنانے کا حکم ہوا تو اسمیں ایک شخص کا مکان پڑتا تھا وہ شخص اپنا مکان قیمتاً دینے کو راضی نہ تھا۔ آخر حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم باری تعالیٰ آیا کہ اے داؤد ہم نے تمکو بیت المقدس بنانیکا حکم دیا ہے کسی کا گھر توڑنے کے لئے نہیں کہا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شخص کا مکان چھوڑ کر بیت المقدس تعمیر کی "یہ سُنکر حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان چھوڑ دیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان خود سے مسجد شریف میں دیدیا۔ مسجد شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جسقدر زیادتی کی ہے اس میں پینتالیس ستون سنہرا سنگ سُرخ کا ہے اور ستونوں میں ایک خاص طور کا رنگ علامت توسیع کا دیا ہوا ہے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ چوتھا سال خلافت ۱۷ھ ہجری میں مسجد نبوی ؐ بڑھائی گئی۔

مسجد نبوی کی توسیع بار دوم حضرت عثمانؓ نے کی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مسجد شریف میں زیادتی حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اپنے مبارک عہد میں کی اسمیں بنیدرہ ستون سنہرا سنگ سرخ کا ہے۔ ان ستونوں میں بھی افزائش کی علامت ایک خاص رنگ سے دکھلائی گئی ہے۔ اور یہ اضافہ مسجد شریف کے پشت پر منبر و محراب نبوی سے جنوب کی طرف اور مواجہ شریف کے سامنے تک کی گئی اور محراب بھی تعمیر کیا گیا۔ اس حصہ میں مسجد شریف کی دیوار جانب قبلہ پر آیات قرآنی ایسے حسن و خوبی کے ساتھ منقش کئے گئے ہیں کہ دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے۔ مواجہ شریف کے جنوب و مغربی گوشہ سے محراب منبر و روضہ شریف کے جنوبی کنارے حدِ سابق مسجد شریف سے ہوتا ہوا قریب باب السلام تک پیتل کے جنگلے نہایت خوبصورت لگے ہوئے ہیں۔ کتاب قرۃ العینین فی مناقب ذی النورین میں لکھا ہوا ہے کہ چھٹا سال خلافت ۲۹ھ ہجری میں مسجد نبوی فراخ کی گئی اور بنائی گئی پتھروں سے اور نقش بنائے گئے پتھروں میں اور گھڑے لگائے گئے ستون پتھر کے اور بنائی گئی چھت سال کی لکڑی سے اور کیا گیا طول اسکا ایک سو ساٹھ گز اور عرض ایک سو پچاس گز۔

مسجد نبوی کی توسیع بار سوم ولید ابن عبد الملک کے حکم سے

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع تیسری بار ولید ابن عبد الملک کے حکم سے عمر ابن عبد العزیزؒ نے کی اسمیں چوبیس ستون ہیں۔ لکھا ہے کہ اس وقت میں حجرۂ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کو توڑ کر مسجد شریف کی عمارت وسیع کی گئی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جس دن حجرے ازواج مطہرات راضی اللہ عنہن کے توڑے گئے سارے مدینہ میں کہرام مچا ہوا تھا لوگ زار زار روتے تھے۔ یہ اضافہ مسجد شریف کے شمال اور مشرق و مغرب کی جانب عمل میں لایا گیا۔

مسجد نبوی میں بار چہارم و پنجم سلطان مہدی اور سلطان عبد المجید نے اضافہ کیا

چوتھی بار سلطان مہدی نے مسجد شریف میں اضافہ کیا اس میں پچیس ستون ہیں اور پانچویں بار سلطان عبد المجید نے زیادتی کی اُس میں آٹھ ستون ہیں۔ بادشاہوں کے اضافہ کردہ ستونوں میں پیتل جڑے ہوئے ہیں جو دیکھنے میں نہایت خوبصورت سونے کے معلوم ہوتے ہیں۔

مسجد نبوی کے دالان و نقش و نگار

مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف وسیع دالان عالیشان نہایت خوبی اور کمال کاریگری کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔ پوری عمارت مسجد نبوی م اور روضۂ مطہرہ کی مینا کاریوں اور دیدہ زیب و دلکشا نقش و نگار سے مملو اور مزین ہیں اور بے نظیر تعمیر ہے۔ دنیا کی مشہور عمارتوں خصوصًا عبادتگاہوں میں اس حسن و خوبی کمال تصنع و حکمت سے معمور کسی دوسری عمارت کا ثابت ہونا اگر غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے شہنشاہ دارین محبوب المشرقین والمغربین صلے اللہ علیہ وسلم کے شان اعلےٰ وارفع سے خصوصیت رکھنے والی مسجد شریف اور روضۂ مطہرہ کی عالیشان عمارت کو بھی یکتا اور بے نظیر ماننا پڑتا ہی نقشی

یوں تو ہیں دنیا میں خوشتر مسجدیں   مسجد نبوی کا ڈھب کچھ اور ہے

خداوند قدوس عزّ شانہٗ کی بیحساب رحمتیں نازل ہوں اُن ارواح مقدسہ پر جنہوں نے ان عمارتوں کی تعمیر کرنیکا فخر حاصل کر کے دنیا میں بنی ممتاز یادگاریں چھوڑیں اور عقبیٰ میں خداوند عالم نے انکے لیے بہترین آرامگاہ جنت میں طیار کیا۔

مسجد نبوی میں مقام اصحاب صفّہ رضہ

روضۂ مطہرہ کے شمالی جالی کے پاس ایک چبوترہ

اسطوانہ تہجد کا ذکر اوپر میں کر چکا ہوں اس چبوترہ کے شمال میں تخمیناً پانچ ہاتھ چوڑا راستہ مسجد شریف میں باب جبرئیل سے داخل ہونے والوں کے لئے نیز روضۂ مطہرہ سے مسجد شریف میں یا مسجد شریف سے مواجہ شریف میں آمدرفت کا ہے۔ راستہ مذکور کے شمال میں چبوترۂ اوّل کے مقابل میں ایک دوسرا چبوترہ ہے جسمیں خوبصورت کٹہرے لگے ہوئے ہیں۔ اور مکلف قالین و جانمازیں بچھی ہوئی رہتی ہیں اور اسکے مشرقی حصہ میں الماریاں ہیں۔ اسمیں قرآن پاک کی متعدد جلدیں رکھی رہتی ہیں جس کسی کو تلاوت کرنے کی آرزو ہوتی ہے اغوات الحرم سے مانگ لیتے ہیں اور بعد تلاوت کرنیکے انکے حوالہ کر دیتے ہیں۔ یہی مقام ہے جسمیں اصحاب صفہؓ رہتے تھے اور دیدار جمال نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہرہ اندوز رہنا انکی زندگی کا قیمتی سرمایہ تھا۔ قولہ تعالیٰ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ کا نزول اصحاب صفہ کی مبارک شان میں ہوا ہے۔ تفسیر قادری میں لکھا ہے یہ لوگ مہاجر فقیر تھے چار سو آدمی کے قریب جیسے عمار ابن یاسر اور بلال اور ابن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور مثل انکے کہ مدینہ شریف میں انکے گھر نہ تھے کہ شب وہاں بسر کریں۔ مسجد نبوی کے گوشہ میں شب بسر کرتے اور دن کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیضدرجت میں حاضر رہتے۔ نہ کسی کی طرف متوجہ اور ملتفت ہوتے نہ کسی سے کچھ سوال کرتے نہ کسی طرح اپنی روزی ڈھونڈھتے انتہی ایضیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان سے اپنا حال کہنا چاہا مگر وہ مخاطب نہیں ہوئے۔ پھر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں کوئی شخص ایک پیالہ دودھ لیکر آیا تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک پیالہ دودھ ہے اور سارے اصحاب صفہ کو حضورؐ بلاتے ہیں اگر مجھے ملتا تو میں آسودہ ہو کر پیتا۔ مطابق حکم حضورؐ کے میں گیا اور اصحاب صفہ کو بلا کر لایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک ایک کر کے سب کسی کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ سب کو پلایا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو خوب سیر آسودہ

ہو کر پی سکے۔ میں نے خوب آسودہ ہو کر پیا تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بقیہ دودھ کو نوش فرمایا یہ حال تھا سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بھوکوں اور پیاسوں پر۔ افسوس ہے کہ ہم اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہم لوگوں کو توفیق عطا کرے کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے جان نثاران اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلیں آمین ثم آمین۔ مقام اصحاب صفہ میں اغوات الحرم بیٹھے رہتے ہیں۔ اور زائرین اور اہل شوق وہاں بیٹھ کر وظیفہ اور تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں۔ ایک سا کبیر سن ترک کو میں نے دیکھا کہ وہ برابر قرآن شریف کی تلاوت میں مقام مذکور میں مصروف رہتے تھے۔ مجھے تو حیرت اس پر تھی کہ باوجود بوڑھاپے کے رات کے وقت بھی وہ قرآن مجید ناظرہ پڑھتے تھے۔ (ایام قیام مدینہ منورہ میں اپنے میں بھی کبھی کبھی مقام مذکور کے چبوترہ پر حاضر ہوتا اور تلاوت کیا کرتا تھا)

مسجد نبوی میں قفس النساء

مقام اصحاب صفہ کے شمال میں بہت طویل اور وسیع دالان ہے۔ اس دالان میں اُتر دکھن اور پچھم جانب قناتی دیواریں لکڑی کی پردے کے لئے دی ہوئی ہیں۔ یہ مقام قفس النساء کے نام سے مشہور ہے۔ اور عورتوں کے بیٹھنے اور نماز پڑھنے کے لئے مخصوص ہے۔ مرد وہاں نہیں جاسکتے ہیں۔ ناواقفیت کے باعث یا قصداً عورتیں قفس النساء کے باہر بیٹھتی یا نماز پڑھتی یا پڑھنا چاہتی ہیں تو اغوات الحرم ان کو منع کرتے اور قفس النساء میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہ دستور عرصہ قدیم سے چلا آ رہا ہے اور جدوداً اسپر عمل درآمد ہے اور یہ نہایت پسندیدہ اور قابل تقلید نظم ہے۔ اگرچہ مسجد الحرام میں بھی عورتوں کے بیٹھنے اور نماز پڑھنے کے لئے مخصوص مقام ہے مگر کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ ہر کسی کی خواہش اور خوشی پر موقوف ہے۔

مسجد نبوی میں فرش

صحن مسجد شریف کے سوا پوری مسجد اور روضہ منورہ میں سنگ مرمر کے فرش ہیں۔ اور فرش سنگ مرمر کے اوپر مسجد شریف میں مکلف قالین اور بیا نمازیں بچھی ہوئی ہیں۔ صحن مسجد یہاں بھی پتھروں کے فرش یا پختہ گچ سے خالی ہے۔ مسجد الحرام کی طرح سے مسجد نبوی کے صحن میں بھی سنگریزے بچھائے گئے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں کے صحن میں بچھی بڑی کنکریاں سیاہ و سفید رنگ کے پتھروں کی بچھائی گئی ہیں اور یہاں کے صحن میں

سُرخ رنگ کے پتھروں کے سنگریزے چھوٹے چھوٹے بچھائے گئے ہیں۔

مسجد نبوی میں روشنی

مسجد شریف میں روشنی کے لئے انواع واقسام کے جھاڑ وفانوس آویزاں ہیں۔ اور بجلی کی روشنی کا اہتمام ہے اکثر جھاڑ وفانوس میں زیتون کے تیل اور موم بتیوں کی روشنی ہوتی ہے۔ روزمرہ اگرچہ تھوڑے سے جھاڑ وفانوسوں میں روشنی کی جاتی ہے تاہم سارا حرم شریف جگمگاتا رہتا ہے۔ شیشے آلات اور روشنی کی چمک دمک کے عکس عمارت حرم شریف کے پُر تصنع نقش ونگار پر پڑکر عجیب دلفریب منظر پیدا کرتے ہیں جو دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ سننے میں آیا کہ ماہ رمضان المبارک میں اور تاریخ ولادت شریف ۱۲ ربیع الاول اور شب معراج سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ۲۷ رجب المرجب کو حرم شریف کے جملہ جھاڑ وفانوس روشن کئے جاتے ہیں۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں ان ایام میں دربار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ کاش! مجھے بھی ان ایام میں حصول برکات کا موقع ملتا تو خوب ہوتا۔

مسجد نبوی میں تلاوت قرآن ودرود شریف

منبر ومحراب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن پاک کی متعدد جلدیں رکھی رہتی ہیں اور اہل شوق "در ریاض جنت" میں اپنی حاضری کے موقع کو صد غنیمت سمجھکر تلاوت قرآن اور درود شریف کرتے رہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دن کو ہی نہیں بلکہ رات کے وقت بھی شائقین تلاوت کرتے ہیں۔ صرف پانچوں وقت کی جماعت کی ساعت اور نماز عشاء سے وقت تہجد تک یہ سلسلہ تلاوت کے ملتوی کئے جاتے ہیں۔ اس غرض کے لئے روشنی شمعدان بھی رکھے رہتے ہیں جنمیں رات کو موم بتیاں روشن کرکے شائقین تلاوت کرتے ہیں۔

دربار رسول میں ادب وخاموشی

خداوند تعالیٰ وتقدس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار شاہانہ کے حاضرین کا مؤدبانہ عمل قابل تقلید ہے۔ بیت

نگاہدار ادب درطریق عشق ونیاز ÷ کہ گفتہ اند طریقت تمام آداب ست

مسجد نبوی اور حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازۂ اقدس پر پہنچتے ہی ہر شخص عام ازیں کہ عالم ہو یا جاہل چینی وہندوستانی کا باشندہ ہو یا خاص مدینہ پاک کا اپنے قدموں پر نظر کئے

خوف زدہ لرزتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ صلوٰۃ و سلام عاجزانہ دھیمی آواز سے عرض کرتا ہے "ریاض جنت" میں دوگانہ ادا کرتا ہے جتنی دیر تک ٹھہرتا ہے ذکر و دعا نماز و وظیفہ میں مشغول رہتا ہے یا خاموشی کے ساتھ مؤدب بیٹھتا ہے۔ شور و غل کرنا چلانا یا لیٹنا منع ہے۔ اتفاقاً اگر نادانی سے اس کے خلاف کوئی امر کسی سے صادر ہوتے پاتے ہیں تو پکار کر آواز سے منع نہیں کرتے۔ بلکہ شو شو منہ سے کرتے اور انگشت شہادت اپنے منہ تک لیجا کر اشارے سے منع کرتے ہیں۔ حرم بیت اللہ شریف میں راتوں کو جو لوگ میٹھی نیند کے مزے پاؤں پھیلا کر لیا کرتے تھے حرم رسولؐ میں انکو بھی ہوشیار اور بیدار پایا۔ مقولہ "با خدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار" کے نظارے حرمین شریفین میں خوب خوب دیکھنے میں آئے۔ سچ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کریم ہے اپنے بندوں کے جرم و خطائے بے ادبی و دیوانگی کی حرکات سے درگذر کرتا اور معاف کر دیتا ہے۔ مگر اپنے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ساتھ کمال تعظیم و ادب ملحوظ رکھنے کی تعلیم قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ ترجمہ اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز پر اس واسطے کہ حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ان کو ادب کی رسموں کا حکم کرتے ہیں یعنی جب بات کرو تو بلند آواز نہ نکالو اور نہ ظاہر کرو اسکے واسطے بات کو یعنی آپ کی آواز سے بلند آواز کر کے نہ پکار کر و جیسا ظاہر کے بعض تمہارے کے واسطے بعض کے بلکہ اپنی آواز بہت نرم کرو تاکہ لوازم ادب کی رعایت کرتے رہو۔ انسان تو انسان ہی ہے دربار رسول کا حیوان بھی ادب کرتے ہیں۔ میرے محبّ مخلص مولانا مولوی حافظ محمد علی حسین الہندی ثم المدنی نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مکہ معظمہ میں سلطان ابن سعود کا قبضہ ہو جانیکے بعد مدینہ پاک میں ۱۹۲۵ء میں نجدی سپاہیوں کے پہنچنے کی خبر گرم تھی اور باشندگان مدینہ خوف زدہ اور متوحش رہا کرتے تھے انہیں ایام میں ایک گھوڑا ایک گھوڑی کے پیچھے حالت مستی میں دوڑا۔ گھوڑی بے تحاشہ بھاگی ہوئی حرم شریف کی طرف دوڑی اور گھوڑے کو پاس پھٹکنے نہ دیا۔ گھوڑا اور گھوڑی کی تاخت اور انکے ٹاپوں کی آوازیں باب السلام کے دوکانداروں اور حاضرین نے سنی تو سمجھے کہ نجدی فوج آرہی ہے لوگوں کے اوسان خطا ہو گئے بخوف جان لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ گھوڑی مذکور بھاگی ہوئی حرم شریف کے اندر داخل ہو گئی

اور آہستہ آہستہ مواجہ شریف تک جا کھڑی ہو گئی۔ بدستور گھوڑا بھی اسکے پیچھے حرم شریف میں داخل ہوا اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا مواجہ شریف میں پہنچکر کھڑا ہو گیا۔ دیر تک دونوں کھڑے رہے مگر گھوڑے نے گھوڑی کو کچھ نہ کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آہستہ آہستہ دونوں آگے بڑھے اور باہر نکل گئے۔ ان جانوروں کے مودبانہ رویہ کو بہت سے حاضرین حرم شریف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

مسجد نبوی میں کنواں اور باغ

مسجد شریف کے صحن میں ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے جسمیں چند درخت نوخیز کھجوروں کے اور ایک درخت بیر اور ایک درخت املی کے ہیں۔ اور سب ہی نو کرتے درخت ہیں۔ کھجور اور بیر کے پھل اغوات الحرم کے ذریعہ سے لوگ حاصل کرتے ہیں اور اس ذریعہ سے کچھ ابھی بھی خدمت ہو جاتی ہے مجھے بھی نصیب ہو گئے۔ یہ باغیچہ بُستان فاطمہؓ کے نام سے مشہور ہے۔ روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکان حرم نبوی ﷺ سے دُور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت فاطمہؓ کو دیکھنے کو تشریف لیجایا کرتے تھے ایک دن حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میں تم کو اپنے گھر سے قریب رکھنا چاہتا ہوں حضرت خاتون جنت ؓ نے فرمایا کہ حضور کے قریب میں حضرت حارثہ رضؓ کے بہت سے مکانات ہیں اگر حضور ان سے فرمائینگے تو وہ میرے واسطے کوئی مکان خالی کر دینگے۔ آپ نے فرمایا کہ حارثہ تو میرے واسطے اسقدر مکانات خالی کر چکے ہیں کہ اب ان سے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ کو اسکی خبر پہنچی وہ آپکی خدمت شریف میں گئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے سنا ہے کہ حضور حضرت فاطمہؓ کو اپنے نزدیک میں بُلانا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں یہ مکان جو آپ کے متصل ہے خالی کر دیتا ہوں چنانچہ وہ مکان حارثہ رضؓ نے خالی کر دیا اور حضرت فاطمہؓ اسمیں تشریف لے آئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ مکان اسی جگہ پر تھا جو آجکل بستان فاطمہؓ کے نام سے مشہور ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ کے شمال میں جو مدفن حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بیان کیا جاتا ہے یہ مکان وہاں واقع تھا۔ باغیچہ مذکور کے جنوبی گوشہ میں ایک کنواں ہے جسکی گولائی ایک ہاتھ ہے اور اسکے اوپر میں گنبد بنا ہوا ہے۔ سقا ہر وقت پانی کھینچتے رہتے ہیں اور تشنہ لب سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ پانی اسکا نہایت شیریں ہلکا اور بہت ٹھنڈا ہے اور کوثر کے نام سے مشہور ہے اسکا پانی زمزمی کے طور پر تبرکاً زائرین لیجاتے ہیں۔ بیر زمزم شریف کی طرح یہاں پر بھی بہت

بھیڑ بھاڑ رہتی ہے۔ زائرین میں سے بعضے لوگوں نے سُنی سُنائی طور پر مجھ سے ذکر کیا کہ یہ کنواں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کا ہے" عند التحقیق واقفکار و صاحب العلم اشخاص نے مجھ سے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ صحن مسجد میں چاہ کوثر کے پاس بعضے بعضے زائرین کو میں نے وضو کرتے ہوئے دیکھا اور افسوس ہوا۔ زائرین کو آداب مسجد کا لحاظ کرنا اور ناجائز امورات سے بھی باز آنا چاہیئے۔

حرم شریف و مسجد نبوی ؐ کے پانچ دروازے

روضۂ اقدس و مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آمدرفت کے پانچ دروازے ہیں۔ اول دروازہ باب جبرئیل ؑ ہے جو کہ روضۂ اقدس کے مشرق و شمال کی طرف ہے۔ دوسرا دروازہ باب السلام ہے جو کہ مسجد شریف کے مغرب و جنوبی سمت میں واقع ہے۔ باب السلام سب دروازوں میں بڑا عالیشان اور پُرشوکت دروازہ ہے۔ تیسرا باب الرحمۃ ہے جو باب السلام سے شمال میں مغرب کی طرف ہے۔ چوتھا باب مجیدی ہے۔ یہ دروازہ مسجد شریف کے شمال میں ہے اور سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کا بنوایا ہوا ہے۔ باب مجیدی کے باہر سقا ابریق اور صراحیوں میں پانی بھر کر طیار رکھتے ہیں اور اہل حاجت کو ایک دو حلاہے میں ایک ابریق پانی وضو کیلئے دیتے ہیں۔ پانچواں دروازہ باب جبرئیل ؑ کے شمال میں ہے اسکا نام باب النسار ہے۔ باب النسار سے عورتیں آمدرفت کرتی ہیں۔ باب النسار کے داہنے طرف پانی کا حوض ہے اور اس میں ایسپیدا لچتیل کے نل لگے ہوئے ہیں ننگے پاؤں اور بے وضو اشخاص یہاں پر وضو کرکے اور پاؤں دھو کر اندر داخل ہوتے ہیں۔ پانی ڈھوتے دلے تکرونی اور دوسرے غریب لوگ باب النسار کے باہر اوقات نماز میں پانی لا کر رکھتے ہیں اور اہل حاجت کے ہاتھ ایک دو حلاہے میں ایک ابریق پانی فروخت کرتے ہیں۔ زائرین خواہشمندان وضو کو سہولت ہوتی ہے اور ان غریبوں کی سد رفع حاجت۔

مسجد نبوی کے پانچ مینارے اور اذان

مسجد شریف میں پانچ منارے بہت بلند اور عالیشان بنے ہوئے ہیں۔ منارہ اول روضۂ اطہر کے جنوب میں ہے اسکا نام منارۂ رئیسیہ ہے۔ دوسرا منارہ باب السلام کے پاس ہے اسکو منارۂ باب السلام کہتے ہیں۔ تیسرا منارہ باب الرحمۃ کے پاس ہے اسکو منارۂ رحمۃ

کہتے ہیں۔ چوتھا منارہ باب الرحمۃ کے شمال میں ہے اسکو منارۂ حدیقہ کہتے ہیں۔ پانچواں منارہ باب النساء کے شمال میں ہے اسکو منارۂ سلیمانیہ کہتے ہیں۔ پانچوں منارے اور گنبد خضرا مشتاقانِ زیارت کو دور سے نظر آتے ہیں۔ بے چین دلوں کو راحت اور منتظر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔ ہر نماز کے وقت پانچوں میناروں پر بیک وقت اذان دیجاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ترکی سلطنت کے زمانے میں تو مؤذن بہت تھے مگر موجودہ حکومت حجازنے بہتوں کو تخفیف کرکے معدودے چند کو بحال رکھا ہے۔ مسجد شریف میں نماز تہجد کے لئے مؤذن ترحیم پکارتے ہیں جسمیں سلام اور دعا پڑھتے ہیں۔ ترحیم کی آواز سُنکر خوش نصیب بیدار ہوتے ہیں اور وضو کرکے حرم شریف میں پہنچتے اور نماز تہجد پڑھتے ہیں تقریباً چالیس منٹ کے اندر اذان نماز فجر کے لئے پکاری جاتی ہے۔ آواز ترحیم سے جو لوگ بیدار نہیں ہوتے فجر کی اذان سے ضرور جاگ جاتے ہیں اور اپنے بخت خفتہ کو جگانے کا فخر حاصل کرتے ہیں۔

مسجد نبوی میں امامت و جماعت

عند الاستفسار و تحقیقات معلوم ہوا کہ امام اور خطیب بھی ترکی عہد حکومت میں بہت تھے اب ان سب کو تخفیف کرکے آٹھ امام بحال رکھے گئے ہیں۔ اوقات امامت ہر ایک کے لئے حکومت حاضرہ نے مقرر کردی ہے۔ فجر، مغرب اور عشا کی نمازیں امامت حنفی اور شافعی امام باری باری کیا کرتے ہیں۔ اور ظہر، عصر اور نماز جمعہ میں حنبلی امام یعنی نجدی امام امامت کرتے ہیں حرم بیت اللہ شریف کی طرح سے حرم رسول میں بھی ایک ہی جماعت ہوتی ہے اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ مقلد سب کے سب اقتدا کرتے اور شریک جماعت ہوتے ہیں۔ دوسری جماعت کسی وقت نہیں ہوتی ہے۔ ہر ایک وقت کی جماعت میں ہزارہا آدمی رہتے ہیں اور برکات و فیوض حاصل کرتے ہیں۔ ایام قیام مدینہ منورہ میں مجھے بعض ایسے اہل علم حنفی المذہب سے بھی ملاقات ہوئی جنہوں نے نجدی امام کی تقرری کے عمل میں آنیکے بعد سے مسجد نبوی کی جماعت کی شرکت بخوف اقتدا نجدی امام کے ترک کردی ہے۔ ایسے اشخاص یا تو اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں یا دوسری مسجدوں میں۔ مدینہ پاک میں ایسے اشخاص کا ایک گروہ مختصر سا قائم ہے حتی کہ نماز جمعہ بھی اس گروہ والے مسجد غمامہ میں قائم کئے جماعت مذکورہ کے ایک مستند شخص نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جب حکومت کو اسکی خبر ملی تو مسجد غمامہ میں نماز جمعہ پڑھنا حکومت نے بند کردیا تب ان لوگوں نے مسجد قبا میں نماز جمعہ ادا کرنی شروع کی بعد میں

حکومت نے مسجد غمامہ میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دیدی۔ اور آجکل وہ جماعت مسجد غمامہ میں نماز جمعہ پڑھتی ہے۔ میں آج نماز عصر کے بعد والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ وغیرہ کو ہمراہ لیکر جنت البقیعہ کی زیارت کے لئے گیا اور جملہ مزارات مشہورہ کی زیارت کرانے اور سلام و فاتحہ پڑھنے پڑھانے کے بعد حرم شریف میں واپس آیا اور نماز مغرب کی جماعت میں شریک ہوا۔ اسکے بعد مصروف تلاوت رہا۔ پھر عشا کی نماز پڑھ کر اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں حاضر ہو کر صلوۃ و سلام عرض کیا اور قیامگاہ میں جا کر کھانا کھایا اور سو رہا۔

تاریخ ۷ ارمحرم الحرام روز یکشنبہ ۱۳۴۲ھ ہجری مطابق ۷ ارجولائی ۱۹۲۷ء

مسجد قبا کی زیارت

قبا مدینہ شریف سے قریب پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ قبا کو پرانا مدینہ کہتے ہیں اسلئے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر اول قیام قبا میں فرمائے۔ ایک روایت ہے کہ قبا میں حضورؐ تین دن مقیم رہے دوسری روایت ہے کہ سات دن یا دس دن رونق افروز رہے۔ ہر شنبہ کے روز حضورؐ قبا تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اسلام میں سب سے پہلی مسجد مسجد قبا ہے۔ مطابق ارشاد حدیث جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مسجد قبا میں دو رکعت نماز کا ثواب بمقابلہ ثواب عمرہ کے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد قبا میں جاروب کشی کی اور اسپر فخر کیا تھا اللہ اکبر! سلطان وقت خلیفۂ اسلام مسجد قبا میں جھاڑو دیتے ہیں اور اسپر فخر کرتے ہیں۔ پر آج ہماری بے حسی اور تغافل کا یہ عالم ہے کہ مسجد کی خدمت تو درکنار مسجد میں جانے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے پیشوایان اسلام اور جان نثاران دین متین کے کارناموں اور ہدایات کو مد نظر رکھیں اور ان پر عمل کریں تو فلاح و ترقی کے گوہر سے ہمارا دامن ہمیشہ پر رہے۔ قبا شریف جانیکے لئے میں نے عربیہ کرایہ کرنا چاہا۔ حاجی اسمٰعیل صاحب باشندہ علاقہ پٹنہ نے فرمایا کہ عربیہ پر بوجہ نشیب و فراز راستہ کے تکلیف ہوتی ہے پیدل چلنا چاہئے میری ہمشیرہ اور چند دوسری عورتیں بھی پیدل جانے کو آمادہ ہو گئیں۔ پندرہ سولہ آدمی ہم لوگ ایک ساتھ نماز صبح کے بعد پیدل روانہ ہوئے۔ باب القبا سے ایک خام سڑک قبا تک گئی ہے جس کے دو رویہ بہت سے مکانات اور کھجوروں کے بستان ہیں۔ مکانات غیر آباد و سنسان نظر آئے۔ راہ میں

بہت سے زائرین اور بھی ساتھ ہو گئے۔ چار میل چلنے کے بعد ہم لوگوں نے سڑک چھوڑ دی اور مسجد الجمعہ کی طرف چلے۔

مسجد الجمعہ کی زیارت

قبا سے ایک میل پیچھے ایک مقام بنی نجار ہے یہاں ایک بستان کے اندر مسجد الجمعہ ہے۔ سیرۃ النبیؐ میں مرقوم ہے آنحضرت صلعم جب مدینہ تشریف لائے تو پہلے قبا میں قیام فرمایا یہاں سے روانگی کے لئے آپ نے قصداً جمعہ کا دن متعین فرمایا۔ بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو نماز کا وقت آگیا چنانچہ آنحضرت صلعم نے سب سے پہلے نماز جمعہ یہیں ادا فرمائی۔ یہ آخر ربیع الاول سنہ ۱ ہجری کا واقعہ ہے۔ مسجد الجمعہ ایک چھوٹی سی مسجد پختہ ہے دیوار مسجد میں ایک پتھر بخط عربی کندہ کیا ہوا چسپاں ہے۔ چونہ گردانی سے حروف بھر گئے ہیں پوری عبارت پڑھی نہیں جا سکتی۔ ابتدا میں هٰذَا مَسْجِدُ الْجُمُعَةِ لکھا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ مسجد الجمعہ میں کوئی چٹائی یا جانماز نہیں ہے صرف ریت اور مٹی کا فرش ہے۔ ہم لوگ بنی نجار کے نخلستان میں پہنچکر ایک کنوئیں پر گئے جہاں موٹ چل رہے تھے سب لوگ وضو کئے۔ پانی پئے۔ اسکے بعد مسجد الجمعہ میں داخل ہوئے۔ میں نے محراب مسجد کے پاس دوگانہ ادا کی اور اپنے اور سارے لوگوں کے حق میں دعا مانگی۔ جب سب لوگ دوگانہ اور دعا سے فارغ ہوئے تو قبا شریف کی طرف چلے اور آگے بڑھکر سڑک مذکور پر ہوتے ہوئے قبا شریف پہنچے۔ مسجد قبا کے دروازہ کے باہر بہت سے غرباء و مساکین مرد عورتیں اور لڑکے بیٹھے ہوئے کلمات دعائیہ انشاء اللہ زیارت مقبول۔ ملک سلامت۔ کہتے ہوئے زائرین کا استقبال کر رہے تھے۔ چند آدمی تازہ کھجوریں فروخت کرنیوالے تمر جدید۔ تمر جدید۔ پکار رہے تھے۔ دو چار آدمی بطور صراف تبدیل کی غرض سے مجیدی اور قروش و حلالے کی دوکانیں لگائے ہوئے آئے۔ میاں! تبدیل لے میاں! تبدیل کی صدا بلند کر رہے تھے۔ ہم لوگ دعا اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھتے ہوئے مسجد شریف کے اندر داخل ہوئے اور محراب شریف میں دوگانہ ادا کئے اور دعائیں اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں مانگیں۔ محراب مسجد میں سند رجہ بالا حدیث کہ "دو رکعت نماز اس مسجد کا ثواب بمقابلہ ثواب عمرہ کے ہے" درج پایا۔ محراب شریف سے پورب بجانب قبلہ ایک اور محراب ہے اسکے اوپر بھی لکھا ہوا ہے۔ اس مقام کو کشف النبی کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ کشف النبی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کو

اس مقام سے دیکھا تھا۔ خاکسار نے مقام کشف النبی میں دوگانہ ادا کیا اور دعا مانگی۔ امام مسجد شریف سے مسجد اجازت لیکر منبر مسجد شریف سے مغربی دیوار تک جہاں تک گرد و غبار دیکھا خس و خاشاک کو بہار سنہار کر دروازے کے باہر پھینک دیا اور اس گنہگار نے اپنی آرزوئے جاروب کشی کو پوری کی۔ مسجد شریف پختہ بہت وسیع اور عالیشان گنبد دار ہے اور تقریباً تین ہزار آدمیوں کی گنجائش نماز خوانی کی رکھتی ہے۔ صحن مسجد شریف میں ایک چبوترہ ہے بیان کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصوہ اسی مقام میں بیٹھی تھی۔ چبوترہ مذکور کے مشرق میں صحن کے اندر ایک باغیچہ ہے جس میں چند درخت کھجوروں کے ہیں ایک کنواں بھی ہے اس میں پانی کھینچنے کا کل لگا ہوا ہے۔ بغل میں ایک حوض ہے اسمیں پانی بھرا ہوا تھا تبرکاً میں نے تھوڑا پانی پی لیا۔ قبا میں چند زیارتگاہیں ہیں۔ منجملہ اسکے بیر خاتم۔ بیر عرلیس مکان حضرت سعد رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔

بیر خاتم کی زیارت بیر خاتم کا قدیم نام بیر اریس ہے۔ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی بیر اریس میں گر گئی اور باوجود کمال جد و جہد کے بھی نہ ملی جب ہی سے اسکا نام بیر خاتم مشہور ہوا۔ بیر خاتم نہایت مبارک کنواں ہے۔ مسجد قبا سے پچھم جانب قریب ایکسو گز کے فاصلے پر بیر اریس (بیر خاتم) ایک مکان کے اندر واقع ہے۔ بیر خاتم کے باہر حوض ہے اور پچھم طرف نخلستان ہیں۔ روایت ہے کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا ایک دن بیر اریس پر تشریف لے گئے اور اسکے مونڈیرے پر پاؤں مبارک کو لٹکا کر بیٹھے اور ایک صحابی کو (جن کا نام ابو موسیٰ اشعریؓ تھا) دروازے پر پہرہ دینے کو حکم فرمایا۔ مطابق ارشاد نبویؐ وہ صحابی دروازہ بند کرکے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ صحابی موصوف نے حضور میں اطلاع کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو جنت کی بشارت دو اور کہو کہ اندر آئیں۔ صحابی نے جاکر بشارت دی اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابوبکرؓ خوش خوش اندر تشریف لے گئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بغل میں پاؤں لٹکا کر کنوئیں پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر خطابؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پہرہ دار صحابی نے حضورؐ میں حاضر ہوکر اطلاع کی۔ حکم ہوا کہ عمرؓ کو جنت کی

بشارت دو اور کہو کہ اندر آئیں۔ صحابی موصوف نے ایسا ہی جا کر کہا اور دروازہ کھول دیا حضرت عمرؓ خوش خوش اندر تشریف لے گئے اور حسب الارشاد حضورؐ کے پاؤں لٹکا کر کنوئیں پر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ صحابی مذکور اپنے جی میں کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت جنت کی بشارت عطا فرما رہے ہیں کاش! اس وقت میرا بھائی آجاتا! پھر حضرت عثمانؓ تشریف لائے۔ صحابی مذکور نے حضور اکرمؐ میں اطلاع کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "عثمانؓ کو جنت کی بشارت دو ایک سختی پر صبر کرنیکے بعد اور ان سے کہو کہ اندر آئیں۔ صحابی مذکور نے ایسا ہی جا کر عرض کیا اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے شکر کیا اور فرمایا یا اللہ! اس سختی پر عثمانؓ کو صبر و استقامت عطا فرمائیو۔ اور خوش خوش حضرت عثمانؓ اندر تشریف لائے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ گھٹنے کھول کر پاؤں لٹکائے ہوئے تھے حضرت عثمانؓ کو دیکھکر حضورؐ نے کپڑے سے اپنے گھٹنے مبارک کو چھپا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضرت عثمانؓ کے تشریف لانے پر گھٹنے چھپا لینے میں کیا رمز ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ سے فرشتے حیا کرتے ہیں اسلئے میں نے اپنے گھٹنے چھپالئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ ہم لوگ بیر خاتم پر گئے اسکی زیارت کی اس کے پانی سے وضو کیا اور پیتے گئے اور کانوں والے مشک میں میں نے پانی لے لیا اور دعا کی اور واپس ہوا

بیر عریس کی زیارت

بیر خاتم سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ایک نخلستان میں مغرب و جنوب کی طرف ایک اور کنواں موسومہ بیر عریس ہے کہتے ہیں کہ حضورؐ نے لعاب دہن مبارک بیر عریس میں ڈالا تھا اسلئے اسکے پانی میں برکت اور شفا ہے ہم لوگوں نے بھی زیارت کی اور اسکا پانی پیا۔

مکان حضرت سعد صحابیؓ کی زیارت

مسجد قبا سے دکھن جانب ایک مکان ہے کہتے ہیں کہ وہ مکان حضرت سعد صحابیؓ کا ہے ہم لوگ مکان شریف میں گئے۔ اور بعد زیارت کے بیر غریس کی طرف روانہ ہوئے۔

بیر غریس کی زیارت

ہم لوگ مسجد قبا کے مشرق طرف کے راستے سے روانہ ہوئے قبا شریف کی بستی سنسان اور غیر آباد نظر آئی۔ مکانات کے شکستہ در و دیوار اسکے عروج و اقتدار کے زمانہ کا پتہ دے رہے تھے

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ   آثار پدیدست صنادید عجم را

کھجوروں کے باغ پر ثمر جا بجا ملتے گئے۔ اور زراعتیں ہری بھری دیکھنے میں آئیں مسجد شمس پہاڑ سے قریب تھی مگر ہمراہیوں کی جلدی بازی کے باعث وہاں میرا جانا نہ ہوا اور یکسر بیر غریس پر پہنچے بیر غریس ایک نخلستان کے اندر واقع ہے جو کسی غیر کی ملک میں ہے۔ کہتے ہیں کہ بیر غریس میں حضورؐ نے لعاب دہن مبارک کا ڈالا تھا اسکا پانی شفا ہے بیماریوں سے۔ لوگ اسکا پانی پیتے اور غسل کرتے ہیں تبرکاً میں نے اور بعض ہمراہیوں نے اسکے پانی سے غسل کیا اور پیا اور ساتھ لے لیا۔ بیر غریس بے مرمت رہنے کے باعث خستہ حال میں ہے نصف دیواریں اس کی گر چکی ہیں جسکے باعث اسکی تہ تک اُتر کر لوٹے۔ ڈول ڈوبا کر ہاتھ سے پانی نکال لیتے ہیں۔ میرے ہمراہیوں میں سے بعض نے پانی کھینچنے کی ڈوری رسّی ڈول نہ رہنے کے باعث نیچے جاکر غوطہ مارکر غسل کرنا چاہا مگر میں نے ان سب کو منع کیا آخر موٹ کے ذریعہ پانی نکال کر غسل کرتے گئے اگر اسکی مرمت کی طرف توجہ نہ کی گئی تو یہ متبرک یادگار کچھ دنوں کے بعد بے نشان ہو جائیگی۔ دن چڑھ گیا تھا دھوپ کی شدت اور گرمی کے باعث میری ہمشیرہ و دیگر عورتیں خلاف معمول پیدل چلتے چلتے بہت پریشان ہو گئی تھیں اسلئے ہم سب مدینہ کی طرف رُخ کرتے۔ راستے وہ وادی ملی جہاں کی مٹی خاک شفا مشہور ہے

خاک شفا کی وادی جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی خاک کی نسبت فرمایا کہ "شفا ہے بیماریوں سے" حضورؐ کے ارشاد کے مطابق کسی خاص مقام کی تخصیص نہیں ہے۔ بعض کا قول ہو کہ وادی مذکور کی مٹی کی نسبت حضورؐ نے فرمایا کہ "شفا ہے"۔ بہر حال وہ لوگ جن کا بخار نہیں چھوٹتا ہو اس وادی میں جاکر لوٹ پوٹ کرتے ہیں اور چنگے تندرست ہو جاتے ہیں۔ یہاں کی مٹی تبرکاً لوگ لیجاتے ہیں۔ خاک شفا کی ٹکیہ اہل مدینہ طیار کرکے زائرین کے ہاتھ ہدیہ کرتے ہیں اور اسکے استعمال سے بیمار شفا پاتے ہیں ہمارے ہمراہیوں میں سے اکثر لوگ وادی مذکور کی مٹی بہت بہت اُٹھا لیتے گئے۔ میں نے بھی دو ٹکڑے پاؤ ڈیڑھ پاؤ کے تبرکاً لے لئے۔ قریب دوپہر دن کو باب البقیع کے راستے سے اپنے قیامگاہ زقاق الخیاطین میں واپس گئے کھانا کھایا اور سو رہے۔ ظہر کے اذان کی آواز سُنکر میں اُٹھا اور وضو کرکے مواجہ شریف میں حاضر ہوا اور صلوٰۃ و سلام عرض کرکے روضہ شریف میں سنت پڑھی

اور شریک جماعت ہوا۔ پھر مصروف تلاوت قرآن پاک۔

سیدزادوں کے امداد کی تحریک

حرم شریف میں ایک حاجی صاحب باشندہ لاہور میانہ قد رنگ گندمی ایک پاؤں کے لنگڑے جنکی عمر تقریبًا پچاس پچپن سال کی ہوگی اور وہ چند سال سے مدینہ منورہ میں رہتے ہیں۔ آدمی راستباز اور خدا ترس معلوم ہوئے۔ میرے پاس تشریف لائے اور بیان کیا کہ چند سیدزادے ضعیف العمر ناتوان ہیں جن میں سے پہلے تو کوئی خطیب تھے کوئی مؤذن اور کوئی کوئی دوسرے خدمات حرم شریف مامور تھے مگر اب معزولی کے بعد سے وہ لوگ نان شبینہ کو محتاج ہیں۔ سفید پوش ہونیکے باعث وہ کسی سے سوال بھی نہیں کرتے ہیں اور زائرین ان کو معذور و محتاج تصور نہیں کرتے وہ سب واجب الرحم ہیں ایسوں کی خدمت کرنی موجب ثواب ہے میں نے ان سے کہا کہ اول آپ مجھے انکی صورت دکھلائیں۔ تعارف کرائیں تحقیق حال کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کچھ بندوبست کرونگا۔ حاجی صاحب نے آئندہ روز کا وعدہ کیا اور کہا کہ وہ سب بوڑھے ضعیف ہیں روزمرہ ظہر کے وقت حرم شریف آیا کرتے ہیں اور پھر اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے ملنے والے اکثر بزرگان و برادران سے اس کا تذکرہ کر دیا۔ اور بعد تحقیق ان واجب الرحم و قابل اعانت سیدزادوں کی امداد میں شرکت کرنے اور حصہ لینے کی تحریک کر دی۔

تاریخ ۱۸ محرم الحرام روز دوشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء

مولانا محمد علی حسین الہندی سے دلچسپ گفتگو

صبح کی نماز کے بعد روضہ اطہر کے قریب میں تلاوت قرآن کرنے لگا تین پارے پڑھ کر اپنے قیامگاہ پر آیا ناشتہ کیا۔ اسکے بعد مولانا مولوی حافظ محمد علی حسین صاحب خیرآبادی مقیم مدینہ پاک سے جنکا مکان میرے قیامگاہ کے مقابل میں دکھن جانب ہے ملنے گیا۔ مولانا موصوف نہایت خلیق اور قابل و محتاط و محترم بزرگ ہیں۔ آپکے والد ماجد نے اپنے وطن خیرآباد سے ہجرت کرکے مدینہ پاک میں بودوباش اختیار فرمایا تھا اور صاحب دل بزرگ تھے آپکی شادی مدینہ پاک میں ہوئی ہے لڑکے بالے سب ساتھ ہیں۔ آپکی چھوٹی چھوٹی بچیوں کی زبان سے عربی بول چال سنکر دل لوٹ پوٹ ہوجاتا تھا۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے مجھے معلوم ہوتا تو میں آپکو اپنے مکان میں

ٹھہر آتا۔ افسوس ہے کہ دوسرے لوگ مقیم ہو چکے۔ میں نے انکا شکریہ کیا اور انکی ہمدردی کی تعریف کی
مدینہ شریف کی اکثر باتیں میں نے آپ سے بھی تحقیق کیں۔ اور کمال شفقت اور وضاحت کے ساتھ میرے
سوالات کے جواب آپ نے دئے۔ آپ نے سفر مدینہ والی فارسی نظم میری مجھ سے پڑھا کر سنا اور اظہار
مسرت کی۔ میرے اکثر مخلص احباب الحاج حکیم محمد رافت اللہ صاحب گورکھپوری۔ مولانا الحاج
محمد عارف صاحب و مولوی الحاج محمد عبدالاحد صاحب دربھنگوی اور حاجی سید مہدی حسن صاحب
رئیس مجھوا ضلع بستی مولانا موصوف کے مکان میں ہی مقیم تھے۔ اور مولانا محمد علی حسین صاحب کے
حسن اخلاق و قابلیت کے مداح تھے۔ نماز ظہر کی اذان سنکر وضو کیا اور حرم شریف میں حاضر ہو کر
صلوۃ و سلام پڑھنے کے بعد با جماعت نماز ادا کی۔ پھر تلاوت قرآن و درود شریف میں مصروف
رہا۔ لاہوری حاجی صاحب نے ان سید صاحبان سے ملاقات کرایا۔ میں نے ان سب کا نام ایک
کاغذ پر حسب ذیل درج کیا۔

واجب الرحم اور مستحق سیدوں کے نام

(۱) سید عبداللہ جمال اللیل شیخ السادات (۲) سید عبدالقادر حافظ
(۳) سید ابوبکر جمال اللیل (۴) سید ہاشم حافظ (۵) سید احمد جمال
اللیل (۶) سید محمد جمال اللیل (۷) سید علی ابن ہاشم جمال اللیل
(۸) سید احمد الناصری (۹) سید ابراہیم جمال اللیل (۱۰) سید محمد الناصری العامری (۱۱) سید عباس
جمال اللیل (۱۲) سید حمزہ جمال اللیل (۱۳) سید محمد ہاشم (۱۴) سید ادریس ہاشم (۱۵) سید حسین
برزنجی (۱۶) سید عبدالعزیز برزنجی (۱۷) سید حمزہ بیعتی (۱۸) سید محمد بیعتی (۱۹) سید ہاشم زبیدی (۲۰)
محمد عارف خطیب (۲۱) یوسف دفتردار (۲۲) امام یحییٰ خطیب دفتردار (۲۳) حافظ عبدالرحیم
نواسہ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی (۲۴) سید حمزہ رفاعی (۲۵) سید صالح نجدی (۲۶) سلیمان
امام قوبہ (۲۷) سید عبداللہ عیش مؤذن۔ مستحقین موصوفین کے نام لکھتے وقت بہت بھیڑ ہو گئی
ایسے لوگ جو سلام پڑھا کر زیارت کرا کر زمزمہ دو چار روپے کما لیتے ہیں ان سب نے بھی اپنے نام
لکھنے پر مجھے مجبور کیا اور کہا کہ میرا نام لکھو۔ میں کشمکش میں پڑ گیا آخر بمشورت لاہوری صاحب کے
مستحقین کا نام لکھا اور ان سب سے کہدیا کہ اپنے ملنے والوں سے بھی چندہ کر کے جو کچھ ہو گا خدمت
کرونگا۔ افسوس ہے کہ اہل مقدور زائرین و حجاج یہاں آکر خیرات تو بڑی بڑی رقمیں کرتے ہیں

مگر یہ اصول سوال تو مستحق اور غیر مستحق کا ہے۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ غیر مستحق لوگ اپنی چرب زبانی اور جد و جہد سے خیرات حاصل کرتے ہیں اور مستحقین باوجود احتیاج کے دست سوال دراز نہیں کرتے اور محروم رہجاتے ہیں۔ لاہوری صاحب نے چند ایسے ترکوں سے مجھے ملایا جن کی صورت نہایت وجیہ تھی اور بڑے ذاکر و شاغل اشخاص تھے۔ اصحاب صُفّہ کے چبوترہ پر انمیں سے بعض کو ہمہ دم قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے پایا تھا اور انکے لباس فاخرہ سے ان کو ذی مقدور و مالدار تصور کیا تھا اس وقت ان کی مجبوری اور تنگ حالی کی کہانی سُنکر سخت افسوس ہوا۔

بیر اہاب کی زیارت حرم شریف سے شمال کی طرف باب المجیدی سے تقریباً چار سو گز فاصلے پر نخلستان حضرت طلحہؓ کے پاس ایک کنواں منسوب بیر اہاب ہی۔ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیر اہاب میں لعاب دہن مبارک کا ڈالا تھا۔ اسکا پانی پینا وضو اور غسل کرنا موجب شفا اور برکت ہے۔ سید محمد بیعتی صاحب مدنی کو ہمراہ لیکر میں بغرض زیارت بیر اہاب وغیرہ کے روانہ ہوا۔ حاجی محمد عمر خاں صاحب اور حاجی غلام یحیےٰ خاں صاحب باشندگان کوٹھی ضلع گیا بھی ہمراہ ہوگئے۔ بیر اہاب پہنچ کر سید محمد بیعتی صاحب نے ایک مدنی صاحب کے گھر سے رستی ڈول لایا اور پانی کھینچ کر ہم لوگوں کو دیا ہم لوگوں نے وضو کئے اور پانی آسودہ ہو کر پیتے گئے۔ ذائقہ بجنسہٖ آب زمزم کا سا پایا مشہور ہے کہ آب زمزم کا دھارا بیر اہاب میں آیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ میں نے درود شریف تلاوت کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ بیر اہاب کے جنوب میں متصل ہی ایک مسجد بھی ہے دروازہ مسجد مقفل رہنے کے باعث اندر نہ جاسکا باہر کھڑا ہو کر دعا کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا بیر اہاب پر اکثر تشریف ارزانی فرمایا کرتے تھے۔ ہم لوگ یہاں سے بیر بضاعہ کی طرف چلے۔

بیر بضاعہ کی زیارت بیر بضاعہ بیر اہاب سے مغرب و شمال کی طرف مدینہ شریف کی فصیل سے باہر ایک گلی کے اندر ہے وہاں پر کھجوروں کے نخلستان ہیں۔ حرم شریف سے تقریباً نصف میل پر یہ مقام ہے۔ بیر بضاعہ کی خصوصیت بھی دیگر قابل زیارت کنوؤں کی سی ہے۔ گلی مذکور میں پہنچکر جاتے ہوئے بائیں جانب ایک کنواں ملا۔ سید محمد بیعتی صاحب نے فرمایا کہ اسکو بیر بضاعہ کہتے ہیں مگر مصدق دوسرا کنواں ہے جو وہاں سے تقریباً پچاس گز کے

فاصلے پر نخلستان میں ہے ملا۔ بیر بضاعہ پر موٹ کے ذریعہ ایک بیل اور دو اونٹ مل کر پانی کھینچ رہے تھے اور کھیتی سیراب کیجا رہی تھی۔ میں نے وضو کیا اور پانی پیا۔ دوسرے ہمراہیوں نے بھی پانی پیا۔ پانی بیر بضاعہ کا شیریں اور خوش ذائقہ ہے۔ بیر بضاعہ کے دکھن طرف متصل ہی ایک مسجد بھی ہے جسکی دیواریں شکستہ حال نظر آئیں اور بدوی مرد عورتوں کو مسجد کے بیچ میں ہو کر آمد و رفت کرتے دیکھا۔ وہاں دوگانہ تو نہ پڑھ سکا دعا مانگ لی اور واپس ہوئے۔ راستے میں بڑے بڑے عالیشان مکانات کو شکستہ اور ویران حال پایا۔ بڑے بڑے نخلستانوں کو عبور کرتے ہوئے مسجد الاجابہ پہنچے۔

مسجد الاجابہ کی زیارت

حرم شریف سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر شہر کے باہر شمال و مشرق کی طرف مسجد الاجابہ ہے۔ مسجد الاجابہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہاں دعا فرمانا اور صحابہ کرامؓ کا بغرض دعا تشریف لیجانا منقول ہے۔ اپنی امت کے لئے حضورؐ نے اس مقام پر دو دعائیں کیں۔ ایک قحط کی ہلاکت سے محفوظ رہنا۔ دوسرے دنیا میں غضب الٰہی سے امت مرحومہ کا بچنا۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی طرح سے مبتلائے غضب نہ ہونا۔ یہ دونوں دعائیں حضورؐ کی قبول ہوئیں۔ اس مقام پر پختہ قبہ بنا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ نجدیوں نے قبہ کو گرا دیا ہے۔ شکستہ قبہ اور اسکی دیواروں اور چھالیے کے بڑے بڑے چٹانوں اور ٹکڑوں سے مسجد مذکور کی زمین بھری پڑی تھی۔ مسجد کے احاطہ میں اتنی بھی جگہ کھلی نہ ملی کہ دوگانہ ادا کی جاسکے۔ ہم لوگوں نے دعائیں مانگیں اور افسوس کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ مزارات اور انکے قبے تو نجدیوں نے عدم جواز کی ٹٹی کی آڑ میں توڑے اور گرائے نہیں معلوم کہ مسجد کے انہدام کا فتویٰ کس بنیاد پر اور کس کتاب کی رو سے عمل میں لائے افسوس! صد افسوس!

سید محمد بیعتی کی عبرتناک غربت

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ سید محمد بیعتی کون ہیں؟ اگر نہ سمجھے ہوں تو اب معلوم کر لیجئے۔ واجب الرحم سیدزادوں کی فہرست میں ان کا نام درج کر چکا ہوں۔ آیئے اُنکی غربت اور شکستہ حالی کی تصدیق بھی کر لیجئے۔ ہم لوگ حرم شریف سے عصر کی نماز پڑھ کر نکلے تھے کہ مسجد الاجابہ سے واپس ہوتے ہوئے بیعتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میرا مکان یہاں سے قریب ہے چلو۔ چل کر کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو۔ تب مدینہ تشریف

جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ وقت تنگ ہے ایسا نہ ہو کہ حرم شریف مغرب تک نہ پہنچیں تو جماعت مغرب سے محرومی ہو جائے۔ بعیتی صاحب نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ جماعت پاؤ گے۔ دیر نہ ہوگی۔ سید صاحب کی دل شکنی نامناسب سمجھکر ہم سب انکے مکان تک گئے۔ باہر سے مکان کا احاطہ بڑا اشان دار طول نظر آیا اندر گئے تو صرف دو کوٹھریاں تھیں اور ایک حوض پانی کا بقیہ زمین میں خرما کے درخت تھے۔ آثار سے اگلی خوشحالی اور فراخی کا پتہ چلتا تھا۔ بڑا ہوا انقلاب کا آج تو وہ نان شبینہ کے لئے دوسروں کے دست کرم کے امیدوار دربدر مارے پھرتے ہیں استنجا پاک کرنیکے لئے میں نے پانی طلب کیا ابریق یعنی لوٹا بدھنا بھی نہ تھا سید صاحب افسردہ دلی کے ساتھ بولے کہ ابریق تو نہیں ہے پانی پینے کا ایک پیالہ تھا وہی پیالہ پیش کر کے فرمایا کہ اسی کو لیجاؤ۔ ان کی اس درجہ تنگ حالی پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ استنجا سے فراغت کر کے میں نے حوض پر بیٹھ کر وضو کیا۔ اتنے میں بعیتی صاحب نے چند قسم کی کھجوریں تازہ تازہ لاکر کھانیکے لئے پیش کیں۔ ایک کھجور میں نے کھائی اور دو چار کھجوریں خاں صاحبان نے اور پانی پیکر روانہ ہوئے آفتاب غروب ہو رہا تھا ہم لوگ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ چلے۔ دل میں دھکدھکی تھی کہ نماز مغرب کی جماعت چھوٹی مگر فضل خدا سے باب البقیع پر جب ہم لوگ پہنچے تو اذان شروع ہوئی اور اذان کے ختم ہوتے ہوتے ہم سب حرم شریف پہنچ گئے اور نماز بجماعت ادا کئے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہم لوگ روضہ شریف میں بیٹھے ہوئے تھے حاجی نظام الدین صاحب میری نظم متعلق سفر مدینہ منورہ (جس کی ابتدا وادی فاطمہ سے میں نے کی تھی اور مدینہ منورہ پہنچکر نظم پوری ہوئی) مجھ سے پڑھا کر سُن رہے تھے۔

نظم در سفر مدینہ منورہ

بخاطر شوق کن پیدا بچشم خود بیا بنگر
ز احوال شنیدہ یار من غمگیں مشو گاہے
سَفر صورت سَقَر دارد ولیکن ایں سفر خوشتر
بیا در منزل جاناں چو خواہی وصلت دلبر
اگر منعم روند ایں جا فقیراں ہم شتابانند
بیاد عارض گلگوں بذکر عنبریں زلفش
عجب شوقے عجب ذوقے بخاطر ایں ہمہ یکسر
براحت شاد ماتند و بکلفتہا ہمہ خوشتر

همه شادند در ذکرش همه هستند در یادش
ز مکه تا مدینه هر کسے را شادماں یابی
بهر منزل که می آئی بیابی جمله ساماں ها
به اوّل منزل مکه تو یک بیر طوی یابی
بیک فرسنگ مسجد عائشه ؓ یابی ازاں بعدش
مزار حضرت میمونه ؓ یابی بعد ازاں اے جاں
تو وادی فاطمه یابی دوم منزل بیا بشنو
سوم منزل که طول آں بود طول شب هجراں
دریں جا هست چاهے بیر طفله نام خوانندش
بود الذق چهارم منزل اے یار وفادارم
قدیمه منزل پنجم بیابی یار من بشنو
ششم منزل بود رابغ که هست آں سابقه بندر
دریں ره منزل هفتم بیابی یار مستوره
ز چارم تا به هفتم آب یابی شور اے یارم
بیابی منزل هشتم تو بیر شیخ اے جانم
نهم منزل بیابی یار من ابیار احسانی
میان کوه عالی شان واقع هست ایں منزل
میان بیر شیخ و منزل ابیار احسانی
دهم منزل خلیص آید بیاد اے مهربانم
دکانها نیز هم یابی ز اشیائے ضروریه
بیابی روغن بلساں دریں جا هم زبدۂ ویاں
تو بشنو بیر درویش ست منزل نیز دهم ایجاں
بیابی چیزهائے خوردنی ایں جا همه لیکن

همه آزاد از افکار و نیائے دنی یکسر
ز فضل خالق جانها نزد هم ساقی کوثر
ز بهر اکل و شرب اے جاں بیابی هیچکس مضطر
خوشا جاهے که کرد اینجا قیام آں شافع محشر ؐ
خوش آثارے که بست احرام حذیفه بحکم اطهر
شکسته دل شوی اینجا دسازی چشم خود را تر
دریں جا چشمهٔ شیریں هست جاری برکت سرور
بخوانند اسم او عسفاں تو بشنو از من اے دلبر
شده شیریں ز آب دهن شیریں ساقی کوثر
خصوصیت ندارد هیچ الا منزل خوشتر
مریں هست دکانها ز اشیائے خوش و بهتر
بمکه رفتی زیں منزل جناب شاه بحر و بر ؐ
نه یابی خربزه تربز ولیکن جمله چیز یکسر
کنی تا شکر نعمت آب شیریں ذائقه خوشتر
دریں جا آب شیریں هست ز اشیائے همه خوشتر
چو بیر شیخ یابی آب ایں جا نیز شیریں تر
که بر آں کوه بلساں می شود اے یار نیکوتر
بیابی کوه هائے ریگ اے جاں اکبر و اصغر
بدامن کوه عالیشان منزل هست خوش منظر
بیابی آب شیریں هم همه با نرخ نیکوتر
بگیر ایں تحفه نیکو دریں وادی خوش منظر
چه مرغوب هست اینجا اے آب ست بس کمتر
بسختی مبتلا بینی دریں جا اشتراں اکثر

نماند ہیچ کس بے آب الا اشتراں اے جاں
بہ بینی قدرت حق گوناگوں دریں سفر بشنو
ازیں پس روز دہم منزل مدینہ یابی ای یارم
دریں منزل تو یابی راحتے ایجاں بروح و تن
خوشا جائیکہ ہست آرام گہ محبوب سبحانی
خوشا درگہ کہ حل گردد دراں جا جملہ مشکلہا

ہمی مانند تشنہ کن سخنہائے مرا باور
حصول معرفت سازی بذات خالق اکبر
کہ ہست آں منزل مقصود ہر یک صغر و اکبر
کہ نتواند کسے گفتن بیان لذتش یکسر
خوشا منزل کہ در دنیا بنا شد ہیچ ازاں بہتر
پناہ عاصیان ست و قرار ہر کہ و مہتر

بحمد اللہ حبیب آنجا رسید از فیض بدر دیں
شدہ سیراب از جام عنایت ساقی کوثر

طرابلس کے چار مسلمانوں سے ملاقات

میں مندرجہ بالا نظم پڑھ رہا تھا کہ چند مغربی مسلمان میرے قریب میں آکر بیٹھ گئے اور اشعار سنکر اظہار مسرت کرنے لگے۔ میں نے عربی میں سوال کیا کہ فارسی جانتے ہو تو انمیں سے دو شخصوں نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں۔ پھر دیر تک ان سبھوں سے عربی میں گفتگو ہوتی رہی ہندوستان کے پیداوار کا حال سنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ لوگ کتنے آدمی امسال حج کے واسطے تشریف لائے۔ جواب میں بولے کہ ایک ہزار۔ ان سبھوں نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے بتلایا۔ تعداد کثیر ہندوستانی حجاج کی سنکر بہت خوش ہوئے۔ اسکے بعد ان سبھوں نے میرے حق میں اور میں نے ان سبھوں کے حق میں دعائے خیر کیا۔ خداوند قدوس قبول فرمائے آمین ثم آمین۔ افسوس ہے کہ حج و زیارت میں مسلمانان عالم کے اجتماع کا غنیمت موقع حاصل ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے ملنے جلنے تبادلہ خیالات اتحاد و ہمدردی پیدا کرنے کی طرف لوگ ملتفت نہیں ہوتے۔ اگر حجاج و زائرین عموماً و علمائے کرام خصوصاً اسکی طرف توجہ فرماتے تو بہت مفاد حاصل ہوتے اور مشکلات حل ہو جاتے۔ عشا کی نماز بجماعت پڑھنے کے بعد صلوٰۃ سلام پڑھا اور دعا مانگ کر اپنے قیامگاہ پر آیا اور کھانا کھا کر سو رہا۔

تاریخ ۱۹ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۲۷ء

صبح کی نماز کے بعد بغرض زیارت مزارات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و شہدائے احد رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین و مسجد قبلتین کے۔ والدہ صاحبہ ہمشیرہ اور ڈاکٹر صاحب کی والدہ کو ہمراہ لیکر قیامگاہ سے مناخہ میں آئے۔ مناخہ میں گھوڑے گاڑیاں جنکو عربیہ کہتے ہیں موجود رہتی ہیں اور زیارتگاہوں میں کرایہ پر جانے کو طیار ملتی ہیں۔ ایک مزدور صاحب نے ایک عربیہ آمد رفت کے لئے میرے واسطے پانچ مجیدی کرایہ میں ٹھہرا کر مجھ سے کہا کہ مناسب کرایہ ہے میں نے کہا کہ تین مجیدی دونگا۔ اسپر ایک گاڑی والا تو ٹل گیا مگر دوسرے نے قبول کرلیا۔ میں نے والدہ صاحبہ وغیرہ کو اس عربیہ پر سوار کیا اور خود بھی بیٹھنا چاہتا تھا کہ پہلا عربجی آیا اور دوسرے عربجی یعنی گاڑیبان سے جھگڑنے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دو مجیدی کرایہ پر لیجانے کو دونوں آمادہ ہوگئے۔ اتفاقاً سید محمود سعید صاحب بھی پہنچ گئے اور مجھ سے کہا کہ پہلا عربجی دو مجیدی میں جانا قبول کرتا ہے تو اسی پر جانا مناسب ہے میں نے بھی خیال کیا کہ پہلے جس سے گفتگو ہوئی اس کے عربیہ پر جانا بہتر ہے۔ چنانچہ اسکی عربیہ پر ہم سب سوار ہوگئے اور شرط یہ ٹھہری کہ زیارت شہدار احد مسجد قبلتین۔ بیر رومہ و جملہ مساجد سے فارغ ہوکر واپس آئینگے۔ عربجی نے قبول کیا اور خمسہ مساجد کی طرف روانہ ہوئے۔

خمسہ مساجد کی زیارت

مدینہ شریف سے شمال و مغرب کی طرف جبل سلع ہے۔ مدینہ شریف کا قدیم نام بھی سلع ہی تھا۔ جبل سلع کے پشت پر مدینہ شریف سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر خمسہ مساجد ہیں جنکے نام یہ ہیں (۱) مسجد حضرت علیؓ (۲) مسجد حضرت ابوبکرؓ (۳) مسجد حضرت عمرؓ (۴) مسجد حضرت سلمان فارسیؓ (۵) مسجد الفتح۔ خمسہ مساجد کا راستہ باب الشامی کے باہر سے مغرب کی طرف خندق کے پاس ہوتا ہوا جبل سلع کے کنارے کنارے گیا ہے ہم لوگ جبل سلع اور اسکے اطراف و جوانب میں مناظر قدرت کے دلچسپ و دلکشا بہار دیکھتے ہوئے خمسہ مساجد کے قریب پہنچکر عربیہ سے اُتر پڑے۔ غزوہ خندق جسکو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں جبل سلع ہی کے پاس ۵ھ ہجری میں واقع ہوا۔

مسجد حضرت علیؓ کی زیارت

مدینہ شریف سے چلتے وقت ایک مشک پانی ہمراہ لے لیا تھا۔ میں نے اس پانی سے وضو کرنا چاہا عربجی نے کہا کہ حوض میں پانی ہے اس سے وضو کرو۔ مسجد حضرت علیؓ کے نیچے مشرق کی طرف ایک حوض ہے پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اس سے اُتر کے جانا ہوتا ہے۔ بارش کا پانی حوض کہ میں تھا۔

نہایت صاف شفاف پانی تھا سیڑھی پر بیٹھ کر ہم لوگوں نے وضو کیا اور مسجد مذکور میں جاکر دوگانہ ادا کر کے دعا اپنے اور جملہ مومنین کے حق میں مانگی۔ اسکے بعد میں نے دوسری طرف کا رخ کیا تو گائیڈ یا مہربان (جلدی چھٹی پانے کی غرض سے) مجھ سے بولا کہ "دیگر مساجد میں مت جاؤ۔ وہ سب شیعہ کی مسجدیں ہیں" (نعوذ باللہ من ذلک) میں اسکی چالاکی سمجھکر ادھر اُدھر نظر دوڑانے لگا آخر دو بخاری برادران سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں نے اسکی تردید و تکذیب کی اور میری ہمت کو بڑھایا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ معلمین، مزورین، عربچی، یا جمال زائرین کے ساتھ جو کوئی بھی جاتے ہیں سب ہی اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش ہمہ دم یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح سے جلدی فرصت پائیں۔

مسجد حضرت ابوبکر کی زیارت

مسجد حضرت ابوبکرؓ اول مسجد سے دکھن طرف ہے تقریباً ایک سو قدم کے فاصلے پر۔ مسجد مذکور میں جاکر ہم لوگوں نے دوگانہ پڑھیں اور دعا مانگ کر تیسری مسجد میں پہنچے۔

مسجد حضرت عمرؓ کی زیارت

اوّل الذکر ہر دو مساجد کے آگے دکھن جانب دامن کوہ میں دو سو قدم کے فاصلے پر مسجد حضرت عمرؓ ہے۔ یہ مسجد بلندی پر ہے سطح زمین سے مسجد تک جانیکے لئے پختہ ڈھالواں بغیر زینے کے بنا ہوا ہے بہت سنبھل کر چڑھنا ہوتا ہے۔ خدانخواستہ اگر پاؤں پھسلے تو منہ کے بل آدمی گر پڑے اور سخت چوٹ کھائے۔ آہستہ آہستہ والدہ صاحبہ کا ہاتھ تھامے ہوئے انکو لیکر ہم سب مسجد شریف میں گئے دوگانہ ادا کئے اور دعائیں مانگیں اور چوتھی مسجد کی طرف رخ کئے۔

مسجد حضرت سلمان فارسیؓ کی زیارت

مندرجہ بالا مساجد سے شمال و مشرق کی طرف تین سو قدم کے فاصلے پر حضرت سلمان فارسیؓ کی مسجد ہے۔ اور دیوار مسجد شریف میں ایک پتھر کندہ کیا ہوا چسپاں ہے اسمیں لکھا ہوا ہے هٰذَا مَسْجِدُ سَلْمَانَ فَارِسِیؓ۔ یہاں پر بھی دوگانہ پڑھکر ہم لوگوں نے دعائیں مانگیں۔ اس کے بعد پانچویں مسجد میں چلے جو کہ اس کے متصل مشرق کی طرف بلندی پر ہے۔

مسجد الفتح کی زیارت

مسجد الفتح کے اوپر جانیکے لئے پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں

سیڑھیوں کو طے کر کے مسجد الفتح میں گزرنا پڑتا ہے۔ مسجد الفتح وہ متبرک مسجد ہے جسکی نسبت حضرت جابر
ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا دعا کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن دو شنبہ سہ شنبہ
اور چہار شنبہ کو مسجد فتح میں اور آپ کی دعا قبول ہوئی دو نمازوں کے درمیان چار شنبہ کو
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر خوشی پائی گئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب
کوئی امر مہم بھاری کام مجھ پر آتا ہے تو میں اس گھڑی وہاں جاکر دعا کرتا ہوں قبولیت کا اثر
فوراً پاتا ہوں رواہ احمد والبزار وغیرہما۔ تفسیر قادری پارہ اکیسواں سورۃ الاحزاب کوع دوسری
آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا
وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ہ کے تحت میں درج ہے کہ بنی نضیر کو
جلا وطن کرنے کے بعد یحییٰ ابن اخطب یہودی کے ایک گروہ کے ساتھ مکہ میں گیا اور ابوسفیان
اور اسکے تابعوں سے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کرنے پر عہد باندھا اور قریش
اور علمار عرب میں سے دس ہزار سے زیادہ جمع کر کے مدینہ منورہ کی طرف عازم ہوا یہ خبر حضرت
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ مدینہ منورہ سے تین ہزار آدمی لیکر آپ روانہ ہوئے اور
آپ کا لشکرگاہ جبل سلع کے سامنے مقرر ہوا وہاں سب مسلمان اُترے آپنے دشمنوں سے مقابلہ
کرنیکے باب میں اصحاب سے مشورہ کیا۔ وہ شمار میں بہت اور ہتھیاروں سے آراستہ تھے حضرت سلمان
رضی اللہ عنہ خندقوں کی وضع سے واقف تھے کہ عجم کے شہروں میں ہوتی ہیں ان کا کچھ حال
بیان کیا حضرتؐ کی رائے عالی نے اسے قبول فرمایا پس صحابہ رضی اللہ عنہم پر زمین تقسیم فرمادی
اور خندق کھودنے کا اشارہ فرمایا صحابہؓ اس کام میں مشغول ہوئے اور حضرت بھی بنفس نفیس
مٹی نکالنے میں مشغول تھے اور صحابہؓ کو فتح کی خوشخبری دیتے اور زبان مبارک پر یہ دعا
جاری تھی اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَاغْفِرْ لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ اس اثنار
میں ایک بہت بڑا پتھر خندق میں ظاہر ہوا کہ تبر وغیرہ اسپر کام نہ کرتا تھا صحابہؓ نے حضرتؐ کو خبر کی
آپ پتھر کے قریب تشریف لائے اور کدال دست مبارک میں لیا بسم اللہ اللہ اکبر کہکر اس پتھر پر
کدال مارا دو ثلث پتھر اسمیں سے ٹوٹا اور ایک نور بجلی کی طرح چمکا اس روشنی میں نظر مبارک
ملک شام کے محلوں پر پڑی پس آپنے کہا اللہ اکبر ملک شام کی کنجیاں مجھے عطا ہوئیں۔ دوبارہ پھر

آپ نے اس پتھر پر کدال مارا تھوڑا پتھر ٹوٹا اور نور چمکا اسمیں ملک یمن کے محل حضور کو نظر آئے۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر یمن کی کنجیاں میرے قبضہ اختیار میں دیں۔ تیسری مرتبہ تمام پتھر ٹوٹ گیا اور بہت نور اسمیں سے چمکا۔ کسریٰ کے اونچے اونچے مکانات آپ کو اس نور میں نظر آئے فرمایا کہ اللہ اکبر فارس کے ملک میرے قبضہ قدرت میں گئے۔ منافق بولے کہ یہ مرد خلق کو دم دیتا ہے دشمنوں کے خوف سے آج تو خندق کھودتا ہے اور ملک فارس یمن اور شام فتح کرنیکا وعدہ کرتا ہے غرضکہ چھ دن میں خندق کی مہم ختم ہوئی اور خندق کھد چکی تو دشمنوں کا لشکر وہاں پہنچا۔ مالک بن عوف اور عقبہ بن حصن اور غطفان اور قرازہ اور یہود اس میدان کے اوپر سے آئے جو مدینہ کے مشرق طرف ہے اور ابو سفیان وغیرہ کفار قریش اس میدان کی دوسری طرف سے کہ مغرب کی جانب ہے ظاہر ہوئے۔ تواریخ حبیب آلہ محمد رسول اللہ فصل دسویں غزوۂ خندق کے بیان میں مرقوم ہے کہ خندق کھودنے میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ساتھ شریک تھے اور سب مہاجرین و انصار خندق کھودنے میں بڑی محنت کرتے تھے اور آپ کا حال یہ تھا کہ بھوک کے سبب سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھے تھے۔ حضرت جابرؓ نے یہ حال دیکھا اور اپنے گھر گئے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھوکا پایا۔ کچھ تدبیر آپ کے کھانا کھانے کی کرنی چاہیے انھوں نے ایک صاع جو کا آٹا نکالا اور گوندھ کر خمیر کیا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کرایا۔ حضرت جابرؓ نے جاکر چپکے سے حضور میں عرض کیا کہ تھوڑا کھانا میں نے پکوایا ہے آپ تشریف لے چلیں آپ نے چلاکر فرمایا کہ درے اہل خندق! اٹھو اسلئے جابرؓ نے دعوت کا کھانا پکوایا ہے جلدی چلو۔ اور آپ نے جابرؓ سے ارشاد فرمایا کہ جبتک میں نہ پہنچوں ہانڈی نہ اتاریں اور آٹا نہ پکاویں۔ حضرت جابرؓ نے بڑھ کر اپنی زوجہ سے کہا کہ کھانا تھوڑا ہے اور آپ سب اہل خندق کو لئے آتے ہیں۔ انھوں نے کہا آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ اور حضرت جابرؓ نے حکم سنایا کہ ہانڈی قبل از تشریف آوری آپ کے نہ اتاریو اور آٹا نہ پکائیو۔ آپ تشریف لائے اور کھانے کے پاس جاکر آٹے میں اور ہانڈی میں آب دہن مبارک ڈال دیا اور دعاء برکت کی۔ پھر آپ نے حضرت جابرؓ سے کہا کہ ایک روٹی پکانے والی کو اور بلالو اور گوشت کی ہانڈی چولھے پر رہنے دو اسمیں سے گوشت نکال نکال کر پیالوں میں دو۔ پھر آپ نے کھلانا شروع کیا۔ سب نے کہ ہزار آدمی تھے خوب سیر ہوکر کھایا اور ہانڈی گوشت کی ویسے ہی

جوش مارتی تھی جیسے پہلے سے تھی اس گوشت میں سے ذرا کم نہ ہوا اور آٹا بھی اتنا ہی رہا جتنا تھا سبحان اللہ کیا برکت تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ پونے چار سیر کے آٹے کی روٹی اور بکری کے بچہ کے گوشت سے اتنے بہت آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا اتنا ہی رہا نیز تفسیر قادری میں درج ہے کہ بیس روز یا ستائیس دن لشکر ظاہر مدینہ پر گھیرے روز خندق کے کنارے کھڑے رہتے اور دونوں طرف سے تیر اور پتھر کی لڑائی ہوتی راتوں کو شبخون مارنے کا ارادہ کرتے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس صحابہ کو ساتھ لیکر شبخون کے دفع میں مشغول ہوئے ایک دن عمرو ابن عبدود کافر کہ شجاع عرب تھا اور ایسے ہزار جنگی آدمیوں سے مقابل کرتے ہیں عرب کے چار شجاع کافر ساتھ لیکر خندق اُتر کر سامنے آیا اور مقابل طلب کیا پس عمرو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور نوفل کو مسلمانوں نے سنگسار کیا اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکے دو ٹکڑے کر دیے پس کافروں کا دل ٹوٹ گیا جی چھوٹ گیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو شنبہ سہ شنبہ بدھ ۔ تین دن تک فتح کے واسطے دعا کی بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان میں فتح کا انتظار رہا اور حق تعالی نے باد صبا کو لشکر اسلام کی مدد کے واسطے بھیجا بیت

باد صبا بست میاں نصرت ترا	دید ہی چراغ را کہ کند باد یا وری

پس صبا نے اس لشکر میں زلزلہ ڈالا اور انکی آگیں بجھانے لگی اور فرشتوں نے آسمان سے اُتر کر ان کے خیموں کی رسیاں توڑ دیں اور میخیں اُکھاڑ ڈالیں وہ عاجز ہو کر بھاگ نکلے اور بے دغدغہ قتال یمن اقبال کی کنجیوں سے فتح و نصرت کے دروازے کھل گئے۔ بیت

بے درد سر نیزہ و آمد شدہ شمشیر	آں فتح کہ مفتاح امان بود برآمد

الحمد للہ علی احسانہ کہ ہم لوگوں کو مسجد الفتح میں بھی نماز دوگانہ اور دعا کرنے کی سرفرازی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالی قبول فرما دے آمین ثم آمین۔ اول الذکر مسجد سے جدا اور آخر الذکر مساجد کے درمیان میں دو پختہ کنوئیں بھی دیکھے ہیں کہ جو باوجود عمیق ہونیکے بھی خشک پڑے تھے پانی کسی میں نہ تھا۔ اب ہم لوگ عربیہ پر سوار ہو کر مسجد قبلتین کی زیارت کو روانہ ہوئے مسجد قبلتین یہاں سے ڈھائی میل اور مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف ہے۔

مسجد قبلتین کی زیارت

مسجد قبلتین کو ذو القبلتین بھی کہتے ہیں اس کا قدیم نام مسجد بنی سلمہ تھا۔ نزول آیت

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے وقت سے یہ مسجد ذو القبلتین یعنی دو قبلہ والی مسجد مشہور ہوئی۔ منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں حکم الٰہی پہنچا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو یہود لوگ اس بات سے خوش ہوکر کہتے تھے کہ محمدؐ اگرچہ ہمارا دین نہیں رکھتا ہے مگر ہمارے قبلہ کی طرف تو پڑھتا ہے۔ یا یہ کہتے تھے کہ یہ شخص اور اسکے اصحاب قبلہ کی راہ نہیں پاتے۔ اور جب تک ہماری نماز انہوں نے نہیں دیکھی قبلہ کا رُخ دریافت نہ ہوا۔ اس بات سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتظار وحی میں ہر گھڑی آسمان کی طرف دیکھتے تھے آیۃ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ترجمہ بیشک ہم دیکھتے ہیں تیرا منہ پھیرنا طرف آسمان کے وحی کے انتظار میں تو البتہ متوجہ کردیا ہم نے تمہیں اُس قبلہ کی طرف جو تم چاہتے ہو اور جسے تم پسند کرتے ہو پس پھیرلو تم منہ اپنا طرف مسجد حرام کے کہ خانہ کعبہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ تفسیر قادری میں لکھا ہے کہ یہ آیت تحویل قبلہ کے امر میں ہے یہود یہ جو کہتے تھے کہ محمدؐ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس بات سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملول ہوئے اور تمنا کی کہ کعبہ ان کا قبلہ ہوجائے جو ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اور دونوں قبلوں سے متقدم ہے۔ اور اسی باب میں آپ نے جبرئیل امینؑ سے کچھ بات کہی وہ اپنے مقام کی طرف متوجہ ہوئے اور جناب سید کائنات علیہ افضل الصلوات اسکے بعد ہر گھڑی آسمان کی طرف متوجہ ہوتے اور وحی کے منتظر تھے حتیٰ کہ جبرئیل پھر آئے اور یہ آیت لائے۔ لکھا ہے کہ ہجرت کے دوسرے برس رجب کے نصف مہینہ میں دوشنبہ کے دن بنی سلمہ کی مسجد میں حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کی دو رکعتیں پڑھی تھیں کہ یہ حکم نازل ہوا۔ نماز ہی میں آپ نے صخرہ کی طرف سے (بیت المقدس میں ایک بڑا پتھر لٹکا ہوا ہے۔ تعظیماً اسے صخرۂ معظم کہتے ہیں یہاں وہی مراد ہے) منہ پھیر کر کعبہ کے پرنالہ کی طرف روئے مبارک کیا وہ مسجد ذو القبلتین مشہور ہوئی۔ مسجد قبلتین پہاڑی ٹیلے پر ہے دُور سے نظر آتی ہے وہاں تک عربیہ نہ جاسکی ہم لوگ عربیہ سے اُتر کر تھوڑی دُور تک پیدل گئے۔ مسجد شریف میں دوگانہ ادا کئے دعائیں مانگیں۔ صحن مسجد میں وہ محراب ابھی جو جانب بیت المقدس کے تھا قائم ہے۔ اس محراب میں بھی تبرکاً کھڑے ہوکر کعبہ معظم کی طرف منہ کرکے ہم لوگوں نے دوگانہ

پڑھی۔ اور دعائیں مانگیں الحمدللہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور صدقے میں ایسے مقامات متبرکہ کی زیارت سے ہم لوگوں کو سرفراز و ممتاز فرمایا۔ یہاں سے میں نے بیر عثمانؓ کی زیارت کو جانیکا ارادہ کیا۔ چالاک عربجی نے مجھ سے کہا کہ اول تو بیر عثمانؓ بہت دور ہے وہاں تک عربیہ نہیں جا سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بیر عثمانؓ خشک ہے اس میں پانی نہیں ہے۔ مجھے اسکے کہنے پر اعتبار نہ ہوا اور پیدل چلنے پر میں آمادہ ہوا اور عربجی مذکور سے میں نے کہدیا کہ ہم لوگ بیر عثمانؓ سے جلدی واپس آئینگے وہ عربیہ ٹھہرائے ہوئے رکھے۔ آگے چل کر ایک کنواں ملا وہاں پر دو تین بدو لوگ خربوزہ تربوز کی کھیتی کو سیراب کر رہے تھے۔ میں نے عربی میں ان لوگوں سے دریافت کیا کہ بیر عثمانؓ کس طرف ہے؟ قریب ایک میل شمال کی طرف بتلایا۔ ہم لوگ اسی طرف چلے۔ پیدل چلنے میں باعث ضعیفی کے والدہ صاحبہ کو بہت تکلیف ہوئی تاہم وہ وہاں تک جانے سے باز نہ آئیں۔ راستے میں اور بھی چند غریب عرب مرد عورتیں بیر عثمانؓ جاتے ہوئے ملیں یہاں تک کہ ہم لوگ بیر عثمانؓ پر پہنچے۔

بیر عثمانؓ یا بیر روما کی زیارت

مدینہ شریف کے کنوؤں میں بیر عثمانؓ سب سے مشہور کنواں ہے اسکا پانی نہایت شیریں اور ہلکا ہے۔

بیر عثمانؓ کے متصل ایک مسجد بھی ہے جسکو حضرت عثمانؓ کی مسجد کہتے ہیں۔ بیر عثمانؓ بہت عمیق اور عظیم بہن کا پختہ اور مستحکم کنواں ہے۔ اسکے اُتر جانب متصل ہی ایک بڑا سا پختہ حوض بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ شامی قافلے کے لئے اس حوض میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔ اور جب شامی قافلے آتے تھے تو سیر ہو کر پانی پیتے تھے۔ اسکے پانی کو زائرین تبرکاً پیتے اور لیجاتے ہیں۔ قدیم نام اسکا بیر روما تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسکو خرید کیا تب سے اسکا نام بیر عثمانؓ مشہور ہوا۔ تواریخ حبیب الٰہ میں لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں بیر روما کا پانی بہت مشہور تھا۔ اور کنوؤں کا پانی کھاری تھا اور بیر روما کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا اس سبب سے مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیر روما کو خرید کر کے ڈول مسلمانوں کے اس میں جاری کردے اسکے لئے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو اپنے خالص مال سے خریدا اور وقف کر دیا۔ اور تدبیر خریدنے کی یہ کی کہ پہلے نصف (کنواں) بارہ ہزار

درم کو خرید لیا اور وقف کر دیا جس دن باری حضرت عثمانؓ کی ہوتی یہ مفت پانی دیتے۔ اور دوسرا اپنی باری کے دن بیچتا۔ لوگوں نے اسکی باری کے دن بھرنا موقوف کر دیا حضرت عثمانؓ کی باری میں سب بقدر حاجت بھر لیتے۔ ناچار ہوکر اس نے بھی اپنا حصہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ بیچ ڈالا اور حضرت عثمانؓ نے وہ بھی وقف کر دیا اور کنوئیں میں بے تکلف ڈول مسلمانوں کے جاری ہوگئے اور حضرت عثمانؓ حسب وعدہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مستحق جنت ہوئے۔ سبحان اللہ یہ وہ متبرک کنواں ہے۔ ہم لوگوں نے اول مسجد شریف میں دوگانہ ادا کئے۔ اسکے بعد بیر عثمانؓ پر گئے ایک بوڑھا عرب رسّی ڈول لئے ہوئے تھا اس نے پانی نکالا ہم لوگوں نے وضو کئے اور خوب آسودہ ہوکر پانی پئے۔ چند غریب و مسکین عورتیں اور بوڑھے مرد اور بچے وہاں پر موجود تھے ہم لوگوں نے ان سب کو اور پانی کھینچنے والے عرب کو خیرات تقسیم کئے اور پانی کھینچنے کا بدلہ بھی دیا

دو عربوں کے جذبات عقیدت

ایک بوڑھا مرد اور ایک بوڑھی عورت جو صورت سے غریب تکرونی یا حبشی معلوم ہوئے ان دونوں نے وہ حلالے جو ہم لوگوں نے انکو دئے تھے اور جو حلالے انکے پاس تھے جملہ ملاکر پانی کھینچنے والے عرب کے حوالے کر دئے اور غسل کرنیکے لئے پانی کے طالب ہوئے۔ پانی کھینچنے والا عرب اتنے میں راضی نہ تھا اور زیادہ پیسے کا طالب تھا۔ میرا عرب بھی دوسرے راستے سے گاڑی لیکر یہاں پہنچگیا تھا اس نے اور خود میں نے پانی کھینچنے والے عرب سے سفارش کی کہ ان غریبوں پر رحم کرو اور پانی غسل کیلئے بھر کر دو۔ تب وہ راضی ہوا۔ مندرجہ بالا غریب عربوں کے جذبات عقیدتمندی اور حصول برکت کے شوق پر مجھے حیرت ہوئی کہ غریبنے اپنے کل پیسے عرب مذکور کے حوالے کر دئے تاکہ برکتوں کا بھرا ہوا بیر عثمانؓ کا پانی ان کو نصیب ہو جائے۔ خدا تعالیٰ ایسا شوق ہم لوگوں کو بھی نصیب کرے آمین ثم آمین۔ مقام شہدار اُحد رضوان اللہ علیہم اجمعین بیر عثمان سے تقریباً دو میل جانب مشرق و شمال کے ہے۔ ہم لوگ عربیہ پر سوار ہوکر کرشمہ قدرت کے دلفریب مناظر پر نظر دوڑاتے ہوئے مقام شہدار اُحد میں پہنچے راستے میں کھجوروں کے نخلستان۔ نہریں۔ خربوزے اور تربوز کی کھیتیاں اور پختہ عمارتیں ملتی گئیں۔

زیارت شہدار احد

مدینہ شریف شہر سے باہر مشرق و شمال کی طرف تقریباً پانچ میل کے

فاصلے پر جبل اُحد بہت عالیشان پہاڑ ہے جہاں ۳ھ ہجری میں غزوۂ اُحد واقع ہوا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جنگ میں صدمہ زخموں کا پہنچا۔ چہرۂ مبارک خون آلودہ ہوا دندان مبارک سامنے کا پتھر لگنے سے شہید ہوا۔ اور ابن قمیہ ایک کافر آپ تک پہنچ گیا اور اس نے آکر تلوار ماری۔ آپ بسبب صدمۂ زخم کے اور اس سبب سے کہ آپ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے بہت بوجھ آپ پر تھا ایک غار میں گر پڑے اور ابن قمیہ نے پکار کے کہا کہ میں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا اور شیطان نے جعال بن سراقہ کی صورت بنکر سارے لشکر میں اس خبر کو مشہور کیا تب اکثر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور صورت ہزیمت کی واقع ہوئی۔ چند اصحاب مہاجرین و انصار مثل حضرت ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و اسید ابن حضیر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قائم رہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نیچی جگہ سے اوپر چڑھنا چاہا وہاں ایک پتھر تھا بسبب ضعف کے کہ زخموں سے آپکو ہوگیا تھا اور بسبب بوجھ زرہوں کے آپ اس پتھر پر نہ چڑھ سکے حضرت طلحہ رضؓ تلے بیٹھ گئے اور کہا کہ آپ میرے کندھوں پر پاؤں رکھکر چڑھ جاویں آپنے ایسا ہی کیا اور آپ طلحہ رضؓ سے بہت راضی ہوئے اور فرمایا اَوْجَبَ طَلْحَۃُ یعنی طلحہ رضؓ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔ حضرت بی بی فاطمہ رضؓ بھی جا پہنچیں انہوں نے بورئے کا ٹکڑا جلا کر زخم میں بھرا تب خون بند ہوا حلقے خود کے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضؓ نے اپنے دانتوں سے زور کرکے ان حلقوں کو نکالا پہلے ایک حلقہ پر دانتوں کو جما کر نکالا۔ بسبب شدت زور کے ایک دانت انکا ٹوٹ گیا۔ ان سے حضرتؐ راضی ہوئے۔ اس ہنگامے میں ستر آدمی اصحاب میں سے شہید ہوئے۔ سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ چچا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی شہید ہوئے۔ شرح انکے قصہ شہادت کی یہ ہے کہ جنگ بدر میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کہ شجاع و صفدر تھے خوب شجاعت و کافر کشی ظہور میں آئی تھی طعیمہ ابن عدی اور عتبہ باپ ہندہ زوجہ ابو سفیان کا انہیں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اسی سبب سے جبیر ابن مطعم نے کہ بھتیجا طعیمہ کا تھا اور مالک وحشی کا تھا وعدہ آزادی کا درصورت قتل کرنے حضرت امیر حمزہ رضؓ کے اور ہندہ نے وعدہ انعام کا وحشی حبشی سے کیا تھا اور وہ حبشی بھی حربہ لگانے میں خوب مشاق تھا۔ سو وحشی سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بروز اُحد معرکے میں میں نے دیکھا کہ حضرت امیر حمزہ رضؓ کو کہ مانند

شیر کے حملہ آور ہیں اور میری طرف کو آتے ہیں میں بھاگا اور کترا کے ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا
اُنھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ جب میرے برابر پہنچے میں نے اُسی کمین سے اپنا حربہ پھینک کر مارا
اُنکے زیر ناف لگا وہ میری طرف جھپٹے دو چار قدم چلکے گر پڑے میں سمجھا کہ زخم کام کر گیا پھر
میں نے پاس جاکے حربہ اپنا نکال لیا۔ ہندہ خبر قتل حمزہ رض کی پاکے بہت خوش ہوئی اور نعش کے
پاس پہنچکے مثلہ کیا یعنی ناک وکان کاٹے اور اعضاء تناسل بھی کاٹ ڈالے اور پیٹ چیر کے
جگر حضرت حمزہ رض کا نکال کے دانتوں سے چبایا پھر ابوسفیان مع اپنے لشکر کے مکہ کو پھر گیا
بعد مراجعت کفار کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر سے اُترے اور مقتولین میں حضرت
حمزہ رض کو اُس حالت میں دیکھکر بہت ملول ہوئے اور مقتولین کو بے غسل وکفن اُنہیں
خون آلودہ کپڑوں سے دفن کر دیا۔ اور ایک قبر میں دو دو شہیدوں کو دفن کیا اور جس کو
قرآن شریف زیادہ یاد تھا اُسے آگے کیا۔ بعد ازیں مدینہ کو معاودت فرمائی۔ مدینہ میں احوال غم
سنکے بہت غم ہو رہا تھا اور نسبت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو خبر مشہور ہوئی اُسکا
صدمہ جان اہل مدینہ پر کہ عاشق زار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تھے زیادہ از حد تھا اور
سب کو تفتیش آپکی ہی تھی اپنے عزیز واقربا کا کسی کو خیال ایسا نہ تھا حتیٰ کہ ایک بی بی انصاریہ
کہ نام اُنکا کبشہ بنت رافع تھا سعد بن معاذ کی ماں اور اُنکا بیٹا عمرو ابن معاذ اُسی لڑائی میں
شہید ہوا تھا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی دریافت حال کے لئے بیتاب تھیں جب خبر
آپ کے عود فرمانے کی سُنی کہا: مجھے قرار نہ ہوگا جب تک میں جمال مبارک اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں
اور جھپٹ کے راہ میں پہنچیں اور جمال مبارک دیکھ کے کہا کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
جَلَلٌ کہ ہر مصیبت بعد آپ کی سلامتی کے اے پیغمبر خدا بے حقیقت تھی آپ نے اُن سے تعزیت
اُنکے بیٹے عمرو ابن معاذ کی کری اور فرمایا کہ تجھے بشارت ہو کہ تیرا بیٹا بہشت میں ہے اور سب
شہیدوں کے اقارب کو یہ خوشخبری سُنادو کہ اُنکے اقارب جو شہید ہوئے بہشت میں ہیں
کبشہ نے کہا کہ جب یہ حال ہے تو جائے خوشی ہے آپ پسماندوں کے لئے دعا فرمایئے
آپنے فرمایا اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ حُزْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَجْبُرْ مُصِیْبَتَهُمْ۔ حدیث صحیح میں وارد ہے
کہ اللہ جل جلالہ نے شہداء کو حضور میں بُلا کے اُن سے کلام کیا عبد اللہ والد جابر سے بالمشافہ

کلام کیا اور پوچھا کہ اگر تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے تو بیان کرو تمہیں دیجا دے اُنھوں نے عرض کیا
کہ ہمیں سب نعمتیں بہشت کی ملتی ہیں ہمیں اب کس چیز کی خواہش ہو۔ ایک بات کی البتہ خواہش ہے
کہ ہم پھر دنیا میں بھیجے جاویں اور تیرے لئے پھر شہید ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں دوسری بار
جانا نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ آرزو تمہاری حاصل نہیں ہوگی۔ تب اُنھوں نے کہا ہمارا حال
ہمارے بھائیوں کو پہنچا دیا جائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں وَلَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ (تواریخ حبیب الٰہ) جبل احد کے قرب میں کھجوروں
کے باغ ہیں اور مکانات ہیں۔ چند دکانیں قہوہ چائے شربت وغیرہ کی تھیں اُسکے قریب ہم لوگ غوبہ
سے اُتر گئے اور جوتے اُتار کر ننگے پاؤں آگے بڑھے بہت سے غربا مساکین بیٹھے ہوئے زائرین سے
طالبِ خیرات ہو رہے تھے اور کلمات دعائیہ انشاء اللہ زیارت مقبول وغیرہ کے صداؤں سے
مخاطب کر رہے تھے ہم لوگوں نے بھی قروش وحلالے تقسیم کئے زائرین کا بڑا ہجوم تھا اول حضرت
حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار ملا اُس جگہ پر ایک نجدی سپاہی تعینات تھا ایک عورت نے سلام پڑھانا
چاہا میں نے اُنکو خیرات دیدی اور سلام و فاتحہ ہم لوگ خود سے پڑھتے گئے اس وقت جنگ اُحد کا
مندرجہ بالا مرقع پیشِ نظر تھا اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے مجھے خوشی بھی تھی
اور صدمہ بھی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و عنایت بے غایت سے اس
متبرک مقام کی زیارت کی سعادت ہم لوگوں کو بخشی رحالانکہ اکثر لوگوں کو مدینہ شریف
پہنچنے پر بھی اس مقام تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ اور صدمہ اس بات کا تھا کہ آثارات و مساجد کو
بھی یہاں کے نجدی سپوتوں نے باقی نہ رکھا افسوس! صد افسوس!! سابقہ روایات زبانی
اور تحریری کے مطابق یہاں ایک مسجد موسومہ مسجد حضرت حمزہؓ تھی اور مزار شریف شاندار
قبّے کے اندر تھا مگر اب تو قبے یا مسجد کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے عمارات مذکورہ کی ایک
اینٹ یا پتھر بھی دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں اور دل فرطِ غم سے نڈھال ہو گیا۔ یہاں سے تخمیناً
پچاس قدم کے فاصلے پر شہدائے اُحدؓ ایک احاطے کے اندر مدفون ہیں ہم لوگ وہاں پہ پہنچے
اور سلام و فاتحہ پڑھ کر دعائیں مانگ کر آگے بڑھے۔ اسکے آگے وہ مقام ہے جہاں کفار ناہنجار کے
سنگِ ستم سے جنابِ سرورِ انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا۔ اس مقام پر

ایک مسجد موسومہ "مسجد ثنایا" تعمیر تھی وہ مسجد بھی نجدیوں کے دست تسلط کی مرہون منت ہو کر کالعدم ہو چکی ہے۔ شکستہ عمارتوں کے پتھر اور مصالحہ کے ڈھیر موجود تھے مقام مذکور پر پہنچکر ہم لوگوں نے دعائیں مانگیں اور دیر تک بیٹھے ہوئے جبل احد کو دیکھتے رہے اور دعا درود شریف پڑھتے رہے جبل احد کے دو پہاڑوں کے درمیان میں درہ یعنی شکاف آمدورفت کو (جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ اس ہدایت کے ساتھ تعینات فرمایا تھا کہ اگر لشکر کفار اُدھر سے قصد کرے تو تیرباراں کرکے اُن کو دفع کیجیو اور کسی حال سے خواہ ہماری فتح ہو یا شکست تم اُس جگہ سے مت ہٹیو۔ لڑائی شروع ہوئی شجاعان اسلام نے دادِ مردانگی کی دی اور خونِ کفار سے اُس میدان کو لالہ زار کر دیا اور کئی مرتبہ درے کی جانب سے کفار نے حملہ کرنا چاہا مگر بسبب تیراندازی ہمراہیان عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قابو نہ پایا بالآخر کفار کو ہزیمت ہوئی یہاں تک کہ ہند وغیرہ عورتیں جو جانب کفار تھیں ایسی پریشان ہو کے بھاگیں کہ اُن کی پنڈلیاں کھل گئیں خلخال نظر پڑے لشکر اسلام آگے بڑھے اور مال غنیمت میں لوگ مشغول ہوئے تب ہمراہیان عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی آگے بڑھے ہر چند عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے منع کیا نہ مانا۔ کل دس آدمی اُنکے ساتھ رہ گئے تب خالد بن ولید نے کہ اُس زمانے میں کافر تھے درے کی جانب سے مع انبوہ کفار سواریوں کے حملہ کیا عبداللہ بن جبیر رضہ مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہوئے اور پشت لشکر اسلام سے یکبارگی فوج کفار نے ایسا غلبہ کیا کہ اہل اسلام حیران رہ گئے) دیکھا۔ افسوس ہے کہ مقام شہداء احد میں بھی زائرین کو عام طور پر جوتے پہنے ہوئے آمدورفت کرتے دیکھا اور مجھے سخت صدمہ ہوا کاش اگر زائرین اس مقام کے تقدس کو سوچیں اور اس پر غور کریں تو ایسی بے ادبی کی حرکت کے مرتکب نہ ہوں۔ دوپہر دن کا وقت ہو چکا تھا ہم لوگ عربیہ میں بیٹھے اور نا التنا پڑھتے ہوئے مدینہ شریف میں داخل ہوئے اور مناخہ میں اُتر پڑے۔ عربچی کو کرایہ عربیہ حسب قرار دادہ دیا اور چوتھائی مجیدی بخشش۔ وہاں سے زقاق الخیاطین میں اپنے قیامگاہ پر آئے اور کھانا کھائے تھے کہ ظہر کی اذان ہوئی حرم شریف میں حاضر ہوئے نماز بجماعت ادا کی پھر سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنیکے بعد قیامگاہ پر آئے

مندرجہ بالا سیدزادوں کی امداد آج واجب الرحم سیدزادوں کی امداد کے متعلق چند ملنے والوں سے لینے میں نے تحریک کی مگر اکثر کو غیر ملتفت پایا۔ حاجی سراج الاسلام صاحب نے دس روپے اور حاجی نظام الدین صاحب نے ایک مجیدی دیئے اور ایک قلیل رقم اپنے پاس سے ملا کر میں نے اُن سیدزادوں اور ترکوں کو، جن میں سید محمد بیعتی بھی شامل تھے فی کس کو آٹھ آنے کے حساب سے تقسیم کر دئے۔ بعضے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا کہ حاجی لاہوری صاحب کو اس میں کیا فائدہ ہے کہ وہ کوشش کئے پھرتے ہیں؟ میں نے کہا: دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر خود مصیبتیں سہتے اور سختیاں جھیلتے ہیں۔ لاہوری صاحب بھی انہیں لوگوں میں سے ہونگے کیونکہ اس میں اگر اُن کی اپنی غرض بھی ہوتی تو مجھ سے یا دوسرے لوگوں سے وہ ضرور کہتے کہ روپے میرے ہاتھ میں دیدو میں تقسیم کر دونگا مگر انہوں نے مجھ سے یا کسی دوسرے سے ایسا نہیں کہا۔ گذشتہ جنگ یورپ کے وقت سے اہل مدینہ عموماً اور غربائے مدینہ خصوصاً یوماً فیوماً نشانہ تنگدستی و فاقہ مستی بنتے جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ حجاج و زائرین جب مدینہ شریف پہنچیں تو اپنی پاک کمائی سے جو کچھ خیرات کرنا چاہیں ایسے مستحقین کا پتہ لگا کر اول مستحقین و مجبور و معذوروں کو دیویں بعدہٗ دوسروں کو تاکہ ثواب عظیم کے مستحق ہوں۔

تاریخ ۲۰ محرم الحرام روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۲۷ء

تبرکات کی خریداری یوں تو مدینہ منورہ کی ساری چیزیں تبرک ہیں مگر مشہور تبرکات میں سے کھجور۔ خاک شفا۔ بیر اہاب۔ بیر خاتم۔ بیر بضاعہ۔ بیر عثمان۔ بیر غرس اور مسجد نبوی کے کنوئیں کا پانی۔ جانماز۔ سرمہ و مہندی ہیں۔ کھجوریں جملہ اقسام کی خاک شفا کی ٹکیہ۔ سرمہ و مہندی و جانماز وغیرہ باب السلام کے پچھم جانب باب المصری تک اور باب الرحمۃ سے پچھم و شمال کی طرف محلہ الساحا باب الشامی تک دوطرفہ بازار دکانیں ہیں اُن میں ہر وقت و ہر روز بافراط فروخت ہوتی ہیں۔ مندرجہ بالا بازاروں کے اندر کھجوریں تو اسقدر افراط سے پائی جاتی ہیں کہ اگر پچاس ہزار روپے کا خریدار کھجوروں کا ہو تو بے وقت مل سکتی ہیں۔ مسجد نبوی کے کنوئیں کے پانی کو کوثر کہتے ہیں۔ کوثر کی زمزمی دکانوں میں طیا

ملتی ہیں اور حسب خواہش اپنے زائرین کوثر و بیرا ہاء وغیرہ کا پانی چھوٹے بڑے ٹین کے ڈبوں میں بند کرا کر تبرکاً وطن لیجاتے ہیں۔ آج کے دن صبح کی نماز و تلاوت سے فراغت کر کے میں نے بھی بازار سے چار قسم کی کھجوریں و خاک شفا مہندی وغیرہ خرید کیں۔ تبرکات کی خریداری کے وقت ڈھولائی کی زحمت کا خیال اختصار پر مجبور کرتا ہے اور اسی خیال سے میں نے مختصر چیزیں خرید کیں تاکہ راستے میں زحمت بار برداری کے اخراجات کثیر کی نہ اٹھانی پڑے۔ بازار سے واپس آکر کھانا کھایا۔ ظہر کی اذان سنکر حرم شریف گیا اور نماز بجماعت ادا کی اسکے بعد مواجہ شریف میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کر کے مصروف تلاوت قرآن پاک ہوا۔

تاریخ ۱۲ محرم الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۲۷ء

آج صبح سویرے مجھے ایک پتلا دست آیا جس سے ضعف معلوم ہونے لگا اور پیاس کا غلبہ ہوا نارنگی کا شربت پیا مگر تشنگی کم نہ ہوئی۔ فجر کی اذان ہوئی حرم شریف گیا اور مواجہ شریف میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کر کے روضہ شریف میں آیا اور سنت فجر پڑھی پھر فرض بجماعت ادا کی پھر قیامگاہ میں آیا۔ تین چار دست اور بھی مجھے آئے طرح طرح کے خیال و وہم پیدا ہو رہے تھے کبھی خیال ہوتا کہ پیچش پڑ گئی ہے کبھی خیال آتا کہ ناف ٹل گئی ہے۔ اسی پیچ و تاب میں دیار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جدائی کے تصور نے اور بھی تکلیف و رنج دلی کو میرے دو بالا کر دیا۔ آئندہ یوم شنبہ یوم الوداع و یوم الفراق ہے اسکے تصور نے میرے دل کو اور بھی بے چین کر دیا۔ الوداعی جذبات و تصورات کے ماتحت میں نے حسب ذیل لوداعی سلام لکھنا شروع کیا۔ قیامگاہ پر تو پورا نہ ہو سکا کچھ باقی رہ گیا۔ بعد نماز ظہر کے حرم شریف میں باب التوبہ کے پاس بیٹھ کر مکمل کیا۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ اپنے جذبات کو نظم کی صورت میں منضبط کرنیکا شرف بھی باب التوبہ کے پاس مجھے حاصل ہوا خداوند قدوس اپنے رسول پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

سلام الوداع بحضور سیاح لامکان حبیب خالق انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

	السلام اے فخر بزم انبیاء		السلام اے مظہر شان خدا	

السلام اے مہرِ عالم السلام ‌‌ — السلام اے بدرِ عالم السلام
السلام ای شافعِ یوم الحساب — السلام ای حاملِ ام الکتاب
السلام ای قبلۂ کل طالباں — السلام اے کعبۂ اہلِ دلاں
السلام اے لذتِ دردِ جگر — السلام اے قوت و نورِ نظر
الوداع اے سرور و آقائے ما — الوداع اے خواجہ و مولائے ما
الفراق اے راحتِ قلبِ تپاں — الفراق اے مرہمِ سوزِ نہاں
اے مسیحائے مریضاں الفراق — اے طبیبِ دردِ ہجراں الفراق
اے بہارِ باغِ رضواں الفراق — اے گلِ خوشبوئے گلستاں الفراق
الفراق اے بے پناہاں را پناہ — الفراق اے ہادی و ہم خضرِ راہ
الفراق اے نورِ چشمِ زائراں — الفراق ای طاقتِ روحِ رواں
آپ کے در پر تھا یہ ہجراں نصیب — کیا خوشی تھی کیسی راحت تھی نصیب
دست بستہ ہوتے تھے حاضر مدام — حق غلامی کا تھے ہم کرتے تمام
جب سے حاصل تھی حضوری شاد تھے — انتشار و فکر سے آزاد تھے
تھی خوشی کیسی بیاں ممکن نہیں — حالِ دل کرنا عیاں ممکن نہیں
اضطرابی کا نہ یاں کچھ کام تھا — مطمئن تھے ہم بہت آرام تھا
تھے زیارت سے ہمیشہ شادکام — تھا میسر ہم کو بھی وصلت کا جام
با ادب پڑھتے تھے صلوات و سلام — تھا غنیمت آپ کے در کا قیام
گاہے پڑھتے تھے قرآں گاہے درود — گاہے تھے محراب میں کرتے سجود
ہوتے تھے حاضر درِ توبہ کے پاس — پوری ہوتی ہے جہاں ہر اک کی آس
تھے لپٹتے استنِ حنانہ سے — ہم حصولِ یمن و برکت کے لئے
پیتے تھے جا کر کبھی کوثر کا جام — رہتے تھے آٹھوں پہر ہم شادکام
روضۂ جنت میں تھا اپنا گذر — داخلِ جنت تھے سارے ہمسفر
کیسی ساعت آگئی افسوس آج — کیا قیامت آگئی افسوس آج

حضرت آدمؑ کی طرح جنت سے ہم
روضہ سے اس دم جدا ہوتے ہیں ہم

ہیں الگ ہوتے یہ ہے کیسا کرم
اب اسی غم میں کھڑے روتے ہیں ہم

صدمۂ فرقت سے دل بیتاب ہے
ہے یہ بیداری و یا یہ خواب ہے

صدمۂ فرقت سے ہے غمناک دل
کرتا ہے اس کا تصور چاک دل

آگئی فرقت کی ساعت آگئی
المدد شاہا! قیامت آگئی

کیا کریں اپنا نہیں کچھ اختیار
صدمۂ فرقت سے دل ہے بیقرار

رحمۃ للعالمیں لیجئے خبر
رحم کی مہجوروں پر کیجئے نظر

کیجئے مولےٰ غلاموں پر نظر
ہجر میں جائیں نہ ہم جاں سے گذر

التجا اب آپ سے ہے یہ شہا
آپ ہیں مقبول و محبوبِ خدا

کیجئے تدبیرِ تسکیں کچھ جنابؐ
تا نہ ہووے ہجر میں حالت خرابؔ

اپنے مہجوروں پہ رحمت کی نظر
گر کریں گے آپ یا خیر البشر

ہو حضوری پھر یہ کچھ مشکل نہیں
حلِّ مشکل آپ پر مشکل نہیں

یا شفیع المذنبیں روزِ قیام
ہو عطا ہم سب کو بھی کوثر کا جام

بخشوا دیجئے گناہوں کو مرے
اور جگہ زیرِ لِوا کے دیجئے

اے حبیبِ خالقِ کون و مکاں
حال میرا آپ پر سب ہے عیاں

التجاؤں پر مرے رکھئے نظر
تا نہ ہم پر چل سکے شیطاں کا شر

یا نبیؐ جب نکلے میرے تن سے جاں
ہو زباں پر کلمۂ طیب رواں

ہم سبھوں کا خاتمہ بالخیر ہو
جز خدا ہرگز نہ خیالِ غیر ہو

ہے حبیبِ زار کی پھر التجا
دیجئے گمنامی کا دھبا اٹھا

بارور ہووے شہا نخلِ مراد
برکتِ نٓ قلم حمٓ صٓ

آمین ثم آمین

تاریخ ۲۲ محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء

مسجد غمامہ کی زیارت مسجد غمامہ مدینہ شریف میں مناخہ کے قرب میں ہے مسجد غمامہ

وہ مسجد ہے جسمیں سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجد بہت وسیع گنبد دار ہے تقریباً تین ہزار آدمیوں کی گنجائش کی جگہ اس میں ہے۔ صبح کی نماز کے بعد چند پارے قرآن مجید کے تلاوت کر کے حاجی کبیر صاحب ساکن لکھمینیہ ضلع مونگیر کو ہمراہ لیا اور بغرض زیارت مسجد غمامہ کے روانہ ہوئے۔ مسجد غمامہ کے دروازہ پر پہنچے تو دروازہ مقفل پایا۔ مؤذن مسجد شریف کے ایک عرب تھے ہم لوگوں کو دیکھکر آئے اور دروازہ کھول دئے۔ ہم لوگوں نے اندر جا کر دوگانہ نمازیں پڑھیں اور دعا اپنے و جملہ لوگوں کے حق میں مانگ کر مسجد حضرت عمر رض کی زیارت کو روانہ ہوئے چلتے وقت مؤذن صاحب کی قلیل نقدی خدمت بھی کر دئے۔

مسجد حضرت عمر رض کی زیارت

مسجد غمامہ کے دکھن اور پچھم جانب قریباً پچیس گز کے فاصلے پر مسجد سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے جب ہم لوگ پہنچے تو یہاں بھی دروازہ مسجد شریف کا مقفل تھا باہر سے ایک عرب لڑکا آیا اُس نے عربی میں کہا کہ آج یوم الجمعہ ہے مؤذن صاحب اپنے مکان چلے گئے ہیں ابھی آنے کی امید نہیں ہے یہ سنکر ہم لوگوں نے اور انتظار کرنیکا موقع نہ دیکھا دروازے مسجد پر کھڑے دعا مانگ لئے اور مسجد حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ مسجد شریف میں ایک منار بہت بلند عالیشان ہے۔

مسجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیارت

مسجد غمامہ سے اُتر اور پچھم جانب تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے دروازے مسجد شریف کے بائیں طرف نہر ہے۔ نہر پر لوگ غسل کر رہے تھے اور پانی بھر رہے تھے۔ مسجد شریف میں ہم لوگ پہنچے تو بہت سے زائرین کو وہاں دوگانہ پڑھتے اور آتے جاتے ہوئے دیکھا ہم لوگوں نے بھی دوگانہ ادا کئے اور دعائیں کیں۔ اُس کے بعد مسجد حضرت سیدنا علی رضی اللہ کی زیارت کو چلے۔

مسجد حضرت علی رض کی زیارت

مسجد ابوبکر رض سے اُتر اور پچھم جانب راستے پر ہی مسجد علی رض ہے۔ مسجد شریف کے باہر چند لڑکے عربوں کے بیٹھے ہوئے تھے وہ سب ہم لوگوں کے ساتھ اندر گئے۔ ہم لوگوں نے نماز دوگانہ ادا کیں اور دعا بدستور بالا

مانگیں۔ مسجد شریف کے پچھم گوشے میں دو الماریاں ہیں۔ ایک شمال میں اور دوسری جنوب میں عرب لڑکوں نے مجھ سے کہا کہ شمالی الماری میں ایک قرآن مجید ہے جسکی زیارت زائرین کرتے ہیں یہ سنکر میں بھی خواہشمند ہوا مگر الماریاں مقفل تھیں اور خادم مسجد بھی موجود نہ تھے لہذا آرزوی دید قرآن مجید کی رہ گئی۔ صحن مسجد میں چند درخت کھجوروں کے دیکھنے میں آئے۔ کچھ دیر کے بعد ہم لوگ اپنے قیامگاہ پر پہنچے۔

بیر اہاب پر غسل

بیر اہاب کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔ ہم لوگوں نے غسل جمعہ بیر اہاب کے پانی سے کرنیکا عزم بالجزم کر لیا اور ڈول رسی لیکر چند آدمیوں کو شامل لئے ہوئے بیر اہاب پر پہنچے۔ حاجی کبیر صاحب ساکن لکھمنیہ اور اُنکی والدہ وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ حصول برکت کے لئے بیر اہاب کے پانی سے لوگ غسل کرتے ہیں۔ ہم لوگوں نے بھی غسل کئے۔ الحمدللہ گیارہ بجے دن کو ہم لوگ غسل کر کے اپنے اپنے قیامگاہ پر واپس ہوئے کھانا کھایا اور تھوڑا آرام لینے کے بعد وضو کر کے حرم شریف میں حاضر ہوا اول مواجہ شریف میں صلوٰۃ و سلام پڑھا بعدہ روضہ شریف میں آکر سنت قبل جمعہ ادا کی پھر خطبہ شروع ہوا۔ خطبہ کے بعد نجدی امام صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد میں نے سنت بعد الجمعہ پڑھی اُسکے بعد صلوٰۃ و سلام عرض کر کے مع اپنی والدہ صاحبہ وغیرہ کے قیامگاہ پر واپس آیا اور سو رہا۔

کتب خانہ شیخ الحرم

میرے قیامگاہ زقاق الخیاطین سے حرم شریف میں جانیکے دو راستے پورب اور پچھم طرف جاتے ہیں۔ مشرقی راستے سے جانیوالے حرم شریف میں باب جبرئیل علیہ السلام سے داخل ہوتے ہیں اور مغربی راستے سے جانے والے حرم شریف میں باب السلام سے۔ ہم لوگوں نے اپنا معمول اول الذکر راستے سے رکھا تھا اسلئے باب جبرئیلؑ سے حرم شریف میں داخل ہوا کرتے تھے اور واپس بھی اسی راستے سے آتے تھے۔ باب السلام کیطرف سے ہم لوگ کبھی کبھی آیا جایا کرتے تھے۔ اول الذکر راستے میں چند اہم متبرک مقامات ہیں مگر ناواقفیت کے باعث گذشتہ ہفتہ روز تک اُن مقامات کا علم ہم لوگوں کو نہ ہوا آج کے روز عصر کی نماز حرم شریف میں ادا کر کے میں واپس ہوا تو تفتیش کرنے سے واقفیت اور بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ کتب خانہ شیخ الحرم۔ مکان حضرت ایوب انصاری۔ مکان

وشہید حضرت عثمان غنی رضہ۔ دار عشیرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی راستے میں پڑتے ہیں۔ باب جبرئیل ؑ سے دکھن جانب تخمیناً تین سو گز کے فاصلے پر گلی کے پچھم اور دکھن طرف ایک پختہ عمارت میں کتب خانہ شیخ الحرم ہے۔ اس کتب خانہ میں عربی کی بڑی بڑی نادر کتابیں شیشے کی الماریوں میں محفوظ ہیں۔ دس ہزار نایاب قلمی کتابیں اس مقدس کتب خانہ میں ترکوں کی جمع کی ہوئی ہیں۔ جملہ کتب کی ایک مکمل فہرست طیار رکھی ہے۔ شائقین کتب فہرست دیکھنے کے بعد جس کتاب کے ملاحظہ کرنے کی خواہش کرتے ہیں وہ کتاب اُن کو دیکھنے کے لئے دیجاتی ہے۔ علمائے کرام اور شائقین عظام کو نادر الوجود کتب کے مطالعہ سے مستفیض ہونے کا مدینہ منورہ میں بہترین موقع ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضہ کے مکان کی زیارت

کتب خانہ شیخ الحرم کے مقابل میں پورب طرف مکان شریف حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تواریخ حبیبالہ میں لکھا ہے کہ جناب سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے اول قبا شریف میں کہ ایک محلہ کنارہ شہر مدینہ پر تھا رونق افروز ہوئے اور چودہ دن وہاں قیام پذیر رہے پھر آپ نے اندر شہر مدینہ کے تشریف رکھنے کا ارادہ کیا۔ شہر کے لوگ اس بات کے متمنی تھے اور ہر ایک کی آرزو تھی کہ آپ ہمارے محلہ میں تشریف رکھیں۔ جب آپ اپنی اونٹنی قصوہ پر سوار ہوئے تو ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ ہوئے اور وہی درخواست مندرجہ بالا اُنکی زبان پر تھی آپ نے فرمایا کہ قصوٰ میری مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جاویگی وہیں میں مقیم ہونگا۔ آپ کی اونٹنی چلتے چلتے وہاں آبیٹھی جہاں منبر مسجد شریف سے متصل اُس جگہ کے گھر حضرت ایوب انصاری رضہ کا تھا وہاں اسباب آپ کا اُتارکے رکھا گیا اور آپ حضرت ابوایوب انصاری رضہ کے گھر ٹھہرے۔ حضرت ابوایوب رضہ شامول کی اولاد میں تھے۔ شامول سردار اُن چارسو عالموں کا تھا جو مصاحب تبع حمیری بادشاہ یمن کے تھے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ بادشاہ موصوف کا گذر زمین پاک مدینہ پر اُس زمانہ میں ہوا کہ مدینہ ہنوز آباد نہ ہوا تھا وہاں ایک چشمہ جاری تھا اُن عالموں کو معلوم ہوا کہ یہ جگہ ہجرت گاہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی وہیں وہ لوگ رہ گئے اور بستی آباد کی

انصار انہیں کی اولادیں ہیں۔ بادشاہ تبع نے یہ حال دریافت کرکے چاہا کہ خود بھی وہاں رہ جاوے مگر بسبب بکھیڑے سلطنت کے نہ رہ سکا اُن لوگوں کو رہنے دیا اور ایک ایمان نامہ بنام جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شامول کو دیا کہ تم اپنی اولاد کو وصیت کیجیو کہ جو اُنہیں سے جناب پیغمبر آخر الزماں کو پاوے میرا سلام اور یہ نامہ پہنچا دے۔ حضرت ابوایوب رضؓ کے گھر میں وہ نامہ چلا آتا تھا اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضؓ سے شامول تک اکیسویں پشت تھی اور جس گھر میں آپ ٹھہرے یہ گھر بھی اُسی بادشاہ نے بنوا دیا تھا کہ جب آپ تشریف لاویں وہاں ٹھہریں۔ آپ تلے کے مکان میں ٹھہرے اور حضرت ابوایوب رضؓ کے عیال و اطفال بالاخانے پر رہے۔ پھر حضرت ابوایوب رضؓ اور اُن کی زوجہ اُمّ ایوب رضؓ کو خیال ہوا کہ یہ بات بے ادبی کی ہے اور رات بھر اس خیال سے نہ سوئے صبح اصرار کرکے آپ کو بالاخانے پر مقیم کیا اور خود تلے رہنے لگے جس زمین میں اونٹنی قصوہ بیٹھی تھی وہ دو یتیموں کی تھی کہ اسود بن زرارہ کی پرورش میں تھے دس دینار کو حضرت ابوبکر رضؓ کے مال سے وہ زمین آپ نے خریدی حجرات شریفہ اور مسجد شریف اُسی زمین میں بنی۔ کتب حدیث میں وارد ہے کہ مسجد شریف کی تعمیر میں آپ نے ایک پتھر رکھ کر ارشاد فرمایا حضرت ابوبکر رضؓ سے کہ تم ایک پتھر اس پتھر سے ملا کر رکھو اور حضرت عمر رضؓ سے متصل پتھر حضرت ابوبکر رضؓ کے اور حضرت عثمان رضؓ سے متصل پتھر حضرت عمر رضؓ کے رکھوا کے فرمایا هٰؤُلَآءِ الْخُلَفَآءُ مِنْ بَعْدِیْ۔ یعنی یہ لوگ خلیفہ ہونگے میرے بعد۔ سو مطابق اس پیشینگوئی کے واقع ہوا اور آپ ساتھ اصحاب رضؓ کے تعمیر مسجد کے کام میں برابر شریک رہتے تھے انتہیٰ۔

حرم شریف سے مغرب کی نماز پڑھ کر جب میں واپس آرہا تھا تو مکان شریف حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ٹھہر گیا اور دیکھا کہ ایک عرب صاحب چھوٹے بچے کو ایک مرکب حمار کے اوپر سوار کئے ٹہلا رہے ہیں۔ میرا گمان ہوا کہ یہی صاحب مکان شریف میں رہتے ہیں۔ میں نے اُن کو سلام کیا اور اُنھوں نے جواب سلام دیا تب میں نے اُن سے حسب ذیل سوالات عربی زبان میں کئے۔ اور عرب صاحب نے جواب دئے۔

میں۔ جناب کیا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان یہی ہے۔

عرب صاحب۔ جی ہاں یہی مکان ہے۔

میں۔ کیا آپ اسی مکان میں رہتے ہیں؟
عرب صاحب۔ جی ہاں میں اسی مکان میں رہتا ہوں۔
میں۔ جناب! کیا یہ مکان اب آپ کی ملک میں ہے۔
عرب صاحب۔ نہیں نہیں یہ مکان تو وقف ہے۔ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں اور اس مکان میں رہتا ہوں۔ اسکے بعد عرب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مکان کے اندر چلکر بیٹھو۔ مکان شریف میں باہر کی طرف پچھم رخ کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ دکھن جانب ہے اُسپر ایک پتھر کندہ کیا ہوا چسپاں ہے ھذا البیت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اُسمیں منقش ہے۔ یہ دروازہ مقفل رہتا ہے۔ یہ دروازہ خاص اُس حجرہ شریف کا ہے جسمیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ٹھہرے تھے دروازہ مذکور سے اُتر جانب دوسرا دروازہ ہے اور اُسکے اندر وسیع مکان ہے اُس میں عرب صاحب کے عیال و اطفال رہتے ہیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام والا حجرہ مقفل اور محفوظ رہتا ہے اور زائرین عرب صاحب کی اجازت سے دروازہ کھولے جانیکے بعد مکان شریف کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ سکونتی مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا میں اندر گیا۔ حجرہ شریف سے ملحق شمال کی طرف ایک کمرہ ہے اُس میں تخت پوش بچھا ہوا تھا اور عربی طرز زینت سے فرش کے چاروں طرف تکیے لگے ہوئے تھے۔ میں حجرہ شریف کی طرف قبلہ رخ مودب بیٹھ گیا اور عرب صاحب اپنی جگہ پر بیٹھے۔ عرب صاحب آدمی نہایت خلیق و خوش طبع ہیں۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کا شغل کیا ہے عرب صاحب نے فرمایا "میں صوفی ہوں قادریہ اور شاذلیہ طریقہ میں بیعت کرتا ہوں۔ ترکوں کے عہد حکومت میں مجھے وظیفہ ملتا تھا اور میں بہت خوش حال تھا" میرے دوسرے سوال کے جواب میں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جس مکان میں قیام پذیر ہوئے تھے وہ مکان ہنوز محفوظ ہے۔ عرب صاحب نے مقابل میں قبلہ رخ ایک دروازہ مقفل کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہی مکان تو ہے اور ہنوز محفوظ ہے زائرین اُس میں جاتے نماز پڑھتے اور دعا مانگتے ہیں۔ اسکے بعد عرب صاحب نے ایک ملازم کو اپنے پکارا اور حکم دیا کہ دروازہ زیارت گاہ کا کھولدو (میری طرف اشارہ کرکے) یہ شخص نماز پڑھینگے۔ خادم نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ عرب صاحب نے از خود بلا میری درخواست کے دروازہ کھلوا دیا میں اس کو محض

اپنی خوش نصیبی اور تائید غیبی سمجھکر نہایت ادب کے ساتھ خداوند تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ تخمیناً چھ ہاتھ چوڑا اور بیس ہاتھ لانبا وہ مقدس مکان ہے جس میں حضور فخر الانبیاء صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہ واصحابہ الاتقیاء قیام پذیر رہے تھے قبلہ کی طرف محراب بنا ہوا ہے اُسی محراب میں کھڑا ہوکر میں نے دو رکعت نماز ادا کی اُسکے بعد اپنے وجملہ بزرگان و برادران وعزیزان ومحبان و مؤمنین و مؤمنات کے حق میں دعا مانگی۔ پھر باہر نکل کر عرب صاحب موصوف سے دعائے خیر کی درخواست کی۔ موصوف نے ہاتھوں کو اُٹھا کر میرے حق میں دعائے خیر کی ہیں کچھ دیر کے بعد اُنکا شکریہ ادا کرتے ہوئے سلام کرکے واپس ہوا تو خانہاد حاجی سید شاہ کمال صاحب رئیس پٹنہ سے ملاقات ہوئی عند الگفتگو میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے مکان کی زیارت آپنے کی کہ نہیں؟ جواب میں صاحب موصوف بولے کہ زیارت نہیں کرسکے سُنا ہے کہ وہ مکان برابر بند رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ بند تو رہتا ہے مگر بقول شخصے جو یندہ یابندہ۔ مندرجہ بالا حال اپنی رسائی اور تائید غیبی کی حقیقت اُن کو میں نے کہہ سنائی۔ عشا کی اذان سُنکر نماز پڑھنے کو میں حرم شریف چلا گیا۔

حبیب خداؐ کی حضوری کی لذت بخش ساعت

نماز عشا پڑھکر چونکہ آخری شب تھی اور آئندہ دن یوم الفراق تھا حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا خیال میرے دل کو بے چین کئے ہوئے تھا مواجہ شریف میں بیٹھکر میں درود شریف پڑھنے لگا میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس بات کا تصور میرے دل کو اور بھی بیقرار و بے اختیار کر دیتا تھا کہ خدا کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار فیض آثار سے علیحدگی اور جدائی کی گھڑی صبح ہوتے ہی آنے والی ہے اپنے دلی جذبات و قلبی تمناؤں کو آقائے نامدار کے حضور میں عرض کر رہا تھا یہ ساعت کچھ ایسی لذت بخش اور پر اثر تھی کہ مشغولیت میں مجھے کچھ بھی خبر نہ رہی اور بہت دیر ہو گئی ایک خادم حرم نے کہا انشاء اللہ زیارت مقبول! زیارت مقبول! یا شیخ دُھین دُوح! دُھین دُوح! میں نے دعا کے لئے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعائیں مانگ کر آہستہ آہستہ وہاں سے چلا۔ حضرت سیدہ خاتون جنت کے مزار شریف کے دروازہ پر آکر سلام پڑھا اور دعا کی اُسکے بعد باب جبرئیل تک گیا

پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ شریف مقفل کیا جا چکا ہے اور سارے زائرین حرم شریف سے باہر جا چکے ہیں صرف خدام حرم شریف رہ گئے ہیں تب میں باب النساء پر گیا۔ وہاں بھی دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میں اپنے جی میں کہہ رہا تھا کہ شاید آج کی شب مجھے حرم شریف میں ہی رہنا نصیب ہونیکو یہ خیال کرتے ہوئے باب السلام کی طرف چلا وہ بھی بند ہو چکا تھا تب باب الرحمۃ کے پاس پہنچا ایک خادم باب الرحمۃ بند کر رہے تھے مقفل کر کے چھوٹا دروازہ کھول دیئے اور مجھ سے کہے کہ اچھا اب جاؤ۔ میں اپنے نعلین تو باب جبرئیل کے محافظ نعلین کے حوالے کر کے حرم شریف میں بیٹھا تھا اور وہ سب اپنے گھر جا چکے تھے نعلین باہر کے حلقے میں تھا آخر میں وہاں سے ننگے پاؤں اپنی قیامگاہ پر آیا اور کھانا کھا کر سو رہا۔ والدہ صاحبہ وغیرہ پہلے ہی پہنچ گئی تھیں۔

بتاریخ ۲۳ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۲۷ء میں صبح کی اذان سنکر اٹھا وضو کر کے حرم شریف میں حاضر ہوا اور نماز فجر ادا کی پھر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر قیامگاہ کی طرف جاتے ہوئے زیارت دار عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گیا۔

زیارت دارِ عشرہ مبشرہ

یہ متبرک مقام حرم شریف کے جنوبی دیوار کے پشت پر واقع ہے مکان مذکور کے اندر جانیکا دروازہ پورب جانب ہے۔ اور دروازہ کے اوپر ایک پتھر پر دار عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین منقوش ہے دروازہ شریف کے دکھن طرف ایک سبیل خانہ ہے اس میں سنگ مرمر کا نہایت خوبصورت فوارہ لگا ہوا ہے اور حوض بنا ہوا ہے حوض میں پانی بھرا رہتا ہے اور آبنوشی کے پیالے زنجیروں میں جکڑے ہوئے رکھے رہتے ہیں۔ اہل حاجت پانی پیتے ہیں اور ننگے پاؤں والے لوگ اس مقام میں پاؤں دھو کر حرم شریف کے دروازہ میں داخل ہوتے ہیں میں نے بھی بارہا سبیل مذکور کے پانی سے سیراب ہونے کا شرف حاصل کیا ہے۔ دروازہ دار العشرہ کا مقفل رہتا ہے یہ وہ متبرک مکان ہے جس میں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امور مذہب اسلام اور تنظیم میں باہم بیٹھکر مشورت کیا کرتے تھے۔ جناب خاتم المرسلین و شفیع المذنبین و رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات حسرت آیات کے بعد خلافت کے بارہ میں اصحاب مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جس مکان میں مشورہ کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب خلیفہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم ہونا جس مقام میں عمل میں لایا گیا وہ مقدس مقام یہی دار العشرہ مبشرہ ہے اور اس معنی کر کے اس مکان کو بہت بڑا تاریخی فخر حاصل ہے خادم سے دروازہ کھلوا کر میں اندر مکان شریف کے داخل ہوا اندر دالان بنا ہوا ہے جس میں حرم شریف کے متعلق کے ظروف دیگ وغیرہ رکھے ہوئے تھے اور صحن میں بیر، نیم و دیگر چند قسم کے درختوں کا باغ ہے۔ میں یہاں دیر تک ٹھہر کر سلام و فاتحہ پڑھتا رہا۔ نزول رحمت اور آثار برکت کا اس مکان میں یہ حال تھا کہ مجھ ناچیز پر ایک کیفیت طاری تھی جس کا اعادہ زبان قلم سے ممکن نہیں ہے دعا مانگ کر میں وہاں سے واپس ہوا۔

مشہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زیارت

دار العشرہ مبشرہؓ کے مقابل میں پورب طرف مشہد شریف حضرت خلیفۃ المسلمین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے جس میں مخالفین نے آپ کو تاریخ ۱۸ ذی الحجہ روز جمعہ ۳۵ھ ہجری میں اس حال میں کہ آپ قرآن شریف تلاوت فرما رہے تھے شہید کیا۔ مکان مشہد شریف کی عمارت عظیم الشان سنگی ہے مکان شریف کے اندر جانیکا مجھے موقع نہیں ملا دروازے کے باہر کھڑا ہو کر دعا کی اور واپس ہوا

روضۂ اطہر و مسجد نبویؐ کے مرمت کی اشد ضرورت

ایام قیام مدینہ منورہ میں ساری عمارتوں پر روضۂ مطہرہ و مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے میں نے بغور نظر کی صورت حال اور تحقیقات سے مجھے معلوم ہوا کہ مرمت کی اشد ضرورت ہے روضۂ اطہر اور مسجد نبویؐ کے عمارت کی مرمت چند سال گذشتہ سے نہیں ہوئی ہے۔ روضۂ اطہر کی جالی کے نیچے کی کُرسیاں اور درمیانی پختہ ستونوں کی کارنش اور مصالحے جابجا سے گر گئے ہیں اور الگ ہوئے جاتے ہیں۔ مسجد نبوی کے منارۂ رئیسہ کے حجرہ کی دیوار اور استن حنانہ کی کارنش اور مصالحے بھی الگ ہوئے جارہے ہیں۔ بعض جگہ پر جالی شریف کے پاس تو میں نے دیکھا کہ رکاوٹ کے لئے لکڑیاں لگائی گئی ہیں۔ اور بعض جگہ کے گرے ہوئے مصالحے کے بجائے صرف چونے سے بھر دئے گئے ہیں۔ موجودہ حکومت نے تو حجاز میں قدم رکھتے ہی "تخریب عمارات" کا کام اپنے ذمے لے لیا ہے۔ مرمت اور تعمیر کی امید اُن سے کرنی ایک امر موہوم ہے۔ مسلمانان عالم کو عموماً اور مسلمانان ہندوستان کو خصوصاً اسکی طرف بجان و دل توجہ کرنی چاہئے۔ اخبارات سے مجھے معلوم ہوتا رہا ہے کہ منہدم شدہ عمارات اور زیارتگاہوں کی دوبارہ تعمیر کے لئے بڑے بڑے

مخیر اصحاب لاکھوں روپے صرف کرنے کو آمادگی کا اظہار کر چکے ہیں اور تعمیر قبے اور مزارات کا مسئلہ جواز و عدم جواز کے معرض بحث میں پڑ جانیکے باعث ان کی اسکیم پوری ہوتی نظر نہیں آتی ہے اور ساتھ ہی اسکے حکومت حجاز نے برقی خبروں اور تحریری اعلانات کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اس بات کا وثوق اور اطمینان دلایا ہے کہ حکومت روضۂ اطہر کی حفاظت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ پس ایسی حالت میں سب سے پہلے روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت مرمت کے کام کو انجام دینے کے لئے حکومت حجاز سے خط و کتابت اور عملی تدابیر اختیار کرنے چاہئیں میں امید کرتا ہوں کہ جملہ مسلم اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان و دیگر اہل قلم اس پر روشنی ڈالینگے اور مفید تنقید فرمائینگے۔ (مندرجہ بالا مضمون کو میں نے چند اخبارات میں حجاز مقدس سے واپس آنیکے بعد بشمول دیگر حالات حجاز شائع کرنے کو بھیجا تھا۔ چنانچہ اخبار مشرق گورکھپور کے نمبر ۳۔ جلد ۲۳۔ مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۲۶ء میں شائع بھی ہوا۔ ایڈیٹر اخبار مذکور کو خداوند تعالیٰ جزائے خیر دے)

خوشبوئے مدینہ سارا حرم شریف خوشبو سے ہمہ دم معطر رہتا ہے جس سے غنچہ دل کی شگفتگی اور دماغ پریشان کی تازگی ہوتی رہتی ہے میں تو مدینہ منورہ کے جن جن کوچہ و بازار سے گذرا ہوں ہر جگہ ایک خاص قسم کی خوشبو روح افزا پاتا گیا ہوں بلکہ یہ خوشبو مدینہ شریف سے پانچ میل آگے مقام بیر علی سے ہی اس ناچیز کے دماغ میں پہنچی اور محسوس ہوئی جس کا تذکرہ تاریخ ۱۵ر محرم الحرام ۱۳۴۴ہجری کے مشاہدات و واقعات میں کر چکا ہوں۔ ناظرین و سامعین کو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ حضور اقدس کے روضۂ مطہرہ میں عطر و گلاب و مشک و عنبر کے چھڑکاؤ اور بساط شب و روز ہوتے رہتے ہیں یہ انہیں کی خوشبو ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں: ایسا خیال کرنا سخت غلطی ہے فی الحقیقت یہ خوشبوئے جاں فزا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر اور گیسوئے معنبر کی ہے اور ضرور ہے ہماری ظاہر بین آنکھیں ظاہری اسباب کو دیکھتی ہیں لیکن دل کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور دل کے کانوں سے سننے والے حقیقت کے آفتاب سے روشناس ہوتے اور حق کی آواز کو سنتے ہیں دیکھئے حضرت جامی علیہ الرحمۃ کیا فرماتے ہیں شعر

گر در صحرائے مدینہ بوئیت آمد یا رسول ؐ جان خود را من فدائے خاک آں صحرا کنم

سچ ہے۔ شعر

ایں سعادت بزور بازو نیست	تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مدینہ منورہ کا ٹھنڈا پانی یوں تو مدینہ منورہ کی ساری چیزیں لطیف وخوش مزہ و خوش ذائقہ ومرغوب خاطر ہیں مگر یہاں کا ٹھنڈا پانی غیر معمولی طور پر تسکین بخش اور راحت رساں بالخاصیت مشہور ومعروف ہے اور ضرور ہے یہاں کا ایک گھونٹ پانی نصیب ہوجانیکے بعد مخالف بھی تعریف میں شکر ریزی کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے برف کے جھلے ہوئے پانی میں بھی مدینہ منورہ کے پانی کی سی ٹھنڈک اور لذت پائی نہیں جاتی۔ یہاں معمول ہے کہ زورق یعنی مٹی کے خم میں رات کے وقت پانی بھرکر رکھدیتے ہیں نسیم سحر کی ٹھنڈی ہوا سے پانی بہت ٹھنڈا ہوجاتا ہے پھر شربے (صراحیوں) میں بھرکر لوگ پیتے پلاتے ہیں اور بہتیرے لوگ اسی ذریعہ سے اپنی روٹیاں حاصل کرتے ہیں۔ مدینہ شریف جاتے ہوئے راستے میں واپس شدہ قافلے والوں میں سے اکثر بخاری بھائیوں نے خوشی کے لہجے میں ہم لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا تھا۔ مدینہ مُویہ بارد۔ مدینہ مُویہ بارد۔ اور اس طرح سے وہ سب ہم تشنہ لبوں کو مژدۂ راحت وتسکین دیتے جاتے اور مدینہ کے خوش ذائقہ پانی کی لذت کو یاد کرتے جاتے تھے۔

مدینہ منورہ کے کوچہ و بازار مدینہ شریف میں کوچے تو بہت ہیں جن میں سوائے چار پانچ کے بقیہ تنگ ہیں۔ اکثر کوچوں میں متوکلین مساکین مرد عورتوں کو میں نے دیکھا اور اُن کو باوجود فقر وفاقہ کے بھی مطمئن اور خوش پایا۔ یہی نہیں بلکہ ذکر ویاد الٰہی میں مصروف پایا۔ اور حسب مقدور اپنے اُن کی خدمت کی۔ ناظرین وسامعین کو جب اتفاق حاضری دیار رسول کا ہو تو ایسے مسکینوں اور فقیروں کی خدمت سے دریغ نہ کرنا چاہئے۔ مدینہ شریف میں بازار دو ہیں ایک تو باب السلام سے لیکر سید حا باب المصری تک اور دوسرا باب الرحمۃ سے لیکر باب الشامی تک۔ ان دونوں بازاروں میں کھانے پینے کی جملہ اشیاء۔ چاول۔ دال آٹا۔ چینی۔ چائے۔ گھی۔ تیل۔ لکڑی۔ گوشت۔ دودھ۔ دہی۔ مچھلی۔ سبزی ترکاریاں۔ انار۔ انگور کھجور ودیگر اقسام تازہ پھل وپارچہ ہائے پوشش ریشمین۔ اونی وسوتی رومال۔ عمامے۔ جانماز۔ سرمے تسبیح۔ مہندی۔ خاک شفا۔ روغن بلسان ودیگر اشیاء ضروریات زندگی ملتی اور فروخت

ہوتی ہیں۔ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے اور تلاش کی زحمت اُٹھانی نہیں پڑتی ہے۔ انہیں میں قہوہ خانے بھی ہیں جن میں چائے قہوہ۔ ٹھنڈا پانی۔ لیمونیٹ اور سوڈا و سگریٹ ملتے ہیں خورد و نوش کی چیزیں یہاں مکۃ المکرمہ سے بدرجہا ارزاں اور بکفایت ملتی ہیں۔ البتہ دیگر قسم کی چیزیں جو غیر ممالک سے یہاں فروخت کے لئے آتی ہیں بہت گراں ملتی ہیں کیونکہ باربرداری کے اخراجات زیادہ بیٹھتے ہیں۔ مجموعی حیثیت سے سبھی چیز ارزاں سمجھنی چاہیئے۔

مدینہ منورہ میں صفائی اور روشنی صفائی اور روشنی کا انتظام مکہ معظمہ کی طرح سے مدینہ منورہ میں بھی ہے۔ تکرونی عرب صفائی کے کاموں کو انجام دیتے ہیں اور کوڑے وغیرہ کو جھاڑ بہار کر تجو اور گدھے پر لاد کر بیرون شہر میں پھینکتے ہیں۔ لیکن زائرین کے عظیم الشان و کثیر مجمع کے ایام میں موجودہ انتظام صفائی ناکافی تصور کی جاتی ہے۔ قیامگاہ کے مکانات کے علاوہ حکومت کی طرف سے صفائی برقرار رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ جا بجا موقع موقع سے متعدد پیشاب گاہ اور پاخانے بنوائے جائیں تاکہ گلی کوچے اور راستے پر رفع حاجت کرنے سے لوگ محترز رہیں۔ موجودہ حکومت کے دائرۃ البلدیہ کو اسپر توجہ کرنی چاہیئے۔ روشنی کے لئے تمام کوچہ و بازار میں صحرائی لالٹین لگے ہوئے ہیں۔ اُن میں روشنی ہوتی ہے۔ علاوہ اسکے بازار و دکانوں میں اور خوش حال اشخاص اپنے دروازوں پر گیس کی روشنی کرتے ہیں۔ رات کے وقت آمدورفت میں عام طور پر لوگوں کو عافیت اور سہولت ہوتی ہے تاریکی کی شکایت کسی کی زبان سے سُنی نہیں جاتی۔

مدینہ منورہ میں شفاخانہ باب السلام سے پچھم جانب تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر شفاخانہ ہے یہاں بیماروں کے علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے ڈاکٹر کمپونڈر وغیرہ ہیں۔ عربی زبان سے ناآشنا ہونیکے باعث ہندوستانی زائرین تو شفاخانہ کو کا منہ نہیں دیکھتے بجز ایسے لوگوں کے جو لاوارث ہوں یا حکومت کسی خاص وجہ سے شفاخانہ میں رہنے اور علاج کرانے کو مجبور کرتی ہے دوسرے لوگ نہیں جاتے ہیں۔ شفاخانہ کو یہاں دارالشفا کہتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑے تو ایک مترجم ساتھ لیکر جانا چاہیئے۔

مدینہ منورہ میں ڈاک خانہ اور ٹیلیگراف باب الشامی کے متصل پورب جانب پچھم رخ کی

عمارت میں ڈاک خانہ ہے اُسی میں وائرلیس ٹیلیگراف یعنی بے تار کی خبر رسانی کا آفس بھی ہے یہاں بھی عرب شریف سے غیر ممالک جانے والے خطوط پر تین قروش محصول دینے پڑتے ہیں۔ خطوط ڈالنے کیلئے یہاں بھی صندوق لیٹر بکس نہیں ہے بلکہ پوسٹ ماسٹر عربی کے ہاتھ میں خطوط دینے کا دستور ہے معمولی وزن کے خطوط پر تین قروش اور زیادہ وزن رہنے سے جب تجویز پوسٹ ماسٹر کے بلحاظ وزن زیادہ محصول دینا پڑتا ہے۔ محصول پاکر پوسٹ ماسٹر اُسی وقت خطوط پر ٹکٹ چسپاں کر کے حجازی مہر ثبت کرتے اور رکھ لیتے ہیں لیکن ٹکٹ کی قیمت تین قروش لیجاتی ہے اور ٹکٹ ڈیڑھ قروش کی یعنی نصف محصول کی چسپاں کیجاتی ہے۔ تار کا محصول بحساب فی لفظ تین روپے کے دینا پڑتا ہے خطوط کی رجسٹری کا محصول علاوہ محصول خطوط کے بحساب تین قروش دینا ہوتا ہے۔ رجسٹری کی رسید بھی ملتی ہے۔ رسید پر فرستندہ اور مکتوب الیہ کے نام و پتہ درج رہتے ہیں ٹکٹ کو طابعؔ خط کو مکتوبؔ پیکٹ کو ظرفؔ۔ پلندہ کو مُلففہؔ پارسل کو مُشقعرؔ رجسٹری کو تسجیلؔ رسید کو وصولؔ اور ڈاک خانہ کو بُوسطہؔ اور ڈاک کو بسترؔ کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل تاریخوں میں مدینہ شریف ڈاک جاتی آتی ہے۔ ہر مہینے کی چھٹی۔ سولھویں۔ اور چھبیسویں تاریخ کو مدینہ شریف ڈاک پہنچتی اور آٹھویں۔ اٹھارھویں اور اٹھائیسویں تاریخ کو مدینہ شریف سے روانہ ہوتی ہے اور گیارہ بجے دن سے چھ بجے شام تک روزمرہ ڈاک خانے جدہ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے کھلے رہتے اور خطوط وغیرہ لئے جاتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں ریل

دمشق سے مدینہ منورہ تک جسکی طویل مسافت تقریباً ایک ہزار ستانوے میل ہے۔ حجاج کی آمدرفت میں آسانی کی غرض سے سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے ریلوے اسکیم بنائی اور اسکا نام حجاز ریلوے رکھا اور مسلمانان عالم سے چندہ کی اپیل کی اور خود بھی سلطان مرحوم نے بحیثیت خلیفۃ المسلمین کے سب سے بڑی رقم چندہ میں دی اور روئے زمین کے مسلمانوں نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ اس اسکیم کا خیر مقدم کیا اور چندہ بڑی سرعت کے ساتھ جمع ہوا باوجود چند در چند مشکلات کے جرمن انجینیروں نے نہایت سرعت کے ساتھ دمشق سے مدینہ منورہ تک ریل کی پٹریاں بچھا دیں۔ کہا جاتا ہے کہ حجاز ریلوے میں جرمن انجینیروں کے ماتحت کام کرنیوالے ارمنی۔ یونانی۔ اطالوی وغیرہ تھے چونکہ مدینہ منورہ سے آگے کسی غیر مسلم سے اس کام میں فائدہ نہیں

اُٹھایا جاسکتا تھا اس لئے بجائے مندرجہ بالا ماہرین کے ناواقف اور غیر ماہر مسلمانوں سے کام لینا پڑا اور مدینہ منورہ سے آگے حجاز ریلوے تعمیر نہ ہو سکی ۱۹۰۸ء میں اس کا افتتاح ہوا اور جب سے مدینہ منورہ سے دمشق تک ریل پر حجاج و دیگر مسافرین آمدرفت کیا کرتے تھے۔ یورپ کی جنگ عظیم کے ایام میں ریلوے سلسلے تباہ و برباد کر دیے گئے اور ریلوے لائن مسدود ہو گئی اور اب تک مسدود ہی ہے مدینہ پاک میں باب العنبری کے پاس ریلوے اسٹیشن کی نہایت خوبصورت سنگی عمارت اب تک موجود ہے جسمیں ریل گاڑیاں اور انجنیں بہت سی پڑی ہوئی ہیں۔ فی الحقیقت حجاج کو اس ریل سے بڑی آسانی اور راحت ہوتی تھی۔ ہندوستان سے روانگی کے وقت پروانہ راہداری (پاسپورٹ) بیت المقدس کی زیارت کے لئے میں نے حاصل کیا تھا مگر بری راستے سے بیت المقدس جانے کے لئے سواری کا نظم نہیں تھا۔ ریلوے لائن بہت پہلے سے مسدود ہو چکی تھی اس لئے میں اور ہمارے جیسے بہتیرے آرزومند مجبور رہے۔

مدینہ منورہ میں زراعت

مدینہ منورہ کی زمین مختلف طور کی پائی جاتی ہے۔ پتھریلی ریتیلی۔ کیوال مٹی اور دیگر اقسام کی قطعات زمین دیکھنے میں آئیں۔ بڑی خوبی تو یہ ہے کہ ہر ایک قسم کی زمین میں استعداد زراعت پائی جاتی ہے اور جہاں کہیں بھی کھیتی کی جاتی ہے کامیابی ہوتی ہے۔ یہاں خرما کھجوروں کے باغ جن کو نخلستان کہتے ہیں بہت کثرت کے ساتھ ہیں انہیں نخلستانوں کے حلقے میں اور علاوہ اسکے دوسرے قطعات میں کھیتیاں کیجاتی ہیں۔ جن میں، گیہوں۔ جوار۔ باجرہ۔ خربوزہ۔ تربوز۔ کھیرا۔ ککڑی اور سبزی ترکاریاں وغیرہ کی معقول پیداوار ہوتی ہے اسکے علاوہ ایک خاص قسم کی گھاس کا چارہ اونٹوں کے کھلانے کے کام کا پیدا کرتے ہیں۔ ایام حج میں اور بعد حج کے زائرین کی سواریوں میں لاکھوں اونٹ جو مدینہ شریف پہنچتے ہیں انکو وہی گھاس خرید کر جمال لوگ کھلاتے ہیں اور کاشتکاروں کو اسمیں کثیر منافع ہوتے ہیں۔ اندرون شہر مدینہ اور اسکے اطراف میں بہت سے نخلستان ہیں جس طرف نظر اٹھایئے سبزی اور شادابی دکھائی پڑتی ہے اور دل کو فرحت اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے کھیتیوں اور نخلستانوں میں سیرابی کے لئے متعدد کنوئیں ہیں۔ مویشی کے ذریعہ پانی کھینچکر سیرابی کیجاتی ہے اور کہیں کہیں نہر کے پانی سے بھی سیرابی ہوتی ہے۔ جو باسیدو کاشتکارات بطرز افضل الصلوٰت

والتحیات کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرماکر مدینہ منورہ کو مخزن برکات بنادیا ہے۔ مدینہ پاک میں شہر کے باہر جابجا بید لرزاں "جھاؤ" کے جنگل بھی ہیں جسکی سبزی اور لہلہاہٹ بہت دیدہ زیب اور دلفریب نظر آتی ہے۔

اہل مدینہ کے اخلاق

جناب رسالت مآب خاتم النبیین و حبیب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کے مبارک پرتو سے اہل مدینہ متصف و ممیز نظر آتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے باشندگان خلیق اور بامروت رحم دل اور پاک طینت ہیں۔ بات چیت نہایت نرمی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اعلےٰ اور ادنےٰ امیر و فقیر ہر طبقہ کے لوگوں میں خوش خلقی اور سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ کبر و نخوت اور تند خوئی تو یہاں کے لوگوں میں بالکلیہ پائی نہیں جاتی اہل مکہ میں جس درجہ غصہ سختی اور تند خوئی ہے اُسکے برعکس تحمل و متانت۔ مروت اور ہمدردی کے اوصاف سے اہل مدینہ مزین اور مملو پائے جاتے ہیں۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ مکۃ المکرمہ میں لوگ پیاسوں کو بغیر پیسے کے پانی دینے سے بھی اغماض کرتے ہیں اور اہل مدینہ بلا پیسے کے بھی پانی پلا دیتے ہیں اور ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ میں نے مدینہ شریف کے کسی دوکان دار کو کسی کے ساتھ کج خلقی اور ترش روئی سے باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ زائرین و حجاج کے ساتھ عام طور پر اہل مدینہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ میں جن کے مکان میں مقیم تھا وہ تو اور بھی منکسر مزاج اور خوش خلق و ستودہ صفات شخص تھے۔ ایک روز میں نے اُن سے دعائے خیر کرنے کی التجا کی تو صاحب موصوف جواب میں مجھ سے کہنے لگے کہ تم مہمان رسول ہو۔ تم میرے حق میں دعا کرو کہ مجھپر تم کو ترجیح ہے۔ میں نے کہا کہ میں گنہگار ہوں اور آپ ذی علم و پرہیزگار ہیں اور شب و روز آپ کو سرکار دو عالم کی حضوری اور قربت حاصل ہے اس لئے آپ کی دعا کی مجھے ضرورت ہے اور مجھپر آپ کو ہر نوع فوقیت ہے۔ بالآخر ممدوح نے میرے حق میں دعائے خیر کی اور ایک دعا بھی مجھے یہ کہکر بتلائی کہ اس پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ پھر بھی تم دولت زیارت سے مالامال ہوگے۔ اہل شوق کے واقفیت اور وقت ضرورت عمل کرنیکے لئے میں دعا مذکور کو یہاں پر درج کردیتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی عام بخشش اور فضل سے مجھے بھی حصے ملیں آپ نے فرمایا کہ حرم شریف کی دیوار پر اپنی اُنگلی (انگشت شہادت) سے آیت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ

عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ط جو کوئی لکھدے۔ (بغیر سیاہی کے) اللہ تعالی اسکو دوبارہ سعادت زیارت سے بہرہ ور فرما دے۔

اہل عرب عموماً اور مدینہ شریف کے مرد عورتیں خصوصاً جب کسی سے اول اول ملتے ہیں تو السلام علیکم و علیکم السلام کے بعد کلمات دعا یہ کہکر ملنے والے کو خوش کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالے ملک سلامت۔ زیارت مقبول وغیرہ الفاظ اُنکے منہ سے برجستہ نکلتے ہیں اُنکے ساتھ ادنے سلوک بھی کیا جاتا ہے تو بخوشی قبول کر لیتے ہیں سخت گیری اور لالچ تو اُن کو چھو بھی نہیں گئی ہے اہل مدینہ باوجود غربت اور تنگدستی کے بھی صابر و شاکر مطمئن اور آسودہ حال نظر آتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وسیلے سے ہم کو اور سارے مسلمانوں کو اہل مدینہ کا سا خلق و مروت۔ ہمدردی استغنا اور طمانیت اور ذوق طاعت عطا فرما دے آمین ثم آمین۔

حجاز مقدس میں پردہ عرب کی مقدس سرزمین مکہ معظمہ۔ مدینہ طیبہ۔ جدہ۔ منی و عرفات شریف اور اُنکے مضافات میں قدم رکھنے کے ساتھ ساتھ اہل عرب کی طرز معاشرت میں بہترین پابندی بلحاظ مذہب اور رسم و رواج کے جو مجھے دیکھنے اور پانیکا اتفاق ہوا اور جس نے میرے دل پر بیحد اثر کیا وہ "عورتوں کا پردہ" ہے۔ جدہ شریف سے مکۃ المکرمہ تک اور مکۃ المکرمہ سے منےٰ۔ مزدلفہ اور عرفات شریف تک کئی لاکھ مرد اور عورتوں کے اجماع اور انبوہ کثیر میں ادنے طبقے کی عورتوں کو بھی حتی کہ بھیک مانگنے والی اور غریب نادار مسکینوں کو بھی چہرے پر نقاب ڈالے مُنہ چھپائے برقع پوش آمدرفت کرتے ہوئے میں نے دیکھا باستثنائے چند محض نادار مسکینوں کے کہ جن کے پاس ستر پوشی کے لئے بھی کافی کپڑے نہ تھے۔ البتہ ایسے غریب عورتوں کو بے نقاب چلتے پھرتے ہوئے پایا۔ ایسے ناداروں کا ذکر ہی کیا۔ بقول شخصے۔ جامہ ندارم دامن از کجا آرم۔ جن کے پاس ستر پوشی کو بھی کپڑے میسر نہ ہوں اُن پر بے نقابی بے پردگی کا اعتراض عبث ہے۔ مکۃ المکرمہ سے مدینہ طیبہ کے دور دراز سفر میں جس کی یکطرفہ مسافت دو سو پینسٹھ میل ہے اور درمیان میں بارہ منزلوں کے علاوہ بہت سی بستیاں بدوی عربوں کی پہاڑوں کے دامنوں اور بڑی بڑی وادیوں میں ہیں اور بدوی عورتیں عموماً ہر ایک منزل پر

مشکوں میں پانی لئے ہوئے۔ لکڑی کی گانٹھ سر پر رکھے دودھ دہی مرغ وغیرہ اشیاء فروخت کرنیکے لئے آتی ہیں اور یہ ساری عورتیں غریب تنگدست اور محتاج ہوتی ہیں مگر شریعت غرّہ کی اس درجہ پابند کہ بے نقاب بھولے سے بھی نہیں آتیں جہاں بھی دیکھا انہیں منہ پر نقاب ڈالے ہوئے پایا حتےکہ سات آٹھ برس کی لڑکیوں کو بھی نقاب پوش چلتے پھرتے دیکھا۔ مدینہ شریف سے قبا شریف جاتے ہوئے اور مدینہ شریف سے مسجد قبلتین اور جبل احد کو جاتے ہوئے راستے میں بہت سے نخلستانوں اور زراعت گاہوں میں اور زراعت کے کنارے مجھے جانیکا اتفاق ہوا جہاں کاشتکار عربوں کی عورتیں کھیتی کی سیرابی و دیگر کاموں میں مردوں کی مدد کرتی ہوتی دیکھنے میں آئیں بازاروں میں بچوں کے پہننے کی خوشنما ٹوپیاں۔ خاک شفا۔ کھجور کی چٹائیاں اور کھجور کے پتوں کے بنے ہوئے زنبیل وغیرہ اشیاء فروخت کرنے کیلئے اکثر عورتوں کو آمدرفت کرتے ہوئے پایا۔ انہیں کی ہر ایک کے برقع پوش اور منہ پر نقاب ڈالے ہوئے کام کاج کرتے دیکھا۔ مندرجہ بالا مقامات و منازل میں صرف مجھی کو نہیں بلکہ عام طور پر بہت سے حجاج و زائرین مرد اور عورتوں کو جانے اور چلنے پھرنے اور دیکھ بھال کرنیکا اتفاق لازمی طور پر ہوا ہوگا غالبًا وہ سب کے سب میرے مندرجہ بالا بیانات میں متفق ہونگے اور تصدیق کرینگے کسی کو حیلتًا بھی اختلاف نہیں ہوگا۔

مقدس عرب کی عورتوں کی پابندی پردہ پر جسقدر فخر و مباہات کئے جائیں اور جتنی بھی خوشی و خورمی کا اظہار کیا جائے کم ہے خصوصًا اس پُر آشوب زمانہ میں بھی خدا و رسول کے احکام پردہ کی پابندی کرنے والی عربی عورتوں کی جسقدر تعریف کی جائے بجا و درست ہے۔

عرب شریف کے شہری اور بدوی جملہ عورتوں کو پابندی پردہ میں باوجود افلاس و تنگدستی کے بھی قائم اور مستعد دیکھ کر مجھے تو بہت رشک آتا ہے۔ کاش! ہمارے ملک ہندوستان خصوصًا صوبہ بہار کے لوگ جہاں کے باشندگان عمومًا خوشحال ہیں اور اغیار کے رنگ میں اور غیر اقوام کے طرز معاشرت اور عادت و خو کو اختیار کرنے میں سب سے پہلے پیشقدمی کرتے اور مرحبا کہتے ہیں کاش! وہ پردہ کے اہم مسئلہ پر غور و خوض کرتے اور مقدس عرب کی عورتوں کی تقلید کرنے پر ہمارے ملک کی عورتیں بھی آمادہ اور مستعد ہوجاتیں اور پابندی پردہ کی تقلید کرنے میں انکے مرد بھی عملًا انکی استعانت اور رہنمائی کرکے خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے اور بے پردگی کے شرمناک نتائج اور

عذاب آخرت سے نجات دلانے میں اُنکا ہاتھ بٹاتے!!
کیا ہمارے اور ہمارے ملک اور صوبہ کی عورتوں کے لئے مقدس عرب کے عورتوں کا پردہ باعث تقلید نہیں ہے؟ کیا مسلم عورتوں کا غیر محرموں کے سامنے بے نقاب.. نظر آنا اور چلنا پھرنا اتباع شیطانی اور خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہے؟ کیا ہماری ماں بہنوں اور ہمارے ملک کی عورتوں کیلئے عرب کے مفلس و نادار تنگ دستی و شکستہ حال عورتوں کا محنت و مزدوری کرتے ہوئے اور گھروں کے اندر اور باہر ہر حال میں اُنکا پابند پردہ رہنا قابل رشک و عبرت نہیں ہے؟ کیا استحفاظ ناموس اور دنیوی فلاح و نجات آخرت عرب کے عورتوں کے مبارک پردہ کی تقلید سے حاصل ہوسکتی ہے یا یورپ کی حیا سوز بے پردگی اور شاہ کن آزادی سے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
اے قادر و قیوم خدا تو ہماری آنکھیں کھول دے تاکہ ہم موجودات عالم کے ہر محبوب و پسندیدہ اوصاف کو تیری رضا و خوشنودی کے لئے اختیار کریں اور بُری باتوں مذموم رسومات کی پابندی کو چھوڑ کر اچھی باتوں پر کاربند ہو جاویں۔ آمین ثم آمین۔

پردہ کی شرعی حیثیت

آجکل غیر اقوام کے پروپیگنڈا سے اکثر پڑھے لکھے مسلمان بھی حدود شریعت سے ہٹ کر آزادی کی ہوا میں سانس لے رہے ہیں اور پردہ سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں اس لئے پردہ کے متعلق احکام قرآنی سے پردہ کی شرعی حیثیت اور ضرورت درج کرتا ہوں۔ مخالفین پردہ کو ٹھنڈے دل سے غور کرکے پردہ اُٹھا دینے کی کوشش سے باز آنا چاہئے۔ سورۃ احزاب کے آٹھویں رکوع پارہ بائیسواں میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے عورتوں کے متعلق تعلیم دیتا ہے کہ اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے اسی طرح کل مسلمان عورتوں کے متعلق اعلان عام فرما دیجئے کہ سب عورتوں کو چاہئے کہ اپنے اوپر چادر (برقع) لٹکا لیا کریں جسمیں چہرہ بھی چھپا رہے یہ شرافت کی علامت ہے جس کی وجہ سے عوام کی نظر بد سے محفوظ رہینگی آیت مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ عورتیں ضرورت سے باہر جا سکتی ہیں لیکن پردہ و نقاب ضرور ہونا چاہئے۔ سورۃ مذکورہ کے ساتویں رکوع میں ارشاد ہوتا ہے وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یعنی اے صحابیو! جب تم کسی امر کو امہات المومنین سے دریافت کرو تو پردہ حائل رہنا چاہئے آگے ارشاد ہوتا ہے ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ یعنی اس پردہ کی بدولت مرد و عورت کے دل صاف رہینگے امن و امان قائم رہیگا بدکاری سے بچینگے۔ مقام غور ہے یہ قرآنی تعلیم و خطاب ان پاکدامن عورتوں اور مردوں کو ہو رہا ہے جو امہات المومنین اور پاک طینت اصحاب ہیں اور خیر القرون والے لوگ ہیں۔ پھر بھلا آجکل جیسے بدترین زمانہ میں تو شدت و احتیاط کے ساتھ پابندی پردہ لازم ہے سورہ نور پارہ اٹھارھواں رکوع چوتھے میں ارشاد ہوتا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الخ یعنی کہدو اے محمد ایمان والے مردوں سے کہ چھپا دیں اپنی اپنی آنکھوں سے نامحرم کو دیکھنا اور بچائیں اپنی شرمگاہیں ناف کے نیچے سے گھٹنے تک یہ بہت فائدے کی بات ہے ضرورتاً عورتوں کو پردہ کے ساتھ باہر جانے کی اجازت دی تو مردوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ اپنی نظر نیچی رکھیں غیر عورتوں پر نظر نہ ڈالیں۔ باوجود پردہ کے یہ تاکید اس لئے کی کہ مرد نقاب پوش عورت کی رفتار اس کی جسامت ڈیل ڈول پر نظر ڈالیگا تو یقیناً وسوسۂ شیطانی دل میں پیدا ہوگا جسکا انجام بدکاری ہے۔ اسی طرح سے عورتوں کو بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ چلتے پھرتے ہوئے اپنی نظر پست رکھیں غیر مرد کو نہ دیکھیں وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ الخ سورہ نور پارہ اٹھارہ رکوع چوتھا۔ آیات مذکورہ کی بنا پر زوال روشنی میں بھی اگر کوئی مسلمان پردہ اٹھا دینے کی تحریک پر عمل کرے اور مخالفت پردہ پر اڑا رہے تو یہ اس کی کور باطنی اور لا مذہبی اور ہوا پرستی ہے۔

مدینہ منورہ کی آبادی

مدینہ شریف کی آبادی اندرون شہر پناہ و بیرون شہر پناہ کے دور تک ہے جس میں بڑی بڑی پختہ سنگی عمارتیں دو منزلہ سہ منزلہ چار منزلہ ہیں۔ بڑے بڑے تجار و ممتاز مسلمانوں کے بنوائے ہوئے رباط، مدرسے اور شاہی دار الحکومت بھی اسی کے اندر ہیں اور بڑی خوبی تو یہ ہے کہ یہاں کے مکانات میں کنوئیں بھی ہر جگہ ہیں جس سے مالک مکان و نیز قیام کنندگان کو بڑی راحت و سہولت ہوتی ہے۔ شہر کی شارعیں بھی شہر کے اندر کچھ کشادہ ہوتی ہیں اور جا بجا اُن پر سائبان تنے ہوئے ہیں اُن میں بیٹھنے کی جگہیں لگی ہوئی ہیں اور آسانی کے ساتھ لوگ

پانی لے آتے ہیں بعض بعض مکانات کے اندر نخلستان بھی ہیں۔ آبادی یہاں کی مجموعی طور پر گنجان دوہم ہے۔ مگر مجھے جہاں تک اندرون شہر طیبہ و بیرون بلدۃ مقدسہ کے گشت کرنیکا اتفاق ہوا سیکڑوں عالیشان مکانات کو شکستہ حال و غیر آباد پایا۔ اُنہیں کے اکثر مکانات ایسے بھی دیکھنے میں آئے جو کہ دوران جنگ میں گولے بارود کے ذریعے نذر آتش ہوئے اور ستم شریفی کا نشانہ بنے تھے معلوم ہوا کہ جنگ عظیم یورپ کے زمانہ میں یہاں کے باشندگان کے کثیر حصے بے مائگی و بے سرو سامانی کے باعث بھوک پیاس اور موسم سرما کے شدید جاڑے کی صعوبتیں سہتے سہتے نذر اجل ہو گئے اور غیر ممالک مثلاً شام و عراق وغیرہ میں چلے گئے اور غریب الوطنی اور بے بسی کی حالت میں ہلاک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ مذکور سے قبل مدینہ پاک کی آبادی پچاس ہزار نفوس کی تھی مگر اب تو قریب دس ہزار کے رہ گئی ہے۔

دوران جنگ میں حکومت ترکی کے جان نثار و بہادر حاکم مدینہ فخری پاشا نے دوران جنگ میں بہت سے باشندگان مدینہ کے مرد و عورتوں کو ملک شام بیت المقدس وغیرہ میں بھیجدیا تھا اور یہ کارروائی کسی خاص مصلحت کی بنا پر عمل میں لائی گئی تھی دنیا بھر کے لئے یہ زمانہ جنگ کا نہایت ہیبت گرانی اور خطرناک سختی کا تھا جسکے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ مدینہ پاک سے بیت المقدس بھیجی ہوئی جماعت کے ایک معزز شخص سے دوران جنگ کی پُر درد کہانی بالتفصیل مجھے معلوم ہوئی جو کہ اپنے بال بچوں سمیت بیت المقدس جا کر رہے تھے اور وہاں انکو ایک ایک روٹی بارہ تولے وزن کی تین تین مجیدی میں خرید کر کھانی پڑی تھیں اور باوجود اس گراں قیمت کے بھی بآسانی روٹیاں نہیں ملتی تھیں بلکہ ضابطہ کی پابندی سہنے پر میسر آتی تھیں اور ایک روٹی پر دو وقت گذر کرنے پڑتے تھے۔ ایک ایک دانہ کھجور کا ایک ایک آنہ کو ملتا تھا۔ ایسے وقت میں غریب و متوسط لوگوں کی جان پر آبنے اور داعی اجل کو لبیک کہنے کے سوائے اور کیا چارہ تھا اور سالہا سال کی یہ مہلک گھڑیاں کیونکر بسر کیجا سکتی تھیں۔ شریف علی کے قبضہ مدینہ چھوڑنے کے وقت میں بھی بہت سے مکانات و نخلستان بربادی کے بھینٹ چڑھائے گئے اور گولے باریوں کے نشانے بنے جنکو میرے دوست سید حمزہ بیعتی نے مجھے دکھلایا اور بتلایا۔

حرم رسول میں کوثر

میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ حرم شریف کے کنوئیں کے پانی کو کوثر کہتے ہیں۔ حرم بیت اللہ شریف کی طرح سے حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی صراحیوں میں کوثر بھرے ہوئے سقاء و دیگر باشندگان مدینہ صفوں میں گشت کرکے کوثر پلاتے پھرتے ہیں معاوضہ فی پیالہ کم سے کم ایک حلالہ اور زیادہ سے زیادہ ایک قرش لیتے ہیں اس میں زائرین کو بیٹھے بیٹھے کوڑیوں کے مول میں گراں بہا "آب کوثر" نصیب ہوتا ہے اور پلانے والے غریبوں کو اپنی پرورش کے لیے چند پیسے ہاتھ آ جاتے ہیں۔ اکثر اہل خیر و طالب ثواب روپیہ آٹھ آنے کوثر پلانے والوں کے حوالے کر دیتے ہیں تاکہ وہ زائرین کو سبیل پلائیں۔ اس صورت میں سقالوگ سبیل سبیل کہکر پکارتے اور مانگنے والوں کو کوثر بلا معاوضہ پلا دیتے ہیں۔ حرم رسول میں زائرین و طالبان ثواب کے لئے سبیل کوثر بھی حصول ثواب کا ایک طریقہ ہے۔

حرم رسول میں کبوتر

حرم بیت اللہ شریف کی طرح سے حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی کبوتر بہت ہیں جو کہ صحن حرم شریف میں جھنڈ کے جھنڈ گشت کرتے اور دانے چگتے پھرتے ہیں۔ طالبان ثواب بازار سے دانے خرید کر انکے سامنے ڈال دیتے ہیں اُن کبوتروں کے پانی پینے کو مسجد شریف میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں پانی سے بھری ہوئی رکھی رہتی ہیں ترکی عہد حکومت میں حرمین کے کبوتروں کے لئے دانے ملک شام سے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہاں کے کبوتر بھی غار ثور والے کبوتروں کی نسل سے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ بہرحال ان کبوتروں کو دانہ پانی دینا ثواب سے خالی نہیں ہے۔

حرم شریف میں جوتے رکھنے والے

باب السلام۔ باب جبرئیل ؑ۔ باب الرحمۃ۔ باب النساء اور باب مجیدی پر دوابب یعنی محافظین نعلین رہتے ہیں۔ زائرین اپنے نعلین (جوتے) انکے حوالے کر دیتے ہیں اور باطمینان نماز و وظائف وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں بعض لوگ محافظین کو نہ دیکر اپنے ساتھ لیجا کر کسی گوشے میں رکھ دیتے ہیں۔ محافظین نعلین کے سپرد کر دینا بہتر ہے اس لئے کہ گول مال نہیں ہوتا ہے اور اُنکا مطالبہ بھی گراں نہیں ہوتا جو کچھ اُنکو اسکے صلے میں دیا جاتا ہے وہ بخوشی قبول کر لیتے ہیں۔ میں اپنے نعلین باب جبرئیل ؑ کے پاس والے بواب کے پاس رکھدیا کرتا تھا اور ایک دو قروش کبھی کبھی اُن کو دیدیا کرتا تھا۔

حرم شریف میں مساکین

مدینہ منورہ میں غریبوں کی تعداد بہت ہے انقلاب حکومت ترکی کے بعد سے تو جو متوسط الحال تھے آج وہ بھی غریب و مسکین صورت نظر آتے ہیں مگر توکل اور صبر اُن میں اس درجہ ہے کہ نہ تو وہ دست سوال دراز کرتے ہیں اور نہ اظہار پریشانی۔ بہرحال شکستہ حال اور سفید پوش دونوں قسم کے حقیقی غریب و مسکینوں کی کافی تعداد حرم شریف اور اندرون و بیرون شہر طیبہ میں پائی جاتی ہے سوال کے لئے ہاتھ پھیلانے والے تو پاتے ہیں مگر بیچارے سفید پوش مرد اور برقع پوش محتاج و بیکس عورتیں اظہار غربت اور دست سوال دراز نہ کرنیکے باعث محروم رہ جاتی ہیں ایسے لوگوں کو وہی لوگ کچھ مدد پہنچاتے اور کرسکتے ہیں جو اُن سے واقف ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اہل خیر اپنے معلم و دیگر واقفکار لوگوں سے آخر الذکر مساکین و غرباء قابل رحم کا پتہ معلوم کرکے اپنے سامنے بلکہ اپنے ہاتھوں سے دامے درمے جز کچھ بھی ممکن ہو اُن کی دستگیری کرکے توشۂ آخرت اور خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کریں اور جوار محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے باشندوں کی اعانت اور خدمت کو ذریعہ نجات و ثواب ابدی سمجھیں۔

مدینہ منورہ کے مدارس

مدینہ منورہ میں دینیات کی تعلیم کے لئے مدارس ہیں جن میں ابتدائی کتابوں سے لیکر حدیث شریف اصول و فقہ تفسیر و قرآن پاک کی تعلیم دیجاتی ہے قیام و وجود ان مدارس کا محض اعانت اور چندہ پر منحصر ہے۔ زائرین اور طالبان ثواب کے لئے ان مدرسوں کی مالی اعانت کرنی بہترین صورت خیرات اور حصول ثواب ابدی کی ہے۔ ہر ایک زائر روضۃ الرسول کو اعانت مدارس سے دریغ نکرنا چاہیئے اور بقدر امکان حصہ لینا مناسب ہے۔

مدینہ منورہ کے معلمین اور اُنکے حقوق

مدینہ منورہ کے معلمین اپنے حسن خلق سے زائرین و حجاج کو رضامند رکھتے ہیں سخت گیری اور معرکہ آرائی نہیں کرتے ہم لوگوں کے معلم ابو سعود صاحب نے آج اپنے حقوق حجاج و زائرین سے وصول کئے۔ مکہ معظمہ کی طرح سے یہاں حقوق معلمی مقرر نہیں ہے ہر کسی کے مقدور اور ہمت پر موقوف ہے اکثر لوگوں نے انکو حق معلمی بحساب دو دو روپیہ تین روپیہ فی کس کے دئے اور انہوں نے

بخوشی قبول کرلی۔ البتہ امرا اور مالداروں سے دس پانچ روپے لینے میں بھی وہ تامل کرتے ہیں اور اُن کا ایسا کرنا حق بجانب بھی سمجھا جاتا ہے۔ میں نے بھی اپنے اور والدہ صاحبہ و ہمشیرہ اور ڈاکٹر صاحب کی والدہ کی طرف سے حق معلمی اُن کو دیا۔ اور بہ شیخ حمزہ ما وردی صاحب کی خدمت کی۔ شیخ محمد سعید صاحب مدنی مالک مکان کو کرایہ مکان بحساب ایک مجیدی یومیہ کے آٹھ مجیدی دیا۔ اسکے بعد سامان سفر باندھ چھاند کر ٹھیک کیا اور قریب دوپہر دن کے ہم سب لوگ الوداعی زیارت کے لئے حرم شریف روانہ ہوئے۔

زیارت الوداع کی جگر خراش گھڑی

ہم لوگ باب جبرئیل علیہ السلام سے داخل ہوکر با دل پُر درد و چشم گریاں سرکار دو عالم کے مواجہ شریف میں حاضر ہوئے۔ الحمدللہ کہ دوپہر کا وقت رہنے کے باعث محض دو چار آدمی ادھر اُدھر تھے گویا تخلیہ تھا اور خوش نصیبی سے مجھے نصیب ہوا میں نے صد ہزار غنیمت جانا اور مؤدب بیٹھکر درود شریف تلاوت کرنا شروع کیا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور حضوری سے جدائی کا پُر قلق تصور میرے ناچیز دل کو بے اختیار کئے ہوئے تھا میں پھوٹ پھوٹ کر روتا اور بخوف بے ادبی ضبط کرتا تھا یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی تب روضہ شریف میں جا کر محراب النبی میں دوگانہ پڑھا استن حنانہ اور اسطوان ابی لبابہ سے لپٹ کر رو یا اور خداوند تعالیٰ و تقدس سے دعائے مغفرت اور توفیق عمل نیک اپنے اور سارے ...... بزرگان عزیزان برادران و محبان اور جملہ مومنین کے حق میں کی اسکے بعد سنت قبل ظہر پڑھا پھر نماز ظہر بجماعت ادا کی۔

دوگانہ وداع و صلوٰۃ وسلام

آداب زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ جب رخصت ہونا چاہے تو مسجد نبوی میں بہ نیت رخصت کے دو رکعت نماز پڑھے اسکے بعد مواجہ شریف میں حاضر ہوکر صلوٰۃ و سلام پڑھے اور رخصت ہو۔ میں نے والدہ صاحبہ وغیرہ کو ہمراہ لیا اور مسجد شریف میں بہ نیت رخصت دوگانہ ادا کی اور جب وہ سب لوگ بھی دوگانہ سے فارغ ہوئیں تو مواجہ شریف میں ہم سب حاضر ہوئے اور حسب پڑھانے معلم کے صلوٰۃ و سلام عرض کئے پھر ایک ہاتھ داہنے ہٹ کر حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے سامنے اسکے بعد حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے سامنے

سلام عرض کئے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر جالی پکڑ کر الوداع منظوم اپنا مندرجہ بالا پڑھا اور دعا مانگ کر درد جدائی سے نڈھال روتے ہوئے چلے فرطِ غم سے ہمارے پاؤں اُٹھتے نہ تھے۔ اسی حال سے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کئے اور دعا کے بعد رخصت ہوئے۔ ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

خدام حرم کی خدمت

اصحاب صفہ کے چبوترے پر جا کر شیخ الحرم کو تلاش کیا معلوم ہوا کہ گھر چلے گئے۔ شیخ الحرم سے ملاقات کی غرض یہ تھی کہ روضۂ انور کے خادمان کی تعداد معلوم کر کے کچھ انکی خدمت کروں۔ نائب شیخ الحرم موجود تھے جملہ خدام حرم کے نام اُن سے دریافت کئے تو نام بتلانے میں اُن کو تامل ہوا جب میں نے اُنکی تشفی کر دی کہ دریافت نام سے غرض تعداد معلوم کرنی اور نذرانے پیش کرنے ہیں تو اُنہوں نے حسب ذیل نام جملہ خدام حرم شریف کے بتلائے (۱) شیخ محمد مسرور شیخ الحرم (۲) شیخ محمد تحسین نقیب (۳) عبد اللطیف جوہر (۴) خلیل عبد السلام (۵) زبیر (۶) عبد اللطیف عبد القادر (۷) عبد اللہ با لسلام (۸) سعید نائب (۹) سلیم عبد المحسن (۱۰) موسیٰ یوسف (۱۱) خالد بخاری (۱۲) محمد حریری (۱۳) نذیر عنبر سرلے (۱۴) نصیر الدین (۱۵) محمد خلیل (۱۶) سلیم راطب (۱۷) فرید ول (۱۸) مسعود (۱۹) صدر الدین (۲۰) فیروز (۲۱) احمد (۲۲) زکریا (۲۳) خالد برکاوی (۲۴) ابراہیم جبرتی (۲۵) شاکر (۲۶) ابراہیم کاتب جملہ چھبیس خادم ہیں اور یہ وہ خوش نصیب ہستیاں ہیں جن کو جالی شریف کے اندر مقررہ خدمات انجام دینے اور خدام الحرم۔ اغوات الحرم کہلانے کا شرف حاصل ہے اُنکی خدمت موجب سعادت ہے۔ ہر زائر کو اُن خدام الحرم کی مالی خدمت کرنا مناسب ہے۔ میں نے ساڑھے چھ مجیدی نائب شیخ الحرم کے حوالے کر دئے کہ بحساب فی کس ربع مجیدی کے مساوی تقسیم کر دیویں سب کے سب بہت خوش ہو گئے اور سب نے قبلہ رخ روضۂ اطہر کی طرف ہاتھوں کو اُٹھا کر ہم لوگوں کے حق میں دعائے خیر کیا۔ میں سب سے مصافحے کر کے سلام کرتا ہوا رخصت ہوا۔ پھر باب جبرئیلؑ کے پاس محافظ نعلین کو چار قروش دئے اور جملہ عمارِ مسجد شریف کو سلام کرتا ہوا باب السلام سے باہر آیا اور اپنے قیام گاہ میں پہنچا۔ ہمارے قافلے کے لوگ روانہ ہو رہے تھے۔ میرے بلائے ہوئے جمال آئے

تو اپنے اسباب حمالوں کے سپرد کئے اور ساتھ ساتھ باب الشامی کے باہر جہاں اونٹ اور شغدف تھے ہم سب پہنچے اور حمالوں کو اجرت بحساب تی کس ستات قروش کے دیکر رخصت کیا۔

روانگی سے قبل شغدف کی دیکھ بھال

مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ یا مدینہ طیبہ سے جدہ جیسے دور دراز سفر میں شغدف کی چھتری اس کے پائے پٹیاں اور رکاوٹ والی لکڑیاں جو شغدفوں کو بصورت قیام کے زمین پر سیدھا قائم رکھتی ہیں اور شغدفوں کی بناوٹ وغیرہ کا درست رہنا روانگی سے ایام واپسی تک کیلئے کار آمد ٹھہرنا ضروری ہے اگر انہیں سے کسی چیز میں کمزوری یا کچھ بھی کسر رہیگی تو مصیبتوں کا سامنا ہوگا۔ شغدفوں کو اونٹ پر کسنے کی رسیاں بھی مضبوط اور موٹی ہونی ضروری ہیں مگر افسوس ہے کہ معلم صاحبان کرایہ اونٹ شغدف وخرچ مشعل وملازم وغیرہ حجاج سے معمول سے کچھ زیادہ ہی لیا کرتے ہیں مگر انہیں ان باتوں کی مطلقاً فکر اور پرواہ نہیں ہوتی ہے شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے کسی طرح پر حجاج کو روانہ کر دینا ہی کافی ہے۔ عام ازیں کہ شغدفوں میں کسی طرح کے نقص رہنے کے باعث حجاج کو پیدل چلنا پڑے یا بلا شغدف کے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھنا ہو اُن کو اپنا ٹکا سیدھا کرنے اور حلوے مانڈے سے غرض ہے۔ لہذا ہر زائر کیلئے بہت ضروری ہے کہ روانگی سے قبل مندرجہ بالا سامان شغدف کو اپنے جانچ پڑتال کرلے اگر نقص کسی طور کی معلوم ہو تو اسکی درستی کرالے ورنہ راستے میں ایسی اذیتوں اور صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑیگا کہ اُن کا ازالہ روپیہ پیسے سے بھی ممکن نہیں ہے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے اور مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت اور جدہ شریف تک راستے میں چند حجاج مرد اور عورتوں کو بچشم خود میں نے تکالیف میں مبتلا پایا۔ کلکتہ کی دو عورتوں کو شغدف ٹوٹ جانے کے باعث خالی پیٹھ اونٹ پر بیٹھے ہوئے دھوپ میں سفر کرنی پڑی۔ راہ میں اُن بیچاریوں نے کسی کا شغدف پڑا ہوا پایا تو اُس کو اٹھوا کر اپنے اونٹ پر رکھا تب انہیں عافیت نصیب ہوئی۔

میری والدہ صاحبہ کا شغدف مرمت طلب تھا میں نے دو روز قبل صالح جمال سے اسکی تاکید کر دی تھی مگر اُس نے غفلت کی اُسوقت مجھے فکر دامنگیر ہوئی اور مرمت کرا لینا ضروری سمجھا۔ خدا کی شان ایک عرب نجار یعنی بڑھئی کا کام کرنے والا سامنے آیا میں نے ایک روپیہ کرکے

شغدف مذکور کی مرمت کرالی۔ اب میاں صالح نے بار کش رسی کے لیئے عذر پیش کیا اور کہا کہ اُسکے پاس لٹ پٹ توڑ جوڑ کے لائق بھی رسی نہیں ہے جس سے وہ شغدف کس سکے۔ بالآخر میں نے پانی بھرنے کی مشکی کی سوتی ڈوری جو اپنے وطن سے ہمراہ لایا تھا اُسکے حوالے کی اسی اُدھیڑ بن میں عصر کا وقت ہو گیا۔

مسجد مکتب السبق کی زیارت

باب الشامی کے باہر شمال میں وسیع میدان ہے جس کی سرحد حصار سے ثنیۃ الوداع تک چھ میل تھی جناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانہ میں یہاں گھوڑ دوڑ مشق کرائی جاتی تھی۔ سیرۃ النبیؐ میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا جس کا نام سبحہ تھا ایک دفعہ اسکو آپ نے بازی میں دوڑایا اس نے بازی جیتی تو آپ کو خاص مسرت ہوئی۔ گھوڑ دوڑ کا اہتمام حضرت علیؓ کے سپرد تھا اُنھوں نے اپنی طرف سے سراقہ بن مالک کو یہ خدمت سپرد کی اور اُسکے چند قاعدے مقرر کئے (۱) گھوڑوں کی صفیں قائم کی جائیں اور تین دفعہ پکار دیا جائے کہ جسکو لگام درست کرنی یا بچہ کو ساتھ رکھنا یا زین الگ کر دینی ہو الگ کر لے (۲) جب کوئی آواز نہ آئے تو تین دفعہ تکبیریں کہی جائیں تیسری تکبیر پر گھوڑے میدان میں ڈالدیئے جائیں (۳) گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائیگا کہ وہ آگے نکل گیا۔ حضرت علیؓ خود میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر دو آدمیوں کو دونوں کناروں پر کھڑا کر دیتے گھوڑے انھیں دونوں کے درمیان سے ہو کر گذرتے۔ اونٹوں کی دوڑ بھی ہوتی۔ آنحضرت صلعم کی خاص سواری کا ناقہ عضباء ہمیشہ بازی لیجاتا۔ ایک دفعہ ایک بدو اونٹ پر سوار آیا اور مسابقت میں عضباء کے آگے نکل گیا۔ تمام مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز گردن اُٹھائے اُسکو نیچا دکھائے انتہیٰ۔ میدان مذکور کے شمال میں ایک مسجد ہے جسکا نام مسجد السبق ہے۔ مسجد مذکور میں جا کر ہم لوگوں نے نماز عصر ادا کی اور دعا مانگی۔ الحمد للہ کہ اس مقام کی زیارت سے بھی ہم لوگ بہرہ مند ہوئے۔ مسجد مذکور سے واپس ہو کر سب لوگ اپنے شغدفوں پر سوار ہوئے اونٹوں کی مہاریں ایک دوسرے سے منسلک کر دی گئیں اور اونٹ ہانک دیئے گئے باب الشامی میں داخل ہو کر دس ہی قدم اونٹ بڑھے تھے کہ مختلف شغدفوں سے ہمارے اور

دیگر حجاج قافلہ کے اسباب گرنے پڑنے شروع ہوئے اور کئی ایک شغدف اُلٹ کر زمین پر جا گرے بعض گرنے والے حاجیوں کو چوٹیں بھی آئیں۔ یہ جو کچھ ہوا بدو جمّال کی لاپرواہی کا نتیجہ تھا۔ بدو شغادف اونٹوں پر کستے وقت ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ شغدف ڈگمگاتے ہوئے دیکھ کر وہ اصل علت کی طرف تو دھیان نہیں کرتے میزان میزان شور مچاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شغادف مع سواروں کے زمین پر جا پڑتے ہیں۔

نجدی سپاہیوں کی ہمدردی

دو تین نجدی سپاہی کھڑے تھے وہ سب دوڑ کر آئے اور گرے ہوئے شغدفوں کو اور بھی دوسرے شغادف جو ڈھیلے کسے گئے تھے اُن سب کو اُنھوں نے خوب مضبوط باندھ چھاند کیا جذبات اخوت و ہمدردی کو اپنے عین وقت پر کام میں لاکر رحم دل نجدی سپاہیوں نے اپنے دینی بھائیوں کی مدد کی اور وہ سب مستحق شکریہ ہیں خداوند کریم اُن سب کو جزائے خیر دے اور جملہ مسلمانوں میں جذبات ہمدردی کو کام میں لانے کی توفیق عطا کرے۔

میں لوگوں سے سنا کرتا تھا کہ نجدی سب کے سب بے رحم ہیں اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے سوائے دوسرے مسلمانوں سے بدسلوکی سے پیش آتے ہیں مگر مجھے تو اپنے تجربے کی بناء پر یہ کہنا پڑتا ہے کہ

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد | خدا پنج انگشت یکساں نکرد

مدینہ پاک سے روانگی

مسجد غمامہ کے قریب شیخ حمزہ ماوردی اور عبید اللہ بر اور ابو سعود معلم صاحبان سے ملاقات ہوئی وہ سب ہمارے سلام کے جواب میں کلمات دعائیہ کہتے ہوئے ہم سے علیحدہ ہوئے۔ مغرب کے قریب باب العنبری سے ہمارے قافلے باہر ہو گئے مغرب کی نماز کے بعد وادی عقیق سے قطار در قطار قافلے آگے بڑھے معلم ہمراہی قافلہ کی ناواقفی کے باعث اندھیری رات میں بغیر روشنی کے اندازے پر اونٹ جا رہے تھے بیر علی سے ایک میل پیچھے میرا شغدف گر گیا مجھے خفیف سی چوٹ بھی آئی قافلے کے سارے اونٹ آگے نکل گئے صرف میرا اونٹ رہ گیا۔ میرے غصہ کرنے پر صالح جمّال نے دوسرے بدو کو پکارا اور اُسکی مدد سے اور میری اعانت سے شغدف اونٹ پر رکھا میں جھنجھلایا پیدل جا رہا تھا دوسرے جمّال نے مجھ سے عربی میں کہا یا حاج ارکب ھنا حراجی ھنا یعنی اے حاجی سوار ہو جا یہاں پر ڈاکو ہیں

ڈاکو ہیں۔ بالآخر میں بھی سوار ہو لیا۔ شب تاریک اور قافلے کے ساتھ مشعل نہ رہنے کے باعث چند جگہوں میں اونٹ راستے سے بھٹک گئے۔

تاریخ ۲۴ محرم الحرام روز یکشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل بیر درویش

گیارہ بجے دن کو کڑاکے کی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت کے وقت میں ہمارے قافلے منزل بیر درویش میں پہنچے۔ حسب دستور دکانیں یہاں قائم تھیں اور خورد و نوش کی چیزیں پختہ و خام پانی و لکڑی سبھی دستیاب ہوتی تھیں حسب ضرورت ہم لوگوں نے بھی پانی لکڑی و خورد و نوش کے سامان خریدے اور پکانے کھانے کے بعد تقریباً دو بجے دن کو اپنے اپنے اونٹوں پر شغدفوں میں بیٹھے اور روانہ ہوئے۔ مدینہ شریف جانے کے وقت میں خلیص اور بیر درویش کے درمیان خرمائے رطب اور لبن بارد اور میوہ بارد کی دل خوش کن صداؤں سے استقبال کرنے والے بدوی مرد، عورتیں اور بچے بہت ملے تھے اور بڑی راحت اور خوشی کے ساتھ یہ منزل پوری ہوئی تھی۔ خداوند کریم نے اپنے حبیبؐ کے مہمانوں کے لئے پرخطر وادیوں اور عالیشان پہاڑوں کے دامنوں میں غیب سے سامان راحت مہیا کر دئے تھے مگر آج تو ہجراں نصیبوں کو کسی کی صورت کیا کسی کا سایہ بھی نظر نہیں آتا اور اس وحشتناک و مہیب راستے میں درد جدائی کے بیتابوں کو کوئی اپنی صورت دکھلا کر بھی تسلی کا باعث بنتا دکھلائی نہیں پڑتا۔ چلتے چلتے مغرب کا وقت ہو گیا ہم لوگ شغدفوں سے اتر پڑے اور نماز مغرب ادا کی اور پھر بیٹھکر روانہ ہوئے۔ معمول کے طور پر میں قرآن پاک تلاوت کرتا چلا اور رات میں جب نیند کا غلبہ ہوا تو سو رہا۔

تاریخ ۲۵ محرم الحرام روز دوشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل خلیص

آثار صبح نمودار ہوئے۔ میں اٹھا اور وضو کر کے نماز فجر سے فراغت کی اور مصروف تلاوت ہوا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ رات کو ہمارے قافلے کے اونٹ اصل راستے سے ایک کر دوسری طرف جا رہے تھے جب جمال جگے تو سلامتی کے ساتھ اصل راہ پر اونٹوں کو لے گئے اس لئے آج منزل پر پہنچنے میں توقف ہونا لازمی ہے چنانچہ یہی ہوا۔ چلتے چلتے ٹھیک دوپہر کے وقت منزل خلیص میں پہنچے۔ عصر کے قریب خلیص سے

روانگی ہوئی خلیص اور آئندہ منزل ابیار اسانی کے درمیان میں راستے کے دونوں طرف عالیشان پہاڑ ہیں اور پہاڑوں کے دامنوں میں بدوی جو بہت آباد ہیں ساری منزلوں سے ان دونوں منزلوں کے درمیانی مقامات اور اسکی وادیاں نہایت دشوار گذار اور خطرناک ہیں۔ بدامنی کے ایام میں قافلے یہاں سے بغیر لٹے ہوئے یا بدوؤں کو من مانی سلامی اور نذرانے گذرانے ہوئے جان سلامت لیکر گذر نہیں سکتے تھے مگر الحمد للہ کہ آج یہاں بھی امن وسکون ہے۔ پہاڑوں اور وادیوں کے نشیب و فراز راستے طے کرتے ہوئے آدھی رات کو ہمارے قافلے ایک مہیب گھاٹی میں پہنچے یہاں پر بہت سی موٹر کاریں ٹھہری ہوئی تھیں اور چڑھاؤ اُتار کے خطرات کو مدنظر رکھ کر روک دی گئی تھیں مگر ہمارے قافلے کے اونٹ اُن مقامات میں بھی اپنی چال پر یکساں چلتے رہے موٹر کاروں کی طرح سے درماندہ نہ ہوئے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مقولہ کہ "آہستہ سبق بروار شتر تا بال" صادق ہوگیا

تاریخ ۱۶ محرم الحرام روز سہ شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل ابیار احسانی

قریب آٹھ بجے دن کو ہمارے قافلے منزل ابیار احسانی میں پہنچ کر مقیم ہوئے پکانے کھانے سے فرصت کرکے ظہر کی نماز پڑھ کر جمالوں نے ھیّ آمشی ھیّ آمشی چلو چلو کا نعرہ لگایا اور قافلہ روانہ ہوا۔

تاریخ ۱۷ محرم الحرام روز چہار شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۲۷ء

منزل بیر شیخ

علی الصباح ہم سب لوگ منزل بیر شیخ میں پہنچکر نماز فجر ادا کرکے بعدہ پکانے کھانے کے بندوبست میں لگ گئے ظہر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی قافلے روانہ ہونے شروع ہوگئے۔ ہمارے جمال صالح کے چھ اونٹ تھے منجملہ چھ کے ایک پر اسباب لادتا تھا اور بقیہ سواری کے کام آتے تھے سارے اونٹوں میں اسکے دو اونٹ نہایت لاغر اور کمزور تھے۔ صالح کمزور اونٹوں کو چالاکی کرکے ہر روز ادل بدل کر دیا کرتا تھا کبھی میری سواری میں دیتا کبھی دوسروں کے۔ واقف ہو جانیکے بعد سے میں نے اور دوسرے لوگوں نے بھی اُن لاغر اونٹوں کو اپنی سواری میں لینے سے انکار کر دیا تھا تب سے صالح نے یہ دستور کر لیا تھا کہ کسی روز دو بنگالی حاجیوں کے سواری میں دیدیتا اور کبھی ضلع

موتیہاری کے باشندے دو حاجیوں کو (کہ دونوں میاں بی بی بوڑھے اور بہت ہی سیدھے سادے تھے) دیدیا کرتا اور تقریباً اسے بھر وہ بیچارے صالح بدو کی خوشامدیں کرنے کھلانے پلانے اور انعام و بخشش معمول سے زیادہ دینے پر بھی جا بجا چوٹیں کھاتے اور گرتے پڑتے ہوئے منزل تک پہنچتے تھے۔ مزید انعام کے وعدے اور گالی گلوج اور غصے سے بھی وہ سب اکثر کام لیتے اور اُن سب کے بُرے انداز اور بدلے ہوئے تیوریاں دیکھکر صالح سمجھ جاتا تھا اور ٹال دیا کرتا تھا اُسے بھی مجبوری تھی اس لئے کہ اور فاضل اونٹ تو اُسکے پاس تھے نہیں۔ آج کے روز مذکورہ بالا دونوں اونٹوں پر جب وہ لوگ سوار ہوئے تو اونٹ چمکے اور دونوں کے شغدف مع سواروں کے زمین پر آ دھمکے۔ بنگالی بھائیوں اور مذکورہ بالا ضعیف میاں بیبیوں نے سخت چوٹیں کھائیں اور زار زار رونے لگے صالح کو سبنے گالیاں دیں اور غصے میں اُسے مارنے کو جھپٹے پھر دوسرے جمال لوگ آ گئے اور سمجھا بوجھا کر اُنھیں اونٹوں پر ان سب کو سوار کر دیئے۔ روانگی کے قبل سندھ کے باشندہ ایک حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا اُنکی نعش وہیں دفن کر دی گئی۔ میرے بعض احباب حیدر آبادی نے بیان کیا کہ مرحوم نے چلتے ہی وقت اپنا عزم مدینہ شریف میں رہجانے اور واپس نہ آنیکا ظاہر کیا تھا۔ بیر شیخ سے روانگی کے بعد عصر کی نماز پڑھنے کو میں اپنے شغدف سے اُتر پڑا اور نماز عصر پڑھکر پیدل خراماں خراماں چلتا رہا اور مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد سوار ہو گیا اونٹ رات بھر چلتے رہے

تاریخ ۲۸ محرم الحرام روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل مستورہ

صبح کے وقت مستورہ پہنچے۔ مدینہ شریف سے چلتے ہوئے یہ پہلی منزل ہے جہاں کھاری پانی سے لذت آشنا ہونا پڑتا ہے بیچارے غریب بدو حجاج و زائرین کے راحت رسانی کے لئے کنوئیں کھود کر پانی پہنچانیکے سامان پہلے سے ہی کر رکھتے ہیں سوائے ایک پختہ کنواں کے بقیہ سب خام کنوئیں دیکھنے میں آئے مزار شہدائے مستورہ کی زیارت کی تمنا مجھے تھی اس لئے کہ جاتے وقت معلوم ہو چکا تھا کہ "مستورہ" تاریخی مقام ہے لہذا میں اُس کی ٹوہ میں لگا اور آخر ایک متقی بدو دکان دار سے پتہ مل گیا۔ قافلے کے ٹھہرنے کی جگہ پر پختہ کنواں ہے اُس کنوئیں سے پچھم جانب ایک سنگی

چہار دیواری کے اندر اور باہر متعدد مزارات ہیں زمانہ قدیم گذر جانیکے باعث کوئی خاص امتیازی نشان تو پائے نہیں جاتے البتہ دو چار سال گذشتہ کے قبروں کے سرہانے میں پتھر گڑے ہوئے ملے جن پر صاحب قبر کے نام کندہ ہیں غالبًا یہ سب حجاج و زائرین میں سے ہونگے جو کہ چند ساعت قیام کرنیکے ارادہ سے یہاں مقیم ہوئے ہونگے مگر پیک اجل نے تا قیامت اُنھیں اس خاکی منزل میں مقیم کرا دیا۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور   یکے آب و دانہ دگر خاکِ گور

ایک چار دیواری کے اندر ایک خوشنما پتھر سنگ مرمر کے دو ٹکڑے ٹوٹے ہوئے نظر پڑے عربی خط اُن پر منقش تھے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر میں نے اور دیگر احباب ہمراہی نے پڑھنا چاہا لیکن اور ٹکڑے نہ ملنے کے باعث پوری عبارت معلوم نہ ہوسکی۔ حضرت خالدبن...... ایک ٹکڑے پر اور دوسرے ٹکڑے پر سنہ ۲۳۹ ...... لکھا ہوا پڑھا گیا درمیان کے شکستہ ٹکڑے نہ مل سکے۔ اس شہر خموشاں کی سیر میں میرے محترم احباب جناب حکیم حاجی محمد رافت اللہ صاحب گورکھپوری۔ مولانا الحاج وصی الدین صاحب لکھیمپوری۔ مولانا الحاج محمد عارف صاحب در بھنگوی۔ مولوی حاجی عبدالاحد صاحب در بھنگوی و چند احباب باشندگان حیدرآباد دکن مولوی حاجی خواجہ تقی الدین صاحب قادری وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ تمامی شہدا اور اہل قبور مستورہ کے ارواح طاہرہ کو فاتحے کے ہدیے ایصال کرکے ہم لوگ اپنی قیامگاہوں پر واپس آئے اور کھا پی اور نماز ظہر پڑھکر مستورہ سے کوچ کئے۔

تاریخ ۲۹ محرم الحرام بروز جمعہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل رابغ

صبح کی نماز کے وقت ہمارے قافلے رابغ پہنچے۔ بدوی و حبشی مرد و عورتیں مُویہ حلو مُویہ حلو۔ مویہ طیب۔ مویہ طیب کی صدائیں بلند کرتے ہوئے یہاں گشت کرتے نظر آئیں میٹھا پانی۔ میٹھا پانی کہکر تو پانی فروخت کر رہے تھے لیکن پانی کھاری کے سوائے شیریں کہاں نصیب۔ وہ غریب پانی بیچنے والے تو اپنے کلام میں سچے ضرور ہیں اس لئے کہ ابتدائے پیدائش سے رابغ میں سوائے کھاری کے میٹھا پانی سے تو اُن کو کبھی سابقہ نہیں ہوا اور آبِ شیریں اور شور کے امتیاز کا موقع

نہ آیا بیشک مجھے لئے یہاں کا پانی اچھا اور میٹھا ہے گو دوسروں کے حق میں ناگوار بدذائقہ
اور شور ہی سہی۔ بقول

ای سیر ترا نان جوین خوش ننماید — معشوق من ست آنکہ بنزدیک تو زشت ست

افسوس ہے کہ ہم لوگ باوجود اچھی غذاؤں اور شیریں و خوشگوار پانی کے بھی حضرت باری تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔ ایک وقت اگر اچھی غذا یا اچھا پانی نہیں ملتا ہے تو ناک بھوں چڑھانے لگتے اور شکوے کا دفتر کھول بیٹھتے ہیں۔ کاش ہم لوگ اس پر غور کرتے اور سبق حاصل کرتے تو خدائے تعالیٰ کے شکرگزار بندوں میں ہمارا شمار ہوتا۔
رابغ میں تازہ تازہ مچھلیاں فروخت کے لئے عرب ماہی گیر بہت لاتے ہیں اور گنتی سے فروخت کرتے ہیں۔ وزن کے حساب پانچ چھ آنے سیر کے حساب سے مچھلیاں پڑتی ہیں۔ ہم نے بھی مچھلیاں خریدیں اور کھائیں۔ کھانے میں مچھلیاں خوش ذائقہ معلوم ہوئیں اور بڑی خوبی تو یہ ہے کہ یہاں کی مچھلیاں بساندہ نہیں ہوتیں۔ ظہر کی نماز پڑھ کر ہم لوگ رابغ سے روانہ ہوئے۔ آبادی سے کچھ ہی باہر گئے تھے کہ ایک دوسرا بدو ہمارے جمال بدو صالح کو پکڑ کر حکومت کے پاس لیجانے کو آمادہ ہو گیا اور صالح نہایت پریشان و ششدر نظر آیا۔ میں نے حقیقت حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ صالح کے ذمہ اونٹ کے چارے کی قیمت باقی رہ گئی تھی۔ صالح نے مجھ سے منت سماجت کی اور کہا کہ تم یہ مطالبہ ادا کر دو ستائیس قروش اس کے ذمے نکلتے تھے میں نے ایک مجیدی اور سات قروش دئے تو رابغ کے سپاہی نے مجھ سے کہا کہ مجیدی اب بیس قروش کو نہیں چلتی تین دن سے مجیدی کا نرخ بجائے بیس کے اٹھارہ قروش تبادلہ کا مقرر ہو گیا ہے۔ وائرلیس کا پیغام رسانی کے ذریعہ حکومت حجاز نے خبر بھیجی ہے اور سارے بازاروں میں رابغ کے منادی کرائی ہے کہ "مجیدی" اٹھارہ قروش کو چلیگی اور "انگریزی روپیہ" ساڑھے پندرہ قروش کو۔ لہٰذا دو قروش اور دو۔ تب میں نے دو قروش اور دیدئے اور صالح کا جھگڑا رہا ہو گیا۔ حکومت کا سپاہی مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا [illegible] [illegible] یا الحجی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے اس وقت صالح کو حکومت کے پنجے میں جانے سے بچا لیا۔ سپاہی مذکور اردو کا ندار

بدو واپس ہوگئے اور صالح نے اپنے اونٹوں کو تیز کیا چلتے چلتے مغرب کے قریب میں اپنے اونٹ سے اتر پڑا اور ماہ صفر کا چاند دیکھنے کو نظر دوڑانے لگا مطلع صاف تھا پر چاند نظر نہ آیا مغرب کی نماز پڑھ کر پھر اپنے اونٹ پر میں سوار ہوگیا اور رات بھر اونٹ چلتے رہتے۔

تاریخ ۳۰ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۲۷ء

جمال کی کج ادائی اور پیادہ پائی

میں صبح کی نماز کے وقت اپنی والدہ و ہمشیرہ سمیت اونٹوں کو ٹھہرا کر نیچے اترا اور وضو کیا اور نماز فجر میں مصروف ہوئے اُدھر صالح نے باوجود تاکید کردینے کے بھی ہمارے اونٹوں کو قافلے سے علیحدہ کر کے ٹھہرا نہیں رکھا بلکہ قافلے کے ساتھ ساتھ اونٹوں کو لئے ہوئے خود بھی چلتا ہوا۔ اور نماز فجر سے فراغت پانے پر اُسکی شوخی اور کج ادائی کے طفیل میں ہم لوگوں کو پیدل چلنا پڑا۔ میں راستے میں چیخ چیخ کر صالح کو اونٹ ٹھہرانے کے لئے پکارتا جاتا تھا اور وہ بڑھتا چلا جارہا تھا اپنی قدیمی عادت کو صالح نہ بگاڑ سکا دراصل اُسے اپنے اونٹوں کو روکنا مقصود نہ تھا نہ روکا اور ہم لوگوں کو تقریباً دو میل تک پیدل چلنا پڑا۔ جب ہم سب قافلے کے قریب پہنچ گئے تو اس نے اونٹوں کو ٹھہرایا۔ بدو جمالوں کے ساتھ چاہے کیسا ہی اچھا سلوک کیا جائے درمیان راہ میں قافلے سے علیحدہ ہوکر ہرگز ہرگز وہ اپنے اونٹوں کو چلانے پر راضی نہیں ہوتے ہیں اس لئے وقت حاجت سخت دقت اور مصیبت پیش آتی ہے۔

منزل قدیمہ

دوپہر کے قریب ہمارے قافلے قدیمہ پہنچے۔ آج کئی دنوں کے بعد دماغ سوز دھوپ کی شدت کی ساعت میں پہنچے تھے اس لئے ہر کوئی پریشان و مضطر تھے اسی حال میں پکانے کھانے کے سامان میں لگ گئے اور کھا پی کے نماز ظہر پڑھکر روانہ ہوگئے۔ میں دوسری جگہ درج کرچکا ہوں کہ منزل قدیمہ سے مکہ معظمہ دو راستے گئے ہیں۔ ایک بالا بالا مکہ معظمہ گیا ہے اور دوسرا جدہ ہوتا ہوا۔ ہم لوگوں کے قافلے یہاں سے آخر الذکر راستے سے روانہ ہوئے۔ قدیمہ سے تخمیناً تین میل آگے چلکر راستے سے داہنے جانب ایک بڑی خوشنما عمارت نظر آتی ہیں نے سمجھا کہ حکومت حجاز نے اس

پُرفضا مقام میرا بنا دارالاقامت بنایا ہے لیکن دریافت کرنے پر معلوم کہ وہ ایک متموّل عرب کا مکان ہے یہاں سے آگے چل کر بائیں جانب غریب عربوں اور بدویوں کے مکانات کے سلسلے دُور تک ملے وہاں کے باشندے خرما۔ پنجۂ مریم۔ سمندر کی خوشنما کوڑیاں۔ چائے پانی۔ شربت لئے ہوئے چلتے ہوئے قافلے کے اونٹوں کے شروع سے آخر تک چکر لگا کر خرماجدۂ خرماجدید۔ موبیہ بارد۔ موبیہ بارد۔ شائے۔ شائے پکارا کئے اور حسب حاجت اہل قافلہ اپنے غریب بھائیوں کی دعوت خریداری پر لبیک کہتے گئے۔ تقریباً دو میل تک آج بڑی چہل پہل رہی مغرب کے وقت اپنے اپنے اونٹوں سے اُتر کر سب لوگوں نے نمازیں ادا کیں اور پھر روانہ ہوئے اور رات بھر چلتے رہے۔

تاریخ یکم صفر المظفر روز یکشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

منزل ذہبان

قریب دس بجے دن کو ہمارے قافلے ذہبان پہنچے۔ اس منزل کا نام ذہبان یا ضجبان ہے۔ ذہبان میں کھجوروں کے درخت بہت ہیں اور اسکے قرب کی وادیوں اور پہاڑ کے دامنوں میں بدوی عرب بکثرت آباد ہیں اُن کے اونٹ کھلے ہوئے اِدھر اُدھر گشت کرتے ہوئے اور ببول کی جھاڑیوں اور درختوں میں اُلجھے ہوئے چرتے نظر آئے۔ دوسری منزلوں کی طرح سے یہاں بھی دکانیں کھانے پینے کی پختہ وخام اجناس سے معمور نظر آئیں۔ اونٹوں کے کَبَن یہاں بہت ارزاں فروخت ہو رہے تھے مچھلیاں بھی تازہ تازہ آئی ہوئی تھیں۔ پانی یہاں بھی کھاری ہے۔ چاول کا نرخ بجائے دس قروش فی اوگہ کے بحساب سات قروش فی اوگہ فروخت ہو رہے تھے۔ مچھلیاں بھی نسبتاً ارزاں تھیں۔ خورد و نوش سے فراغت کرکے ظہر کی نماز پڑھی اور جمالوں نے ھَیّٰا اَمْشِی ھَیّٰا اَمْشِی کی صدا لگا کر قافلے کو چلتا کیا۔

تاریخ ۲ صفر المظفر روز دوشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق یکم اگست سنہ ۱۹۲۷ عیسوی

جدہ شریف

صبح کی نماز کے بعد جدہ شریف کی عمارتیں جگمگاتی ہوئی نظر آنے لگیں ابھی تقریباً دو میل پہنچنے میں باقی تھا کہ میں اپنے اونٹ سے اُتر پڑا اور پیدل چلنے والوں کا ساتھی ہو گیا۔ چلتے چلتے حضرت حوّا علیہا السلام کے مزار شریف کے

احاطے کے باہر دروازے پر پہنچکر ٹھہر گیا کیونکہ قافلے مجہ سے پیچھے تھے۔ مزار شریف کے پورب میں حکومت حجاز کا قلعہ ہے اُسکے بعد سمندر ہے۔ سمندر میں دو جہاز ہم لوگوں نے دور سے ہی دیکھا تھا اور سارے قافلے والوں کو بڑی مسرت تھی کہ انتظار جہاز میں جدہ شریف میں ٹھہرنے کی زحمت اُٹھانی نہ پڑیگی۔ قلعہ کے میدان میں راستے کے داہنے جانب نجدی فوج کے سپاہی قواعد کرتے ہوئے دیکھنے میں آئے ایک مشین گن کو دو تین سپاہی ملکر اُٹھاتے تھے اور پچاس ساٹھ قدم کے فاصلے پر لیجا کر رکھدیتے اور نشانہ بازی کرتے تھے پھر اپنے افیسر کے ہدایت کے مطابق اُٹھاتے اور دوسرے مقام پر لیجا کر ویساہی کرتے تھے۔ اس مقام پر جب ہمارے قافلے پہنچے تو جمالوں نے اسباب کو باربرداری کے اونٹوں سے اُتار کر حسب عادت سواری کے شغدفوں پر رکھنا شروع کیے تب آگے بڑھے۔ مدینہ شریف سے واپس آنے والے قافلے کا داخلہ جدہ شریف میں باب المکہ سے ہوتا ہے۔ باب المکہ سے ہم لوگ داخل ہوئے اور اب یہاں پر سے قافلے والے پیدل اور سواروں نے اپنے اپنے قیامگاہ کی طرف رخ کیا اور مختلف راستے اختیار کرتے گئے ہم لوگوں کے اونٹ باب البابو کے قریب جاکر ٹھہرائے گئے۔ دار القہوہ کبیر کے پاس احمد مکی کے مکان میں ہم لوگ قیام گزین ہوئے۔

جہاز کی ٹکٹ منشی جہاز کے پاس داخل کرنیکا دستور

مسافران جہاز کو جدہ شریف پہنچنے پر واپسی کی ٹکٹ جہاز کے منشی کو دیدینے کا دستور ہے۔ جہاز کے منشی کے پاس ایک رجسٹر رہتا ہے جس میں تاریخ داخلہ ٹکٹ اور نمبر ٹکٹ نام مسافر اور نام معلم کا درج کرتے ہیں اور ٹکٹ جہاز کی جب منشی جہاز کے پاس داخل کرتے ہیں تو وہ رجسٹر مذکور میں درج کرلینے کے بعد ٹکٹ رکھ لیتے ہیں اور ایک سادہ کاغذ پر نام ٹکٹ داخل کرنے والے کا اور شمار نمبر رجسٹر و نمبر ٹکٹ و تاریخ داخلہ درج کرکے اپنے دستخط سے ٹکٹ داخل کنندہ کے حوالے بطور رسید کے کرتے ہیں۔ جس کمپنی کے جہاز کی ٹکٹ ہوتی ہے اُس کمپنی کا کوئی جہاز (یا اُس کمپنی کے ساتھ اتفاق و معاہدہ رکھنے والے دوسری کمپنی کا جہاز) جب جدہ سے روانہ ہوتا ہے تو اُس جہاز پر از روی شمار و اندراج رجسٹر داخلہ ٹکٹ کے اول داخل کرنے والے اول جہاز پانیکے مستحق تصور کیے جاتے ہیں۔

رجسٹر مذکور کی پیشی برٹش ایجنسی کے پلگریمس افیسر (جو محافظ حجاج کے نام سے مشہور ہیں) کے پاس ہوا کرتی ہے۔ اور جدہ سے جہاز کی روانگی کے ایک دو روز قبل افیسر موصوف رجسٹر کے اندراج کے مطابق اس جہاز کی گنجائش کے لحاظ سے ٹکٹیں جاری کراتے ہیں۔ ازروئے قواعد مقررہ بالا کے کوئی شخص جس نے اپنی ٹکٹ پیچھے داخل کی ہو پہلے جہاز میں نہیں جا سکتا ہے۔ مگر چونکہ روانگی کے وقت جدہ میں ٹکٹ کا اجرا معلموں کی معرفت ہوا کرتا ہے بالا بالا کسی مسافر کو نہیں ملتا اس لئے چالاکی اور روپے کے زور سے بعض غیر مستحق بھی کامیاب ہو جاتے ہیں (ایام قیام جدہ میں چند بنگالی بھائیوں کو جو کہ ہم لوگوں کے ساتھ مدینہ شریف سے آئے تھے اور احمد مکی کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے ہم لوگوں سے پہلے جہانگیر جہاز میں روانہ ہوگئے۔ ازروئے ضابطہ کے وہ نہیں جا سکتے تھے) اور مستحقین کو توقف کی زحمت سہنی پڑتی ہے۔ واپسی کی ٹکٹ اگر زیر نگرانی پلگریمس افیسر کے تقسیم کیجاتی تو کسی کو شکایت کا موقع نہ ہوتا۔

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فسٹ اور سکنڈ کلاس کے مسافروں کو مندرجہ بالا قواعد کی پابندی صرف اتنی کرنی پڑتی ہے کہ وہ بروقت اپنی ٹکٹیں داخل کر دیتے ہیں اس صورت میں انھیں بشرط گنجائش پہلے جہاز میں جگہ ملجاتی ہے۔

جدہ شریف میں جن لوگوں کو بروقت جہاز نہیں ملتا ہے انھیں جدہ کے قیام میں بیجا اخراجات کثیر ہونیکے علاوہ اداسی اور پژمردہ دلی کے ساتھ ایام گزاری کرنی پڑتی ہے۔ اگر اتنے ایام مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ میں انکے بسر ہوتے تو مزید دلچسپی کے ساتھ وہ وہاں رہتے اور سرمایۂ ثواب وحسن عمل میں بھی کافی ترقی حاصل کر سکتے تھے۔ ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکومت حجاز کے ارباب حل وعقد متعینہ جدہ اور پلگریمس افیسر جدہ اگر جدہ سے جہازوں کی روانگی کے دن تاریخ کا اعلان روانگی جہاز کے قبل سے کرا دینے کا بندوبست کر دیں اور وکلا معلمین مقررہ تاریخ روانگی جہاز کی اطلاع حجاج و زائرین کو کر دیا کریں تو اول الذکر تکالیف سے حجاج و زائرین کو نجات مل سکتی ہے اور آخر الذکر اصحاب ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم لوگ اپنے قیامگاہ میں اپنے اسباب رکھا کر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ وکیل معلم کا ایک ملازم آیا اور ہم لوگوں سے زور میں للکار کر کہنے لگا کہ جلد جاؤ جہاز کی ٹکٹ داخل کر دیجیے تو دس روز انتظار ہوگا

بیٹھنا ہوگا۔ مجھے چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ جدہ میں کوئی جہاز موجود نہیں ہے اور نہ دو ایک دن میں کسی کے آنے کی امید ہے اس لئے اُس کی باتوں پر وثوق نہیں ہوا اور اُسکے ساتھ نہیں جانا چاہا مگر ہمارے دیگر ہمراہیوں نے اُسکے کہنے کو سچ سمجھکر جانا چاہا اسلئے میں بھی ساتھ گیا اور جہاز کے منشی کے پاس ٹکٹیں داخل کیں حسب دستور مندرجہ بالا ایک رسید مجھے اُنہوں نے دی جب میں نے دریافت کیا کہ جہاز کب ملیگا تو منشی نے کہا کہ ابھی جہاز کے آنے میں دس پندرہ روز دیر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تقریباً پانچ چھ ہزار آدمی جدہ میں انتظار جہاز کی گھڑیاں کاٹ رہے ہیں ہم لوگوں کو بہت افسوس ہوا کہ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو مدینہ شریف میں ہی ٹھہر جاتے اور بمقابلہ جدہ کے مدینہ منورہ میں کم خرچ میں ایام گذاری کرتے اور ہم خرما و ہم ثواب کی مثل صادق آتی۔

قاتل چور کو سزائے موت

جدہ شریف میں دار القرنطینہ اور باب البابور کے درمیان میں وسیع میدان ہے غریب اور کفایت شعار حجاج اس میدان میں مقیم ہوتے ہیں۔ دن کے وقت جھونپڑوں کپڑے تان کر یا اور کسی طور پر سایہ کرکے دھوپ کی سختی برداشت کرتے ہیں اور رات کو ساحل سمندر کی ٹھنڈی ہوا میں چین و آرام سے سوتے ہیں۔ نہانے دھونے اور رفع حاجت میں بھی اُنہیں سہولت ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کرایہ دینے نہیں پڑتے ہیں۔ امسال کثرت حجاج کے باعث مکانات کے کرائے مالکان مکان نے بہت اضافہ کر دئے۔ اس وجہ کر معمول سے زیادہ حجاج تقریباً دو ہزار نفوس میدان مذکور میں چھاونی ڈالے ہوئے تھے ہفتہ حال میں رات کے وقت ایک چور آیا اور میدان مذکور میں بے خبر سوئے ہوئے حجاج میں سے ایک جاوی حاجی کی کمر ٹٹولنی شروع کی جاوی حاجی چونک پڑا اور شور و غل کرنا شروع کیا تھا کہ بے رحم چور نے پیش قبض سے اُسکو شدید زخمی کرکے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ مظلوم و مقتول جاوی کی آخری آواز سے بہت لوگ جاگ پڑے تھے۔ ایک دوسرا حاجی ہمت کرکے چور مذکور کے پکڑنے کو لپکا چور نے اُسکو بھی زخمی کیا تیسرے حاجی نے قاتل چور کا پیچھا کیا تو اُسکو بھی زخمی کرکے وہ چلتا ہوا اور بھاگ نکلا کہتے ہیں کہ سارے لوگ بیدار ہو گئے اور تمام لوگوں میں سنسنی اور پریشانی کی لہر

دوڑ گئی۔ نجدی پولیس کے لوگ موقع واردات پر پہنچ گئے اور تحقیق و تفتیش لازمی شروع کردی مجروح مدعیوں اور دیگر چشم دید گواہوں نے قاتل کا حلیہ قد اور جوان قوی ہیکل۔ رنگ کالا اور ایک ہاتھ کٹا ہوا رہنا بیان کیا۔ آخر الذکر زخمیوں کو (شفاخانہ میں) بھیجدیا گیا اور پولیس سرگرم تحقیقات ہوئی قاتل کا حلیہ بہت آسان تھا قاتل کو پولیس نے گرفتار کیا اور بیان بالا کے مطابق پایا۔ حکومت حجاز کے حاکم متعینہ جدہ کے اجلاس میں مقدمہ ہوا اور حسب دستور اظہار ثبوت کے بعد تین چار یوم کے اندر جرم شدید کے پاداش میں قاتل چور کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا آج کے روز دوپہر کے وقت جائے وقوعہ پر مسلح سپاہیوں کے پہرے میں قاتل کو لایا گیا اور مطابق فیصلہ حاکم شرعی کے جلاد نے تلوار کے ایک ہی وار سے قاتل کی گردن اڑا دی۔ سزائے موت کے اس عبرتناک منظر کو دیکھنے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوگئے اور سارے جدہ میں سنسنی اور خوف رونما ہوگیا۔ ہم لوگوں کے ایام قیام جدہ تک جسکی مدت ستائیس روز ہے ایک ادنے وقوعہ چوری کا بھی وقوعہ مذکورہ کے بعد ظہور میں نہیں آیا۔ وقوعہ مذکورہ بالا کے قاتل کی گرفتاری بسرعت عمل میں آنا اور اُسکے مقدمہ کا بلا کسی التوا کے فیصل پانا اور قاتل کو سزائے موت مجمع عام میں دیا جانا یہ ساری باتیں حکومت حجاز کی بیداری تدبیر اور دور اندیشی پر دال ہیں اور اسکے لئے حکومت اور اسکے اراکین مستحق مبارکباد ہیں۔ کاش اگر قاتل کی گرفتاری کے بعد تجویز مقدمہ میں غیر معمولی تاخیر و التوا (جیسا کہ دوسرے ممالک میں تاخیر کیجاتی ہے) عمل میں لائی جاتی تو مدعیان اور گواہوں کو زیر باری اور پریشانی کثیر اُٹھانی پڑتی اور عوام پر بھی اتنا اچھا اثر نہیں پڑتا۔

تاریخ ۳ صفر المظفر روز شنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

تعمیر قبور و قباب کے متعلق ایک ذی علم عرب سے مفید مکالمہ

صبح کی نماز پڑھکر ہم سب لوگ حضرت حوا علیہا السلام کے مزار کی زیارت کو گئے سلام و فاتحہ پڑھکر ناف مزار کے مقابل میں قبلہ کی طرف محراب میں دوگانہ ادا کئے اور اپنے اور جملہ لوگوں کے حق میں دعا مانگی اور خادم مزار کو ایک ایک دو دو قروش خیرات دئے۔ ایک ذی علم و خلیق عرب صاحب مسمی احمد طٰہٰ باشندہ جدہ سے

(جن کی عمر تخمیناً ساٹھ سال کی ہوگی) ملاقات ہوئی اُنکے چہرہ سے متانت اور سنجیدگی اور گفتگو سے اُنکی علمی قابلیت اور تاریخی واقفیت کا اظہار ہورہا تھا اس لئے میں نے اُن سے دیر تک باتیں کیں اور زیارتگاہ جدہ و مکۃ المکرمہ کے تعمیر قبور و قباب کے جواز و عدم جواز کے بارہ میں سوالات کئے۔ عرب صاحب موصوف زبان اُردو سے غالباً ناآشنا تھے کیونکہ شروع سے آخر تک مجھ سے سوال و جواب عربی میں ہی کرنے کی نوبت پیش آئی۔ عرب صاحب موصوف نے مصر کے مشہور علماء کرام کے اقوال اور رسالے کا حوالہ دیکر میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ "خود صلحاء و بزرگان دین کے مزارات پر مصلحتاً تعمیر قباب بغرض امتیاز و یادگار جائز ہے" اس کی تائید میں عرب صاحب ممدوح نے مصر کے ایک مشہور عالم کا نام لیکر نقل بیان فرمایا کہ ایک مصری عالم صاحب نے بیت اللہ شریف کے طواف کی حالت میں طواف کرنے والوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا اور منع کیا مگر اُن کی طرف کوئی مخاطب نہ ہوا اور اُن کی باتوں پر کسی نے دھیان نہ دیا۔ دوسرے موقع پر عالم صاحب موصوف عالمانہ لباس عبا پہنے ہوئے و عمامہ سر پر رکھے مطاف میں تشریف لے گئے اور حالت طواف میں باتیں کرنے والوں کو مخاطب کرکے طواف میں کلام کرنے کی ممانعت کے احکام بیان کئے تو سب لوگ عالم صاحب کی طرف رجوع ہوگئے اور گوش دل سے اُنکے مواعظ کو سنے اور قبول کئے۔ عالم صاحب خود فرماتے ہیں کہ جب تک میں عوام کے لباس میں تھا میری زبان سے نکلے ہوئے احکام شرعی پر کسی نے دھیان نہیں دیا مگر جب میں عالمانہ لباس میں ملبوس ہوکر اُنھیں احکام کو بیان کرنے لگا تو سبھی لوگ مخاطب ہوئے اور اثر پذیر ہوا۔

مختلف امورات پر عرب صاحب سے مجھ سے گفتگو ہوتی۔۔۔۔ رہی میرے اس سوال کے جواب میں کہ جدہ کی تاریخی حالت پر عربی کی کوئی کتاب ملسکتی ہے؟ موصوف نے فرمایا کہ "العدۃ فی احوال الجدۃ" ایک مصری مورخ کی تصنیف سے یہاں کتب خانہ میں ملیگی (کتب خانہ جدہ میں میں نے کتاب مذکورہ تلاش کی مگر دستیاب نہ ہوئی) ایک گھنٹہ تک دلچسپ گفتگو کے بعد سلام و مصافحہ کرکے میں عرب صاحب سے رخصت ہوا اور موصوف نے ہاتھوں کو اُٹھا کر میرے حق میں دعائے خیر کی۔

تاریخ ۴ صفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۳ اگست ۱۹۲۷ء

ساحل جدہ میں کوئی جہاز نہ رہنے کے باعث دریافت سے معلوم ہوا کہ معلوم ایام تک انتظار جہاز میں دن کاٹنے ہونگے اس وقت جدہ میں تقریبًا دس ہزار حجاج انتظار جہاز کی گھڑیاں کاٹ رہے ہیں۔

تاریخ ۵ صفر المظفر روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۴ اگست ۱۹۲۷ء

میلاد شریف کی مجلس

میرے چند مخلص و محترم احباب رفیقان سفر حجاز جدہ شریف میں ایک ہی مکان میں مقیم تھے اور میں دوسری جگہ پر ٹھہرا ہوا تھا اُن سب کے ملنے کو روزمرہ جاتا تھا۔ بعد نماز مغرب اُن احباب میں سے بعضوں نے اخراجات اپنے ذمے لیکر مجلس میلاد شریف ترتیب دی۔ اول اس عاصی سے قرآن پاک کی تلاوت کرائی گئی اُسکے بعد مولانا وصی الدین صاحب لکھنوی نے حج و زیارت سے فراغت حاصل کرنے والے حجاج و حاضرین کو اُنکی خوش نصیبی پر مبارکباد دی اور جہاز کے انتظار میں قیام جدہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مثالیں پیش کرکے سب کو مطمئن کیا۔ اُسکے بعد حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق و معجزات کو بیان فرماکر ولادت شریف کا مختصر بیان کیا اور صلوٰۃ وسلام کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں تو مجلس میلاد شریف کی قطعی طور پر حکومت کی طرف سے مخالفت ہے اور بڑی سختی کے ساتھ اسکی روک تھام کیجارہی ہے مگر جدہ میں ہوا کا رُخ بدلا ہوا نظر آتا ہے اور ایسی کتنی باتیں ہیں جن پر بہیاں داروگیر ہوتا دیکھنے یا سننے میں نہیں آتا ہے۔

تاریخ ۶ صفر المظفر روز جمعہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۵ اگست ۱۹۲۷ء

بعد نماز مغرب حاجی دلاور علی صاحب ساکن گیا اور خان صاحبان ساکنان کوٹھی ضلع گیا کے قیام گاہ میں مجلس میلاد شریف منعقد ہوئی اور مولانا وصی الدین صاحب نے دیر تک حضور سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات ہجرت و اخلاق و معجزات کو بیان فرمایا۔ آخر میں بیان ولادت اور سلام و دعا پر ختم کیا۔ مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا اس لئے

میں بھی سعادت شرکت سے بہرہ اندوز ہوا۔

تاریخ ۷ ؍ صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۶ ؍ اگست ۱۹۲۷ء عیسوی

جامع مسجد جدہ میں ایک نوجوان مولوی صاحب ہندوستانی یوپی کے باشندہ نے بعد نماز مغرب وعظ بیان فرمایا اور آخر میں موصوف نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ عرب شریف کے حالات اور واقعات جو کچھ دیکھنے یا سننے میں آئے ہیں ہر کسی کو لازم ہے کہ ہندوستان جا کر اظہار نہ کرے۔ واعظ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ واقعات اگر صحیح نہیں ہیں تو اُن کا اظہار کر کے ناحق گنہگار کیوں ہونگے اور اگرچہ صحیح واقعات بھی بیان کئے جائیں اور اُن سے فتنے پیدا ہوتے ہوں تو ایسے واقعات کا چھپانا ہی بہتر ہے۔ حاضرین وسط سامعین میں سے اکثر لوگ حیران تھے اور واعظ صاحب کی معمہ گوئی کے سمجھنے سے قاصر۔ ایک شخص بیساختہ چلا اُٹھا مولوی صاحب! تو کیا ہندوستان پہنچکر ہم سچی بات نہ کہکر وہاں بجائے سچ کے ہم کو جھوٹ بولنا چاہئے؟

مولوی صاحب نے ابھی جواب کے لئے لب کشائی بھی نہیں کی تھی کہ عشاء کی اذان مؤذن نے شروع کردی اور سب لوگ خاموش ہو گئے۔ اگرچہ مولوی صاحب نے حالات حجاز میں سے ناقابل اظہار امور کی تفصیل بیان نہیں کی مگر سمجھنے والے ضرور تاڑ گئے اور مطلب سمجھ گئے بقول آتش مرحوم ؎

سمجھ لیتے ہیں مطلب اپنی اپنی وضع پر شاعر
اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

تاریخ ۸ ؍ صفر المظفر روز یکشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۷ ؍ اگست ۱۹۲۷ء

آج بھی جامع مسجد میں نماز مغرب کے بعد وعظ شروع ہوا اور مجھے شرکت کا اتفاق پڑا۔ آج کے واعظ صاحب ایک دہلوی ثم راستے پوری مولانا تھے۔ موصوف کا موضوع کلام "استعانت بالصبر والصلوٰۃ" تھا۔ اسکی تشریح اور تائید میں مقرر صاحب نے مزارات بزرگان دین پر جا کر دعا کرنے اور بزرگان دین کو اپنی کاربراری کا ذریعہ اور وسیلہ قرار دینے کی توہین اور تکفیر بیان کی۔ اسکے بعد مسلمانان جدہ کی نماز سے غفلت اور لاپرواہی برتنے پر چوٹ کیا۔ میرے خیال میں آخر الذکر جملہ مولانا ممدوح کا حق اور نہایت ضروری تھا۔ آخر میں آپ نے یہ بھی فرمایا

ابھی سلطان ابن سعود دوسری طرف اُلجھے ہوئے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ عنقریب سلطان اسکی طرف رجوع ہونگے اور جدہ والوں سے بزور حکومت وہ نماز پڑھوائینگے۔ ابھی تقریر جاری تھی کہ مؤذن نے عشا کی اذان شروع کردی اور نماز عشاء پڑھکر لوگ رخصت ہوگئے۔

تاریخ ۹ رصفر المظفر روز دوشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۸ راگست ۱۹۲۷ء

جامع مسجد میں آج بھی یوپی کے ایک دوسرے مولوی صاحب نے وعظ بیان فرمایا موضوع کلام "اسوۂ حسنہ" کی پیروی تھا تقریر مدلل تھی اور آخر تک بڑی دلچسپی سے حاضرین سُناکئے عشاء کی اذان ہوتے ہی جلسہ ختم ہوگیا اور نماز عشاء بجماعت اداکرکے ہم اپنے قیامگاہ پر واپس چلا آیا

تاریخ ۱۰ رصفر المظفر روز سہ شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۹ راگست ۱۹۲۷ء

آمدورفت کی جہاز کے متعلق آج بھی کوئی تحقیق خبر معلوم نہیں ہوئی حجاج ایک دوسرے ملاقات کے وقت اول گفتگو جہاز کے ہی متعلق کرتے ہیں اور اظہار پریشانی۔

تاریخ ۱۱ رصفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۱۰ راگست ۱۹۲۷ء

میں آج کے روز نماز عصر کے بعد ساحل سمندر پر ہوا خوری کے لئے ہمراہ چند احباب کے گیا ایک شخص نے بیان کیا کہ مسکین حجاج کو حکومت کی طرف سے کچھ قروش روزمرہ کھانے کو ملتے ہیں معتمد اشخاص سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ محض بے اصل بات ہے ترکی عہد حکومت میں البتہ مسکینوں کی امداد وخبرگیری کیجاتی تھی موجودہ عہد میں تو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کون بھوکا ہے۔

تاریخ ۱۲ رصفر المظفر روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۱۱ راگست ۱۹۲۷ء

جامع مسجد میں بعد نماز مغرب آج بھی وعظ شروع ہوا واعظ صاحب اطراف دہلی کے تھے موضوع کلام مسلم کی صفت اور عمل تھا جس کو بڑی وضاحت کے ساتھ آپنے بیان فرمایا اور آخر میں یہ کہا کہ "جو لوگ بغیر عمل کئے ہوئے جنت کے امیدوار ہیں وہ محض خواب غفلت میں ہیں۔ واعظ صاحب موصوف نے بہت صحیح فرمایا بیشک رسول خدا صلے اللہ علیہ علی آلہ واصحابہ الاتقیاء کے ارشاد اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَة کے موافق فرمایا۔ انسان نیک یا بد جیسا بھی عمل دنیا میں کریگا آخرت میں اُس کی جزا پائیگا۔

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

تاریخ ۱۳ صفر المظفر روز جمعہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۲ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

پلگریمس افیسر جدہ سے ملاقات

میں فجر کی نماز کے بعد پلگریمس افیسر جدہ کی ملاقات کو گیا موصوف اخلاق سے پیش آئے اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ میری موجودگی میں چند پنجابی حجاج اُنکے پاس آئے اور بیان کیا کہ اگرچہ میرے پاس روپے نہیں ہیں تاہم معلم ہم لوگوں سے بحساب چھ روپے فی کس فیس طلب کرتا ہے اور بغیر اسکے جہاز کی ٹکٹ نہیں دیتا۔ اُن لوگوں کے جواب میں محافظ حجاج صاحب نے فرمایا کہ زر مذکور کی ادائے کاری چاہے کسی صورت سے ممکن ہو ضروری ہے میں اسکے بارے میں کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ اسکا تعلق حکومت حجاز سے ہے۔ آپنے یہ بھی فرمایا کہ بغیر ادائے کاری فیس قرنطینہ سے گذرنے نہیں دیا جا ئیگا اور دار القرنطینہ میں داخل ہوئے بغیر جہاز تک رسائی نا ممکن ہے یہ سُنکر وہ لوگ مایوس واپس گئے۔

میرے اس سوال کے جواب میں کہ "جو لوگ (بحساب چھ سو روپے تخمینہ اخراجات سفر حج کے) چھ سو روپے لیکر شامل لائے تھے اور اب جدہ میں غیر معمولی تاخیر قیام کے باعث اخراجات کا بار پڑ رہا ہے کیونکر کافی ہوگا اور روپے گھٹ جانے اور مزید روپے کی ضرورت پیش آنے کی صورت میں ایسے اشخاص کا کیا حشر ہوگا؟ صاحب موصوف نے فرمایا کہ گھٹ نہیں سکتا ہے کافی ہوگا اس لئے کہ جدہ میں ایک قرش میں روٹی ملتی ہے مجھے افسوس ہے کہ واقعات اور مشاہدات کی روشنی میں بھی ہمارے مصلحین و بہی خواہاں اپنی تجویز اور خود ساختہ فیصلے پر اڑے رہتے ہیں ہندوستان سے لیکر عرب شریف تک کے تجربے کی بنا پر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ؎

بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست

تاریخ ۱۴ صفر المظفر روز شنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۳ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

آج ایک جہاز آیا اور جاوی حجاج کو لیکر روانہ ہوا۔ بوڑھے جوان مرد عورتیں اور بچے سبھی اپنے وطن کی روانگی پر شاداں و فرحاں تھے۔ ہماری ہندوستانی بھائیوں کو رشک ہو رہا تھا بعض لوگ اظہار مایوسی کر رہے تھے میں نے اُن سے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ہم لوگ بھی اسی طرح سے

خوش خوش وطن کو جائینگے ؎

ذرّے کا بھی چمکیگا ستارہ قائم جو زمین و آسماں ہے

تاریخ ۱۵ / صفر المظفر روز یکشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۴ / اگست ۱۹۲۷ء

آج کے روز خان بہادر حاجی محمد یوسف حسن خاں صاحب رئیس باڑھ ضلع پٹنہ اور اُن کے بھائی حاجی محمد امیر حسن خاں صاحب سے حاجی نظام الدین صاحب نے تعارف کرایا ملاقات سے فریقین نے اظہار مسرت کی موصوفین سے مجھ سے دیر تک گفتگو مختلف امورات پر ہوتی رہی بعدہٗ اُن سے رخصت ہو کر میں اپنے قیام گاہ پر آیا تو ہمشیرہ کو ریاحی درد شکم کے باعث نہایت مضطر اور بے چین پایا۔ دوڑا ہوا کرمی حاجی حکیم محمد رافت اللہ صاحب گورکھپوری کے پاس گیا مگر اُن سے ملاقات نہ ہوئی۔ بالآخر حاجی سراج الاسلام صاحب ساکن نکھڑ لانے دو پڑیے چورن ہاضمہ دافع درد کی اور ایک خوراک سفوف ملین دیا۔ ایک خوراک چورن مذکور استعمال کرایا مگر افاقہ نظر نہ آیا۔ صالح حوب جن کے مکان میں ٹھہرا ہوا تھا اُنکے گھر کی عورتیں آئیں اور اظہار ہمدردی کی اور تین ماشہ پتیاں کسی بوٹی کی ٹھنڈا پانی کے ساتھ کھلانے کو دیں اسکے کھلانے کے پندرہ منٹ کے بعد ایک اجابت آئی اور تکلیف گھٹنی شروع ہوئی رات میں چار اجابتیں اور ہوئیں اور بفضلہ تعالیٰ ہمشیرہ کی طبیعت صحیح ہو گئی۔

تاریخ ۱۶ / صفر المظفر روز دوشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۵ / اگست ۱۹۲۷ء

آج کے روز دو جہاز آئے ایک سلطانیہ اور دوسرا جہانگیر حسب دستور دونوں جہاز ساحل جدہ سے تخمیناً دو میل کے فاصلے پر سمندر میں لنگر انداز ہوئے۔ جن لوگوں کی ٹکٹیں سلطانیہ اور جہانگیر کی ہوئی ہیں خوش خوش نظر آتے ہیں۔

تاریخ ۱۷ / صفر المظفر روز سہ شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۶ / اگست ۱۹۲۷ء

آج جہاز سلطانیہ ڈیڑھ ہزار حجاج کو لیکر جدہ سے بمبئی کو روانہ ہوا۔ جہانگیر پر سوداگری کے مال تھے معلوم ہوا کہ مال اُتارنے کے بعد آئندہ جمعہ کے روز روانہ ہوگا۔ علوی جہاز کے پہنچنے کی بھی خبر تھی مگر نہ آیا۔

تاریخ ۱۸ / صفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۷ / اگست ۱۹۲۷ء

علوی جہاز آج بھی نہیں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ علوی مال لیکر آرہا ہے اور عدن وغیرہ میں ٹھہرتا ہوا آویگا۔

تاریخ ۱۹ ر صفر المظفر روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۸ ر اگست ۱۹۲۷ء

عدم دستیابی جہاز کے باعث حجاج مقیم جدہ پریشان حال نظر آتے ہیں۔ ایسے حجاج جنکے پاس طوالت قیام کے سبب سے روپے نہیں رہے یا کم رہ گئے ہیں وہ اپنے حوائج کی ضروری اشیاء حتیٰ کہ تبرکات کو بھی فروخت کرکے گذر اوقات کر رہے ہیں اور ان میں سے اکثر پانی ڈھوتے ہیں اور پانی بکری کرکے دن کاٹ رہے ہیں اور بعضے دست سوال دراز کرکے دیگر حجاج کے مصیبت کے باعث ہو رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پچیس ۲۵ دن تک جہازراں کمپنی جوابدہ نہیں ہوسکتی ہے بعد گذرنے پچیس یوم کے کمپنی مذکور بحساب فی کس ایک روپیہ یومیہ خرچ حجاج کو تا پہنچنے جہاز بمقام جدہ کے دینے کی پابند ہے۔ جدہ کے کوچہ و بازار میں آمدورفت کرنے والے حجاج جب ملاقی ہوتے ہیں تو "جہاز کب آئیگا۔ جہاز کی کیا خبر ہے" اسی قسم کے سوالات اور مایوس کن جوابات کی بھرمار ہوتی ہے۔

تاریخ ۲۰ ر صفر المظفر روز جمعہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۱۹ ر اگست ۱۹۲۷ء

میں نماز عصر کے بعد مزار حضرت حوا علیہا السلام پر فاتحہ خوانی کو ہمراہ حکیم رافت اللہ صاحب گورکھپوری و مولوی عبدالاحد صاحب دربھنگوی و چند دیگر رفقاء کے گیا۔ واپسی کے وقت باب المکہ کے پاس ایک مسجد میں نماز مغرب ادا کی۔ باب المکہ کے باہر قہوہ خانہ میں بہت سے عرب صاحبان کو چائے قہوہ اور تمباکو نوشی میں مشغول پایا اور یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ آواز اذان سننے پر بھی نماز مغرب کے لئے اُن میں حس و حرکت نہ ہوئی۔ مسجد مذکور جدید طرز کی بنی ہوئی دیکھی یعنی اُس میں صحن تو نہیں ہے لیکن مسجد کے شمال میں کافی حصہ کھلا ہوا بغیر چھت کا چار دیواریوں سے محفوظ کیا ہوا ہے جس میں رات کو اور دیگر اوقات میں جب ضرورت ہوتی ہے لوگ نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔

تاریخ ۲۱ ر صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۰ ر اگست ۱۹۲۷ء

تجوید قرآن مجید

آج میرے قیامگاہ کے قریب ایک عرب صاحب کے گھر میں کسی کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ مغرب کے وقت موت ہوئی اور بخیال رات کے تجہیز و تکفین کا سامان نہ ہو سکا موتے کے گھر والے رات بھر فرطِ غم سے بیقرار رہے اور اُنکے رونے کی آوازیں کانوں میں آ رہی تھیں اسکے علاوہ اُس گھر سے ایک قاری صاحب کے قرآن پاک تلاوت کرنے کی صدا آتی رہی قاری صاحب قرآن پاک اسقدر ٹھہر ٹھہر کر قرارت کے ساتھ تلاوت کر رہے تھے کہ باوجود رات بھر پڑھنے کے بھی چار پارے سے زیادہ وہ نہ پڑھ سکے۔ میں دیر دیر تک کان لگائے سنا کیا۔ بڑی وضاحت اور صحت کے ساتھ خوش الحانی سے قاری صاحب پڑھ رہے تھے سننے سے قلب پر اثر اور رقت طاری تھی۔ معلوم ہوا کہ جس گھر میں کوئی موت وقوع پذیر ہوتی ہے تو ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پاک کی تلاوت بر وقت کرنے اور کرانیکا دستور ہے ختم قرآن مجید اور پاروں کی گنتی پوری کرنے کے شوق میں روانگی اور سرعت کے ساتھ نماز یا غیر نماز میں قرآن پاک پڑھنے والے اصحاب کو مندرجہ بالا تذکرہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے اس لئے کہ قرآن خوانی کا ثواب صحت تلاوت پر موقوف ہے اور روانگی اور سرعت میں ادائے تجوید قرآن نہایت مشکل۔

حافظ عبداللہ بہاری کا قابلِ تقلید عمل

میں اس موقع پر اپنے اُستاد حضرت الحاج حافظ عبداللہ بہاری علیہ الرحمۃ کا مختصر تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ بہار شریف محلہ کہنہ سرائے میں سکن گزین تھے اور جامع مسجد بہار شریف کے پیش امام تھے آپکے مکان کے پاس ہی ایک مسجد تھی اُس میں آپ طلباء اور شائقین کلام ربانی کو درس قرآن پاک المفت دیا کرتے تھے اور بعض طالب علم کو آپ اپنے پاس سے کھانا بھی دیتے تھے اور اسقدر فیاض تھے کہ کئی سو شائقین قرآن مجید آپکے حسن عنایت اور فیض کی برکت سے مستند حافظ ہو گئے۔ آخری دم تک آپنے سلسلہ درس و تدریس کا جاری رکھا۔ اس وقت بھی خاص بہار شریف اور دیگر شہر و دیہاتوں میں آپکے بہت سے شاگرد موجود ہیں۔ اور گویا ممدوح کا فیض جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت رہیگا آپ تعلیم قرآن پاک باقواعد دیا کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو صحت سہولت اور تجوید کے ساتھ

پڑھنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ قرآن پاک رواں پڑھنے سے جسمیں حروف اعراب با قواعد ادا نہ ہوں آپ منع فرماتے تھے اور خود موصوف کا عمل اسپر اسقدر تھا کہ شاگردوں کو سبق قرآن مجید دیکھے بغیر نہیں دیا کرتے اور کسی کا دَور قرآن پاک پیش نظر رکھے بغیر نہیں سنا کرتے تھے مجھے اور میرے سارے اُستاد بھائیوں کو خصوصًا اور عامہ مسلمین اور ثواب کے شائقین کو عمومًا اُستادی ممدوح نور اللہ مرقدہٗ کے متذکرہ بالا طرز عمل کی تقلید کر کے مستحق ثواب عظیم ہونا چاہیئے۔

ہندی حجاج کا احتجاجی جلسہ نماز صبح کے بعد جامع مسجد جدہ میں ایک جلسہ بصدارت حاجی محمد قاسم صاحب سیٹھ بمبئی مقیم جدہ کے منعقد ہوا جسمیں دہلی اور یوپی کے چند علماء و مختلف اضلاع و صوبجات ہند کے حجاج شریک تھے چند تجاویز پاس ہوئیں۔ منجملہ اُن کے یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ ہندوستانی حجاج کی طرف سے ایک وفد پلگریمس افیسر جدہ کے پاس بھیجا جائے اور ایسے حجاج جنکو انتظار جہاز میں جدہ میں پچیس دن سے زیادہ گذر چکے ہیں انھیں جہاز راں کمپنی سے مقررشدہ یومیہ خرچ دلانے کی جد و جہد عمل میں لانیکے لئے افیسر موصوف سے استدعا کیجائے۔

تاریخ ۲۲ صفر المظفر روز یکشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲۱ اگست ۱۹۲۷ء

آج جہانگیر جہاز میں قریب پندرہ سو حجاج سوار ہوئے جن میں ایسے لوگ بھی جگہ پا گئے جو کہ مدینہ پاک سے ہمارے قافلے کے ساتھ جدہ پہنچے تھے اور از روئے ضابطہ جس سلسلہ سے لوگ جدہ پہنچے تھے آگے سے آئے ہوئے اگلے جہاز میں اور پیچھے پہنچنے والے بعد کے جہاز میں جگہ پانیکے مستحق تھے مگر واقعہ برعکس ظہور میں آیا۔ میرے دو رفیق سفر بھی ایک حاجی محمد ضیاء صاحب سب انسپکٹر پولیس ساکن شہسرام ضلع آرہ اور دوسرے حاجی محمد بختیار خاں صاحب ساکن کواتھ ضلع آرہ (جو کہ مدینہ شریف سے ہم لوگوں کے ساتھ ایک ہی قافلے میں ہیک روز جدہ پہنچے تھے) جہانگیر جہاز میں روانہ ہوگئے۔ نامبردگان موصوفین کو تو پلگریمس افیسر نے اپنے خاص اختیارات کے ماتحت جہاز مذکور میں جانے کی اجازت دی تھی لیکن اس قسم کے غیر مستحقین اکثر اشخاص اپنی چالاکی اور خرچ ناجائز کے بل بوتے پر جہاز مذکور میں روانہ ہوگئے

اور مستحقین کی کافی تعداد جہاز مذکور میں جگہ نہ پا سکی۔ میرے خیال میں اس خرابی اور بے ترتیبی کا باعث جہاز کے واپسی کی ٹکٹ پر مسافر کا نام نہ لکھا جاتا ہے۔ بمبئی وغیرہ سے جہاز پر روانگی کے ٹکٹ پر جیسا کہ ہر مسافر کا نام درج کر دیا جاتا ہے واپسی کے ٹکٹ پر بھی اگر مسافر کا نام لکھدیا جاتا تو بخوف گرفت کسی کو دوسرے کے ٹکٹ خریدنے کی جرأت نہ ہوتی اور ہر مسافر ترتیب اور سلسلہ نمبر کے موافق جہاز پر واپس ہو سکتا اور شکایت کا موقع نہ آتا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ایک سادہ ٹکٹ صرف شمار نمبر لکھا ہوا ہر ایک مسافر کو بذریعہ معلم کے دیدیا جاتا ہے۔ پلگریمس افیسر مقام جدہ اور جہاز راں کمپنی کو اسپر توجہ فرمانا چاہیئے۔

تاریخ ۲۳ صفر المظفر روز دوشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲۲ اگست ۱۹۲۷ء

علوی جہاز ساحل جدہ میں لنگر انداز ہے مگر تجارتی مال و اسباب سے بھرا ہوا آیا ہے کہا جاتا ہے کہ تا اُتارے جانے سارے مال و اسباب کے مسافروں کو نہیں لے سکتا ہے حجاج انتظار کی زحمت اٹھایا کریں کمپنی کو تو کہنے کو ہو گیا کہ جہاز ساحل جدہ میں موجود ہے

تاریخ ۲۴ صفر المظفر روز سہ شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری ۲۳ اگست ۱۹۲۷ء

حسب قرارداد یوم گذشتہ کے ایک وفد ہندی حجاج مقیم جدہ پلگریمس افیسر جدہ کے پاس گیا افیسر ممدوح ارکان وفد کے ساتھ باخلاق پیش آئے اور وفد کے عرضداشت تحریری کا جواب تحریری عنایت کیا جس میں لکھا تھا کہ پچیس یوم کے بعد حجاج مقیم جدہ مستحق پانے ایک روپیہ یومیہ خرچ کے جہاز راں کمپنی سے ہیں۔ جماعت شوریٰ (اسمبلی و لیسرتگل برٹش انڈیا) نے پاس کر دیا ہوا ہے اور میں مطابق اس کے حجاج مستحقین کو خرچ دلانیکے لئے جدوجہد کر رہا ہوں مگر چند مسائل ایسے پیش آگئے ہیں جسکے باعث جہاز راں کمپنی کو عذر ہو رہا ہے واکسرائے صاحب بہادر کو انڈیا تار دیا گیا ہے اگر حکم موافق آیا تو جس کسی کو پچیس یوم سے زیادہ جتنے دن گذرے ہیں اُتنے روپے کمپنی سے دلاؤنگا۔

جواب مذکور میں صدر وفد سے یہ بھی خطاب کیا گیا تھا کہ حجاج کو وہ مطمئن کر دیویں۔ بعد نماز مغرب کے حاضرین کو جامع مسجد میں کل کارروائی وفد حجاج مندرجہ بالا بالتفصیل پڑھکر سنا دی گئی اور احتجاجی جلسہ کی کارروائی اور تجاویز پاس شدہ کے نقولات حکومت حجاز

واخبار ام القریٰ اور ہندوستانی اخبارات کو بذریعہ ڈاک جسٹری بھیجدینے کی غرض سے صرفہ ڈاک وغیرہ کے لئے چندہ کیا گیا اور قریب نو روپے کے چندہ وصول ہوا۔

غائب مداری کا عبرتناک کھیل

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

بعضے معلمین کی کج ادائی اور بدسلوکی کی داستانیں ہر زمانے میں دوہرائی گئی ہیں اور اہل قلم نے آپ نیز خامہ فرسائی کی ہے۔ اظہار واقعات سے مقصود عبرت اور ہدایت ہوا کرتی ہے۔ اس سے کسی کی دل آزاری یا پردہ دری ہرگز مقصود نہیں ہوتی۔ اس قسم کے واقعات سے حق بین نگاہیں عبرت حاصل کرتی ہیں اور کج روی چھوڑ کر لوگ سلامت روی اختیار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا امور کو مد نظر رکھتے ہوئے میں بھی ایک امر واقعی کا اظہار کرتا ہوں۔ ہندوستان کے رہنے والے ایک مولانا صاحب (جو کہ علمی قابلیت کے علاوہ تواضع اخلاق متانت بردباری اور سادگی کے اوصاف سے متصف ہیں اور خدمت خلق کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں) امسال تقریباً پچاس آدمیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں حج کو تشریف لائے تھے معلم سے انکے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے مکہ معظمہ سے لیکر عرفات شریف پہنچنے تک مولانا موصوف کو اور انکے ہمراہیوں کو جسقدر ایذائیں پہنچیں وہ تحمل کئے۔ مولانا کے ہمراہیوں میں ایک شخص مسمی شیخ مداری تھے یوم الحج کو عرفات شریف میں ایک عورت کا انتقال ہوگیا انکے اسباب نقدی متروکہ پر انکے معلم نے قبضہ کر لیا شیخ مداری متوفیہ کے قریبی رشتہ دار اور وارث تھے لوگوں نے آرزو منت کر کے متروکہ نقدی وغیرہ معلم سے شیخ مداری کو دلا دیا۔ مغرب کے بعد سب لوگ اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مزدلفہ کو واپس ہوئے شیخ مداری بھی ایک اونٹ پر مع نقد روپے کے روانہ ہوئے مگر مزدلفہ منیٰ یا مکہ شریف میں کہیں بھی انکا پتہ نہ ملا۔ مولانا نے جب کبھی معلم سے اپنے شیخ مداری کی نسبت دریافت کیا تو جواب ملا کہ گھبراؤ مت مداری آئیگا اسکا پتہ مل جائیگا۔ تقریباً دو ماہ گذر گئے۔ مولانا مع اپنے دیگر ہمراہیوں کے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہو کر جدہ شریف واپس پہنچ گئے پر شیخ مداری کا پتہ نہ لگا اور اس درمیان میں اور بھی شکایات مولانا و نیز دیگر حجاج کو معلم موصوف اور اُن کے حواریین سے پیش آئیں۔ پیمانہ صبر سب کا لبریز ہوگیا۔ معلم کے برخلاف درخواست استغاثہ

کرنے میں دیگر حجاج کے علاوہ دو خان بہادروں نے بھی مولانا کا ساتھ دیا اور اُنکی درخواست پر دستخط کردی۔ پھر کیا تھا حکومت حجاز (سلطان ابن سعود) کے پاس درخواست پہنچی اور معلمین مدعا علیہم سنگین الزامات کے ماتحت گرفتار کر لئے گئے مکہ معظمہ سے جدہ تک ایک سنسنی پیدا ہوگئی دیگر معلمین چونک اُٹھے اور اپنے اپنے حجاج کے ساتھ انتہائی سلوک و ہمدردی برتنے لگ گئے کتنوں نے تو اپنے حاجیوں کو جلدی سے جہاز پر یا تو سوار کرا دیا یا اُنھیں جلد از جلد واپس کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگئے۔ اِدھر سادہ لوحوں اور بیجا حمایت کرنے والوں نے مولانا پر طعن و تشنیع کی بوچھار کردی۔ بالآخر مولانا اور دیگر مستغیثین نے اپنے اپنے حقوق و نقدی مطالبات از روئے تصفیہ یا خود ہاد لا پایا اور درخواست معافی بعض دعوی لکھدی بذریعہ تار حکومت سے مدعا علیہم کی رہائی کی استدعا کی گئی مگر حکومت نے التفات نہ کی اور مقدمہ زیر تجویز رکھا (تاریخ ۲۸ صفر المظفر سنہ رواں کو میں جدہ سے روانہ ہوگیا میری موجودگی میں کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا۔ ہندوستان پہنچنے پر مولانا موصوف کے خط سے معلوم ہوا کہ معلمین مدعا علیہم پر دو ہزار روپے پاداش جرم میں حکومت نے جرمانہ کیا) شیخ مداری منقود الخبر کی مظلومیت اور دیگر حجاج کی تکالیف کا چرچا تو حجاز یا بیرون حجاز میں لوگوں کو کرتے نہ پایا مگر مولانا صرف ایک درخواست کرنے پر نشانہ بدنامی بن گئے ؂

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا — ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

حجاز مقدس کا ہر ایک باشندہ انسان ہی کیا وہاں کے حیوانات اور شجر و حجر سبھی قابل احترام ہیں اور اُن کی عزت و عظمت ہمارے لئے باعث سعادت اور موجب نجات ہے۔ ہر ایک مسلمان اُس مقدس سرزمین میں جذبات عقیدت سے پُر پہنچتا ہے اور حتی الامکان اچھی خدمت بجا لاتا ہے معلمین پر تو حجاج کا دار و مدار ہوتا ہے احیاناً اگر اُنھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ برداشت کرتے ہی ہیں اور کرنا بھی چاہیئے اِس لئے معلمین کو بھی لازم ہے کہ وہ حسن سلوک سے اپنے حجاج کو گرویدہ بنا لیں اور ہرگز ہرگز ایسا موقع نہ آنے دیویں کہ حکومت یا خلائق میں حجاج کو دفتر شکایت باز کرنے کی نوبت آئے۔ اس ناگوار واقعہ کا مجھے بیحد افسوس ہے اور معلمین موصوفین اور ورثاء شیخ مداری کے ساتھ دلی ہمدردی

تاریخ ۲۵ صفر المظفر روز چہارشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۴ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

آج کے روز جہاز انطابہ کے جدہ پہنچنے کی خبر تھی مگر نہیں گیا اس لئے حجاج عام طور پر مایوس پریشان صورت نظر آتے ہیں۔

تاریخ ۲۶ صفر المظفر روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۵ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

آج کے روز جہاز کے پہنچنے کی سیٹی کی آواز سنکر بہت سے لوگ ساحل سمندر پر تحقیق حال کیلئے جمع ہو گئے میں بھی شوق میں دوڑا ہوا گیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مصری جہاز تھا آخر سب لوگ مایوس واپس ہوئے۔ میں بازار جدہ میں کچھ چیزیں خریدنے گیا تو ایک حاجی باشندہ سمرقند کو چار تسبیحیں سنگ مقصود کی لئے ہوئے ایک تسبیح فروش دکاندار سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ دکاندار چاروں تسبیح کی قیمت تین روپے دیتا تھا اور بیچارہ پریشان حال سمرقندی حاجی چار روپے طلب کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اس نے تبرکاً اپنے وطن لیجانے کی غرض سے چاروں تسبیحیں خرید کی تھیں اور چار روپے میں اس نے خریدی تھیں لہذا وہی چار روپے میں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ ضروری اخراجات کو روپے نہیں ہیں مجبوراً بیچنے پر نوبت آئی ہے مجھے ترس آیا میں نے ایک تسبیح ایک روپیہ قیمت دیکر خرید لی۔ سنا تھا کہ طویل قیام جدہ بانتظار جہاز کے بہتیرے حاجیوں کی تکلیف اور تنگدستی کا باعث ہوا ہے اور ضروری اشیاء حتے کہ تبرکات بھی فروخت کرتے ہوئے حجاج پائے گئے۔ آج پوری پوری تصدیق ہو گئی اللہ تعالیٰ ہم لوگوں پر رحم فرمادے۔

تاریخ ۲۷ صفر المظفر روز جمعہ سنہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۶ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

آج کے روز معلوم ہوا کہ علوی جہاز شنبہ یا یکشنبہ کے روز مسافروں کو لیکر جدہ سے بمبئی کو روانہ ہو جائیگا۔ یہ بھی سنا کہ جہانگیر جہاز کے مستحقین حجاج میں سے کچھ لوگ باقی رہگئے ہیں وہ سب علوی جہاز میں بھیجے جائینگے اسلئے جہاز علوی کے مستحقین بھی سب کے سب علوی میں جگہ نہیں پا سکتے ہیں۔ چونکہ آئندہ دوسرے جہاز انطابہ وغیرہ کے آنیکے متعلق بھی کوئی باوثوق خبر نہیں ملی اسلئے مجھے بڑی فکر دامنگیر ہوئی اور پلگہ ہمیں افیسر صاحب سے ملاقات کرکے ہمیں علوی جہاز میں جگہ پانے کی جد و جہد کی اور صاحب ممدوح سے یہ معلوم ہونے پر کہ تیسرے

درجے کی ٹکٹ پر تو نہیں بلکہ سکنڈ کلاس کی اگر ٹکٹ خرید کروں تو میں اور میرے دو ہمراہی تیسرے درجے کی ٹکٹ والیاں بھی علوی پر جا سکتی ہیں یہ سکنڈ کلاس کا محصول ادا کرنے کو آمادہ ہو گیا اور سکنڈ کلاس کے ٹکٹ کی خریداری آئندہ روز پر موقوف رکھی گئی

تاریخ ۲ صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۳۱ اگست ۱۹۲۷ء

ملک عرب کا جغرافیہ اور دیگر ممالک پر فضیلت کا سبب

ایک سیاح کا بیان ہے کہ ملک عرب زمانہ قدیم سے آباد ہے اور برّ اعظم ایشیا کے مغربی اور جنوب اور مغربی حصے میں ملک عرب بطور جزیرہ کے ہے۔ طوفان نوح کے بعد جب لوگ کشتی نوح علیہ السلام سے بابل کے اطراف میں اُترے اور انکی اولاد نے علم حاصل کیا تو انہیں بہتر زبانیں ایجاد ہوئیں اور وہ لوگ اطراف عالم میں پھیل گئے۔ شام میں نوح علیہ السلام کی اولاد نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے زبان عربی ایجاد کی اور اطراف عرب میں اُن کی اولاد پھیلی۔ ایک شخص جس کا نام قحطان تھا سام کی چوتھی پشت میں پیدا ہوا۔ قحطان کے فرزندوں میں ایک کا نام عرب تھا جس نے یمن بسایا۔ اور دوسرے فرزند کا نام یرحان تھا جس نے حجاز آباد کیا۔ حجاز کو جزیرۃ العرب اس لئے کہتے ہیں کہ اُسمیں بالکل قوم عرب آباد ہے ملک عرب میں زیادہ تر ریگستان اور کوہستان ہے اُسکے اُتر جانب دریائے فرات دکھن جانب بحر ہند۔ پورب جانب خلیج فارس پچھم بحر احمر ہے جسکو بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ جزیرہ نما عرب کا طول اُتر سے دکھن تک پندرہ سو میل اور پورب سے پچھم تک عرض تیرہ سو میل ہے۔ ایشیا میں جہاں برّ یہ جزیرہ ملتا ہے وہاں پر اسکی چوڑائی قریب نو سو میل ہے اسکا رقبہ بارہ لاکھ بیس ہزار مربع میل ہے اس جزیرہ نما عرب کی مردم شماری کبھی نہیں ہوئی اس لئے اندازاً ایک کروڑ بیس لاکھ آدمیوں کی آبادی خیال کی جاتی ہے۔ جزیرہ نما عرب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ تہامہ۔ نجد۔ حجاز۔ عمان۔ یمن اول الذکر تین حصے سلطان نجد کے قبضے میں ہیں۔ بقیہ عمان امیر مسقط کے دخل میں اور یمن امام یحییٰ کے زیر حکومت ہے۔ مکۃ المکرمہ۔ مدینہ منورہ۔ اور جدہ حصہ حجاز میں ہیں اسکا رقبہ چھیانوے ہزار پانچسو مربع میل ہے اور آدمیوں کی تعداد قریب پینتیس ۳۵ لاکھ کے ہے۔

اور یمن ستّتر ہزار دو سو میل مربع ہے اور پچیس لاکھ کی آبادی ہے۔ ملک شام میں بیت المقدس اور عراق میں بغداد شریف۔ کربلائے معلے و نجف اشرف واقع ہیں جسقدر معابد بزرگ و امکنہ شریف و مزارات انبیاء علیہم السلام ہیں وہ سب اسی ملک عرب میں واقع ہیں اسی سبب سے دنیا کے سارے ممالک پر ملک عرب کو فضیلت ہے اور اسکو ام القری اور بلد الامین کہتے ہیں۔

معاشرت عرب باشندگان عرب دو جماعت پر منقسم ہیں۔ ایک بدوی۔ دوسرا بیدادی خانہ بدوش جماعت جوکہ پہاڑوں کے دامنوں اور وادیوں میں خیمے تان کر رہتے سہتے ہیں اُنکو بدوی یا اعرابی کہتے ہیں۔ شہروں اور بستیوں میں رہنے اور بسنے والوں کو عربی و بیدادی کہتے ہیں۔ عرب کے لوگ عموماً قوی ہیکل۔ طاقتور۔ تندمزاج غصہ ور اور وفادار ہوتے ہیں۔ اُنکے مزاج میں آزادی زیادہ تر ہے۔ مرد۔ عورت سب کے سب اپنے طرز معاشرت زندگی کو بے فکری اور آزادی کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ مرد عورتوں پر غایت درجہ حکمراں ہیں اور طرز زندگی کو اپنے عورتیں بھی خوب جانتی اور سمجھتی ہیں۔ ذری ذری سی باتوں اور معمولی جھگڑوں پر دونوں آزادانہ زندگی بسر کرنے کو آمادہ اور ایک دوسرے سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ زندگی بھر کی کاہشوں اور خانہ جنگیوں سے اُنکو کچھ بھی واسطہ نہیں پڑتا۔ اہل عرب فکر معاش نہیں رکھتے محض توکل اور تجارت پر اُنکا دارومدار ہے۔

کہتے ہیں کہ چند خدمات مردوں کی اُن کی بیبیوں سے مخصوص ہیں۔ باہر سے جب مرد گھر میں پہنچتا ہے تو بیوی کسی شغل میں ہو شوہر کے آتے ہی اُسکے کپڑے اپنے ہاتھوں سے اُتارتی اور قرینے سے رکھتی ہے۔ پانی لاکر ہاتھ مُنہ دُھلاتی ہے۔ حقّہ یا سگریٹ جس کی عادت ہو شوہر کے سامنے حاضر کرتی ہے اور شوہر کے آرام کے سامان مہیا کرکے اپنے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتی ہے۔ عرب کی عورتیں شوہر کی اطاعت و خدمت بکمال رغبت و مستعدی کرتی ہیں۔ مردوں کے ذمے اُن کی خورش پوشش کا بار ہوتا ہے۔

عرب کی عورتوں میں زیورات کا شوق تو کم ہے لیکن لباس پوشاک قیمتی اور کھانے نفیس اور اسباب بائش و مکان مکلف چاہتی ہیں۔ اگر مرد کی جانب سے اسمیں کاسلی و عدم تعمیلی ظہور میں

آئی تو علیحدگی کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ باشندگان عرب سخی اور خراج بہت ہوتے ہیں غم فردا کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ اہل عرب چاروں اماموں کے مقلد ہیں مگر شافعی المذہب زیادہ ہیں ایام قیام عرب میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ عرب مرد یا عورتیں جب کسی سے ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرنے و جواب سلام دینے کے بعد دیگر دعائیہ کلمات سے خوش کرتے تھے اور اس طور پر اپنے حسن اخلاق کا ثبوت پیش کرتے تھے اور یہ خصوصیت اُن کے آپس کی ملاقاتوں میں نہ تھی بلکہ عام طور پر ہر ملنے والے کے ساتھ تھی تعظیماً اور بطور اظہار محبت پیشانی کو چومنا (بوسہ دینا) بھی اہل عرب کے اخلاق میں داخل ہے۔ بتاریخ ۱۰ محرم ۱۳۴۶ھ ہجری جب ہم لوگ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو روانہ ہو رہے تھے میرے اونٹوں کے مالک نے میرا ایک بکس اونٹ پر رکھنے سے انکار کر دیا تھا اور باوجود سمجھانے کے جب وہ نہ مانا تو وکیل معلم نے اُسکے منہ پر زور سے ایک طمانچہ لگایا۔ بدو بڑے غصہ ور ہوتے ہیں پیش قبض اُسکی کمر میں تھی وہ حملہ آور ہوا میرے معلم صاحب نے اس موقع پر بڑی دانائی اور چالاکی سے کام لیا مالک اشتر بدو کے سینے سے لپٹ گئے اور معافی مانگتے ہوئے اُسکی پیشانی کو بوسہ دیا۔ بوسہ دینا تھا کہ اُسکا غصہ فرو ہو گیا اور میرا بکس اُس نے لاد نہ تارا۔

عربوں میں شادی

ایام قیام حجاز مقدس میں گو مجھے کسی شادی کی تقریب میں شرکت کا موقع نہیں آیا لیکن اسکے متعلق معلومات حاصل کرنے میں میری سعی برابر جاری رہی اور مجھے جو کچھ تحقیقات سے معلوم ہوا اُسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

اہل عرب ابتدائے پیدائش سے لیکر زندگی کے آخری لمحہ تک ہر ایک خوشی کی تقریب حتی کہ عقد مناکحت (شادی) کے موقع پر بھی خلاف شرع اور مذموم رسومات ڈھول باجہ ناچ رنگ وغیرہ امورات (جسکو ہندوستان و دیگر ممالک کے اندر فخر و شہرت اور خاندانی تقلید کے جنون میں برتا جاتا ہے) پر چلناً یا صریحاً کسی طرح بھی عمل نہیں کرتے ہیں۔ اہل عرب اپنے بچوں کے تقریب عقیقہ۔ بسم اللہ۔ ختنہ۔ شادی وغیرہ کسی موقع پر اپنی حیثیت سے زیادہ فضول خرچی نہیں کرتے ہیں۔ شہرت اور نمود کے لئے نہ تو وہ قرضدار بنتے ہیں اور نہ خساست و بخالت سے کام لیتے ہیں بلکہ حدود شریعت میں رہکر نہایت سادگی اور اولوالعزمی سے ہر امور کو انجام دیتے ہیں ہر خوشی کے موقع پر وہ اپنے مکانات کو رہائش کے سامانوں سے زینت دیتے ہیں۔ پُر تکلف کپڑے زیب تن

کرتے ہیں۔ خویش و اقارب دوست و احباب کو تحائف بھیجتے اور ضیافت و مہمانداری بحسن وجوہ انجام دیتے ہیں۔ شادی بیاہ میں شیخ و سید کی تفریق و امتیاز مطلقاً نہیں کرتے بلکہ دولھا دلہن کا عامل شریعت ہونا اور اُنکی نیک چلنی ہی طرۂ امتیاز اور معیار شرافت ہے اور نسبت ناتے کے موقع پر اسکی چھان بین جانچ پرتال اول ہوتی ہے اور فریقین کی رضامندی اور پیغام شادی کے قبولیت کا دارمدار اسی پر ہوتا ہے۔ اُنکا ایسا کرنا سراسر "اسوۂ حسنہ" کی پیروی ہے منگنی اور رتجگا وغیرہ قبیح رسومات وہ نہیں کرتے ہیں۔ مہر نکاح میں مؤجل و معجل دونوں ہی طور پر ہوتا ہے اور یہ دولھا کی خوشی پر موقوف ہے۔ تعداد دین مہر نہایت قلیل ہوا کرتی ہے ایک ایک عرب کئی کئی بیبیاں کرتے ہیں مگر چار نکاح سے کبھی زیادہ نہیں کرتے۔ دولھا دُلھن کو زیورات چاندی سونے کے حسب مقدور دیتا ہے مگر اکثر نکاح میں وہ بالعوض دین مہر کے ہوا کرتا ہے۔ ہندوستانیوں کی طرح کثیر دین مہر کا بار اہل عرب اپنے سر نہیں لیتے ہیں قلت دین مہر بحالت نااتفاقی زن و شوہر دونوں کی سہولت کا باعث ہوتا ہے اور طلاق و علیحدگی میں دِقت اور زندگی بھر کی کاہشوں سے نجات دلانے میں اُنکا معین و مددگار بنتا ہے مقدس عرب کے باشندگان کی سادگی اور حسن معاشرت سے ہر مسلمان کو سبق حاصل کرنا ہر موقع پر مذموم رسوم اور اخراجات بیجا و فضول خرچی سے بچنا چاہیئے اور "اسوۂ حسنہ" کی پیروی کرکے اپنی زندگی کو خوشگوار پیمانے پر بسر کرنا لازم ہے۔

جدہ میں جہاز میں سوار ہونے سے قبل ٹکٹ اور سرٹیفکٹ حاصل کرنا

حجاج کے لئے جدہ شریف سے واپس ہونے سے قبل جہاز کی ٹکٹ اور ڈاکٹری سرٹیفکٹ جس کو الشہادۃ الصحیحہ کہتے ہیں حاصل کرلینا ضروری ہے۔ جہاز کی ٹکٹ بغیر جہاز پر حجاج کو سوار ہونے نہیں دیا جاتا ہے اور ڈاکٹری سرٹیفکٹ بغیر باب القرنطینہ میں داخل ہونے نہیں پاتے ہیں اور باب القرنطینہ میں داخل ہوئے بغیر جہاز تک رسائی ناممکن ہے۔ مندرجہ بالا ٹکٹ و سارٹیفکٹ بذریعہ وکیل معلم مقام جدہ کے ملنے کا دستور ہے جسکے لئے بحساب فی کس ساڑھے پانچ روپے ادا کرنے پڑتے ہیں

جہاز میں سوار ہونے سے قبل اسباب باندھنا اور کارامد اشیاء خرید کرنی

جیسا بمبئی یا کسی

بندرگاہ سے روانگی کے قبل اپنے اسباب کو صندوق یا بورے میں بند کرکے اُن پر نام ویتہ اپنا لکھدینا اور لگیج لیبل لگا دینا ضروری ہے ویساہی واپسی کے قبل جدہ میں بھی کرنا ضروری ہے تاکہ دوسروں کے اسباب میں خلط ملط ہوجانے پر تلاش کے وقت آسانی سے اسباب ملجاوے اور تلف نہ ہونے پاوے۔ بقدر پندرہ روز کے اکتفا کرنے کے لائق چاول دال گھی آٹا چاے چینی وغیرہ لوازمات خورد و نوش جدہ میں خرید کرلینا لازم ہے۔ انگور، انار، لیموں، آلوبخارا وغیرہ بھی لے لینے مناسب ہیں تاکہ جہاز پر آسانی ہو۔ جو لوگ خود سے کھانا پکانا ناپسند کرتے ہوں اُن کو لوازمات خورد و نوش خریدنے کی ضرورت نہیں ہے ایک روپیہ یا بارہ چودہ آنے یومیہ خرچ کرنے سے جہاز کے ہوٹل میں وہ پکا پکایا کھانا حاصل کرسکتے لیکن فواکہات اُنھیں بھی خرید لینے مناسب ہیں

تاریخ ۲۸ صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۲۶ اگست ۱۹۲۷ء

پلگریمس افیسر کی قابل داد رواداری

صبح کے وقت محافظ حجاج صاحب کے پاس گیا تو افسر موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ "از روے قواعد مجھے یہ حق حاصل ہے کہ جہاز معمور ہوجانیکے بعد کسی خاص ضرورت اور خصوصیت کے باعث سرکاری منظوری لیکر چند آدمیوں کو بھیج سکتا ہوں بشمول ایک معزز حاجی صاحب کے میں آپکے لئے بھی بذریعہ ٹیلیفون کے منظوری مانگ رہا ہوں اور کوشش کررہا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو سکنڈ کلاس کی ٹکٹ نہ خریدنی پڑے۔ میں نے کہا ازیں چہ بہتر میں تو ایام رخصت ختم ہوجانیکے باعث سکنڈ کلاس کی ٹکٹ خریدنے پر آمادہ ہوں روپے طیار ہیں اگر ڈک کی ٹکٹ میں کام چل گیا تو خوب ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیلیفون میں منظوری آگئی مجھے بڑی مسرت ہوئی اور خداوند کریم کے فضل و عنایت کے ہم سب شکر گزار ہوئے۔ میں نے پلگریمس افیسر صاحب سے ایام قیام جدہ کی سارٹیفکٹ طلب کی۔ موصوف نے ابتدائے یکم اگست لغایت ۲۸ اگست ۱۹۲۷ء مدت قیام جدہ باعث عدم موجودگی جہاز کی سارٹیفکٹ لکھکر مجھے اور دوسرے ملازمت پیشہ اصحاب کو عنایت کی۔ میں اپنی ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے اُن سے رخصت ہوا خداوند تعالیٰ افیسر موصوف کو جزائے خیر عطا کرے۔ دن کے بارہ بج چکے تھے قیامگاہ پر اپنے آیا کھانا کھایا

پھر بازار جاکر خورد و نوش کے سامان چاول دال آلو انار انگور وغیرہ خرید کیا اور جملہ اسباب کو اپنے باب القرنطینہ میں کشتی کے پاس پہنچا دینے کے لئے حمالوں کے حوالے کیا۔

بخشش کے طلبگار

وکیل معلم کے پاس جاکر فیس ڈاکٹری وحق معلمی ادا کرکے ٹکٹ جہاز اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کی۔ مالک مکان کو کرایہ مکان کا چکایا۔ گھر والے بچے جوان اور بوڑھے سبھی لوگ بخشش کے طلبگار ہوئے۔ اس مبارک سفر میں یہ بھی تجربہ ہوا کہ بمبئی سے ہی خواہ مخواہ لوگ بخشش کے طلبگار ہونے شروع ہوتے ہیں۔ جہاز پر جہاز کے بھنگی وغیرہ بھی بخشش بخشش کی صدائیں لگاتے ہیں۔ اور جدہ شریف پہنچنے کے بعد تو جدہ سے لیکر سارے مقامات متبرکہ میں لڑکے جوان اور بوڑھے بخشش کے خواہاں ہوتے ہیں اور الفاظ دعائیہ انشاء اللہ حج مقبول۔ ملک سلامت۔ ہند سلامت۔ بمبئی سلامت کا شور مچاتے ہیں۔ مندرجہ بالا کلمات دعائیہ کے صدا بلند کرنے میں عوام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ عربوں کے اخلاق میں داخل ہے۔ گرچہ مطالبہ بخشش اُن سب کا طبیعت پر جبر اور گراں معلوم ہوتا ہے لیکن حج وزیارت جیسی دولت وسعادت سے بہرہ ور ہونیکے بعد مقدس حجاز کے باشندگان کی تھوڑی سے تھوڑی بھی نقدی خدمت کرنی کمال سعادت اور شکر نعمت ہے حتی الامکان اُنکی خدمت سے دریغ نہ کرنی چاہیئے میں نے دو دو چار چار قروش گھر والوں کی نذر کئے۔ اور اُن سب نے خدا حافظ انشاء اللہ تعالیٰ ملک سلامت۔ وطن سلامت کے مبارک نعروں میں ہم لوگوں کو رخصت کیا ہم سب لوگ مع اپنے اسباب کے باب القرنطینہ میں پہنچے۔

عرب ملاحوں کا ناجائز مطالبہ اور حجاج کی کس مپرسی

خوش نظمی کی راگ الاپنے والے یا حقیقت پر پردہ ڈالنے والے اصحاب کتنی ہی تعریف کریں مگر میں یہاں پر اظہار حقیقت کئے بغیر نہیں رہ سکتا در حقیقت اور اصل واقعہ سے چشم پوشی کرنا جرم سمجھتا ہوں۔ ہوڑی (کشتی) کا کرایہ حکومت معلم کے ذریعہ وصول کرالیتی ہے تاہم عرب ملاح حجاج سے مول تول اور اپنی من مانی اجرت لئے بغیر اسباب کشتی پر رکھنے نہیں دیتے۔ اس وقت لب سمندر باب القرنطینہ میں حجاج کے اسباب کے انبار لگے ہوئے تھے اور حجاج کا اژدحام کثیر تھا ہر کوئی اپنے اسباب کو کشتی پر بار کرا کر جلد جہاز پر جانے کو فکرمند

نظر آرہا تھا۔ عرب ملاح انہیں لوگوں کے اسباب کو اپنی کشتیوں پر لے رہے تھے جن سے من مانی اُجرت طے ہو چکی تھی کسی نے ایک روپیہ کسی نے آٹھ آنے اور کسی نے بارہ آنے فی کس کے حساب سے اجرت دینی قبول کر لی تھی جو لوگ دینے سے انکار کرتے تھے اُنکے اسباب اور وہ کس مپرسی کی حالت میں پڑے تھے۔ بعضے لوگ ملاحوں سے جھگڑنے لگ گئے مار پیٹ تک کی نوبت پہنچ گئی ایسے لوگوں کا کلام تھا کہ جب حکومت کو بحساب فی کس سوا روپیہ کے کرایہ کشتی دے چکے تو دوبارہ ملاحوں کو کیوں دینگے؟ حجاج کا یہ عذر بھی اپنی جگہ پر درست ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ بدنظمی کا نتیجہ ہے۔ بدنظمی سے مشکلات پیدا ہوتے ہیں اور شکایت کا موقع آتا ہے جن کی راہ میں مشکلات پیدا ہوتے ہیں وہ شکایت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ حجاج سے جب کشتی کا کرایہ حکومت نے وصول کر لیا تو حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حجاج کو مع اُنکے اسباب کے بنگرانی عمال حکومت کشتی پر سوار کرا کر جہاز پر سوار کرا دیتی اس صورت میں عرب ملاحوں کا دام نہ چلتا اور حجاج دوبارہ کرایہ کشتی ادا کر نیکے شکار نہ ہوتے اس لئے قطعاً ہر شخص یہ کہنے میں حق بجانب تھا اور ہے کہ اس موقع پر حجاج کو جو مشکلات پیش آتے ہیں اور زیر باریاں اُٹھانی پڑتی ہیں اُسکی باعث خود حکومت کی عدم توجہی اور بدنظمی ہے اگر حکومت اس پر غور کرے اور حجاج کو زیر باری اور پریشانی سے بچانے کے لئے بنگرانی عمال حکومت حاجیوں کے اسباب کو کشتی پر سوار کرانے کا دستور قائم کرے تو کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اور جب تک حکومت اس بدنظمی کے دفعیہ کے لئے کوئی عملی کارروائی نہ کرے حجاج کے جان و مال کی خیریت اسی صورت میں ہے کہ عرب ملاحوں کے ناجائز مطالبہ کو قبول کریں جو کچھ بھی محنتانہ جہاز تک مع اسباب کے پہنچانے کا اُن سے طے پا دے اُنکے حوالے کریں اور باطمینان اپنے اسباب کو کشتی پر چڑھا کر خود بھی اُسی کشتی پر سوار ہوں دوسری کشتی پر بھولے سے بھی سوار نہ ہوں ورنہ اسباب کا جہاز تک بخیریت پہنچنا محال ہے ع مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست۔

آپ بیتی درد بھری کہانی

رنج و غم درد و الم حسرت کا نقشہ دیکھئے
واقعی دنیا تماشہ ہے تماشہ دیکھئے

باب القرنطینہ کے باہر لب سمندر جہاں سب حاجیوں کے اسباب کے ڈھیر لگے ہوئے تھے

میں نے بھی اپنے اسباب کو رکھایا اور حمالوں کو اُن کی اُجرت دیدی۔ مندرجہ بالا بدنظمی دیکھکر عرب ملاحوں سے میں باتیں کر رہا تھا جہاز تک پہنچانے کی اُجرت طے نہ ہوئی تھی کہ میرے رفیقان سفر میں سے دو شخص ایک مسمی حاجی سراج الاسلام صاحب اور دوسرے حاجی سید محمود صاحب باشندگان ضلع مونگیر میرے پاس تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے۔ حافظ صاحب آپنے اپنا اسباب ابھی تک کشتی پر نہیں رکھایا۔ دیکھئے! حاجی شجاعت حسین صاحب مختار جو یہاں آپسے پیچھے آئے تھے اُنکے اسباب کو ہم لوگوں نے کشتی پر سوار کراکر آگے روانہ کردیا!! میرے مخلص دوست یہ کہتے ہوئے دوسری کشتی کے پاس مجھے لے گئے اور میرے اسباب کو اُسکے ملاح سے گفتگو کئے بغیر اُس میں رکھوانا چاہا۔ مجھے بغیر اجرت طے کئے ہوئے اسباب رکھانیز تامل ہوا اتنے میں چند بنگالی حجاج ایک معلم کے ہمراہ پہنچے اور اپنے معلم کے اشارے پر زبردستی اپنے اسباب کو کشتی مذکور پر چڑھانا شروع کئے اُس کشتی کے ملاح کی مزاحمت پر اُن بنگالیوں اور ملاح میں ہاتھا پائی و دھکم دھکا ہونے لگا۔ اِدھر ہمارے موصوف دوستوں نے بزعم اس بات کے کہ کرایہ کشتی تو بذریعہ معلم حکومت ہم لوگوں سے وصول کرچکی ہے اب دوبارہ اجرت عرب ملاح سے طے کرنی اور دینی ضرور نہیں۔ میرے اسباب کو کشتی مذکور پر سوار کردیا عرب ملاح کے خلاف مرضی اسباب کشتی پر چڑھا دینے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نہ تو میرے دوستوں نے سوچا اور نہ میں نے۔

ناظرین و سامعین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جدہ میں ساحل سمندر پر باب القرنطینہ کے قریب ہی مگر بیرونی احاطہ میں کشتیوں پر حاجیوں کے اسباب چڑھائے اور اُتارے جاتے ہیں اور باب القرنطینہ کے اندر ساحل سمندر پر حاجیوں کے لئے کشتیوں پر سوار ہونے اور اُترنے کے لئے پلیٹ فارم ہے۔ جدہ سے روانہ ہونے والے حجاج اول اپنے اسباب کو بیرونی احاطہ میں کشتیوں پر سوار کراتے ہیں بعدہ باب القرنطینہ میں داخل ہوکر دروازے پر بیٹھے ہوئے منشی کو ڈاکٹری سرٹیفکٹ دکھلاتے ہیں جب وہ اُسپر معائنہ کی مُہر لگا کر سرٹیفکٹ واپس دیدیتا ہے تب پلیٹ فارم مذکور پر جانے . . . پاتے ہیں۔ پلیٹ فارم پر خالی کشتیاں آتی ہیں اور حاجیوں کو لیکر یا تو براہ راست جہاز تک پہنچا دیتی ہیں یا دوسری کشتیوں پر جن میں گنجائش رہتی ہے

اپنے حاجیوں کو بٹھلا دیتے ہیں اور وہ درمیانی کشتیاں جہاز تک پہنچانے کی ذمہ دار ہوتی ہیں اور پہنچاتی ہیں اس صورت میں اسباب علیحدہ کشتیوں میں جہاز تک پہنچائے جاتے ہیں اور حجاج علیحدہ۔ لیکن اگر عرب ملاح سے کچھ معاوضہ پہلے طے پا جاتا ہے تو پلیٹ فارم والی کشتی سے اسباب والی کشتی کا ملاح اسباب کے مالکوں کو اپنی کشتی پر سوار کر لیتا ہے اور اس صورت میں اسباب بمعیت جہاز تک مالکان اسباب پہنچتے اور پہنچائے جاتے ہیں۔ آخر الذکر صورت میں گرچہ خرچ بڑھ جاتا ہے لیکن یاد رہے کہ آدمی اطمینان کے ساتھ مع اسباب کے جہاز تک پہنچ جاتا ہے اور کوئی چیز ضائع نہیں ہونے پاتی۔ اگر آخر الذکر صورت کو میں اختیار کرتا اور اپنے دوستوں کے مشورت کی داد نہ دیا ہوتا تو ہم لوگوں کو آج عرب ملاح کے ستم ظریفی کا نشانہ بننا نہ پڑتا۔

جب میرے دوست میرے سارے اسباب کو کشتی پر رکھا چکے تو میں اُن سب سے رخصت ہو کر والدہ صاحبہ وغیرہ کو ہمراہ لیکر باب لقرنطینہ میں داخل ہوا۔ سرٹیفکٹ معائنہ کرنے والے منشی نے ہم لوگوں کی سرٹیفکٹوں پر حسب دستور مہریں کیں اور واپس دیدیں اب ہم سب پلیٹ فارم پہنچ گئے۔ یہاں بھی بوجہ نہ موجود رہنے کسی عملہ حکومت کے بڑی بے ترتیبی اور طوفان بے تمیزی برپا دیکھی۔ آگے والے حجاج پیچھے اور پیچھے والے دھکم دھکا اور سینہ زوری سے آگے جا کھڑے ہوتے تھے اور جو کشتی لینے آتی تھی اُسپر سوار ہو جاتے تھے۔ جو لوگ مجرد تھے اُنھیں تو چنداں فکر نہ تھی مگر جن کے ساتھ عورتیں تھیں وہ لوگ بڑے خطرے اور اندیشے میں تھے۔ بدترتیبی اور عرب ملاحوں کی شور پشتی کا یہ عالم تھا کہ ابھی کشتی پر جتنے آدمی سوار ہونے چاہئیں اُسکے مطابق سوار بھی نہیں ہوئے ہیں۔ کسی حاجی نے ایک قدم کشتی پر رکھا ہے اور دوسرا قدم اپنا اٹھانا چاہا ہے کہ ملاح نے کشتی چلانی شروع کر دی اب کوئی تو سنبھل کر خشکی میں پلیٹ فارم پر رُک گیا اور کوئی پانی میں گر پڑا پانی میں گرتے ہوئے چند بنگالی برادران دیکھے گئے۔ خیریت یہ ہے کہ لب سمندر پلیٹ فارم کے پاس جدہ میں پانی کم رہتا ہے اگر زیادہ پانی رہتا تو عرب ملاح کی اس انوکھی ادا کے صدقے میں گرنے والے حجاج ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو جاتے۔ مندرجہ بالا طوفان بے تمیزی دیکھ دیکھ کر ہم سب دیر تک پلیٹ فارم پر ٹھہرے رہے

اسباب کی فکر علیٰحدہ دامنگیر تھی بسہولت اور سلیقے کے ساتھ کشتی پر سوار کرانیکا کوئی نظم نہیں ہر کوئی خود غرضانہ اور بیتابانہ ہجوم سے ریل پیل کر آگے نکل جاتا اور کشتی پر جا بیٹھتا تھا۔ آخر میں نے بھی ایک کشتی پر قدم رکھا اور والدہ صاحبہ کو سوار کیا اسکے بعد ہمشیرہ کو کشتی مذکور پر آنیکے لئے میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا کہ ملاح نے کشتی کو چلتا کر دیا۔ میں نے مضطربانہ شور و فریاد شروع کی اور اُن ملاحوں سے بڑی منت کے ساتھ کہا کہ تمہیں بخشش دونگا اور جسقدر مانگوگے انعام دونگا کشتی لوٹاؤ تاکہ ہمشیرہ کو ساتھ لے لوں۔ دوسرے حجاج نے بھی بہتیرا کہا اور ملاحوں سے کشتی لوٹانے کو آرزو و منت کی مگر عرب ملاحوں پر شور و بکا منت و سماجت اور طمع بخشش کا کوئی اثر نہ ہوا اُن سب نے جواب میں کہا تو یہ کہا یَا حَاجِ لَا تَحْزَنْ کُلٌّ یَجِیْ عَلَى السَّفِيْنَةِ بَعْدَ بَیْن یعنی ای حاجی! مت غم کر بعد میں سب لوگ کشتی پر آ جائینگے۔ عرب ملاحوں کے اس کہنے پر مجھے کیونکر تسکین ہو سکتی تھی یاس و الم کا دریا میرے سینہ میں لہریں لے رہا تھا اور فرط غم و قلق سے خونِ دل میری آنکھوں سے آنسو بنکر جاری تھا اسی حال میں میں نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرکے ہمشیر کو پلیٹ فارم پر ٹھہرنے کی ہدایت کی اور ادھر اُدھر نظر دوڑا کر دوسری کشتی والوں کو بخشش کی لالچ دیکر بلانے کی کوشش کی مگر کوئی نہ آیا شاید وہ یہ سمجھتے ہونگے کہ اُنکے ساتھی یعنی اس کشتی والے ملاحوں سے اور مجھ سے کچھ جھپٹ ہو گئی ہے اپنے ہم پیشہ کی پاس خاطر سے کوئی قریب نہ آیا۔ اب میری کشتی ساحل جدہ سے قریب ایک میل سمندر میں چلی آئی۔ مجھے اس وقت کیسا اضطراب و قلق تھا کیسی گھبراہٹ لاحق تھی زبان قلم سے اظہار ناممکن ہے۔ والدہ صاحبہ میری ہمشیرہ کے چھوٹ جانیکے غم میں بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں نے اور دوسرے لوگوں نے جنکی ماں بہنیں بیویاں پلیٹ فارم پر چھوٹ گئی تھیں ملاحوں کی جلد بازی کے باعث سوار نہ ہو سکیں اُن سب نے بھی بہت سمجھایا اور چپ کرنے کی کوشش کی مگر والدہ صاحبہ کی بیقراری کم نہ ہوئی جدہ میں ہمشیرہ کے چھوٹ جانے۔ عرب ملاحوں کی کج ادائی اور اپنی بے بسی کے غم سے میرا یہ حال تھا کہ کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ میں دل ہی دل میں کہتا تھا کہ یا اللہ بہن چھوٹ گئی ملاح سنتے نہیں دوسری کشتی والے پاس آتے نہیں میرے جدہ جانے اور بہن کو لانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی

اب گھر کیسے جاؤنگا اور کسی کو کیا منہ دکھلاؤنگا۔ اسی حالت اضطراب و انتشار میں کبھی کبھی غم و غصہ کی حالت میں مَیں ملاحوں سے دست و گریبان ہوجاتا تھا اور اُنکے لگی اور پتوار کو پکڑ لیتا تھا اور کشتی کھینے سے مانع ہوتا تھا بقول سہ

بلطافت چو بر نیاید کار سر بہ بے حرمتی کشد ناچار

اُس وقت مجھے مطلقاً پرواہ نہ ہوتی تھی کہ مجھے یہ ملاح مارینگے یا سمندر میں ڈھکیل دینگے یا دھکا کھا کر خود نذر سمندر ہو جاؤنگا۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی والدہ صاحبہ کی پریشانی رو کنے کے خیال سے میں نے بڑے ضبط سے کام لیا۔ آخر جہاز کے پاس سے ایک کشتی واپس آتی ہوئی دکھلائی دی میں نے اُسکے ملاح کو روپیہ دکھلایا اور اپنی کشتی کے پاس بلایا اور کہا کہ مجھے جدہ واپس لے چلو تمہیں انعام دونگا۔ خداوند تعالیٰ و تقدس اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے جب کوئی تضرع اور زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے رجوع کرتا ہے باب اجابت کشادہ ہوجاتا ہے اور قبولیت کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور بہرہ مندی کی منزل قریب تر ہوجاتی ہے۔ ہمارے اضطراب کے طمانیت سے اور انتشار کے راحت سے بدل جانیکا وقت آ گیا تھا میری آواز پر اُس کشتی کے ملاح نے مرحبا کہا اور میری کشتی کے قریب آ گیا میں نے والدہ صاحبہ اُسی کشتی پر چھوڑا جان پہچان والے حجاج میں سے اکثر بھائیوں نے میری تشفی کی اور کہا کہ آپ نہ گھبرائیں ہم لوگ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ صاحبہ کو کشتی سے جہاز پر سوار کرا دینگے والدہ صاحبہ کو بھی سمجھا بوجھا کر میں دوسری کشتی پر سوار ہو کر جدہ کی طرف روانہ ہوا اور والدہ صاحبہ والی کشتی جہاز کی طرف روانہ ہوئی چلتے وقت آگرہ میرٹھ اور دہلی وغیرہ کے باشندگے چند حاجی صاحبان نے بہ منت مجھ سے فرمایا کہ مہربانی کرکے ہماری چھوٹی ہوئی ہمراہی عورتوں کو بھی قرنطینہ پلیٹ فارم پر سے کشتی پر سوار کرا کے لیتے آنا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور لاؤنگا اب دونو کشتیوں میں فصل ہوگیا اول کشتی جتنا پچھم اور دکھن سمت کو نکل گئی ہماری دوسری کشتی اُتنا ہی پورب اور اُتر سمت کو دور نکل گئی اس کشتی پر سوار ہوتے وقت گو مجھے کسیقدر تسکین ہوگئی تھی مگر اب تفکرات اور طرح طرح کے خیالات نے دل و دماغ میں سخت پریشانی اور ناقابل برداشت درد و غم پیدا کر دیا۔ اور کیوں نہ ہوتا پہلے تو صرف ہمشیرہ کے

چھوٹنے کا غم تھا اب تو والدہ صاحبہ کا ساتھ بھی چھوٹ گیا۔ والدہ صاحبہ الگ ہمشیرہ الگ میں الگ۔ اسباب الگ۔ بحر احمر میں میری بے نسبی اور کس مپرسی کا افسانہ یادگار زمانہ اور عبرت کا نمونہ بنا ہوا ہے اور رہیگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد میں باب القرنطینہ کے ساحل میں کشتی سے اُتر پڑا اور ملاح کو ایک روپیہ بخشش دیا۔ بہت سی کشتیاں سمندر میں جہاز علوی کی طرف جاتی ہوئی مجھے ملی تھیں اُن سب میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میں اپنی ہمشیرہ کو دیکھتا ہوا آیا تھا کچھ پتہ نہ لگا۔ اب یہاں ساحل جدہ میں پلیٹ فارم سے جہاز پر جانے والے سارے مرد و عورتوں کو لیکر کشتیاں قریب میں ہی منڈلا رہی تھیں پلیٹ فارم پر حجاج میں سے کوئی بھی نہ تھا مجھے بڑا انتشار رہا۔ وکیل معلم اور چند آدمیوں سے جو پلیٹ فارم پر موجود تھے اُن سب سے دریافت کیا اُن سبھوں نے فرمایا کہ جہاز پر جانے والے یہاں جتنے لوگ تھے سبھی کشتی پر سوار ہو کر جا چکے کوئی بھی باقی نہیں رہا ہے اور باب القرنطینہ سے واپس باہر نہ کوئی مرد گیا ہے نہ کوئی عورت۔ اسپر مجھے گونہ اطمینان ہوا اور ایک کشتی پر میں سوار ہو گیا یہ آخری کشتی تھی جسپر میں اب بیٹھا تھا اس سے آگے ایک سو گز کے فاصلے پر چند کشتیاں پانی پر تیر رہی تھیں میں اُن کشتیوں میں نظر دوڑا رہا تھا قریب پہنچنے پر ایک کشتی میں ہمشیرہ کو بیٹھی ہوئی دیگر عورتوں کے ساتھ پایا اور خدا کا شکر کیا۔ شعر

اُسنے فضل کرتے نہیں لگتی بار — نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار

ذمہ دار افسران کی بے وقت بیداری

ہماری جان جانے میں جب عرصہ رہ گیا تھوڑا
تب اُس کے دل میں آیا دھیان میرے پاس آنے کا

جب ساحل جدہ سے کشتیوں پر جہاز تک جانے والے حجاج کے سروں پر مصیبت کا پہاڑ گر چکا اُنکے جان و مال خطرے میں پڑ چکے اُنکی جیبیں ٹٹولی جا چکیں اور عرب ملاحوں کی مٹھیاں گرم ہو چکیں ماں بیٹی سے۔ بھائی بہن سے۔ شوہر بی بی سے بچھڑ چکے اور بحر عرب بحر قلزم میں اُن کی اس مصیبت عظیم و جگر گداز میں بجز خدائے تعالے کے کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا اور وہ پوری تضرع اور زاری کے ساتھ خداوند قادر مطلق رحیم کریم علیم و حکیم جل جلالہ و جل شانہٗ سے طلب استعانت میں دست بدعا تھے اور گلشن رحمت سے

نسیم قبولیت غنچہ مراد کو شگفتہ کرنے والی چل چکی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لینچ (ریڈ ولیم والی کشتی) پر دو ذمہ دار افیسران گشت کرتے ہوئے کشتی سوار حجاج سے یوں تفتیش و تدارک فرما رہے ہیں ملاح نے آپ لوگوں سے کچھ نقدی تو نہیں لیا؟ ملاح کو آپ لوگوں نے تو کچھ نہیں دیا؟ ملاح نے آپ لوگوں کو تنگ تو نہیں کیا؟ اس وقت عرب ملاحوں کا یہ حال تھا کہ بید کی طرح لرزاں اور ہراساں اپنے اپنے کشتی کے حاجیوں سے منتیں کر رہے تھے کہ لسد! کہدو کہ ملاح کو کچھ نہیں دیا۔ ملاح نے کچھ نہیں لیا۔ ملاح نے دق نہیں کیا۔ چنانچہ یہاں پر تو ہر ایک کشتی کے حجاج نے یکزبان ہو کر کہدیا کہ ملاح کو کچھ نہیں دیا ہے۔ ملاح نے کچھ نہیں لیا ہے۔ مگر جب غروب آفتاب کے وقت ہم سبھوں کی کشتیاں علوی جہاز کے پاس ساحل جدہ سے دو میل کے قریب سمندر میں آلگیں اور اس جگہ پر آ اور کشتیاں جو کچھ دیر قبل سے پہنچی ہوئی ٹھہری ہوئی تھیں ان کے حجاج اُتر کر جہاز مذکور پر جانا چاہ رہے تھے کہ مذکورہ بالا افیسران کی ریڈ ولیم والی کشتی پھٹ پھٹ کی آواز دیتی ہوئی آ پہنچی اور افیسران موصوفین کے اس سوال کے جواب میں کہ ملاح نے کچھ لیا تو نہیں؟ اُسی کشتی کے چند حاجیوں نے جن میں دہلی کے ایک دل فگار سوداگر صاحب بھی تھے صاف صاف کہدیا کہ مجھ سے ملاح نے اتنا لیا ہے اور اُن سے اتنا اور فلاں کو ایسے دق کیا اور فلاں کو یہ تکلیف دی ہے۔ مستغیثین حجاج کی کشتی کے مدعا علیہ ملاح کو فوراً گرفتار کر لیا گیا اور افیسران موصوف نے تحقیقاتی لازمی کارروائی شروع کردی ہم سب اپنی کشتی سے اُتر کر سیڑھیوں کو طے کرتے ہوئے جہاز پر چڑھ گئے۔ بعد کی خبر نہیں کہ ملاح مذکور کے ساتھ کیا کارروائی عمل میں آئی۔

اس موقع پر اسکے سوائے اور کچھ کہتے بن نہیں پڑتا کہ حجاج کی قسمت میں جو کچھ پریشانی ذریر باری مقدر تھی اور ہے اُسکا ظہور میں آنا لازمی ہے۔ شاید ہمارے ہی خواہان اسی بات کو ملحوظ رکھ کر انسداد مظالم اور ناجائز وسائل پر بروقت تدبیر و تنظیم نہیں کرتے ہیں اور رفع تکالیف کی صورتوں پر بروقت غور نہیں کرتے۔ مصیبت زدگان کے رفاہ کی فکر اُن کو اُسوقت ہوتی ہے جب وقت نکل جاتا ہے اور پانی سر سے گذر جاتا ہے۔ کاش! کشتی پر سوار ہوتے وقت ہمارے ہی خواہان نگرانی اور تفتیش کرتے تو مندرجہ بالا افسوسناک حوادثات کے

شکار ہم اور ہمارے دیگر حجاج برادران و خواتین ہرگز نہ ہوتیں۔

کشتی سے جہاز پر اسباب و آدمی کی رسائی

جیسا کہ جہاز سے کشتی میں بیٹھنے کے لئے جدہ میں پہنچتے وقت دو سیڑھیاں جہاز کے دو جانب آویزاں تھیں اور رہا کرتی ہیں کشتیوں سے اُتر کر حجاج اور سارے مسافر سیڑھیوں کو طے کرتے ہوئے جہاز پر جاتے ہیں اور اسباب کرانک یعنی باربرداری کے مشین جر ثقیل کے ذریعہ کشتیوں سے جہاز پر چڑھائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ جہاز سے کشتی پر اُترنے اور کشتی سے جہاز پر جانے کا آمد اور واپسی دونوں اوقات میں سیڑھیوں کے طے کرنے کا موقع نہایت خطرناک ہے بڑی ہوشیاری سے چڑھنا اور اُترنا پڑتا ہے ضعیف القوی آدمیوں اور بوڑھے مردوں کیلئے عموماً اور عورتوں کے لئے خصوصاً ایک مصیبت کا سامنا ہے۔ سیڑھیوں کے بالائی حصے یعنی جہاز کے دروازے پر ملازمان جہاز انگریز اور ہندوستانی کھڑے رہتے ہیں اور ہر آدمی سے ٹکٹ جہاز کی لیکر رکھ لیتے ہیں اور ایک دوسری ٹکٹ سادی جس پر صرف شمار نمبر لکھا ہوتا ہے ہر ایک کو دیدیتے ہیں۔ اسکے بعد جہاز کے دروازے میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس ٹکٹ نہیں رہنے یا ٹکٹ کھوئی گئی ہو ایسے مسافروں کو جہاز میں جانے نہیں دیتے واپس کر دیتے ہیں۔ ہاں اگر انکی تشفی کیجاتی ہے کہ ٹکٹ کسی دوسرے ساتھی کے پاس ہے تو انکو جہاز میں داخل ہونے دیتے ہیں اور انکو الگ اپنے بٹھلاتے ہیں۔ اگر قبل روانگی جہاز کے ٹکٹ داخل کی گئی تو خیر ورنہ بے ٹکٹ والے مسافر کو جہاز سے اُتار دیتے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر ہر آدمی کو اپنی ٹکٹ اپنے ساتھ رکھنی مناسب ہے۔

میری والدہ صاحبہ مدظلہا مجھ سے پہلے دوسری کشتی پر پہنچی تھیں جب جہاز کے دروازے پر حسب دستور اُن سے ٹکٹ مانگی گئی تو اُنھوں نے فرمایا میری ٹکٹ میرے لڑکے کے پاس ہے اور وہ دوسری کشتی میں آرہا ہے اسپر اُنھیں جہاز میں داخل ہونے دیا گیا اور میرے پہنچنے پر جب مجھ سے اُنکی ٹکٹ بھی پائی تب اُنھیں اور ہم سبھوں کو ایک ایک سادی ٹکٹ جس پر صرف نمبر لکھے ہوئے تھے ملازمان جہاز نے دیدیا۔ اول میں نے نماز مغرب ادا کی اُسکے بعد اپنے اسباب کی تلاش میں نکلا اور ملازمان جہاز سے اپنے اسباب کے متعلق (جو کہ مجھ سے قبل ایک کشتی میں

جدہ سے روانہ ہوا تھا جس کا نگراں بجز حافظ حقیقی اور کوئی نہ تھا دریافت کیا جواب میں اُن لوگوں نے مجھ سے کہا کہ جہاں کرانک یعنی جرثقیل سے اسباب اُتارے جاتے ہیں وہاں جا کر دیکھو میں مقام مذکور پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں حجاج کا ہجوم ہے اور کرانک کے ذریعہ چڑھائے ہوئے اسباب کا انبار لگا ہوا ہے اور پے درپے اُسی انبار پر کرانک کے ذریعہ کشتیوں سے اسباب ہلکے اور بھاری گرائے جا رہے ہیں اور کنارے اُسکے لوگ دوسروں کے اسباب کو بیدردی سے روندتے ہوئے الٹ پلٹ کرتے اپنے اپنے اسباب کو نکال رہے ہیں اور ایسی حالت میں کتنے آدمی چوٹ بھی کھا رہے ہیں۔ یہ عالم وہاں کا دیکھ کر میں علیحدہ ہونا چاہ رہا تھا کہ اپنے بستر کے بنڈل پر میری نظر پڑی جو کہ دوسرے اسباب کے تلے دبا ہوا تھا۔ بستر کے بغیر کام چل نہیں سکتا تھا اس لئے بہزار مشکل کھینچکر بنڈل مذکور کو میں نے نکالا اور دوسرے اسباب کو خدائے تعالیٰ کے بھروسا پر چھوڑ دیا کہ صبح دیکھا جائیگا۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جہاز سے کشتی پر یا کشتی سے جہاز پر کرانک کے ذریعے بھاری اور ہلکے وزن کے اسباب چھوٹے اور بڑے سبھی قسم کے بلا امتیاز اُٹھائے اور مخلوط رکھے جاتے ہیں اُس میں اکثر چیزیں ٹوٹ پھوٹ جاتی اور نقصان ہو جایا کرتی ہیں اس لئے مناسب ہے کہ جہاز سے اُترنے اور جہاز پر چڑھنے کے اوقات میں ٹوٹنے پھوٹنے والے اسباب مثلاً دستی بیگ۔ لالٹین۔ صراحی۔ لوٹا۔ بدھنا۔ پھل کی ٹوکری وغیرہ کو حمال یعنی قلی یا عرب ملاحوں کے ذریعہ اجرت دیکر اُتارے چڑھائے جائیں یا خود سے پہنچانے کی کوشش کریں ورنہ نقصان سے بچنا مشکل ہے۔

میں ابتداء میں درج کر چکا ہوں کہ جہاز میں تیسرے درجے کے مسافروں کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہیں رہتی ہے۔ جہاز کے نیچے کے درجے میں جہاں گرمی سے دم گھٹتا ہے یا اوپر کے درجے میں چھتری پر جہاں ہر روز صبح کو خانہ بدوش بنکر بستر اور سامان کو اپنے سر پر اُٹھانے کی مصیبت سہنی پڑتی ہے یا پاخانے غسل خانے استنجا گاہ یا آمد ورفت کے راستے پر جہاں کہیں کچھ جگہ پائے اور گنجائش دیکھے جوں توں کرکے چند روز دریائی سفر کو ہنسی خوشی کاٹ لیوے سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں ہے ہر ایک پہلو کو سوچ بچار کر میں نے جہاز کی چھتری پر نمایاں اور ہوادار جگہ میں اپنا بستر لگا دیا جہاں میں نے اپنا بستر لگایا فسٹ کلاس کیبن۔ پاخانے

غسل خانے۔ ہوٹل اور ضروریات کے سامان اسی پر تھے البتہ پانی کا مخزن نیچے کے درجہ میں تھا اور سکنڈ کلاس کے کمرے بھی نیچے کے درجے میں تھے۔ اکثر سکنڈ کلاس والے مسافر بھی چھتری پر اپنے بستر بچھا کر یا کرسیاں ڈال کر بیٹھتے اور راحت پاتے ہیں۔ میں اپنے بستر پر والدہ صاحبہ وغیرہ کو چھوڑ کر ہوٹل کی طرف چائے پینے کے لئے چل کھڑا ہوا۔

بریلی کی ایک ضعیفہ کا سمندر میں گرنا اور سلامت رہنا

میں فسٹ کلاس کے درمیانی راستے سے گذر رہا تھا تو ایک ضعیفہ عورت کو (جنکی عمر تقریباً ستر۔ اسی برس کی ہوگی ضعیف العمری اور تکان راہ کے باعث جرم استخوان بھی نہایت پریشان و ناتوان معلوم ہوتی تھیں) جہاز کے انجن والے دروازے کے پاس دیکھا اور یوں پوچھا۔ بڑی بی! یہاں آپ کس کو تلاش کرتی ہیں؟ جواب میں بڑی بی نے کہا۔ بیٹا! میں جہاز کے مالک سرکار کو ڈھونڈھتی ہوں میرا اسباب گم ہوگیا ہے نہیں ملتا ہے۔ میں نے کہا۔ جہاز کا مالک کپتان اوپر کے کمرے میں رہتا ہے یہاں پر نہیں ہے۔ مجھ سے یہ بات سنکر بڑی بی بولیں۔ بیٹا! میں دوپہر دن سے پیاسی ہوں مجھے تھوڑا پانی پلاؤ بڑا ثواب ہوگا میں نے کہا بڑی بی! میرے اسباب خود لاپتہ ہیں۔ جتنے کہ پانی رکھنے کے ٹین اور ٹھنڈا پانی کا صراحی بھی غائب ہیں میں مجبور ہوں۔ بڑی بی کو میں نے حقیقت حال سے اپنے آگاہ تو کردیا مگر انکی ضعیفی اور پریشان حالی پر مجھے ترس آیا اور میں نے اپنے جی میں کہا کہ ہوٹل سے پانی لیکر بڑی بی کو پلانا مناسب ہے بڑی بی کو یہ کہتے ہوئے میں اپنے ساتھ لے چلا کہ چلئے ہوٹل میں آپ کو پانی پلاؤنگا۔ ہوٹل پہنچتے ہی میں نے ہوٹل والے سے کہا کہ پہلے بڑی بی کو پانی پلا دو تب میں پانی پیونگا۔ بڑی بی بانس بریلی کی رہنے والی گرچہ نہایت لاغر و ناتوان جرم استخوان تھیں انکے منہ میں دانت ایک بھی نہ رہے تھے مگر بڑی بولنے والی اور نازک مزاج تھیں۔ ہوٹل والے سے مخاطب ہوکر بول اٹھیں۔ بیٹا مجھے ٹھنڈا پانی پلانا گرم پانی سے مجھے تسکین نہیں ہوگی۔ جواب میں ہوٹل والے نے کہا۔ میر یہاں تو پانی گرم ہے ٹھنڈا نہیں ہے۔ تب میں نے بڑی بی سے کہا۔ بڑی بی! آپ جب دوپہر دن سے پیاسی ہیں تو کم سے کم دو گھونٹ پانی آپ پی لیویں۔ ٹھنڈا نہیں تو گرم ہی سہی۔ اسپر بڑی بی نے کہا اچھا بیٹا! خدا تمھارا بھلا کرے مجھے ایک گلاس بھر کے دیدو

ہوٹل والے نے ایک گلاس پانی دیا بڑی بی پانی پی کر دعائیں دیتی ہوئی واپس چلیں۔ ہوٹل سے تقریباً دس ہاتھ کے فاصلے پر کرانک سے جہاز پر چڑھائے ہوئے اسباب کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور جہاز کا کٹہرا اسباب چڑھاتے وقت کھول دیا گیا تھا اُس وقت تک کھلا ہوا تھا بند نہ کیا گیا تھا اس لئے میں نے احتیاطاً بڑی بی سے کہدیا کہ بڑی بی! ذرا سنبھل سنبھل کر جائیگا۔ بڑی بی اچھا بیٹا! کہتے ہوئے روانہ ہوئیں اور میں چائے پینے کو ہوٹل میں بیٹھا رہا۔ بڑی بی جب کھلے ہوئے کٹہرے کے پاس پہنچیں تو بوجہ تاریکی کے اُنھیں جہاز کا کنارہ نظر نہ آیا اور بجائے داہنے جانب مڑنے کے بائیں طرف بڑی بی نے رُخ کیا اور یکبارگی سمندر میں جا پڑیں۔ ہاں پہ بہت سے حجاج کھڑے اور بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے اُن سب نے بڑی بی کو سمندر میں گرتے ہوئے دیکھا اور "بوڑھیا گری سمندر میں! بوڑھیا گری سمندر میں" شور مچایا۔ دس ہاتھ کے فاصلے پر میں بیٹھا ہوا تھا یہ سُنتے ہی میرے اوسان جاتے رہے اور مجھے یقین ہوگیا کہ وہی بڑی بی ہونگی جن کو ابھی میں نے پانی پلایا ہے۔ ہوٹل والے اور جہاز میں کام کرنے والے خلاصیوں سے جو وہاں پر موجود تھے میں نے کہا کہ بھائیو! ایک بوڑھی عورت ابھی ابھی سمندر میں گری ہے نکالنے کی فکر کرو۔ بڑی بی سمندر میں گرتے ہی غوطے کھانے لگیں پانی کے اوپر آتے اور نیچے جاتے ہوئے ہم لوگوں نے دیکھا۔ ایک شخص نے موٹی رسّی گرائی اور بڑی بی نے اُس رسّی کو مضبوطی سے تھام لی اور چند آدمیوں نے ملکر اوپر سے رسّی کھینچنی شروع کی بڑی بی رسّی تھامے ہوئے لٹکی ہوئی جہاز پر آگئیں۔ اِس وقت ہم لوگوں اور سارے دیکھنے اور سُننے والوں کے عقل و ذہانت فہم و فراست دریائے حیرت میں غوطہ زن تھے۔ شب تاریک اور عمیق سمندر میں ایک ضعیفہ کا اچانک گرنا اور سلامت رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ خدائے تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ ستر اسّی سال عمر والی بوڑھیا جسکے جسم پر سوائے ہڈی اور چمڑے کے گوشت نام کو بھی نہیں ہے۔ صورت میں انتہا کی ضعیف و ناتوان ہے سمندر میں اچانک گرتی ہے اور چند غوطے کھانیکے بعد بھی اُسکے ہوش و حواس درست رہتے ہیں رسّی گرائی جاتی ہے اور رسّی کو وہ ضعیفہ اتنی مضبوطی کے ساتھ تھامتی ہے کہ گویا فولادی پنجہ ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ بڑی بی کے نہ تو منھ میں پانی گیا نہ ناک میں۔ سلامتی کے ساتھ جہاز پر آئی ہی بات چیت سب کسی سے

کرنے لگیں۔ سچ ہے جسکی زندگی باقی رہتی ہے بڑے سے بڑے خطرے میں پڑ جانیکے بعد بھی سلامت رہتا ہے اور جسکی موت آجاتی ہے تو ایک معمولی سی ٹھیس لگنے سے بھی مرجاتا ہے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے

دررودی دردہان اژدرہا نخورند مگر بروزِ اجل

بڑی بی کے صحیح سلامتی کے ساتھ سمندر سے نکل آنے کی جسقدر مسرت اُنکے رشتہ داروں اور ہمراہیوں کو ہوئی مجھے اُن سے کسی درجہ میں کم خوشی نہ ہوئی اسلئے کہ بڑی بی کے سمندر میں گرتے ہی میرا ضمیر مجھ سے کہہ رہا تھا کہ بڑی بی کے سمندر میں گرانے کا ذمہ دار تو ہی اگر پانی پلانیکے لئے بڑی بی کو تو ہوٹل نہ لیجاتا تو وہ سمندر میں کیوں گرتیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے بھی اُس نے اس الزام سے بری کر دیا۔ بیشک خدائے تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو شرمندہ نہیں کرتا ہے۔ نیک نیتی اور خلوص میں خدا کی رضامندی مضمر رہتی ہے۔ مطمئن ہو جانے کے بعد میں نے چائے پی اُسکے بعد اپنے بستر پر آیا اور نماز عشا پڑھکر سو رہا

تاریخ ۲۹ صفر المظفر روز یکشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲۸ اگست ۱۹۲۷ء

ارض حجاز پر آخری نظر

قریب پانچ بجے صبح کو جہاز علوی جدہ شریف سے روانہ ہوا اس وقت ارض مقدس حجاز سے مفارقت کا دل گداز منظر ہم لوگوں کو بیخود بنائے ہوئے تھا۔ حجاز مقدس کے برکات سے جو ہم لوگ شب و روز مستفید تھے افسوس صد افسوس کہ آج اُس سے محروم ہو چلے اور اپنے دلوں میں داغ جدائی لیچلے۔ اللہ تعالیٰ پھر وہ دن لائے کہ حجاز مقدس کے سعادت و برکت کے حصول کا موقع ہمیں حاصل ہو۔ آمین ثم آمین۔ دن بھر جہاز بحر قلزم میں چلتا رہا۔ آفتاب غروب ہونے پر اکثر لوگوں نے چاند دیکھنا شروع کیا اور ربیع الاول شریف کا چاند بہت لوگوں نے جہاز پر سے دیکھا۔

تاریخ یکم ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲۹ اگست ۱۹۲۷ء

آج گرمی شدت کی رہی اور سارے حجاج و مسافران جہاز نے بڑی بے چینی سے دن کاٹا کہتے ہیں کہ بحر احمر کی یہ خاصیت ہے کہ ہوا رہتے ہوئے بھی پسینے آتے رہتے ہیں۔ مجھے تو

گرمی کے علاوہ خفیف چکر اور متلی کی بھی شکایت رہی۔

تاریخ ۲ ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۳۰ اگست ۱۹۲۷ء

جبل لنگر کے بڑے بڑے پہاڑ سمندر کے دونوں طرف نظر آتے رہے باب المندب بھی جہاز ہمارا آگے نکل گیا۔ عصر کے قریب جزیرہ پیرم نظر آیا جسکے ساحل میں بہت سے جہاز اور کشتیاں لنگر انداز تھیں۔ مولوی الحاج محمد عبد الباطن صاحب (نبیرہ مولانا کرامت علی صاحب علیہ الرحمۃ جونپوری) کے پاس سے دوربین لیکر جزیرہ پیرم کی عمارتوں کا منظر میں نے اچھی طرح سے دیکھا۔

تاریخ ۳ ربیع الاول روز چہار شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۳۱ اگست ۱۹۲۷ء

آج کیک جہاز آتے جاتے ہوئے دکھلائی دئے ہمارے جہاز کے کپتان نے جھنڈیوں کے ذریعہ سے آپس میں اُن جہازوں کے کپتانوں سے بات چیت بھی کی۔ جھنڈیوں کے اشارے سے بات چیت کرنے کا دستور جہاز والوں میں عام ہے۔ قریب چار بجے رات کو ہمارا جہاز عدن کے سامنے سے گذرا۔ عدن کی عمارتوں اور بجلی کی روشنی کی جگمگاہٹ کا پُر لطف منظر دیر تک ہم لوگ دیکھتے رہے ساحل عدن میں ہمارا جہاز نہیں ٹھہرا۔

تاریخ ۴ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق یکم ستمبر ۱۹۲۷ء

آج سمندر میں طغیانی بہت زیادہ ہے چکر اور متلی سے میری طبیعت بہت پریشان رہی اور میں برابر اپنے بستر پر پڑا رہا۔

تاریخ ۵ ربیع الاول روز جمعہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء

آج صبح کو دو مرتبہ مجھے قے آئی پر دوران سر میں کمی نہ ہوئی۔ والدہ صاحبہ وغیرہ کے اصرار کرنے سے میں نے غذا کھائی نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ غذا کی تھی قے کے ذریعے سب الیس۔ برابر بستر پر پڑا رہا۔ دریائے سقوطرہ شروع ہو گیا۔ بہت سے دریا سقوطرہ میں آکر ملتے ہیں اس لئے سقوطرہ میں طغیانی بہت رہتی ہے اور اسی سے رفتار جہاز کم ہو گئی ہے اور ہوا بھی مخالف ہے اللہ رحم کرے

تاریخ ۶ ربیع الاول روز شنبہ ۱۳۴۶ھ ہجری مطابق ۳ ستمبر ۱۹۲۷ء

آج میری طبیعت اچھی رہی مگر بیٹھنے سے چکر آتا تھا اس لئے لیٹ کر دن کاٹا۔ جہاز پر اکثر لوگ

متلی اور چکر کی شکایت میں مبتلا ہیں۔

تاریخ ۷ ربیع الاول روز یکشنبہ ۱۳۴۲ہجری مطابق ۴ ستمبر ۱۹۲۶ء

بحر عرب سے نکل کر اب جہاز ہمارا بحر ہند میں جا رہا ہے۔ آج طغیانی تو کم رہی مگر ہوا نہایت تند چلا کی۔ میری طبیعت بالکل اچھی تو نہیں مگر افاقہ پذیر ہے۔

تاریخ ۸ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۳۴۲ہجری مطابق ۵ ستمبر ۱۹۲۶ء

آج سمندر کا پانی بہت کھولتا اور اُٹھتا ہوا دیکھنے میں آیا کیا تموج طغیانی ترقی پر ہے اور جہاز میں حرکت بہت ہو رہی ہے۔ کل کے روز کراچی پہنچنے کی امید کیجاتی ہے۔

تاریخ ۹ ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۳۴۲ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۹۲۶ء

کراچی بندر میں جہاج کا اُترنا

صبح سویرے سے لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں مگر کراچی کی آبادی نظر نہیں آتی جہاز والوں نے کہا کہ بارہ بجے دن تک آج کراچی نظر آئیگا۔ کچھ دن چڑھنے پر جہاز والوں نے جہاز کے لنگر ڈالنے کا سامان درست کرنا شروع کیا۔ جہاز کے کمپونڈر اور دوسرے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ کراچی سے بمبئی تین دن میں جہاز پہنچیگا۔ کراچی سے بمبئی تک سمندر بھی خراب یعنی مخدوش ہے طغیانی بہت ہوتی ہے اس خیال سے بہت سے حجاج جو بمبئی میں اُترنے کا ارادہ کر کے چلے تھے کراچی میں ہی اُترنے کو اپنے اسباب باندھ چھاند کر ٹھیک کر رہے ہیں میں نے بھی اپنا اسباب باندھ چھاند ٹھیک سا کیا۔ قریب ایک بجے دن کو کراچی کا بندرگاہ نظر آیا۔ کراچی کا بندرگاہ نہایت خوشنما بنا ہوا ہے دو طرف اُسکے ریل گاڑیوں کے آمدورفت کے پلیٹ فارم ہیں اور بیچ میں جہازوں کے لنگر انداز ہونیکے پلیٹ فارم ہیں۔ دو بجنے کے قریب ہمارے جہاز کی جھنڈیاں لگا دی گئیں اور پھریرا لہرانے لگا۔ ابھی جہاز گودی کے کنارے نہیں پہنچا تھا کہ ایک اسٹیمر پر ڈاکٹر آیا اور لٹکی ہوئی سیڑھی کے ذریعہ علوی جہاز پر چڑھ آیا کپتان سے ملکر مسافروں کا حال حسب دستور اُس نے دریافت کیا اُسکے بعد جہاز کو لنگر انداز ہونے کی اجازت دی۔ ایک اسٹیمر آیا اور اُس نے سامنے جہاز کو کھینچ کر گودی کے کنارے لگا دیا۔ پلیٹ فارم پر بہت سے مسلمان اپنے احباب و اقارب حجاج کے استقبال کو آئے ہوئے کھڑے تھے ہم لوگوں نے تین بار

نعرہٴ اللہُ اکبر بلند کئے اور مجمع مسلمانان کی طرف مخاطب ہو کر السلام علیکم کہا اُن سب نے جواب وعلیکم السلام دیا۔ اس وقت جتنے حجاج کراچی میں اُترنے والے تھے بہت خوش اور بشاش نظر آرہے تھے۔ جب ستور دو سیڑھیاں جہاز سے پلیٹ فارم پر لگا دی گئیں اور لوگ اُترنا شروع کئے۔ میں نے ایک قلی کو بُلا کر اپنے اسباب دکھلائے اُس نے ڈھائی روپے مزدوری مانگی میں نے قبول کرلیا اور یہ شرط کرلی کہ جہاز سے چنگی خانہ تک پہنچانے اور بعد معائنہ کے اسباب ریل پر چڑھا دینے پڑینگے۔ قلی نے منظور کیا اور ایک ایک کرکے سارے اسباب کو پہنچانے پر آمادگی ظاہر کی۔ مجھے شبہ ہوا کہ شاید اسباب کو گول مال کر دیوے اس خیال سے لیسنس نمبر قلی مذکور کا (نمبر اکتالیس) نوٹ کرلیا اور جہاز پر سے کھڑا ہو کر اُسکی نگرانی کرتا رہا۔ جب بالکل اسباب ہمارے جاچکے تو والدہ صاحبہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر ہم لوگ جہاز سے اُتر کر سو قدم کے فاصلے پر بندرگاہ کے چنگی خانہ (کسٹم ہوس) میں پہنچے۔

چنگی خانہ میں اسباب کا معائنہ

اول نماز ظہر ادا کی اُس کے بعد عنوان معائنہ اسباب کو گھوم پھر کر میں نے دیکھنا شروع کیا خاص خاص لوگوں کے اسباب کو اُنکے جان پہچان والے احباب نے جلد جلد معائنہ میں پاس کرا دیا مگر تقریباً سات آٹھ سو آدمی اپنے اسباب معائنہ کرانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اسپیشل ٹرین بھی حاجیوں کو لیجانے کے لئے پلیٹ فارم پر لگی ہوئی تھی ہمارے مخلص مولانا الحاج محمد عبد الباطن صاحب جونپوری کے اسباب کے بکس افسران معائنہ نے کھلوا کر معائنہ کیا۔ اُس وقت مجھے بہت فکر دامنگیر ہوئی اس لئے کہ مضبوطی کے ساتھ بندھے ہوئے اور بند کئے ہوئے اسباب کی کھول کھال کی زحمت اور دوبارہ باندھ چھاند کر بند کرنے کی محنت برداشت کرنی جہاز سے اُترتے ہی بڑی مصیبت کا مقابلہ ہے۔ میں ہائی افسر معائنہ کے پاس (جو کہ ایک انگریز تھا) گیا اور کہا کہ میرے ساتھ عورتیں ہیں مہربانی فرماکر ہمارے اسباب معائنہ کرلئے جائیں۔ صاحب بہادر اور اُنکے اسسٹنٹ ہندستانی بہت شریف اور دور اندیش معلوم ہوئے۔ مجھ سے پوچھا: اسباب کہاں ہے؟ میں نے اشارہ کرکے بتلایا وہاں ہے۔ اسسٹنٹ موصوف میرے ہمراہ ہولئے اور میرے اسباب پر مارک یعنی نشان

معائنہ × ہر ایک پر لگا دیا اور مجھ سے کہا کہ آپ جا سکتے ہیں۔ میں نے خدا کا شکر کیا کہ بغیر زحمت چھٹی مل گئی۔ دریافت سے مجھے معلوم ہوا کہ اسپیشل ٹرین بجائے آج کے کل کے دن روانہ ہوگی اگر کراچی اسٹیشن جایا جائے تو وہاں آج ہی رات کو میل ٹرین مل سکتی ہے۔ کراچی بندرگاہ سے کراچی شہر اور اسٹیشن تقریباً دو میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ بندرگاہ پر گھوڑے گاڑیاں۔ اونٹ گاڑیاں مسافروں کو پہنچانیکے لئے با فراط تیار تھیں گھوڑے گاڑھی والے بار بار میرے پاس دریافت کو آرہے تھے آخر میں نے کراچی ریلوے اسٹیشن جانیکا عزم بالجزم کر لیا اور دو فٹن گاڑیاں بحساب فی گاڑی ڈیڑھ روپیہ کرایہ طے پایا سارے اسباب اور جملہ ہمراہیوں سمیت فٹن گاڑیوں میں ہم لوگ روانہ ہوئے شہر کراچی کی عالیشان سنگی خوشنما عمارتوں پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے اور وسیع سڑکوں کی صفائی اور آراستہ بازار و دکانوں کی رونق دیکھتے دیکھتے اسٹیشن پہنچے۔ اسٹیشن کے پاس جیسے ہی ہماری گاڑیاں پہنچی تھیں کہ دو آدمی آئے اور ہمارے اسباب کو اتارنا شروع کئے۔ میں نے مزدوری طے کرلینی چاہا مگر اُن سب نے میری تسلی اس طور پر کی کہ ریل کی ٹکٹ اور اسباب کی لگیج بلٹی کرا کر آرام کے ساتھ ریل پر سوار کرانیکے بعد آپ جو کچھ مناسب سمجھینگے ہم لوگوں کو دینگے۔ میں خاموش ہوگیا لیکن پیچھے مجھے معلوم ہوا کہ یہ صورت اچھی تھی پہلے ہی اجرت طے کرلینی تھی۔ اول میں نے میل ٹرین کی ٹکٹ اپنے اور جملہ ہمراہیوں کے لئے چار ٹکٹیں بحساب فی ٹکٹ اُنیس ۱۹ روپے بارہ آنے کرایہ از کراچی تا اسٹیشن باڑہ کے ادا کر کے حاصل کیں۔ ٹکٹ ماسٹر نے فی ٹکٹ آٹھ آنے زیادہ لے لئے میں نے باعث عجلت کوئی اعتراض نہ کیا۔ اسباب کی لگیج بلٹی کرائی بحساب فی من بارہ روپے محصول دینے پڑے اسٹیشن کے پاس ہی ہوٹل ہے جہاں روٹیاں، گوشت مٹھائیاں چائے بسکٹ وغیرہ ہر وقت طیار ملتے ہیں۔ میں نے روٹیاں گوشت چائے وغیرہ خریدیں اور والدہ صاحبہ وغیرہ کے پاس پہنچا کر خود بھی ہوٹل میں بیٹھکر کھایا اور خوب آسودہ ہو کر کھایا۔ بکرے کا گوشت نہایت لذیذ پکا ہوا تھا۔ چائے تو اس درجہ پُر لذت تھی کہ باوجود چائے کا عادی نہ ہونیکے بھی دو پیالے نوش کئے۔ انار، انگور، سیب و ناشپاتی بہت اعلیٰ تھے بخیال بوجھ

ہو جانیکے زیادہ نذرانے کے تھوڑے تھوڑے خرید کئے۔

کراچی کے مسلمان

کراچی میں چار گھنٹے کے قیام میں وہاں کے باشندوں کے حالات اور طرز عمل کا اندازہ کہاں تک ہو سکتا ہے ظاہر ہے تاہم بندرگاہ سے لیکر اسٹیشن کراچی تک مجھے بہت سے تجارت پیشہ اور مزدور پیشہ لوگوں سے گفتگو کرنے اور ملنے جلنے کا اتفاق ہوا جن میں مسلمان رہنے کی امتیازی علامت کچھ بھی نہ تھی جتنے ملے داڑھی مونڈے اور بڑی مونچھوں والے نوجوان۔ ادھیڑ اور بوڑھے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آئے۔ جس وقت میں ہوٹل میں بیٹھا ہوا کھا رہا تھا۔ سڑک کے کنارے پر ایک فقیر بیٹھا ہوا تھا مجھ سے مخاطب ہو کر بولا حاجی! مجھے کھانا کھلاؤ۔ فقیر صاحب کی صورت پر نظر پڑتے ہی مجھے گمان ہوا کہ یہ ہندو فقیر ہے۔ اس لئے کہ اُن پر بھی وہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ میں نے اُن سے پوچھا! کیا آپ کھانا کھائینگے؟ فقیر مذکور نے کہا ہاں کھانا کھلاؤ تب میں نے ہوٹل والے سے کہا کہ ان کو کھانا اور گوشت دو اُس نے دیدئے میں سب کے دام حساب کرکے ہوٹل والے کو دیکر چلتا ہوا لیکن میرے دل میں اس کا داغ رہ گیا کہ افسوس! مسلمانوں کی غفلت اور لاپرواہی کا یہ عالم ہے کہ اسلامی وضع کو ترک کرکے غیر مسلموں کی وضع اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کاش ہمارے برادران اپنی حالت اور احکام شریعت پر غور کرتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ اسلامی طریقہ کو چھوڑنے اور غیر مسلموں کے رویے اختیار کرنیکا نتیجہ جہنم ہے۔ شعر

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

خدائے تعالیٰ ہمیں اور سارے مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرماوے آمین ثم آمین۔

کراچی سے روانگی

نماز مغرب کے بعد ہم لوگ میل ٹرین کراچی سے لاہور جانے والی پر سوار ہوئے۔ اب اُن دو قلیوں نے انعام کا مطالبہ کیا میں نے دو روپے اُنکی نذر کرنا چاہا وہ لوگ راضی نہ ہوئے۔ چونکہ تقریباً تین گھنٹے تک وہ دونوں ہمارے اسباب کے باندھنے چھاندنے اور سوار کرانے میں صرف کئے مجھے بھی اُنکی دلجوئی منظور تھی

ہوئی اور بجائے دو روپے کے تین روپے پھر چار یہاں تک ساڑھے پانچ روپے دیکر اُن دونوں کو خوش کیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اول اجرت طے نہ کر لینے کا یہ خمیازہ مجھے بھگتنا پڑا ہے۔ ساڑھے نو بجے میل ٹرین کراچی سے روانہ ہوئی اور راستے میں بڑے بڑے اسٹیشنوں میں ٹھہرتی گئی۔ حیدرآباد سندھ کا اسٹیشن دریائے سندھ کے بعد ملا یہاں انار شیریں بڑے بڑے فروخت ہوتے تھے دو آنے میں دو انار خرید گئے مسافروں خصوصاً بنگال کے حاجیوں کی کثرت تھی نیند کا غلبہ مجھ پر طاری تھا مگر سونا کیسے نصیب ہو سکتا تھا آنکھیں لگتی تھیں اور کھل جاتی تھیں چار بجے صبح کو میل چلتے چلتے یکایک رُک گئی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک ڈبے میں آگ لگ گئی ڈرائیور اور گارڈ نے آگ بجھانے کی بڑی کوشش کی مگر بے سود ثابت ہوئی دو گھنٹے کامل گاڑی ٹھہری رہی آخر اُس ڈبے کے مسافروں کو دوسرے ڈبے میں بٹھلایا گیا اور وہ ڈبہ گاڑی کا کاٹ کر وہاں چھوڑ دیا گیا اور بقیہ ڈبوں کو لیکر میل روانہ ہوئی۔

تاریخ ۱۰ ربیع الاول روز چہارشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء

سرسٹا ریلوے جنکشن

تین بجے دن کو میل ٹرین اسٹیشن سرسٹا ریلوے جنکشن میں پہنچی۔ لاہور۔ کراچی اور دہلی وغیرہ کی لائنیں یہاں ملتی ہیں کراچی سے دہلی۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ کانپور۔ مرادآباد۔ سہارنپور۔ بانس بریلی گیا۔ پٹنہ۔ کلکتہ وغیرہ کے جانے والے مسافروں کو یا آخر الذکر مقامات سے کراچی جانے والے مسافروں کو سرسٹا میں اُترنا اور دوسری گاڑیوں میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ ہم سب لاہور میل ٹرین سے اُتر گئے اور اکسپرس ٹرین دہلی جانے والی کھڑی تھی اُسپر سوار ہو گئے۔ سرسٹا اسٹیشن سے آگے چلکر بہاولپور کا اسٹیشن ملا۔ ریاست بہاولپور ریلوے اسٹیشن سے قریب دو میل کے فاصلے پر ہے۔ ریل سے عمارتیں وہاں کی دکھائی دیں۔ کراچی سے علاقہ بہاولپور تک اکثر علاقہ اور خطہ زمین کا ریگستان اور غیر آباد نظر آیا ببول کے درخت اور بالو ریت کے بڑے بڑے تودے پہاڑ کی طرح اور ببول کے درختوں میں اور جھاڑیوں میں اونٹ چرتے ہوئے نظر پڑے۔ سرزمین عرب کا خاصہ نمونہ معلوم ہوا۔ ریاست بہاولپور میں آبپاشی کے لئے نہریں طیار ہوتی ہوئی دیکھنے میں آئیں۔ اس علاقہ میں باوجود رہنے

اخیر ایام برسات کے بھی خشکی کا یہ عالم تھا کہ بالو ریت اُڑ اُڑ کر چلتی ہوئی گاڑیوں میں آتا تھا اور مسافروں کے کپڑے اور جسم گرد و غبار سے ایسے آلودہ ہو رہے تھے کہ بھبھوت ملے ہوئے جوگی کی صورت سب کی ہو رہی تھی۔ شب کے وقت ایک سکھ ریلوے ملازم میرے ڈبے میں آیا جو کہ فوج کا پنشن یافتہ تھا آدمی صاف دل اور نیکی پسند تھا جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ سے واپس آرہا ہوں تو اُس نے اظہار خوشی کی اور بہت شوق کے ساتھ مکہ معظمہ کے حالات مجھ سے پوچھنے لگا۔ جدہ شریف تک گذشتہ ایام جنگ میں اپنا جانا بھی اُس نے ظاہر کیا۔ غازی آباد کے قریب ایک اسٹیشن میں وہ افسوس کرتے ہوئے اُتر گیا۔ مکہ معظمہ کے حالات سے اُسکو ایک خاص دلچسپی معلوم ہوتی تھی ایسے کو دیکھ لیا کو اگر اسلامی روایات اور عقائد بتلائے اور سُنائے جائیں تو خود اُنکا ضمیر انھیں قبول اسلام پر مجبور کر دیوے اور ممکن نہیں کہ باطل پرستی پر وہ قائم رہیں اور حق کی آواز پر لبیک نہ پکاریں۔ چار بجے صبح کو ہم لوگ دہلی پہنچے اور بغرض آرام لینے کے گاڑی سے اُتر گئے۔

تاریخ ۱۱ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

دہلی میں قیام اور آثار قدیمہ کی سیر

اسٹیشن دہلی سے ہم لوگ بسواری تانگہ چاندنی چوک پہنچے اور محبوب ہوٹل کمرہ نمبر ۱۱ میں مقیم ہوئے۔ بطلب کہاران سواری و بیگاروں کے تین بیٹلی گرام لعل پورہ صادق پور اور حسن چک کو بھیجے۔ غسل کئے کپڑے بدلے۔ کھانا کھائے۔ کچھ آرام کرنیکے بعد مجھے خیال آیا کہ دہلی جیسے قدیم شہر میں آکر بزرگان دین کے مزارات پر فاتحہ خوانی کو نہ جانا اور عمارات و آثارات قدیمہ کا مشاہدہ نہ کرنا بعید از مصلحت و دانشمندی ہے۔ فوراً دس روپے میں ایک خاص موٹر کرایہ کی اور اپنے ہمراہیوں سمیت ساڑھے بارہ بجے دن کو روانہ ہوئے فتحپوری مسجد کی طرف سے کھاری باؤلی کے پاس ہوتے ہوئے راستے سینما دنیا دہلی اکے عمارتوں کی سیر کرتے

اولیا مسجد ہم سب قدیم دہلی پہنچے۔ دہلی دروازہ سے قدیم دہلی گیارہ میل پر واقع ہے۔ اولیا مسجد میں نماز ظہر ہم سب نے پڑھی۔ یہ ایک قنائی مسجد ہے کہا جاتا ہے کہ اس مسجد میں متعدد

اولیاء اللہ نے نمازیں پڑھی ہیں۔ محراب سے دکھن اور پورب طرف تین مصلے مسلسل ہیں ایک خادم نے مجھے بتلایا کہ یہ تینوں مصلے حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ مسجد مذکور کے شمال میں ایک اور مسجد ہے جو بعد میں طیار ہوئی ہے۔ جنوب میں ایک بزرگ کا مزار ہے۔

حوض شمسی مشرق میں شاہی سڑک اور مغرب میں ایک بڑا تالاب ہے جو کہ حوض شمسی کے نام سے مشہور ہے۔ اس تالاب کے پچھم جانب اُتر گوشہ میں ایک بُرج بارہ دری بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ حضرت سلطان شمس الدین التمش رح جو کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دہلی کے بادشاہ تھے اور نہایت متقی اور خدا ترس زاہد تھے۔ رفاہِ خلق کی خاطر تالاب کھدواتے تھے مگر پانی نہیں نکلتا تھا۔ ایک دن بادشاہ موصوف نے جمال باکمال حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اے شمس الدین اس مقام سے پانی نکلیگا۔ اس مبارک خواب سے بیدار ہوتے ہی بادشاہ قطب صاحب کے پاس حاضر ہوا اور خواب کا حال عرض کیا بالآخر بادشاہ اور قطب صاحب جب اُس مقام میں پہنچے تو دیکھا کہ گھوڑے کے نعل کا نشان زمین پر پڑا ہوا ہے اور اُس سے پانی شیریں جاری ہے۔ سلطان شمس الدین رح نے وہاں تالاب کھُدوایا پانی بافراط ہوا اور خلق خدا کی تکلیف دفع ہوئی اور اسکا نام حوض شمسی مشہور ہوا۔ بنظر یادگار بُرج بارہ دری طیار کرایا گیا۔ نشانِ نعل اُسی بُرج بارہ دری میں محفوظ ہے۔ خادم نے مجھ سے کہا کہ موجودہ نشان نعل نقلی ہے اصل نشان نعل اُس پتھر کے نقلی نعل کے نیچے محفوظ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مزاراتِ چہل ابدال اولیاء مسجد کے اُتر اور پچھم طرف پہاڑ پر چہل ابدال کے مزارات رہتا بیان کرتے ہیں۔ یہاں ایک چہار دیواری کے اندر حضرت نجیب الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہم لوگ پہنچے۔ مزار شریف کے سرہانے کے سامنے دیوار میں ایک سنگی کتابہ لگا ہوا ہے سنہ ۷۳۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ فاتحہ پڑھکر جملہ بزرگان کے نام میں ایصال ثواب

اور دعا کرکے ہم سب واپس ہوئے۔ خدام نے پیچھا کیا۔ اُنکی تھوڑی تھوڑی خدمت کی اور معافی مانگ کر پیچھا چھوڑایا۔ یہاں سے موٹر میں بیٹھکر قطب صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے

مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے میں ایک پتھر پر تاریخ وصال درج ہے۔ تاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ میں نے فاتحہ پڑھا اور دعا کی۔ ایک خادم نے اپنی طرف بلایا اور مجھہ سے کہا کہ اس مقام میں کچھہ نذر رکھو میں نے ایک دوانی رکھدی اُنھوں نے اصرار کیا اور کہا کہ یہ تھوڑا ہے۔ میں نے کہا! اس وقت اس سے زیادہ کا موقع نہیں ہے۔ جب میں چلا تو اور خادموں نے نذرانہ طلب کیا میں نے کہا کہ دروازے پر سب کے لئے ایکجائی دیدونگا وہ سب کے سب میرے ساتھ ہولئے۔ دروازے پر پہنچکر ایکجائی سب کے لئے میں نے کچھہ دیدیا۔ اتنے میں ایک تیسرے شخص میرے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں! میں ٹھہر گیا۔ جب تک اور خدام بھی پہنچگئے۔ اُس شخص نے ایک کپڑا دو انگل چوڑا اور دو ہاتھ لنبا زرد رنگ کا اپنی جیب سے نکالا اور مجھہ سے کہا کہ یہ ٹکڑا تبرک قطب صاحبؒ کی چادر مبارک کا ہے یہ کہکر چٹ سے میرے سر پر اُس ٹکڑے کو باندھ دیا اور سب نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا اور دعا خیر کرنے لگے۔ آخر میں وہ صاحب نذرانہ کے طالب ہوئے۔ میں نے اُنکی بھی کچھہ نذر کی۔ وہاں سے ہم سب روانہ ہوئے۔ موٹر ڈرائیور میرے انتظار میں کھڑا تھا اُسکے پاس ایک اور شخص کھڑے تھے اُنھوں نے اول تو مجھہ سے یوں کہا کہ جناب آپنے غلطی کی کہ خادموں کے گھپلے میں آگئے۔ جب جواب میں میں نے کہا کہ حضرت! کیا کیا جائے اُن سب کا ذریعہ معاش یہی ہے اور دن رات کا یہی کام۔ تو وہ صاحب خاموش ہوگئے اور میرے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ابھی موٹر کے پاس ہم لوگ نہیں پہنچے تھے کہ شخص مذکور نے مجھہ سے کہا۔ جناب! میری بھی سن لیجئے: میں بھی حضرت مولانا شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا خادم ہوں اور آپ کی عنایت کا امیدوار! اس پر مجھے بڑی ہنسی آئی پر میں نے ضبط کیا اور کچھہ نقدی اُنکی بھی نذر کی اور نما کنتی خیر خواہوں سے سبکدوشی حاصل کرکے ہم سب موٹر میں بیٹھکر آگے روانہ ہوئے۔

قطب مینار دہلی میں قطب مینار اور شاہجہان بادشاہ کی بنائی ہوئی مسجد جو کہ قطب مینار کے متصل میں ہے قابل دید عمارتیں ہیں۔ احاطہ کے باہر سڑک پر ہماری موٹر کھڑی ہوئی اور ہم لوگ احاطہ کے اندر داخل ہوئے یہاں ایک نوٹس چسپاں دیکھا جسکے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ سرکار انگلشیہ نے عمارت مذکورین کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اگر کوئی شخص ان عمارتوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچائیگا تو حسب آئین انگریزی وہ ماخوذ و مجرم ہوگا۔ ایک گارڈ محافظ کو بھی پہرہ دیتے ہوئے موجود پایا۔ شاہان دہلی کی عمارتوں کو محفوظ و برقرار رکھنے کے لئے حکومت ہند کا یہ عمل مستحق آفرین اور قابل صد داد ہے پر افسوس ہے کہ غیر مسلم حکومت تو اسلامی آثارات کا استحفاظ اپنی حدود حکومت میں ضروری سمجھے اور اسلامی مرکز میں مسلم حکومت قابل احترام و نادر آثارات اسلامی کی شکست و ریخت اور توہین روا رکھے۔ افسوس افسوس!! مصرع: ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

قطب مینار کی عمارت گول نہایت بلند و عالیشان ہے۔ مینار کے اوپر جانے آنے کے لئے چکر کھاتی ہوئی وسیع سیڑھیاں اندر اندر گئی ہیں۔ دس پندرہ سیڑھیوں کے بعد بڑے بڑے شگفتے ہوا اور روشنی کی آمد کے لئے مینار مذکور میں بنے ہوئے ہیں اور وہاں اسکے چبوترہ بنا ہوا ہے اور کنارہ میں گول کٹہرا لوہے کا لگا ہوا ہے۔ اوپر جانے سے سارا دہلی اور اسکی عمارتیں نظر آتی ہیں۔ دوربین سے تو دوسرے دوسرے شہر بھی نظر آتے ہونگے گرچہ ہم سب تھکے ماندے تھے تاہم ہمت کرکے تین سو اناسی ۳۷۹ سیڑھیوں کو طے کرتے ہوئے قطب مینار کے اوپر گئے اور ہماری آنکھوں نے کرشمۂ قدرت کے دلکش بہار کا نظارہ کیا۔ شریعت غرا کا پابند و متقی بادشاہ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ اور امام ضامن رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات بھی قطب مینار کے احاطے میں ہی دو طرف کچھ فاصلے پر ہیں وہاں جاکر ہم نے فاتحہ پڑھا اور موٹر میں آ بیٹھا۔

مزار حضرت نظام الدین ہمایوں کے مقبرہ کی طرف سے ہوتے ہوئے ہم سب حضرت محبوب الٰہی نظام الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ صدر دروازے پر خدام بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خادم ہمارے ساتھ ہوگئے

اندر جاتے ہوئے ایک پختہ باؤلی ملی جسمیں پانی بھرا ہوا تھا اور بہت آدمی غسل کر رہے تھے کہا جاتا ہے کہ یہ باؤلی حضرت محبوب الٰہی نے خود بنوائی تھی۔ حضرت محبوب الٰہی کا مزار بیچ صحن میں ایک قبہ کے اندر ہے دو تین نوجوان خادم کھڑے تھے ایک نے مجھ سے کہا جناب ادھر تشریف لائیں میں آپ کا "وکیل" ہوں اور میں آپ کو پہچانتا ہوں میں نے کہا سبحان اللہ! آپ اگر خود ساختہ وکیل ہیں تو رہیں، میں تو آپ کو نہیں جانتا اور یہاں مجھ سے کسی کی شناسائی نہیں ہے میں تو اول اول یہاں آیا ہوں۔ وہ خاموش تو نہ ہوئے اپنی سی باتیں بناتے رہے خدا رسی اور سچائی پر نثار ہو جانے والے بزرگان دین کے مزارات پر طلب زر میں جھوٹ کا پل باندھنے والے ایسے سخن ساز خدام و مجاورین کا وجود دامن صداقت و شہرت پر ایک بدنما داغ ہے۔ کاش! یہ حضرات اپنے مقتدر پیشوایان و بزرگان کی تقلید کرتے تو ممدوح ہوتے اور زائرین کے دلوں میں اُن کی زیادہ قدر ہوتی۔

میں نے اول حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھا بعدہٗ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر۔ مزار شریف کے باہر صحن میں ایک بزرگ بیان ولادت سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اور حاضرین گوش بدل سے سن رہے تھے چند منٹ میں بھی شریک جلسہ رہا۔ بعدہٗ مسجد شریف میں حاضر ہو کر دوگانہ پڑھی اور نماز عصر پڑھکر خادم ہمراہی کو نذرانہ دیا۔ باہر دروازے پر اور بھی خدام طالب نذرانہ ہوئے انکی بھی تھوڑی تھوڑی خدمت کی اور موٹر میں بیٹھکر روانہ ہوئے۔

جامع مسجد دہلی دہلی جیسے قدیم و عظیم شہر میں جامع مسجد کی عالیشان و خوبصورت عمارت سے شہر کی رونق دوبالا نظر آتی ہے یہ مسجد شاہ جہاں بادشاہ کی یادگار ہے اور نہایت مستحکم عمارت ہے اسکے باہر کی خوشنما سیڑھیوں سے مسجد کا حسن دوبالا نظر آتا ہے۔ سیڑھیوں کے نیچے مختلف اشیاء کی دوکانیں ہیں اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے خاصہ میلہ لگا ہوا نظر آتا ہے۔ صحن مسجد نہایت وسیع ہے اُسکے بیچ میں پانی کا بڑا حوض ہے جسمیں لوگ وضو کرتے ہیں۔ مسجد کے اندر آٹھ صفیں سنگ مرمر سے فرش کیے ہوئے ہیں مسجد کے شمال اور جنوب میں بڑے بڑے دالان ہیں جنوبی دالان میں ایک قبہ ہے

دریافت سے معلوم ہوا کہ قبہ مذکور میں قدم شریف اور موئے مبارک ہے جسکی زیارت شائقین کو کرائی جاتی ہے۔ ہم لوگ شاہی قلعہ دیکھتے ہوئے جامع مسجد کے شمالی دروازہ کے پاس موٹر سے اُتر پڑے مسجد میں جاکر دوگانہ ادا کئے اور مسجد کے اندر اور باہر تمام نظر دوڑاتے ہوئے جنوبی دالان تک پہنچے۔ خادم نے مجھ سے یہ معلوم کرنے پر کہ میں بھی زیارت کا مشتاق ہوں حجرہ کا دروازہ کھولا اور اندر جاکر ایک طشت میں قدم شریف اُٹھا لایا اور زیارت کرائی اور کہا کہ موئے مبارک کی زیارت رمضان المبارک میں کرائی جاتی ہے۔ کچھ نقدی خادم صاحب کے میں نے نذر کی۔ مسجد سے باہر آکر خورد و نوش کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ خریدے گئے اور موٹر میں بیٹھکر محبوب ہوٹل پہنچے۔ موٹر ڈرائیور نے بہت دیر ہو جانیکا عذر پیش کیا۔ گرچہ یہ عذر خلاف معاہدہ تھا تاہم میں نے تو تو۔ میں میں سے باز رہنے کی غرض سے بجائے نو روپے طے شدہ کرایہ کے ساڑھے دس روپے دیے۔ نماز مغرب فتحپوری مسجد میں ادا کی۔ نماز عشا ہوٹل میں ہی پڑھکر مشغول خواب راحت ہوا۔

تاریخ ۱۲ ربیع الاول روز جمعہ ۱۳۴۶ ہجری مطابق ۹ ستمبر ۱۹۲۷ عیسوی

مولانا مظہر الدین صاحب سے ملاقات اور مجلس تفسیر قرآن پاک کی شرکت

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مولانا مظہر الدین صاحب ایڈیٹر اخبار الامان دہلی سے ملنے کو گیا۔ مولانا اپنے قیامگاہ میں نہ تھے دریافت سے معلوم ہوا کہ مسجد گلی قاسم جان میں آپ تفسیر قرآن مجید بیان فرماتے ہیں۔ مسجد مذکور میں گیا تو دیکھا کہ مولانا ممدوح اپنے سامنے قرآن پاک رکھے ہوئے تفسیر سورہ نور دوسرے رکوع قصہ افک حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو بیان فرما رہے ہیں اور تقریباً پندرہ بیس آدمی جن میں جوان اور ادھیڑ بھی تھے اپنے اپنے سامنے رحل پر قرآن پاک رکھے ہوئے تفسیر سن رہے ہیں۔ مولانا کے ملاقات کے طفیل میں مجلس متبرکہ کی شرکت کو میں نے بسا غنیمت جانا اور بیٹھ گیا آدھ گھنٹہ کے بعد بیان ختم کر کے مولانا نے سامعین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے بدایوں جانا ہے اس لئے دو روز بیان تفسیر ملتوی رہیگا۔

اسکے بعد میں مولانا سے ملا۔ آپنے میرا نام و پتہ اور وجہ ملاقات دریافت فرمایا۔ میں نے

جواب دیا اور مختصر حالات حجاز جو بغرض اشاعت واقفیت عامہ کے لئے جہاز علوی پر میں نے لکھا تھا یہ کہتے ہوئے میں نے پیش کیا کہ آپ اپنے اخبار الامان میں یہ مضمون شائع کر دیویں۔ اور اگر آپ کسی وجہ سے شائع نہ کر سکیں تو میرے پاس مضمون واپس بھیجدیوینگے۔ مولانا نے قبول فرمایا۔ تب میں مولانا اور حاضرین سے رخصت ہو کر محبوب ہوٹل میں واپس آیا۔ مسلمانان دہلی معارف و حقائق قرآن پاک سے مستفیض و ممتاز کرانے میں مولانا موصوف کی سعی اور ایثار مستحق صد آفرین ہے۔ کاش علمار کرام اپنے اپنے شہروں اور گاؤں میں بھی ایسی مجلسیں قائم کر کے عامہ مسلمین کو مطالب نکات قرآن مجید سے بہرہ ور ہونے کا موقع بخشتے تو خوب ہوتا۔

دہلی سے روانگی ملازم ہوٹل نے بل پیش کیا اُسکی چکتی کر کے میں اپنے ہمراہیوں ہمیت تانگے پر اسٹیشن پہنچا اور ساڑھے دس بجے دن کی اکسپریس سے روانہ ہوا۔ راستے میں بڑے بڑے اسٹیشنوں میں گاڑی ٹھہرتی گئی۔ اور فیتھپور، علی گڑھ، اٹاوہ فیروز پور، کانپور، مرزا پور، الہ آباد، مغلسرائے، آرہ، دانا پور، پٹنہ وغیرہ کی سیر کراتے ہوئے سات بجے صبح کو اسٹیشن باڑہ پہنچی

تاریخ ۱۳ ربیع الاول روز شنبہ ۱۳۴۶ہجری مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۲۷ء

اسٹیشن باڑہ میں اکسپریس گو ٹھہرتی نہ تھی مگر بانکی پور میں ایک ٹکٹ کلکٹر کے ہاں کہدینے پر ہم لوگوں نے دھوکھا کھایا باڑہ میں اکسپریس نہ ٹھہری اور مجبوراً ہم لوگ مکا نواں جنکشن میں جاکر گاڑی سے اتر پڑے۔ اور مکانواں سے باڑہ تک کا ایک طرفہ محصول ادا کرکے دوسری ٹرین سے گیارہ بجے دن کو ہم لوگ اسٹیشن باڑہ واپس آئے۔ ریلوے ملازم کی غلط بیانی کے صلے میں دوبارہ محصول دینا پڑا۔

گرچہ بطلب کہاران و بیگاران کے دہلی سے ٹیلی گرام کر چکا تھا مگر اسٹیشن باڑہ میں کسی کا پتہ نہ پایا۔ اتفاقاً عزیزی عبدالرشید سلمہ کے آجانے سے بڑی مسرت ہوئی اور عزیز موصوف نے مولوی محمد قاسم صاحب وکیل ساکن اکبر پور کے مکان میں اسٹیشن کے قریب ٹھہرایا۔ وکیل صاحب موصوف کے گھر کی عورتیں بھی موجود تھیں۔ والدہ صاحبہ وغیرہ کو زنانہ مکان میں اور مجھے بھی باہر نشستگاہ میں عافیت ہوئی۔ وکیل صاحب موصوف سے میری جان پہچان نہ رہنے کے باوجود بھی

موصوف نے اپنے خلق و محبت سے مجھے مشکور کیا۔

تاریخ ۱۴ ربیع الاول روز یکشنبہ ۱۳۴۲ ہجری مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۲۶ء

وطن مالوف کو مراجعت

صبح سویرے عزیزی عبدالرشید کہاران سواری بیگار اڑکو لیکر شیخپورہ سے آئے اور ہم سب ڈولی کھٹولی میں بیٹھکر روانہ ہوئے ظہر کے وقت مبارک پور بخیر و عافیت پہنچے اور دوگانہ شکر ادا کئے الحمدللہ علی احسانہ و نعمائہ۔ اپنی اہلیہ کی شدید علالت کے باعث ایک ماہ تک مجھے اور میرے سارے متعلقین کو نہایت اُلجھن اور پریشانی رہی جب افاقہ اور صحت ہونے لگی تو میں ہزاری باغ پہنچا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم بیکراں کے شکریہ میں دوگانہ ادا کیا۔ احباب و بزرگان و عام مسلمین و غیر مسلمین نے حج و زیارت کے محمود و مسعود سفر سے صحیح و سلامت و بامراد واپس پہنچنے پر مجھے مبارکبادیاں دیں اور اظہار مسرت کیا سب کسی سے میں نے اظہار تشکر و امتنان کیا

گورنمنٹ برطانیہ عظمیٰ کا شکریہ

عرب شریف کے مبارک اور طویل سفر کے بخیر و عافیت انجام پانے پر (جس میں گوناگوں تجربے اور بیش بہا معلومات مجھے حاصل ہوئے) سرکار برطانیہ عظمیٰ اور جملہ اراکین حکومت کی خدمت میں ہدیۂ امتنان و تشکر خلوص و وفاداری کے اقرار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ ہماری تاجدار سرکار نے مساوات اور رواداری کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے اپنی جملہ رعایا کو بلا امتیاز عیسائی و غیر عیسائی جملہ امور مذہبی میں ایسی آزادی دے رکھی ہے جسکی نظیر دوسری حکومت میں کمتر ملیگی۔ اسکے لئے ہماری سرکار مستحق شکریہ و مبارکباد ہے اور ہر ایک ہندوستانی کا فرض ہے کہ اظہار صداقت میں روشن خیالی سے کام لے۔ آخر میں سرکار برطانیہ سے میری ناچیز التجا ہے کہ سفر حج میں اصلاح طلب امور جنکے متعلق رپورٹیں وقتاً فوقتاً اخبارات و عرائض کے ذریعہ گورنمنٹ میں پیش ہو چکی ہیں اُنکی اصلاح فرماکر حکومت حجاج کی مزید سہولت و راحت رسانی کا باعث ہوگی اور اپنی مسلم رعایا کو شکرگذاری کا موقع عطا کریگی۔

معذرت

ہندوستان سے لیکر حجاز مقدس کے ہر ایک مقام میں جن بزرگان و برادران عزیزان و محبان اجنبی و واقفکاران نے ذرہ بھر بھی ہمدردی اعانت خاطرداری

ورہنمائی میری کی ہے اُن سب کا مجملاً شکریہ کرتے ہوئے اُن سب کے لئے اور اپنے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعائے ترقی عمر وجاہ اور سلامتی ایمان وتوفیق عمل بالخیر کی کرتا ہوں سفر نامہ ہذا کے اندر بیان واقعہ یا اصلاح طلب امور کے اظہار کے ذیل میں جن لوگوں کے نام آگئے ہیں مجھے اُن کی دل آزاری یا پردہ دری مقصود نہیں ہے بلکہ محض اصلاح اور اظہار حقیقت غرض ہے اس لئے میں اُن سب لوگوں سے دست بستہ معذرت خواہ ہوں کہ وہ میری تحریر کو ٹھنڈے دل سے غور کرکے پڑھینگے اور حتی الامکان رفاہ واصلاح شکایات کی سعی فرمادینگے۔

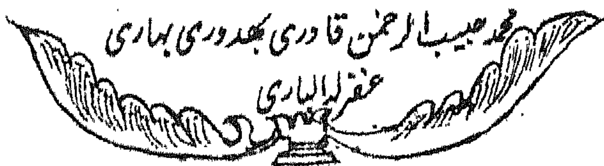
خاتمہ کتاب

اظہار جذبات دلی کے ماتحت گرچہ مقامات مقدسہ کے تفصیلی تذکرے کرنے اور روزمرہ کے حوادث وواقعات لکھنے سے یہ کتاب طویل ہوگئی ہے تاہم بلحاظ اختصار بہت سے امور وواقعات کے اظہار سے میں نے قطع نظر کیا ہے اسلئے یہ کہنا صادق آتا ہے کہ ؎

بپایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی — بصد دفتر نشاید گفت حسب الحال مشتاقاں

دعا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَّيَقِيْنًا صَادِقًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّحَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَعِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَتَابِعِيْنَ وَتَبَعِ تَابِعِيْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

تمت بالخیر



عازمان حج کو مژدہ

حبیب الحجاج معروف بہ ہدیہ حرمین حصہ اول نہایت کارآمد کتاب ہے جس
حاجیوں کی سہولت اور واقفیت کے لئے ضروریات سفر و حضر و پوشاک، خور و نوش
پاسپورٹ و ٹیکہ، جہاز، وقت جہاز پر چڑھنے اترنے، سامان لانے لیجانے اور واقفا
اور جہاز میں رہنے کے متعلق جس قدر ہدایات یا ناواقفیت [illegible] کے لئے ضروری ہو
ان سب کو اس میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ مسائل حج وعمرہ اور
اور ادعیہ ماثورہ مستند کتب سے نقل درج کئے گئے ہیں [illegible] تاریخی پہلو پر بھی روشنی
ہے اور تاریخی مقامات [illegible] کیا گیا ہے [illegible] روزمرہ عربی بول چال کے ضروری
سوال و جواب کی شکل میں [illegible] گئے ہیں جس سے حاجیوں کو [illegible] میں عرب
اور بدوؤں سے گفتگو کرنے میں آسانی ہو سکتی ہے، جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نقشے
بھی کئے گئے ہیں، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ اور سرورق [illegible] اور [illegible]
صفحات [illegible] قیمت صرف آٹھ آنے [illegible] بذریعہ وی پی ارسال
کی جاتی ہے۔

پتہ

حافظ حبیب الرحمن پشاوری مہتمم [illegible]

Date	No	Date	No.